

دُشمنانِ اسلام علمی محرم کا سبب

جلد اول



مصنف

محقق اسلام علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نورانیہ حسیہ

جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلاک گنج لاہور

0344-4203415

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب..... دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ
مصنف..... محقق اسلام شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب رحمہ اللہ
بانی جامعہ سولیہ شیرازیہ لاہور
جلد..... اول
بار اول..... 1992
بار دوم..... فروری 2011
زیر اہتمام..... میاں محمد رضا
کتابت..... راجہ محمد صدیق مرحوم حضرت کیلیا نوالہ شریف

ناشر

مکتبہ نوریہ حسنیہ، بلال گنج لاہور

معاونین: (۱) خصوصی معاون مصنف علام کے اثناف بھائی
حضرت مولانا شرف الدین صاحب صدر مدرس جامعہ ہذا

مصنف علام کے تلامذہ

- (۱) آپ کے صاحبزادے علامہ مولانا قاری محمد طیب صاحب انگلیٹ
(۲) خصوصی معاون مافظ محمد اکرم شاہ صاحب جامعہ ہذا (۳) علامہ مولانا مبار علی صاحب
انگلیٹ (۴) علامہ مولانا صوفی محمد یونس صاحب لاہور (۵) علامہ مولانا صوفی
ولایت صاحب ساہیوال (۶) محمد رفیقان عیشی منکیروی
(۷) صاحبزادہ قاری رضائے مصطفیٰ جامعہ ہذا

مصنف علام کی تصنیف کا محرک اول

برخوردار مولانا چوہدری محمد بخش صاحب

محرک دوم: راجہ ناصر محمود بادامی باغی لاہور

فون ۲۲۷۲۲۸ سن طباعت ۹ جون ۱۹۶۲ء

معتبر شیعہ کتب سے شیعہ مذہب کے جملہ عقائد کی تحقیق نہ تو یہ مشتمل مستند کتب شیعہ مذہب میں چودہ جلدوں پر

تحد جعفریہ ۵ جلد	عقائد جعفریہ جلد	فقہ جعفریہ ۴ جلد	میزان الکتب
------------------	------------------	------------------	-------------

یہ سب کتب چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں

تصنیف محقق اسلام شیخ الحدیث محمد علی صاحب مابارہ شریعہ ازیر بلال گنج لاہور

خصوصیات کتاب

(۱) جس نے شیعہ فرقہ کے جملہ باطل عقائد کو تاریکیوں کی طرح بکھر کر رکھ دیا۔

(۲) دور حاضر میں اپنے موضوع پر لکھی جانے والی یکتا کتاب ہے

(۳) جس کے برتے ہوئے شیعہ عقائد کی توجیہ کی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

(۴) حمیں ازواج مطہرات امیر معاویہ اور خلفاء راشدین پر شیعہ فرقہ کی طرف مائندہ الزامات کا منظر توڑ جواب دیا گیا ہے۔

(۵) خلفاء راشدین امیر معاویہ اور اہل بیت نبیؐ کے مبینہ رشتہ ہائے محبت اور خاندانی تعلقات کا تذکرہ

(۶) حمیں نبی و آل نبی سے شیعہ فرقہ کی خفیہ عداوت کلبے خطا انکشاف کیا گیا ہے۔

(۷) جسے پڑھ کر کوئی شخص آدمی شیعہ نہیں رہ سکتا۔

(۸) صحابہ کرام کے گستاخوں کے لیے تازیانہ عبرت، مناظرین کے لیے علمی خزانہ۔

(۹) میزان الکتب میں اس بات کی تحقیق کی گئی ہے کہ شیعہ لوگ کہتے ہیں۔ فلاں فلاں سنیوں

کی معتبر کتاب میں لکھا ہے۔ کیا وہ سنیوں کی کتاب ہے بھی یا نہیں۔ اگر ہے تو معتبر یا نہیں۔

طرہ امتیاز ان کو کہ کتب میں اپنے ہر دعوے کا استدلال صرف معتبر شیعہ کتب سے کیا ہے۔

ناشر مکتبہ نور پورہ حنیہ۔ جامعہ سولہ شریعہ ازیر بلال گنج لاہور

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الاولیاء صلیں
پیری و مرشدی حضرت قباۃ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ
اللہ علیہ سرکار کیا نوالہ شریف اور نگہدار ناموس اصحاب و رسول
محبت اولاد قبول سپر طریقت راہبر شریعت حضرت قباۃ
پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زریب سجاد و کیا زاد شریف
کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف
نے ہر شکل مقام پر میری مدد فرمائی۔
ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے
ذریعہ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد

محمد علی رضا اللہ عنہ

الْأَهْدَاءُ

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجتہ الکاملین، میرزاں
ہمایان رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمن صاحب
ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب العجم حضرت
قبلہ مولانا غیاث الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع
(مدینہ طیبہ) خلیفہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا
خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں
ہدیہ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دُعا سے تقی نے اس
کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

بج۔ اگر قبول افتد زبے عز و شرف

محمد علی اعجاز

تقریر

محقق ابن محقق، شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی دامت
امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور



جامعہ رولہ شیرازیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب، فاضل
درس نظامی ہیں۔ درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت دین ان کا مشغلہ ہے۔
مطالعہ بھی وسیع ہے اور مختلف کتاب فکر کے عقائد و نظریات اور ان
کے دلائل پر بھی ان کی نظر ہے۔ ان کی تالیف تحفہ جعفریہ ایک نہایت قیمتی
علمی مواد پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کتاب کا ایک جزو حضرت علی اور صفار
نوشہ عظیم الرحمة والرضوان کے درمیان خوشگوار تعلقات کے کچھ اوراق پر نظر ڈالی
ہے جسے پڑھ کر اس کتاب کی عظمت، افادیت اور دلائل و بہانہ کی رفعت
کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس موضوع پر یہ کتاب ایک اچھی، مفید جامع اور مدلل
کوشش ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مولف کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے
اور عوام و خواص کے لیے یہ کتاب ہدایت و عظمت کا سبب بنے۔



سید محمود احمد رضوی

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف
گنج بخش روڈ لاہور - ۱۴ اگست ۱۹۸۴ء

تقریظ

شیخ الحدیث التفسیر جامع العقول والمنقول اتا ذی المکرّم حضرت مولانا
علامہ غلام رسول صاحب فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سید الانبیاء و امام المرسلین وآله وصحبه اجمعین !
! مابعد :

میں نے شیعہ مذہب (تحتہ جعفریہ) کا اہم مقامات سے بنور مطالعہ کیا۔ فاضل
مؤلف نے محنت شاقہ سے شیعہ کتب سے شیعہ مذہب کے عقائد بڑی تفصیل
سے کتب کے مقتضی کے مطابق ذکر کیے۔ اپنی طرف سے ان میں کچھ
افراط و تفریط نہیں کی۔ اثنا عشریہ کے عقائد بڑی تفصیل سے باطل کیے اور
ان کو بیت علیکوت سے زیادہ کمزور ثابت کیا اور واضح کیا کہ ان لوگوں
کے عقائد میں شدید تضاد ہے اور انہی کی کتب میں حضرات اہل بیت کرام
علیہم السلام کی شان میں آداب سے تجاوز کیا گیا ہے۔ اقول سے آخر
تک اس کے مطالعہ سے شمس النہار کی طرح شیعہ مذہب کی حقیقت کھل
جاتی ہے۔ گویا اثنا عشریہ کی کتب ہی اس مسلک کے بطلان کی صدا دی ہیں
مولیٰ کریم مؤلف کو احسن جزا دے کہ انہوں نے نہایت ہی سرق ریزی سے
ابلیست و جہالت کا ہم ضرورت کو پیدا کیا اور عوام پر غلطی احسان فرمایا۔ آمین

غلام رسول رضوی

تقریر

مفسر قرآن علامۃ العصر شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ
(بہاولپور)

شیعہ ذوق کے رد میں جامع کتب لکھنے کا پروگرام فقیر اویسی نے اس وقت بنایا جب
سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ دارالسلام کی ایک نجی مجلس میں قرآن اسلام و ملت حضرت
خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے تھے کہ کاش کوئی مروجہ اہل جوشیعہ
ذہب کے ایک ایک عقیدہ اور مسئلہ کی قلمی کھوتا، اس کے بعد اگرچہ میری چند کتب
درج ذیل اس موضوع پر منظر عام پر آئے مگر..... افسوس کہ فقیر اپنے پروگرام میں کئی حد
پر کامیاب نہ ہو سکا اور نہ حضرت خواجہ کی دلی تمنا برآئی۔

لیکن شیعہ ذہب کے رد میں فقیر کی دیگر کتب کی اشاعت نہ ہونے پر اب کوئی
تعلق نہیں رہا جب فاضل جلیل شیخ الحدیث حضرت علامہ الحاج مولانا محمد علی دامت برکاتہم
کو "تحدہ جعفریہ" کی تصنیف میں منہمک پایا، اب میں سمجھتا ہوں کہ علامہ موصوف نے
خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی آرزو اور میرے پروگرام کی تکمیل کر دی ہے کیونکہ
علامہ موصوف نے تحقیقی اور مفصل کتاب لکھی ہے کہ جس میں ایک ایک شیعہ عقیدہ کے رد میں
درج ذیل شیعہ کتب سے تحقیق فرمائی ہے، اس کتاب کے کچھ ابواب فقیر نے پڑھے ہیں۔ الحمد للہ حضرت
نے اپنے برودعی کا اثبات قرآن اور صرف کتب شیعہ سے کیا ہے اور یوں ہمت کی ایک بڑی
نہایت کو پورا کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مفت کو اس کی بہتہ جزا عطا فرمائے۔ آمین :

محمد فیض احمد اویسی الرضوی غفرلہ (بہاولپور) — ۱۴ شعبان ۱۴۰۲ھ

تقریظ مناظر اسلام مولانا عبد التواب صدیقی اجمروی

اہل تشیع ایسا چالاک فرقہ ہے جو اسلام کا ببادہ اوڑھ کر شجر اسلام کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہے۔ ہر دور میں علماء حق نے ان کی سرکوبی کے لیے نعرہ جہاد بلند کیا۔ آج کے دور میں اس فرقہ نے گرد فریب کا نیا جال بچھایا ہے۔ اور طرح طرح کے جھوٹے دلائل سے عظمت صحابہ کو داغدار کرنا چاہا ہے۔ اہل سنت کی طرف سے ایک ایسی کتاب کا وجود میں آنا ضروری تھا جو شیعوں کی ایک ایک دلیل کو لے کر اس کی تردید کرتی۔ اور فی الوقت ان کے نئے نئے دلائل کا منہ توڑ جواب پیش کرتی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ محمد علی کا عوام و علماء اہل سنت پر عظیم حسان ہے کہ انہوں نے یہ کچی پوری کر دی۔ اور ایک کے بجائے چھ کتابیں تالیف فرمادیں جن کی جلدیں مجموعی طور سے ۱۱ عدد ہیں۔ یقیناً یہ کتابیں جہاد سے لے کر مناظرین تک سب کے لیے ایک نعمت ثابت ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی تصانیف کو شرف قبولیت عطاء فرمائے۔

وصلی اللہ علی حبیب محمد وآلہ وصحابہ عین

محمد عبد التواب صدیقی
قادم آستانہ عالیہ مناظر اعظم لاہور

تشریط

بیمبر طریقت شہباز شریعت حضرت علامہ الہی بخش لاہور

استاذ العلماء بنظر اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا الحاج

الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ العالیہ ناظم علی جاموہ سولیشہ رازیہ

بلال گنج لاہور کا وجود اس قحط الرجال کے دور میں علمائے سلف کی ایک جلتی پھرتی تصویر ہے۔ آج سے چند سال پیشتر ہمارے تصور میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا کہ قدرت ان سے ایک عظیم الشان کام لینے والی ہے۔ تاریخ عالم کے واقعات اور شواہدات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بعض اوقات بہت سے افراد مل کر ایک تاریخی کارنامہ سر انجام دیتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات فرد واحد ایک ایسا معجزہ بقول کارنامہ نہ انجام دے دیتا ہے۔ کہ بہت سے افراد مل کر مدتوں تک بھی وہ کام مکمل نہیں کر سکتے۔ اور اہل کاناہ صدیوں تک زندہ و نابند رہتے ہیں عقائد و مذاہب پر تحقیق و تدقیق کا سلسلہ شروع سے جاری ہے۔ بلکہ روز بروز

دیس سے دیس تر ہو رہا ہے۔ اختلافات اعتراضات کے دھارے ہمیشہ بہتے رہتے ہیں۔ دلائل و براہین کے ساتھ ان کے جوابات دیئے جاتے ہیں اور یہ دلائل و براہین ہی کسی کی غفلت و شخصیت کا پتہ بتاتے ہیں۔ شیعہ مذہب ابتداء سے ہی تشریح طلب رہا ہے۔ شیعہ مذہب کا بانی کون تھا اس کے عقائد و نظریات کیا تھے۔ اور پھر شیعہ مذہب میں اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور رسول کی اولاد و ازواج اور صحابہ کرام کے متعلق جو شیعہ لوگوں کو کچھ ہرٹ عقائد تھے ان کے دندان شکن جوابات فقط ان کی کتابوں سے ہی دیئے جاسکتے تھے اس عظیم کام نے

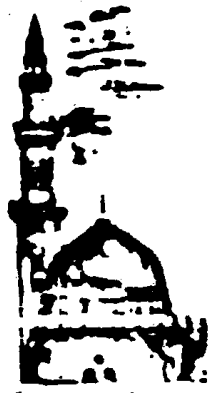
ایک عظیم محقق کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے یہ کام علامہ موصوفؒ سے لید نہایت متعقباتہ انداز سے قلم اٹھایا اور تحقیق کا حق ادا کر دیا اس درویش صفت انسان نے گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر کتابوں کی دنیا میں سفر کرنا شروع کیا مقل و مخرد کے پیمانوں سے علم و حکمت کے خزانوں کی تلاش شروع کی۔ نہایت کامیابی کے ساتھ قیمتی ذخائر کو تلاش کیا۔ شیعہ مذہب کی عمارت کے بڑے بڑے ستونوں کو ان کی کتابوں سے اتنے مضبوط دلائل کے ساتھ گرا تے چلے گئے ہیں۔ کہ شیعہ صاحبان بھی اگر دیانتداری سے اس کا مطالعہ کریں تو انہیں فاضل مصنف کا احسان مند ہو کر اپنے عقائد و نظریات پر نظر ثانی کرنے کی نہایت پاکیزہ دعوت دی گئی ہے۔ تحفہ جعفریہ کی پانچ جلدیں اور تحفہ جعفریہ کی چار جلدیں ہزاروں کتابوں کے مطالعے سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔ یہ حقیقت بالکل سچا ہے۔ کہ اس سے پہلے بھی ایسی بڑی بڑی عظیم کوششیں کی گئیں۔ تحقیق کے بڑے بڑے خزانے زائے نفع اور تحفہ اثنا عشریہ کی صورت میں ہمارے سامنے آئے۔ مگر مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے۔ کہ میرے خیال کے مطابق کسی زمانہ میں بھی اتنی محقق اور مفصل کتاب ردِ روافض میں نہیں لکھی گئی۔ اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر آج حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب زندہ ہوتے تو یقیناً فاضل مصنف کو دعا اور مبارک باد دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد علی صاحب کو عمر راز فرمائے۔ ان کا سایہ اہل سنت و جماعت پر ہمیشہ سلامت رکھے۔ اور ہم سب کو ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

راقم الحروف

بندہ مصمم الہی بخش قادری

تأثير مشايخ عظام

شيخ العرب والعجم علامه فضل الرحمان صاحب (نذرية منوره)



نصير بن محمد بن حسين بن علي بن ابي طالب

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

لا تبهتوا الله بك رجل واحد أحيوا لك من خير آلهم
الحمد لله الذي حصن هذه الأمة المحمدية - بالعلماء والعاملين
ومعناها مرجعاً للعباد - وحفظاً للتشريع المطهر من أهلي
الزنج والعاد - وتوهمهم إلى حفظه ونقاده - والصلاة والسلام
على عبده ورسوله سيدنا وحبيبنا وشفيعنا محمد صلى الله عليه وسلم
يا صلياً من بين سائر خلقه ورسوله عليهم الصلاة والسلام فقل
صلى الله عليه وسلم إلى تارك فأمم الثقيلين كتاب الله ثم قال
وعبرني أهل بيتي - أذكرهم الله في أهل بيتي ثلاثاً - واصطفاه
فرأيت وصيائمه كالجم - دليل كالشموس - ومنهم من شرفه الله
بريادته الفضل والبرامة للخلفاء الراشدين - وبقى العشرة
الميسرة وغيرهم - رضوان الله تعالى عليهم أجمعين - وبعد أقدم
سأري الخليل لفصله الأستاذ الكبير قدوة السالكين زبدة المحققين
والمدققين مولانا محمد علي حفظه الله على إهدائه الكتب التي ألفها
وضفها لمجتمعه هذه الأسطر - جزاه الله عني وعن الإسلام والمسلمين
حمد الجواد - إني قد طالعت في مؤلفاته التي ذكرها من عدة أمهات
واسمعي فراده بعض المحبين من أحرار شفرقة من كتابه [شعبة
مدني المعروف بعدد الحقير] وكذا النجاة المحفورة من الجواد
الأول والمجلد الثاني

وبغيرها من عفا الله عنهم القاسد



بسمه تعالی

مقدمه

فضيلة الشيخ العلامة

بسمه تعالی

والحقيقة أن فضيلته يستحق الشكر والتقدير في مثل مجوده
القيمة الثمينة في سبيل إخراج هذه المجموعة اللبيرة السالف ذكرها
والحق يقال - لأنها رائدة معارف دينية - في مؤلفاته الثمينة المنوالية
والتي جعلها سهلة التناول - لكل من يسير له الله لمعرفه دينه الحنيف
وسنة نبيه الهادي إلى أقوم سبيل - وقد أكرت في شخصه الجليل
هذه المهمة العظيمة - والإخلاص العميق - بما تلذذه من سهر متواصل
وسعي حثيث في تحقيق مشروعه الذي هو الأول من نوعه بهذه السلسلة
الدهية - وسماوية ورثته في كل كتاب منها من فصول وأصول - وجماع
رثته من آيات قرآنية كريمة - أدرجها في عبارة لطيفة مستفيضة من
الأبرار العلماء في بيان فضل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
وما يجب في حقهم من حُسن الاعتقاد - ولزوم سبيل السداد -
ومن أحسن القول في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
وارواحهم وذرياتهم - فقد برئ من النفاق - ومن زكاهم بشوء
فهو على غير سبيل ومن المعلوم أن فضل النبي صلى الله عليه وسلم
سائر منه في فضل أصحابه - الذي هو متفرع عن فضله - فذلك
الدرية الظاهرة فضلهم فرع عن فضله صلى الله عليه وسلم
وبهذا يتضح أن أصل الفضيلتين - فضل الدرية - وفضل الصحابة
هو رسول الله صلى الله عليه وسلم - وهما فرعان من أصل واحد

ترجمہ تاثرات

شیخ العرب العجم غمدۃ الاتقیاء مینربان مہمان مہمن علیہ التجیۃ والثناء

علامہ محمد فضل الرحمن مدظلہ

خلف الرشید شیخ الشیوخ حضرت مولینا ضیاء الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ ساکن

مدینہ شریف، زادہا اللہ شرفاً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو
ہدایت فرمادے تو یہ تیرے حق میں سرخ رنگ کے جانوروں کے حاصل ہونے سے
کہیں بہتر ہے (یعنی یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑی ہے)۔
تمام ترخوبیاں اس اللہ پاک کے لیے کہ جس نے امت محمدیہ کو باعمل علماء کے
ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور انہیں عام لوگوں کے لیے مرجع قرار دیا اور شریعت مقدمہ پر
گمراہ اور اس کے دشمنوں کے لگاتار حملوں کے خلاف محافظ بن کر کھڑے ہوئے
اور انہیں شریعت پاک کی حفاظت کھڑے کھوٹے کی پر کھ کھ کرنے کی ذمہ داریاں
سونپی۔

اور بے انتہا اللہ کی رحمتیں اور ان گنت سلام اس کے مخصوص بندے اور
عظیم الشان رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوں جو ہم سب کے آقا حبیب

ورثت امت فرمانے والے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے اپنی تمام مخلوق اور حضرات
نبیہ کرام سے ممتاز بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :-

”یہ شکدس تم میں دو بھاری اور گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہے ہیں۔
ایک کتاب اللہ اور دوسری اپنی عمرت یعنی اہل بیت۔ میں تمہیں اپنی اہل بیت
کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلاتا ہوں۔“

یہ اپنے تین مرتبہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی قرابت یعنی رشتہ داری کو تمام قرابتوں سے برزیدہ فرمایا۔
ورائے کے بحالہ کو ممتاز فرمایا جو ہدایت کے تابندہ ستارے نہیں، بلکہ روشن سورج ہیں۔
وران میں سے بعض وہ حضرات ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے نفیست اور کرامت میں حصہ
وافر عطا فرمایا۔ جیسا کہ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ وغیرہ۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی
خوشنودی نازل ہو۔

بعد ازیں میں فاضل کبیر، استاد معظم، قزوہ السالکین، زبدۃ المتقین والحمد للہ جناب
مولانا محمد علی صاحب راشدان کی حفاظت فرمائے، کاشکیہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے
مجھ کو اہل حق کو اپنی تالیف کردہ کتاب میں بطور ہدیہ عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ
نیری طرف سے اور اسلام و مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔
میں نے ان کی تالیفات میں سے شیعہ مذہب المعروف تحفہ جعفریہ کی پہلی اور دوسری
جلد کے مختلف مقامات کا مطالعہ کیا اور کئی ایک جگہوں سے مجھے اپنے دوستوں
سے سننے کا اتفاق ہوا۔ جن سے مذہب شیعہ کے فاسد عقیدوں کی نہج کئی کی
گئی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاضل علامہ کی قیمتی محنت اور اس عظیم مجموعہ کی تالیف
بہرہ کی گئی ان تک محنت لائق مدح و شکر اور احسان ہے اور حق تو یہ ہے کہ یوں کہنا

جائے کہ ان کی کتابیں دینی علوم کا خزانہ ہیں اور ان سے مقصد کا حاصل کرنا ہر اس شخص کے لیے بہت آسان کر دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دینِ حنیف کی معرفت آسان کر دی ہو اور حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی سنتِ پاک کا سمجھنا سہل کر دیا ہو۔

میں نے مصنف موصوف کی شخصیت میں عظیم ہمت اور گہرا غلامِ پایا جس کا ثبوت ان کی اس تصنیف کے بارے میں لگاتار شب بیداری اور ان تھک محنت سے لکھا ہے اور پھر مزید یہ کہ اس کتاب کی ترتیب اور تقسیم ابواب اور سلسلہ کی علیحدہ فصل سے لکھا ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے قرآنی آیات کو ہر مناسب مقام کی زینت بنایا۔ صحابہ کرام کے فضائل کے سلسلہ میں اکابر علماء کی گراں قدر اور فیض رساں عبارات اس کتاب میں درج کی اور ان حضرات کے ساتھ حسن اعتقاد کے سلسلہ میں جو تحریرات لازم تھیں انہیں کتاب کی رونق بنایا اور حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے متعلق جو عقائد کا راستہ مستقیم تھا اسے مضبوطی سے تھامنے کے لیے ضروری حوالہ جات سے کتاب و مزین کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، ازواج اور آپ کی آلِ پاک کے بارے میں اچھی گفت گو کا انداز اختیار کیا وہ شخص نفاق سے بچ گیا۔ اور جس شخص نے ان حضرات کے بارے میں ناز و نبہ باتیں کہیں وہ سیدھے راستے سے علیحدہ ہو گیا۔ اور یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی فضیلت اور بزرگی ہی صحابہ کرام کی فضیلت اور بزرگی میں موجزن ہے۔ کیونکہ ان کی فضیلت آپ ہی کے شجرہ فضیلت کی شاخ ہے۔ اور یہی معاملہ آپ کی آلِ پاک میں موجود ہے۔ اور اس سے یہ واضح ہوا کہ صحابہ کرام اور آپ کی آلِ پاک کی فضیلت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ لہذا ان دونوں میں سے جس کی بھی تعریف یا مذمت کی گئی یقیناً وہ

دوسرے کو بھی شامل ہوگی سوائے اس شخص پر کہ جس نے ان میں سے کسی
 کے ساتھ دوستی اور دوستی کے ساتھ عداوت کر کے تفریق کی۔ تو اگر کسی نے ان
 دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ عداوت کا اظہار کیا تو اسے دوسرے کی محبت
 بہ گزِ نفع زدہ رہے گی۔ اور وہ شخص اس کے رسول کا دشمن ہوگا۔

میں اپنے موضوع کی طرف واپس آتا ہوں اور کہتا ہوں کہ مصنف مذکور نے اپنی
 اس عظیم الشان تصنیف میں عبارتِ سلیس اور فنِ فصاحت اور بلاغت کے معیار کے
 مطابق کبھی علاوہ ازیں اس کتاب کی عظمت آنِ تقارین سے بھی عیاں ہے۔ جو علم و
 دین میں ممتاز علماء ہیں اور حضراتِ مشائخِ کرام اور باہل علماء کی تعریفی تحریرات سے
 اس کتاب کی عظمت عیاں ہے اور اس تالیف کی فضیلت اس واضح دلیل سے بھی
 ظاہر ہے کہ حضورِ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ کی امت میں سب سے بہتر ابو بکر صدیق پھر
 عمر فاروق پھر عثمان ابن عفان پھر شیر خدا علی ابن طالب پھر صحابہ شوریہ ہیں۔

یہ چند کلمات جو میرے دل میں آئے اور میری زبان سے ادا ہوئے میں
 نے انہیں سحری کے وقت قلم بند کیا اور میں اس سنہری تالیفات پر مطلع ہو کر انتہائی
 خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ اور اسی طرح علم و عمل اللہ تعالیٰ کو خوشنودی اور رضامندی
 کی تلاش کے لیے ہونا چاہیئے۔ عرشِ عظیم کے مالک اللہ کریم سے میں مصنف کی عمر میں
 برکت کا طلب گار ہوں اور وہ خواست گزار ہوں کہ وہ اپنے محض فضل و کرم اور احسان
 سے انہیں ثوابِ جزیل عطا فرمائے یقیناً میرا رب دعا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے
 اور ہمارے آقا فاطمہ البین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور آپ کے تمام
 صحابہ پر رحمتیں نازل فرمائے۔

الفقیر الی اللہ تعالیٰ

فضل الرحمن بن فضیلہ الشیخ

فیہام الدین القادری المدنی

تاثرات

پیر طریقت راہبر شریعت افتخار نقشبندیت
قبول سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین
آستانہ عالیہ حضرت کیدیا نوالہ شریف (گو جرانوالہ)

اس خادم اہل بیت و صحابہ پر اتم المعروف سید محمد باقر علی کی دیرینہ تمنائیں سمجھنے
محبان اہل بیت المعروف شیخہ فرقہ کی تردید میں ایک شخص اور امام فہم کتاب ہونی چاہیے
اس مقصد کے لیے میں نے چند بار علماء کی میٹنگ بلائی مگر کسی نے اس کام کی جانی
نہ بھری۔ اچانک اللہ تعالیٰ نے ہمارے آستانہ کے خادم علامہ محمد علی صاحب کو اس
مہم متوجہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے قلم سے تین ضخیم کتابیں تھک جعفریہ، عقائد جعفریہ
نہ جعفریہ ضبط تحریر میں آگئیں جن کی مجموعی طو پر گیارہ جلدیں ہیں۔ اس میں کسی شخص کو کوئی
شک نہیں کرے گا۔ یہ تحقیق کا انمول خزانہ ہے۔ میرے تاثرات ان کتابوں کے متعلق
اس قدر تشکر آمیز ہیں کہ گفتگو سے انہیں بیان نہیں کر سکتا۔ میرا تو اپنے سب
ارادہ مندوں کو حکم ہے کہ جس کے پاس بھی کچھ مالی گنجائش ہے وہ یہ کتابیں
خریدے۔ بلکہ تمام مسلمانوں کو میرا یہی مشورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت قبول
فرمائے اور ہمارے آستانہ کے روحانی اجداد کی شفاعت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین
سید محمد باقر علی سجادہ نشین آستانہ عالیہ
حضرت کیدیا نوالہ شریف: صلیع گو جرانوالہ

تعارف مصنف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد
تخلیق کائنات کے ساتھ ہی خالق کائنات نے جب بنی آدم کو عزت و
شرف کا تاج بخشا تو اسے پردہ مذم سے منصف شہود میں لا کر سطح زمین پر آباد فرمایا
پھر ہر دور و ہر عہد میں دینی امور کی رشد و ہدایت اور دنیوی ضروریات کی فلاح و بہبود
کا راستہ دکھانے کے لیے جلیل القدر انبیاء عظیم السلام، عظیم المرتبت اولیاء کرام علیہم
الرحمۃ اور متبحر علمائے دین مبعوث و مقرر فرماتا رہا۔ ان عظیم ہستیوں نے نوع انسانی
کو صراطِ مستقیم کی تلقین و تبلیغ فرمائی اور انہیں شرک و کفر اور گمراہی کی بھیانک تاریکیوں سے
نکال کر ان کے سینوں کو نور علی نور اور معرفت خداوندی معمور فرمایا اور یہ حضرات سلاشینِ حق
کے لیے مینارۂ ہدایت ثابت ہوئے۔

چودہ سو سال ہوئے، خلاقِ عالم نے سلسلہ نبوت تو اپنے محبوب خاتم النبیین صلی اللہ
علیہ وسلم پر ختم فرمادیا۔ جب سید کائنات ختمی مرتبت نے بظاہر دنیا سے پردہ فرمایا تو
اس وقت سے آج تک اولیاء اور علمائے حق جو پیامِ حق بندگانِ حق تک پہنچاتے
رہے ہیں اور تاقیامت پہنچاتے رہیں گے۔ ان ہی عظیم محسنین اُمت میں سے ایک استادِ عالم
استاذی المحکم حضرت الحاج المافظ علامہ مولانا محمد علی صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث
وناظم اعلیٰ دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ بلال گنج امیر روڈ لاہور میں۔ آپ بیک وقت
ادبیت سی خویوں کے ساتھ ساتھ ایک متبحر عالمِ دین، حق گو مجاہد، شیریں لب و خطیب
ایک مہربان و مشفق استادِ اعلیٰ درجہ کے مدرس ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں

وہ مجاز ہے ہر ملک کے طول و عرض میں ہر صوبہ سے مسک اہل سنت و الجماعت کی تہنیت و
 اشاعت میں مصروف ہیں۔ راقم الحروف بھی ان کے مجلس کے خوشہ چینوں میں سے ایک
 دنی سائل ہے۔

حضرت مولانا اسحاق الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ، مدبر پناہ سنی، جعفری، بریلوی
 مشرب باقتش بندی ہیں، ساکن لاہور و مولد انجراتی ہیں۔

قبل استاذی المکرم نے کم و بیش اٹھارہ سال تک ہندوواں ضلع سیالکوٹ کی مرکزی
 جامع مسجد شاہ جامعت میں فرائض خطابت انجام دیے۔ اس مسجد کی بنیاد حضرت امیر ملت
 قبیلہ پیر سید جامعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمہ اللہ نے رکھی تھی۔ اس مسجد میں
 خطابت کے دوران عوام کے اجتماع کا یہ حال ہوتا تھا کہ جامع مسجد کے وسیع ہال اور صحن کے
 علاوہ گلیوں، بازاروں، دکانوں اور مکانوں کی چیتوں پر عوام کا ٹھٹھیس مارتا ہوا سمندر نظر
 آتا تھا۔ جب آپ اپنی تقریر میں قرآن مجید کی آیات اپنے مخصوص لہجہ میں تلاوت
 فرماتے تو مجمع جہوم جہوم اٹھتا تھا۔

پیدائش استاذی المکرم مولانا اسحاق محمد علی صاحب مدظلہ العالی ۱۹۳۳ء میں
 موضع حاجی محمد مصنفات شہر لالہ موسیٰ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں
 پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں آپ کے والدین کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ خود فرماتے ہیں،
 ”جب میری عمر سات برس کی ہوئی اور بخش بنھالا تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 نہایت تنگدستی کا دور دورہ تھا۔ آپ کی والدہ محترمہ جو کہ ایک ولیہ کاملہ تھیں اور روزانہ
 ایک ہزار رکعت نوافل ادا کرتی تھیں، نے محسوس فرمایا کہ ہم اپنی کفالت نہیں کر سکتے۔ لہذا
 فیصلہ فرمایا کہ اپنے بیٹے محمد علی کو کسی دینی مدرسہ میں داخل کر دیا جائے تاکہ علم دین حاصل
 کریں اور اسی سبب اللہ تعالیٰ ہمارے دن پھیر دے“ لہذا آپ کی والدہ ماجدہ نے
 آپ کو چوڑی شریف ضلع گجرات کے ایک مدرسہ میں داخل کروادیا مگر صبح سرپرستی

بننے کے وجہ سے آپ چار پانچ سال تک مختلف مدارس میں گھومتے رہے اور اس عرصہ میں صرف قرآن مجید ناظرہ ہی ختم ہوا۔

بعد ازیں جب آپ گھر واپس تشریف لائے تو خیال کیا کہ اب کسی طرح والدین کی خدمت کرنی چاہیے گھر سے نکلے اور لاہور پہنچ کر ہر مہینے پورہ کے قریبی مکان چھوڑ کر پھاڑی میں ملازم ہو گئے اور اس طرح بذریعہ ملازمت کچھ عرصہ تک والدین کی خدمت کرتے رہے۔ ۱۹۲۵ء میں جب تقسیم ہند ہوئی تو آپ واپس اپنے گاؤں حاجی محمد ضلع گجرات چلے آئے۔

چوں کہ والدہ محترمہ کا دلی ارادہ علم دین پڑھانے کا تھا اور

تعلیم و تربیت

آپ اکثر اوقات اس کی دعا بھی فرماتی رہتی تھیں۔ اسکی نتیجہ تھا کہ آپ کے دل میں علم دین کے حصول کی تڑپ اس شدت سے پیدا ہوئی کہ جب آپ خیال فرماتے کہ ساری عمر یونہی گزر جائے گی، تو آنکھوں سے اشکوں کی جھریاں لگ جاتیں۔ ایک دن والدہ صاحبہ سے اجازت چاہی تو انہوں نے خاموش رہنے کی تلقین فرمائی۔ کیوں کہ وہ جانتی تھیں کہ ان کے والد اور بھائی اجازت نہیں دیں گے۔ اور پھر ایک دن آپ بلا کسی اطلاع کے گھر سے نکلے اور میانہ گوندل ضلع گجرات پہنچ گئے۔ وہاں ایک مسجد میں حافظ قاضی غلام مصطفیٰ صاحب پن وال ضلع جہلم قرآن مجید حفظ کراتے تھے آپ بھی ان کے حلقہ درس میں داخل ہو گئے اور ایک سال میں پندرہ پارے حفظ فرمائے۔ دفعۃً ایک دن خیال آیا کہ نذر کا زمانہ ہے اور حالت محدوش ہی والدین کیسے یہ نہ سمجھے بیٹے ہوں کہ ان کا بیٹا کیسے شہید ہو گیا ہے جس کی آج تک کوئی اطلاع نہیں آئی۔ لہذا آپ نے والدین کو ایک خط اپنی خیر و عافیت کے متعلق لکھا مگر اس میں اپنا پتہ درج نہ فرمایا۔ صرف یہ تحریر کیا کہ میں زندہ و سلامت ہوں اور بخیر و عافیت ہوں۔ تلاش کی زحمت گوارہ نہ فرمائیں۔ تو ان پاک مکمل حفظ کر کے خود گھر واپس آ جاؤں گے۔

یہ خط جب پہنچا تو حقیقتاً والدین آپ کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ والدین آخر والدین ہوتے ہیں برداشت نہ کر سکتے۔ خط پر موہنا ڈپو کی مہر دیکھ کر والد صاحب وہاں پہنچ گئے۔ اور تلاش کرتے کرتے میاں گوندل تشریف لے آئے اور ملاقات ہوئی تو گئے لگا کر بہت روئے لہذا واپس گھر لے آئے۔

چند دن گھر پر گزارنے کے بعد پھر وہی اشتیاق حصول علم موجزن ہوا۔ آپ پھر بھاگے اور موضع گوہر مضافات منڈی بہاؤ الدین پہنچے۔ وہاں آپ کو ایک نہایت ہی مہربان اور تجربہ کار استاد مل گئے جن کا اسم گرامی حافظ فتح محمد صاحب تھا۔ وہ آپ کو اپنے گھر سے اخروال لے گئے اور بڑی محنت و جانفشانی سے قرآن مجید مکمل کرایا۔ قرآن حکیم مکمل حفظ کرنے کے بعد آپ گھر تشریف لے آئے۔

میلان طبع کو دیکھتے ہوئے گھر والوں نے مزید علوم دینیہ حاصل کرنے کی اجازت دے دی اور آپ دارالعلوم جامعہ محمدیہ حکیم شریف ضلع گجرات میں داخل ہو گئے۔ دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور ناظم اعلیٰ علامۃ الدھر جامع المعقول والمنقول حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب نے بڑی شفقت فرمائی اور آپ کو حضرت مولانا علامہ بشیر احمد سرگودھوی مرحوم کے سپرد فرما دیا۔ انہوں نے آپ کو قانونچہ کھیوالی، نجومیر اور شرح مائے عامل وغیرہ ابتدائی کتب پڑھائیں۔

دورانِ تعلیم مرشدِ کمال کی تلاش ذہن میں آئی تو اپنے استادِ مکرم

تلاش مرشد کمال

حضرت علامہ مولانا حافظ محمد سعید احمد صاحب خطیب اعظم علی پور چٹھہ کی معیت میں آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف حاضر ہوئے۔ راج الہین قدوة العارفين قبلہ پیر سید نذر الحسن شاہ صاحب بخاری قدس سرہ العزیزہ، اکمل واعظم خلیفہ مجاز، سلطان العارفين، قطب زماں اعلیٰ حضرت قبلہ میاں شیر محمد صاحب شرق پوری رحمہ اللہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا "آپ حافظ قرآن ہیں" پھر جواب سے پہلے خود ہی

پڑھا کرو، پھر سبق یاد کیا کرو، برکت ہوگی۔ اصل بات یہ تھی کہ جن دنوں حضرت استاذی المکرمؒ تاؤنچہ کھسوالی پڑھتے تھے تو رات کو اٹھ کر صرف کی گردانیں منہ بند کر کے ناک کے راستہ دھرایا کرتے تھے جس کو حضرت شیخؒ نے ”کوں کوں“ سے تعبیر فرمایا۔ یہ آپؒ کا کشف بالطنی تھا۔ اس کے بعد حضرت قبلہؒ نے فرمایا: ”حافظ صاحب! جلدی ”گھٹی“ ماننا“ یعنی جلدی آنا۔ آپ اگلے جمعہ تیس میل پیدل چل کر درگاہ شیخ پر پہنچے تو حضرت شیخؒ نے آپ کا وظیفہ مکمل فرمادیا اور ساتھ ہی فرمایا: ”حافظ صاحب! اب کی بار بہت جلدی گھٹی“ ماننا“ یعنی بہت جلدی آنا۔

استاذی المکرمؒ نے اگلے جمعہ کو حاضہ پورنے کا ازادہ کیا مگر اس سے پہلے ہی حضرت شیخ کیلانی اس دار فانی سے پردہ فرما گئے۔ یہ سارا واقعہ حرف بحرف قبہ استاذی المکرمؒ نے خود بیان فرمایا۔

مکمل علم بعد ازاں استاذ گرامی حضرت مولانا علامہ محمد علی صاحب مدظلہ العالی دلاورالہیاء حب الاحناف لاہوریں داخل مجتہ اور بحر العلوم استاذ الاساتذہ جامع معقول و منقول علامہ زمان حضرت مولانا غلام رسول صاحب رضوی فیصل آبادی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ حضرت مولانا قبلہ رضوی صاحب نے نہایت جانفشانی، کمال محنت و شفقت سے پڑھایا اور آپ نے انہیں سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ استاذی المکرم اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ جتنی محنت اور محبت میرے ساتھ قبہ مولانا علامہ غلام رسول صاحب نے فرمائی ہے اس کی شاید ہی کہیں مثال مل سکتی ہو۔

علوم دہسیرہ سے فراغت کے بعد آپ نے انڈین کالج لاہور سے نمایاں حیثیت سے فاضل مرہبی کا امتحان پاس فرمایا پھر حضرت مولانا علامہ غلام رسول صاحب رضوی کی وساطت سے محدث اعظم پاکستان حضرت قبلہ مولانا علامہ سر دار احمد صاحب قدس سرہ العزیز سے اکتساب حدیث کے بعد سند حدیث حاصل کی۔

دارالعلوم کا قیام

۱۹۶۳ء میں بلال گنج امیر روڈ لاہور میں ایک قطعہ زمین خرید کر ایک دینی ادارہ کی بنیاد رکھی اور اپنے محرم و محترم استاد قبلہ مولانا غلام رسول صاحب رضوی دام ظلہ العالی کے نام نامی کی نسبت سے اس ادارہ کا نام دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ تجویز فرمایا۔ اس وقت اس دارالعلوم میں شعبہ حفظ القرآن تجوید و قرأت، درس نظامی، دورہ حدیث اور دورہ تفسیر القرآن نہایت محنت اور جانفشانی سے پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ آپ کی ساعی جیلہ کا ہی نتیجہ ہے کہ وہ دارالعلوم جس کا اجراء ایک چوٹی سی کٹیاسے ہوا تھا۔ آج ایک عظیم الشان بلند و بالا عمارت میں تبدیل ہو چکا ہے۔ دینی طلباء کے لیے ہر قسم کے قیام و طعام کا تسلی بخش انتظام کیا گیا ہے اور سینکڑوں اندرونی و بیرونی طالبان دین متین اپنی سہمی پیاس بجھا رہے ہیں۔ ادارہ بنو ز تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ دُعا ہے خدائے ذوالجلال اپنے حبیب باکال کے حبیب اس دارالعلوم کو دن و گنی رات چو گنی ترقی عطا فرمائے اور شگافِ حق کے لیے چترِ عالم و عرفان بتائے سکھے آمین۔

والدین استاذ محترم مصنف کتاب ہذا کے والد گرامی جناب غلام محمد صاحب

اگرچہ دینی علوم سے شناسا نہ تھے۔ تاہم ضروریات دین کو خوب سمجھتے تھے اور اپنے دور کے قطب کمال قدوۃ السالکین حضرت قبلہ خواجہ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ فیض و مہمان عالی حضرت قبلہ عالم خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ سے ان کا روحانی تعلق تھا۔ وہ ایک پرہیزگار شب زندہ دار بخوبی خدایں چشم گریاں رکھتے تھے اور بیاہ خدایں ہمہ وقت مشاغلِ قلب کے مالک تھے۔ ان کا معمول تھا کہ آدھی رات کے بعد بستر سے الگ ہو جاتے اور بقیہ رات سر بسجود گزار دیتے۔ اور ان کے نالہ نیم شبی کی دنگداز آواز رات کے سکوت کا جگر پاش پاش کر دیتی تھی۔ گھر والے انہیں دیکھتے کہ وہ اندھیری رات میں سر سجدے میں رکھ کر زار و قطار رو

ہے ہیں۔ یقیناً وہ ایک جنتی انسان تھے۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
 لَا يَلِيحُ لَكَ رَجُلٌ وَهُوَ شَخْصٌ دُوزَخٍ فِي دَاخِلِهِ هُوَ
 بَكَى مِنْ خَشْيَةِ
 اللہِ حَتَّى يَعُوذَ اللَّابَنُ،
 تا آنکہ دودھ واپس تھن میں
 فی الضرع۔ چلا جائے۔

ان کا معمول تھا کہ وہ رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز مسجد میں جا کر ادا کرتے۔ اللہ نے
 انہیں بڑی دلگداز آواز بھی دی تھی۔ توجہ وہ تہجد کے بعد یاد خدا اور خشیت الہی
 پر مشتمل اشعار اپنی جان گداز آواز میں پڑھتے اور ساتھ آہو بکی کرتے تو اس پاس کے
 مکانات والے لوگ بھی اس واضح آواز کو سنا کرتے۔ اور یہ سلسلہ تا دم سحر جاری رہتا۔
 مصنف علامہ نے بھی چونکہ اسی ماحول میں تربیت پائی تھی تو ان پر بھی اس
 کا گہرا اثر ہوا۔ اور ہم نے ان کے شبانہ معمولات کو بھی اسی رنگ میں ڈھلا ہوا
 دیکھا ہے بلکہ آپ کے اکثر تلامذہ اور اولاد میں بھی تہجد کے لیے رات کے کچھلے پیر
 بیدار ہونے کی عادت موجود ہے۔

اسی طرح مصنف علامہ کی والدہ ماجدہ کا حال بھی اس سے فزوں تر ہے۔
 عالم شباب ہی میں خانوادہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک معمر اور از حد
 پرہیزگار خاتون فاطمہ بی بی رحمہا اللہ ساکنہ موضع بنائیاں گجرات سے ان کا تعلق
 قائم ہوا۔ اور اس کا یہ لڑی اثر ہوا کہ انہوں نے مسلسل تین سال اندھیری کو ٹھہری میں اللہ کا
 ذکر کرتے ہوئے گزار دیتے۔

پھر ملک کی ساری عمر ترک دنیا میں گزری۔ کبھی نیا کپڑا نہ پہنا۔ البتہ جو پوشش بھی زیب
 تن کیا وہ اجلا اور پاکیزہ ہوتا۔ روزانہ غسل کرنا ان کا معمول تھا۔ آپ کی والدہ حد سے زیادہ
 دیر اول اور سخیہ تھیں۔ جو ہاتھ میں آیا راہ خدا میں لوٹا دیا۔ عبادت کا یہ حال تھا کہ

چوبیس گھنٹوں میں تقریباً بارہ سو تک نوافل ادا کیا کرتیں۔ انہوں نے تقریباً سو سال عمر پائی اور وفات سے چند روز قبل تک یہی معمول رہا کہ کھڑے ہو کر رات بھر عبادت میں گزار دیتیں۔ اور ہزاروں بارہ سو تک نوافل ادا کرتیں۔

جب مصنف علام نے لاہور میں جامعہ رضویہ شیرازیہ رجال گنج لاہور قائم کیا اور قرآن و حدیث کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا تو آپ کی والدہ تقریباً ۱۹۷۳ء میں آپ کے پاس لاہور آ گئیں۔ پھر ہم سب نے خود دیکھا ہے کہ وہ طلباء جامعہ سے قرآن کریم کا ثواب جمع کرتیں اور روزانہ تقریباً پانچ سے دس تک قرآن کریم جمع ہو جاتے اور وہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ختم شریف دلاتیں۔ روزانہ پھل وغیرہ تقسیم کرتیں۔ حتیٰ کہ ”مائی گیارھویں والی“ ان کا نام پڑ گیا۔ طلباء جامعہ سے از حد شفقت کیا کرتیں۔ جس سے قرآن کا ثواب بیتیں اسے کچھ نوازا بھی کرتیں۔ آج جب دادی اماں کی شفقتیں یاد آتی ہیں تو آنکھ پر نم ہو جاتی ہے۔

ان کی وفات کا یہ عالم ہے کہ نماز ظہر کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت مصنف کو ہاتھ کے اشارہ سے بلایا اور طلباء میں پیسے تقسیم کرنے کا اشارہ کیا پھر نقاہت کی وجہ سے لیٹے ہوئے نماز ادا کرنا شروع کر دیا تھا اٹھا کر سینے پر بانڈھے اور ساتھ ہی روح نفس حقصری سے پرواز کر گئی۔ سن وصال ۱۹۸۳ء ہے۔

وصال کے بعد جب انہیں نہلائے کا وقت آیا یہ مشہور واقعہ ہے کہ خاندان کی عورتوں نے جو نہلا رہی تھیں محسوس کیا کہ دادی اماں کا دل دھڑک رہا ہے۔ انہیں خطرہ لاحق ہو گیا کہ دادی اماں کہیں زندہ تو نہیں ملا آپ تو واقعی وصال فرما چکی تھیں۔ مگر وہ ان کا قلب ڈاکر تھا جو بنور مصروف ذکر خدا تھا۔ لاہور چو برجی کے قریب میانی قبرستان میں ان کا مزار پر انوار ہے۔ ان کے وصال پر انہیں ایٹال ثواب کے لیے قرآن کریم کا اس قدر ثواب جمع ہوا کہ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ ان کی قبر کی ہر اینٹ کے عوض

ایک قرآن پڑھا گیا ہے۔ قبر کی مٹی میں تقریباً ایک ہزار تھیں۔

اس پر ہیزگار اور شب زندہ دار ماں کی تربیت کا استاد گرامی حضرت مصنف کے قلب و باطن پر واضح اور گہرا اثر دیکھنے میں آیا ہے۔

حضرت مصنف کے خاندان میں اور بھی کئی ایسے کال لوگ گزرے ہیں۔ چنانچہ استاد گرامی کے ارشاد کے مطابق ان کی ساس صاحبہ ایک ولیہ کاملہ تھیں ان کی وفات پر انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ سحری وقت تھا کہ وہ اچانک زور زور سے پکارنے لگیں کہ سبحان اللہ سبحان اللہ وہ دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی گلی کے موڑ سے نمودار ہو کر تشریف لارہے ہیں۔ اور مجھے فرما رہے ہیں۔ طر

عزت نوریات تھیں دودھ پاویں بے ساڈے دل آویں۔

پھر عالم بے ہوشی میں یہی مصرعہ ان کا درد زبان رہا اور چند دن بعد ان کوصال ہو گیا۔ تب ان کے وصال کے بعد حضرت مصنف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو یاد دلا دیا۔ اور مصرعہ کے ساتھ شعر کو مکمل کرتے ہوئے یوں دوسرا مصرعہ تلا یا۔

عزت نوریات تھیں دودھ پاویں بے ساڈے دل آویں

جنت دے دروازے کھلے کیوں دیراں بن لاویں

آپ کی اولاد میں سے سب بڑے بیٹے مولانا قاری حافظ محمد طیب

اولاد

صاحب ہیں۔ جو ایک مستند عالم دین۔ فاضل علوم دینیہ فاضل قرأت و حدیث و فاضل عربی ہیں۔ اور متعدد ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے چند ایک

یہ نام ہیں

۱۔ ترجمہ ریاض النفع فی مناقب العشرۃ المبشرہ چار جلدوں میں (عشر مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم)

کے مناقب و محمد پر مشتمل حضرت محب طبری رحمۃ اللہ کی مشہور آفاق کتاب

کا اردو ترجمہ

- ۲۔ سیرت نبی علیہ السلام میں دلائل النبوة مصنفہ حافظ ابو نعیم کا چار جلدوں میں ترجمہ۔
- ۳۔ شرح الشاطبیہ دو جلدوں میں (قرارات سبعہ کے متعلق امام شاطبیہ رحمہ اللہ کی مشہور زمانہ کتاب جسے تصنیف لایہ بھی کہتے ہیں) کا ترجمہ و تشریح۔
- ۴۔ الدعاء بعد صلوٰۃ الجنائزہ۔ نماز جنازہ کے بعد دعا کے جواز پر قرآن و حدیث کے دلائل کا بیش بہا خزینہ جو ۲۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔
- ۵۔ جشن میلاد قرآن و حدیث میں۔ جواز عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل قرآن و حدیث کے دلائل کا انمول مجموعہ۔
- مولانا محمد طیب صاحب آج کل انگلینڈ میں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں ان کی تقریر و تحریر میں حضرت مصنف کا انداز بیان اور زور راستہ لال نمایاں جھلکتا نظر آتا ہے قاری طیب سے چھوٹے رضاء المصطفیٰ علوم دینیہ سے فارغ ہونے کے بعد عربین شرمین کی زیار کرنے کے بعد اپنے مدرسہ میں درس نظامی پڑھا رہے ہیں۔ اور ان سے چھوٹے صاحبزادے اخلاص رضا نے حفظ قرآن کے بعد ایف اے امتحان دیا ہے۔ اور مدرسہ کی ضروریات میں والد گرامی کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ ان سے چھوٹے محمد رضا حفظ قرآن کے بعد درس نظامی پڑھ رہے ہیں آپ کی ایک بیٹی بنام اہم سکنہ حافظہ قاریہ جو شعبہ حفظ پڑھا رہی ہے۔ اور دوسری بیٹی بنام نفیسہ طاہرہ جو علوم دینیہ میں اچھی مہارت رکھتی ہے جو قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر بمع مروت نحو کے پڑھا رہی ہے۔
- اولاد کی تربیت و تعلیم کے انداز بھی بتلا رہے ہیں کہ حضرت مصنف گہرا دینی شغف رکھتے ہیں اور اپنی اولاد کو اپنا سچا جانشین بنانا چاہتے ہیں۔ جبکہ موجودہ دور کے علماء میں یہ جذبہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑا قومی المیہ ہے کہ علیل القدر علماء کی اولاد علم دین سے آشنا نہ آتی ہے۔ ایسے دور میں حضرت مصنف کا وجود علماء کے لیے قابل تقلید ہے۔
- حضرت مصنف جہاں انگنت خوبیوں کے مالک ہیں۔ وہاں ان کی ایک بڑی قابل عمل اور قابل تقلید

اخلاق و عادات

صفت والدین اور اساتذہ کبارے پایاں احترام و اطاعت بھی ہے۔ استاد محترم کو جس قدر ہم نے اپنے اساتذہ کے سامنے موڈب اور سراپا احترام پایا ہے اس کی مثال کم ہی نظر آتی ہے۔ جبکہ والدین کے لیے حق اطاعت کی بجا آوری اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ آپ ہر جمعرات کو جامعہ کے طلباء سمیت اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے جاتے ہیں۔ اور پورا قرآن کریم ختم کر کے ایصال ثواب کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں سارا ہفتہ طلباء سے ثواب جمع کرتے رہتے ہیں۔ اور ہر جمعرات کو قبر انور پر اسے کرہ ایک قرآن کریم جمع ہو جاتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و اولیاء اور سلیمین مرحومین خصوصاً والدہ ماجدہ کا ختم شریف دلاتے ہیں۔ زندہ گی میں والدہ کا جو وظیفہ مقرر کیا تھا وہ اب بھی اسی طرح اپنی کاپی میں درج کرتے ہیں۔ بلکہ جیسے جیسے ہنگامی بڑھتی ہے اور گھروالوں کا خرچہ بڑھاتے ہیں۔ والدہ صاحبہ کا بھی خرچہ بڑھاتے ہیں۔ جو طلباء و پر خراج کرتے ہیں جیسے کہ والدہ خرچ کیا کرتی تھی اور اس کا ثواب والدہ کو پہنچاتے ہیں۔

دوسری بڑی خوبی اور اعلیٰ ترین صفت عشق محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو آپ کو بار بار کشاں کشاں مدینہ طیبہ لے جاتا ہے اور اب تک آپ سات مرتبہ دربار رسالت کتاب صلی اللہ علیہ وسلم پر عافری کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ اور ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں۔ کہ وہ گھڑی آئے کہ آنکھیں روئے رسول کے دیدار سے ٹھنڈی ہو جائیں یوں تو حضرت مصنف کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں سے

چند حمید تلامذہ

متجاوز ہے۔ جو ملک اور بیرون ملک با بجا شیعہ دین کو فروزاں کردہ ہیں۔ تاہم ان میں سے چند ایک کے اسما گرامی بطور مشتمل از خدایے صحت ذیل میں

۱۔ حضرت علامہ مولانا محمد صاحب آف انجمن پشاور۔ جو آج کل لاہور

بلال گنج میں خطیب اور جامعہ شریعہ شریف ضلع شیخوپورہ میں شعبہ دس نظامی

میں صدر مدرس ہیں۔

۲۔ مولانا علامہ محمد یوسف صاحب کولوی۔ جو انگلینڈ کے شہر کاونٹری میں حضرت علامہ مولانا عبدالوہاب صدیقی خلیف الرشید مناظر اعظم حضرت مولانا محمد عمر اچھروی کے قائم کردہ علوم اسلامیہ کے مشہور مرکز جامعہ اسلامیہ میں شعبہ درس نظامی میں صدر مدرس ہیں۔

۳۔ مولانا قاری محمد برخوردار صاحب مہتمم جامعہ کریمہ بلال گنج لاہور پختونخوا میں نظامی ہونے کے ساتھ قرأت سبعہ عشرہ کے جید اساتذہ میں سے ہیں۔ اور لاہور میں حفظ و قرأت کے ایک وسیع ادارہ جامعہ کریمہ کے مہتمم ہیں۔

۴۔ مولانا احمد علی صاحب مرزا پوری۔ جو شیخوپورہ شہر میں معروف تدریس ہیں۔
۵۔ حضرت مصنف کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ مولانا قاری حافظ محمد طیب صاحب جس کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے۔

۶۔ مولانا محمد یونس نقشبندی قادری جو ایک عظیم دینی درسگاہ جامعہ معراج العلوم نقشبندیہ رضویہ عظیم پارک بالمقابل ساندہ بھاتیاں بند روڈ کے مہتمم ہیں اور جامعہ مسجد مدینہ ساندہ خورولاہور میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۷۔ مولانا صوفی محمد ولایت صاحب جو کہ اس وقت جامعہ خلیفہ غوثیہ ساہیوال میں بطور صدر مدرس کے کام کر رہے ہیں۔ اور افتاء کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔

۸۔ مولانا صوفی برکت علی صاحب جو کہ مدرسہ غوثیہ جامع العلوم خانیوال میں درس نظامی کی تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۹۔ مولانا حافظ محمد یونس صاحب جو کہ اس وقت مرکزی ادارہ جامعہ رسولیہ شیرازہ میں ہی درس نظامی پڑھانے کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۱۰۔ مولانا قاری رضا المصطفیٰ صاحب جو قبلہ شیخ الحدیث استاذی المحکم کے دوسرے صاحبزادے جو کہ قاری محمد طیب صاحب سے چھوٹے ہیں۔ یہ بھی مرکزی دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ میں درس نظامی کی تدریس میں مصروف ہیں۔

۱۱۔ مولانا صاحبزادہ منیر احمد صاحب جو کہ ایک بڑے عارف کامل اور شیخ اہل حضرت میاں محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ ننکانہ شریف کے صاحبزادے ہیں جو اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کی درگاہ عالیہ پر ایک عظیم دینی ادارہ کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ اور اسی میں تدریس کے فرائض انجام دیں گے۔ اور اس کے علاوہ استاذی المحکم کے کثیر تلامذہ ہیں۔ جو کہ دور دراز علاقوں میں بلکہ دوسرے ممالک تبلیغ دین میں مصروف ہیں۔

نوٹ ۱

میں اخلاص قلب کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس جامعہ میں جتنی محنت سے قبلہ استاذی المحکم علوم دینیہ پڑھاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن و سنہ سرانجام دینے کی تاکید کرنے میں اور خصوصاً سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی پابندی کراتے ہیں۔ ایسا بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ یعنی طلبہ پر نماز کی پابندی۔ ریش شرعی کی پابندی کہ کوئی طالب علم داڑھی منڈوانے والا اور مد شرع سے کم کرانے والا اس دارالعلوم میں داخلہ حاصل نہیں کر سکتا اور فقیر خود بھی اسی گلشن کا ایک خوشیوں سے ہے۔ فقیر نے حضرت مصنف کے سامنے نافہ تلمذہ کر کے درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ کی توجہ اور اعانت سے فاضل عربی اور فاضل تنظیم المدارس کا کورس پاس کیا اور ایم اے تک عصری علم حاصل کیے اور اب آپ کی توجہ

سے انگلینڈ میں مصروف تبلیغ اسلام ہوں۔
خدا تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے

احقر

مولانا حافظ محمد ضارب علی ضارب رضوی ایم اے

خطیب مکہ مسجد بولٹن سٹی انگلینڈ

فہرست مضامین

دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ

جلد اول

صفحہ نمبر	مضمون	فہرست شمار
۵۹	باب اول	۱
۵۹	قرآن و حدیث کی روشنی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور آپ کے متعلق مجتہدین امت کے اقوال۔	۲
۶۱	فصل اول	۳
۶۱	صحابی کی تعریف و مرتبہ و مقام۔	۴
۶۹	فصل دوم	۵
۶۹	امیر معاویہ کے لیے صحابی ہونے کا ثبوت حاصل ہے اس وجہ سے آپ بھی ان فضائل و مناقب کے حامل ہیں جو گذشتہ اوراق میں صحابی کے متعلق ذکر ہوئے۔	۶

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۷۲	فصل سوم :	۷
۷۲	صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرنے والے کا انجام۔	۸
۸۱	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گستاخ صحابہ کی زبان کاٹ ڈالنے کا تہیہ فرمایا تھا۔	۹
۸۲	فصل چہارم :	۱۰
۸۲	اکابرین اہل سنت کی کتب سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب۔	۱۱
۸۳	فضائل و مناقب میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے۔	۱۲
۸۶	ایک شیر نے امیر معاویہؓ کے حنقی ہونے کی بشارت دی۔	۱۳
۸۸	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ "میری امت میں سب سے علیم تر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔"	۱۴
۹۰	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ "امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میرا محرم راز ہے۔"	۱۵
۹۲	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ "امیر معاویہؓ زعفران کا کتاب خداوندی ہے۔ اور وہ بہترین امین ہے۔"	۱۶
۹۲	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ "معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ اس کے رسول کا محبوب ہے۔"	۱۷
۹۷	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ "اے معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تجھے حاکم بنایا گیا تو عدل کرنا۔"	۱۸
۹۹	ایک اعتراض : نبی پاک علیہ السلام نے صحابہ کو فرمایا کہ میرے بعد نبوة اور نبوة کے نبوة کی طرز پر خلافت اور پھر بادشاہت جو راہ راست ہے ہٹی ہوگی۔	۱۹

نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار
۱۰۰	جواب :	۲۰
۱۰۱	دعا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم کتاب و حکومت عطا فرما۔	۲۱
۱۰۳	حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ کو گورزی سے معزول کر دیا۔ مگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کے احوال میں بلا برگزر ہے۔	۲۲
۱۰۴	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد میرے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقتول و دونوں جیتی ہیں۔	۲۳
۱۰۸	ابن عباس نے فرمایا امیر معاویہ نفعیہ ہے۔	۲۴
۱۱۰	ابن عباس نے فرمایا کہ حکومت کے معاملات میں امیر معاویہ سے زیادہ عالی مرتبہ نہیں دیکھا۔	۲۵
۱۱۲	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابو صحابہ کرم سے روایات کیں۔ اور ان سے بھی ابو صحابہ اور تابعین نے روایات کیں۔	۲۶
۱۱۴	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چند امور غیبیہ کی خبریں دیں جو صحیح نکلیں۔	۲۷
۱۱۵	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص میں مجھے کفن دیا جائے اور آپ کے ناخن شریف منہ اور آنکھوں پر رکھیں جائیں۔	۲۸
۱۱۸	فصل پنجم :	۲۹
۱۱۸	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مہتمدین امت کے اقوال۔	۳۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۱	علامہ یوسف نہائی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۱۱۸
۳۲	امام غزالی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۱۲۷
۳۳	صحابہ کرام بالخصوص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں مجدد الف ثانی کا عقیدہ	۱۳۵
۳۴	مجدد الف ثانی کے مذکورہ اقتباسات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے	۱۵۳
۳۵	علامہ عبد الوہاب شمرانی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۱۵۵
۳۶	غوث اعظم محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔	۱۶۳
۳۷	امام نووی شارح مسلم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۱۶۹
۳۸	باب دوم	۱۷۴
۳۹	امیر معاویہ کی ذات پر اعتراضات کرنے والے دیوبندی مودودی سنی نما مولویوں اور پیروں کا علمی محاسبہ۔	۱۷۵
۴۰	گستاخ اقل،	۱۷۶
۴۱	مفتی حنفی دیوبندی عبدالرحیم کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں تنقیدی اشعار اور اقتباسات۔	۱۷۶
۴۲	مولوی عبدالرحیم کے گستاخانہ اشعار اور اقتباسات کا تنقیدی جائزہ	۱۷۹
۴۳	غلطت صحابہ کے سامنے تاریخی واقعات کی حیثیت	۱۸۳
۴۴	خصوصی نوٹ، مذکورہ مولوی عبدالرحیم کا رسالہ ندائے حق	۱۸۹
۴۵	ندائے حق رسالہ کا آٹھ صفحات پر مشتمل فوٹو سٹیٹ	۱۹۳
۴۶	مولوی عبدالرحیم دیوبندی کے باسٹھ سوالات	۲۰۲

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۰۲	سوال نمبر ۱: وہ کون ہے جس نے دو خلیفہ راشد سے بغاوت کی اور انہیں شہید کیا اور اس کا جواب	۴۷
۲۰۲	جواب:	۴۸
۲۰۲	سوال نمبر ۲: وہ کون ہے جس نے خلیفہ راشد سے دھوکہ فریب فساد دل میں رکھ کر صلح کی مگر اسلام میں اس کی صلح برفساد اور غیر مشروع ہے۔	۴۹
۲۰۲	جواب:	۵۰
۲۰۳	سوال نمبر ۳: وہ کون ہے جس کی منافقانہ صلح کوزبانِ سالت نے ناروا فرمایا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ راشد امام حسن سے منافقانہ صلح کی اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ هَذَا نَجَسٌ عَلَى دَخْبٍ۔	۵۱
۲۰۳	جواب:	۵۲
۲۰۴	سوال نمبر ۴: سوال نمبر ۵: سوال نمبر ۶:	۵۳
۲۰۴	سوال نمبر ۷: کا خلاصہ وہ کون ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے بغاوت کی اور علماء و مشائخ نے پہلا باغی کہا۔ شرح مقاصد میں اس کو پہلا باغی کا خارجی کہا گیا ہے۔	۵۴
۲۰۴	چار مسائل سوالات کے جوابات۔	۵۵
۲۰۷	سوال نمبر ۸: وہ کون ہے جس کو محقق علماء اسلام نے مشہور و معروف کتاب مجمع البحرین میں لکھا "ہرگز ہرگز وہ صحابی نہیں ہے۔"	۵۶

۲۰۸	جواب:	۵۷
۲۱۱	سوال نمبر ۹: وہ کون ہے جسے محمدی پریس میں چھپی کتاب مرادہ التحقیق نے لکھا وہ نہ خلیفہ نہ صحابہ اور نہ مہاجر ہے۔	۵۸
۲۱۱	جواب:	۵۹
۲۱۲	سوال نمبر ۱۰: وہ کون ہے جو سورہ فتح کی صحابہ کی تین تعریفوں میں نہیں آتا۔	۶۰
۲۱۲	جواب اول:	۶۱
۲۱۵	جواب دوم:	۶۲
۲۱۹	سوال نمبر ۱۱: وہ کون ہے جسے اپنے والد کے زنا پر کپاس گواہیاں ملے کر باپ کے ولد الزنا حرامی زیاد کو قرآن و سنت کے منکر ہو کر بھائی اور وارث بنایا۔	۶۳
۲۱۹	جواب:	۶۴
۲۲۰	سوال نمبر ۱۲: وہ کون ہے جس حجاز بن عدی اور ان کے بارہ صحابیوں کو ظلم سے قتل کیا جن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان پر اللہ اور آسمان والے غضبناک ہوں گے۔	۶۵
۲۲۰	جواب:	۶۶
۲۲۱	سوال نمبر ۱۳: وہ کون ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی۔ ام سلمیٰ و دیگر صحابہ کے منع کرنے پر باز نہ آیا بدستور گالی اور لعن و طعن کرتا رہا۔	۶۷

۲۲۱	سوال نمبر ۱۴: کاغذ صاف بھی، یہی ہے۔	۶۸
۲۲۱	جواب:	۶۹
۲۲۲	سوال نمبر ۱۵: وہ کون ہے جسے ابوالکلام آزاد نے ملت کے چار حرام زادے باغیوں کا سر غنہ قرار دیا۔	۷۰
۲۲۲	جواب:	۷۱
۲۲۳	سوال نمبر ۱۶: وہ کون ہے جس نے اپنے مرتد بیٹے کو مرتے وقت وصیت کی کہ فتح مکہ و بدر و احزاب و حدیبیہ کا بدلہ لینا۔	۷۲
۲۲۳	مکہ و مدینہ تباہ کرنا تو اس نے ایسا ہی کیا۔	
۲۲۳	جواب:	۷۳
۲۲۴	سوال نمبر ۱۷: وہ کون ہے جس کی ماں نے امیر حمزہ کا بعد شہادت سینہ چیرا اور کلیجہ چبایا اور خود اس نے علی اور رسول اللہ کو گالی دی اور لعن و طعن کیا۔	۷۴
۲۲۵	جواب:	۷۵
۲۲۶	سوال نمبر ۱۸: وہ کون ہے جس نے آل و اصحاب کے باغیانہ جنگ کی ہے اور مرتے وقت کپڑوں کے تہرک کا فریب کیا۔	۷۶
۲۲۶	جواب:	۷۷
۲۲۸	سوال نمبر ۱۹: وہ کون ہے جس نے چپیس لاکھ کی رسوت دے کر امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر قتل کروا دیا اور اس کا الزام ان کی بیوی جعدہ پر لگایا گیا۔	۷۸
۲۲۸	جواب:	۷۹

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۴۸	سوال نمبر ۲۰: وہ کون ہے جس نے علی رضی اللہ عنہ سے ننانوے جنگیں کر کے ان کی شہادت کا بند و بست مغیرہ ابن شعبہ کے ذریعہ کرا کے کیا اور روایا تو بیوی نے شرمندہ کیا۔	۸۰
۲۴۸	جواب:	۸۱
۲۴۹	سوال نمبر ۲۱: وہ کون ہے جس نے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ننانوے جنگیں کر کے ایک لاکھ ستر ہزار صحابی قتل کیے اور خوف خدا نہ کیا۔	۸۲
۲۴۹	جواب:	۸۳
۲۳۱	سوال نمبر ۲۲: وہ کون ہے جس نے حرم کعبہ حرم مدینہ کو دنگل گاہ بنا کر لا بعد از مسلمان صحابی قتل کیے۔ منبر رسول ﷺ بے جا کر گم کرنے لگا تو سورج کو گریہ بن لگا۔ دن کو تارے نظر آنے لگے۔	۸۴
۲۳۱	سوال نمبر ۲۳: وہ کون ہے جس نے ایک بدری صحابی عمار کو صفین میں قتل کیا جس کے حق حضور علیہ السلام نے متواتر حدیث میں فرمایا۔ عمار کو باغی جہنمی گروہ قتل کرے گا۔	۸۵
۲۳۱	جواب:	۸۶
۲۳۲	سوال نمبر ۲۴: وہ کون ہے جس نے خیر التابین اویس قرنیؓ کو صفین میں قتل کیا جس سے امت کے لیے دعا کرانے کو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔	۸۷
۲۳۲	جواب:	۸۸

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۳۳	سوال نمبر ۲۵: وہ کون ہے جس نے عمر و علی اور حسن و عمار عائشہ صدیقہ اور اوسیں کو شہید کیا۔	۸۹
۲۳۳	جواب:	۹۰
۲۳۴	سوال نمبر ۲۶: وہ کون ہے جسے علی بہادر خان بی، ایس بی (BSC) علیگ ملت بناہ تخریب کاروں کا قائد قرار دیا۔	۹۱
۲۳۵	جواب:	۹۲
۲۳۵	سوال نمبر ۲۷: وہ کون سے جس نے حافظ قرآن و سنت عبدالرحمن بن ابوبکر کو زہر دے کر اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کو مہمانی کے بہانے بلا کر گم نام قتل۔ اور محمد بن ابی بکر کو قتل کر کے گرھے کی کھال میں ان کا قیمہ رکھ کر تیل ڈال کر جلا دیا۔	۹۳
۲۳۵	جواب:	۹۴
۲۳۷	سوال نمبر ۲۸: وہ کون ہے جسے اتنے قتل و ظلم کے بعد امت کے لیے بصیر ملانے صحابی بنانے مجتہد ٹھہرانے اور رضی اللہ عنہ پر پڑھتے ہیں۔	۹۵
۲۳۷	جواب:	۹۶
۲۳۸	سوال نمبر ۲۹: وہ کون ہے جو اسلام اور آل و اصحاب رسول کا بدی دشمن ہو کر بھی اصحاب رسولؐ میں شمار کیا جاتا ہے	۹۷
۲۳۸	جواب:	۹۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹۸	سوال نمبر ۳۰: وہ کون ہے جس کے جادو سے اہل بیتؑ کے علماء و مشائخ ایسے خمار ہیں کہ سورہ نسا کی آیت نمبر ۹۳ میں ہے کہ ایک مومن کے عمداً قتل میں ہمیشہ جہنم ہے۔ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔	۲۳۹
۹۹	جواب:	۲۳۹
۱۰۰	سوال نمبر ۳۱: وہ کون ہے جس نے خدائی منصوبہ خلافت جو مرکز ملت کو تباہ کیا۔ یہ ساری امت کی بدخواہی ہے جس کا ارتکاب کیا۔	۲۴۰
۱۰۱	جواب:	۲۴۰
۱۰۲	سوال نمبر ۳۲: وہ کون ہے جس نے اللہ و رسولؐ کی نافرمانی اور بغاوت کی اِنْ جَا عِلٌّ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہُ۔ اسے باغی کون ہے	۲۴۱
۱۰۳	جواب:	۲۴۱
۱۰۴	سوال نمبر ۳۳: وہ کون ہے جسے ایڈورڈ گبن سید امیر علی پر یو کی کونسل کے جج نے ارجح اپیل کہا۔	۲۴۲
۱۰۵	جواب:	۲۴۲
۱۰۶	سوال نمبر ۳۴: وہ کون ہے جس نے رسول اللہؐ کے فرمان عَلَیْکُمْ رِبَیَّتِی وَ سُنَّتِی خُلَفَاءُ الرَّاشِدِیْنَ الْمَقْدِیِّیْنَ سے بغاوت کی۔	۲۴۲
۱۰۷	جواب:	۲۴۳

صفحہ نمبر	مضمون	سوال نمبر
۲۴۴	سوال نمبر ۱۳۵: وہ کون ہے جو اللہ کے فرمان فَعَاتِلُوا الَّتِي تَبَغَيْتِ کے زمرہ میں شامل ہے۔	۱۰۸
۲۴۵	جواب:	۱۰۹
۲۴۷	سوال نمبر ۳۶: وہ کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان علیفہ حق سے باغی ہو کر فَاَضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ قَامِئًا مِّنْ هَا نَ میں شمار ہوتا ہے اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے۔	۱۱۰
۲۴۷	جواب:	۱۱۱
۲۴۸	سوال نمبر ۳۷: وہ کون ہے جو عقیقہ راشد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اس سے محبت والوں پر عطیہ جمعہ میں لعن طعن کرنا اور کر دینا رہا۔	۱۱۲
۲۴۸	سوال نمبر ۳۸: وہ کون ہے جو اپنی حکومت ستر ہزار برس ممبروں پر علی اور راشد اور بنی مویذ پر لعن طعن کرنا اور کرانا لاہ۔	۱۱۳
۲۴۸	جواب:	۱۱۴
۲۵۰	سوال نمبر ۳۹: وہ کون ہے جس کے لیے حضور مقصود کائنات کا فرمان ہے جو میرے صحابی کو گالی دے اس پر لعنت کرو۔ ایسا کس نے کیا۔	۱۱۵
۲۵۰	جواب:	۱۱۶
۲۵۱	سوال نمبر ۴۰: وہ کون ہے جس نے سب پہلے انانوں کو غصتی کرنے کا حکم دیا۔	۱۱۷

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۵۱	جواب:	۱۱۸
۲۵۱	سوال نمبر ۴۱: وہ کون ہے جس نے علی رضی اللہ عنہ کو طارکٹ بنا کر	۱۱۹
	اللہ و رسول اور تمام مومنوں پر سب و شتم لعن و طعن کیا اور کروایا	
۲۵۱	جواب:	۱۲۰
۲۵۱	سوال نمبر ۴۲: وہ کون ہے جس نے اللہ اور رسولوں کے	۱۲۱
	کافر اور ماں سے بدکاری کرنے والے بیٹے یزید کو ولی عہد	
	بنایا۔	
۲۵۱	جواب:	۱۲۲
۲۵۳	سوال نمبر ۴۳: وہ کون ہے جو فتح مکہ کے دن پچھلے کفر کے	۱۲۳
	ساتھ اسلام میں مداخلت کو آیا۔ اور جس کا ایمان بے نفع ہے۔	
	قرآن نے ان لوگوں کے لیے کیا۔ کفر کے ساتھ اسلام میں داخل	
	ہوئے اور اسی کفر کے ساتھ اسلام سے نکل گئے۔	
۲۵۳	جواب:	۱۲۴
۲۵۴	سوال نمبر ۴۴: وہ کون ہے جس کے متعلق عبداللہ بن بریدہ	۱۲۵
	دو صحابیوں نے گواہی دی کہ اس نے شراب پی اور ہمیں بھی	
	سوال نمبر ۴۵: وہ کون ہے جس کے متعلق عبداللہ بن	۱۲۶
	صادقؑ صحابی نے مسجد میں اعلان کیا کہ اس نے سود لیا اور	
	کھایا اور گھلے تک دوزخ میں ہے۔	
۲۵۴	جواب دونوں سوالوں کا۔	۱۲۷

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۵۵	سوال نمبر ۴۶: وہ کون ہے جس بد بختی ازلی ابدی نے مغیرہ ابن شعبہ کا غلام لٹو کو خرید کر اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا۔	۱۲۸
۲۵۵	جواب:	۱۲۹
۲۵۷	سوال نمبر ۴۷: وہ کون ہے جس کے معتد پیشوا عقبہ بن نمری اور اس کے اپنے فرزند شہید نے کہا۔ سب جھوٹ ہے۔ نہ فرشتہ آیا نہ وحی۔	۱۳۰
۲۵۷	جواب:	۱۳۱
۲۵۸	سوال نمبر ۴۸: وہ کون ہے بے نفع ایمان لانے والا جس کے ازلی کافر باپ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا۔ یزیدی یا دشمنیت ہے۔ میں نہیں مانتا جنت و دوزخ کو۔	۱۳۲
۲۵۸	سوال نمبر ۴۹: وہ کون ہے جس کے مشہور و معروف ذاتی منافق باپ کو جب اسلام میں آیا منافقین کا ماوی و بلجاء اور جاپست میں زندگی تھا۔ استیعاب جلد ۶ ص ۸۹	۱۳۳
۲۵۸	دونوں سوالوں کا جواب۔	۱۳۴
۲۶۳	سوال نمبر ۵۰: وہ کون ہے جس بانی بغاوت ظلم و بدعت مبتدعہ و حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہناؤ ہناؤ مصائب و فتنہ و فساد فرمایا۔ سوال نمبر ۵۱: وہ کون ہے جس کو باغی باطل ظالم سراپا فتنہ و فساد اس کی حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَلَكًا عَصُو ضًا و زندہ شاہی فرمایا۔	۱۳۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۳۶	جواب:	۲۶۳
۱۳۷	سوال ۵۲: وہ کون ہے جس نے مرتے دم پیغمبر علیہ السلام	۲۶۷
	کے سب معرکوں کے بدلے لینے کی بسر کردگی مسلم بن عقبہ سب حراموں کو حلال جاننے والے ماننے والے مریخ کا فریضے یزید کو حرم مدینہ کو غارت و تباہ کرنے کی وصیت کی جذب القلوب	
۱۳۸	سوال نمبر ۵۳: وہ کون ہے جس نے اپنے بیٹے کا فریضہ	۲۶۸
	کو حرمین شریفین کی تباہی کا مشورہ بطور نصیحت دیا پھر اس میں اس منافق مسلم بن عقبہ کو سب سے بڑھ کر مقتدر و مرتبی کہا۔	
۱۳۹	دو حقوں سوالوں کا جواب:	۲۶۸
۱۴۰	سوال نمبر ۵۴: وہ کون ہے جس میں ہزار وجوہ و اسباب	۲۶۹
	کفر پائے جانے کے باوجود اس کے نمک حلال لانے اور رسول اللہ سے بیگانے اسے صحابی بنانے اس پر رضی اللہ عنہ پڑھنے پڑھانے پر بضد ہیں۔	
۱۴۱	سوال نمبر ۵۵: وہ کون ہے جسے بغاوت پرست ملائوں	۲۷۰
	نے محض باطل پر مجتہد بنا رکھا ہے۔ محقق علماء مشائخ نے تفریح کی ہے کہ وہ ویر و درجہ اجتہاد تک نہ پہنچے تھے۔	
۱۴۲	جواب:	۲۷۰
۱۴۳	سوال نمبر ۵۶: وہ کون ہے کہ جسے اجتہاد کی ٹکڑی براہ راست	۲۷۰
	عطیہ شد سے ہوئی۔ حالانکہ ایسا اجتہاد قطعاً بغاوت اور کفر تک پہنچانے والا ہے۔ جیسا ابلیس کا اجتہاد خلیفہ سے ہوا۔	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۲۲	جواب:	۲۶۰
۱۲۵	سوال نمبر ۵۷: وہ کون ہے جس نے بھونڈے اجتہاد سے	۲۶۱
	وتر کی تین رکعت کو ایک بنا دیا اور عبادت و اطاعت کے دو حصے برباد	
	کر دیئے۔ (بخاری شریف)	
۱۲۶	سوال نمبر ۵۸: وہ کون ہے جس کے ایک وتر کے معاملہ	۲۶۱
	میں اجتہاد کو ملاحظہ کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے گدھا	
	کہا۔ (طحاوی شریف فیض الباری)	
۱۲۷	دوہوں سوالوں کے جواب:	۲۶۲
۱۲۸	سوال نمبر ۵۹: وہ کون ہے جس نے اجتہاد کو کر کے بغاوت	۲۶۳
	کی اور خلیفہ راشد سے ننانوے جنگ باغیانہ کیے اور ایک ستر ہزار	
	حافظ قرآن و سنت قتل کیے۔ ابو بکر صدیق کی اولاد کو گدھے کی کھال	
	میں رکھ کر جلادیا۔	
۱۲۹	سوال نمبر ۶۰: وہ کون ہے جسے حقیقی تفسیر احکام القرآن نے	۲۶۳
	ائمۃ الکفر سے لکھا اس کے باپ اور اس کے گروہ کو کہا قَتْلُ	
	لَمْرِ بَيْنِ قَلْبِهِ مِنَ الْكُفْرِ۔ وہ کہ جن کے دلوں کو اللہ نے کفر	
	سے پاک نہ کیا۔	
۱۵۰	سوال نمبر ۶۱: وہ کون صاحب ہے کہ جو امثدور رسول کے حکم	۲۶۷
	دین و ایمان سے بغاوت کی بنا پر دین و ایمان سے خارج	
	ہوا۔ اور ملت میں تفرقہ کا موجب بنا۔	

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۷۷	سوال نمبر ۱۶۲: وہ کون صاحب ہیں جو ملت کے لیے باغی ہیں۔ اگر مسلمان ان کے متعلق غلط فہمی رفع کر کے انہیں ملت سے پہلا باغی جانیں تو تفرقہ نہ رہے علما و مشائخ اور دانشور اور حکام متعلقہ کا فرض ہے کہ اس تحریک کے بغاوت و فساد کو بلا تاخیر ختم کرنے کا بندوبست کریں۔	۱۵۱
۲۷۸	دونوں سوالوں کا جواب:	۱۵۲
	اعلان عام:	۱۵۳
۲۷۹	اعلان عام کا جواب:	۱۵۴
۲۸۱	گستاخ دوم:	۱۵۵
۲۸۱	مودودی کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر سات عداوتیں	۱۵۶
۲۸۱	اعتراض اقل:	۱۵۷
۲۸۱	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ولد الزنا زیاد بن سمیہ کو اپنا حقیقی بھائی قرار دیا۔ (مودودی)	۱۵۸
۲۸۲	جواب اقل:	۱۵۹
۲۸۲	استلحاق زیاد کی روایت کسی سند صحیح کے ساتھ مذکور نہیں۔	۱۶۰
۲۸۲	امیر معاویہ کا اپنے بازو مضبوط کرنے کے لیے زیاد کو بھائی بنانے کا الزام بے بنیاد ہے	۱۶۱
۲۸۲	جواب دوم:	۱۶۲
۲۸۴	جواب سوم:	۱۶۳
۲۸۴	ولد الزنا کو اپنا بھائی بنانے کا الزام اہل تشیع کی ایجاد ہے۔	۱۶۴

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۹۲	جواب چہارم:	۱۶۵
۲۹۲	زیادہ کے اہل سفیان کی جائز اولاد ہونے پر شہادتیں	۱۶۶
۲۹۳	جواب پنجم:	۱۶۷
۲۹۳	(حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زیاد کو ولد الزنا نہیں سمجھتے تھے۔)	۱۶۸
۲۹۷	اعتراض دوم:	۱۶۹
۲۹۷	امیر معاویہؓ نے قانون کی بالادستی کا خاتمہ کر دیا۔ (موردی)	۱۷۰
۲۹۸	جواب:	۱۷۱
	اعتراض سوم:	۱۷۲
۳۱۷	حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ زبردستی خلیفہ بنے۔ (موردی)	۱۷۳
۳۱۹	قرید اول:	۱۷۴
۳۱۹	اس اعتراض میں چار امور پائے گئے جو درج ذیل نقل کیے جاتے ہیں۔	۱۷۵
۳۱۹	امراق اول:	۱۷۶
۳۱۹	امیر معاویہؓ نے خلافت لڑ کر حاصل کی تھی۔	۱۷۷
۳۱۹	امر دوم:	۱۷۸
۳۱۹	ان کی بیعت عوام نے اس لیے کی تا کہ خونریزی سے بچا جاسکے۔	۱۷۹
۳۱۹	امر سوم:	۱۸۰
۳۱۹	آپ کے دور خلافت کو عام الجماعت اس لیے کیا گیا کہ اس میں خانہ جنگی ختم ہوئی تھی۔	۱۸۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۸۲	امر چہارم؛	۳۱۹
۱۸۳	لوگوں کی ناراضگی کا امیر معاویہؓ رضہ کو بھی علم تھا۔	۳۱۹
۱۸۴	جواب امر اول؛	۳۱۹
۱۸۵	جواب امر دوم؛	۳۲۲
۱۸۶	جواب امر سوم؛	۳۲۳
۱۸۷	جواب امر چہارم؛	۳۲۶
۱۸۸	تردید دوم؛	۳۳۰
۱۸۹	ابن حجر مکی کے قلم سے۔	۳۳۰
۱۹۰	اعتراض چہارم؛	۳۳۴
۱۹۱	حضرت امیر معاویہؓ رضہ نے آزادی رائے کا خاتمہ کر دیا (مردودی)	۳۳۴
۱۹۲	جواب مفصل؛	۳۳۵
۱۹۳	اعتراض پنجم؛	۳۴۳
۱۹۴	امیر معاویہؓ رضہ کا اثر زندگی کو تبدیل کر دیا تھا۔ (مردودی)	۳۴۳
۱۹۵	جواب مفصل	۳۴۴
۱۹۶	اعتراض ششم؛	۳۵۷
۱۹۷	امیر معاویہؓ رضہ نے بیت المال کی حیثیت تبدیل کر دی (مردودی)	۳۵۷
۱۹۸	جواب؛	۳۵۸
۱۹۹	امیر معاویہؓ رضہ بیت المال کی ایک ایک پائی کا حساب لیا کرتے تھے۔	۳۵۹

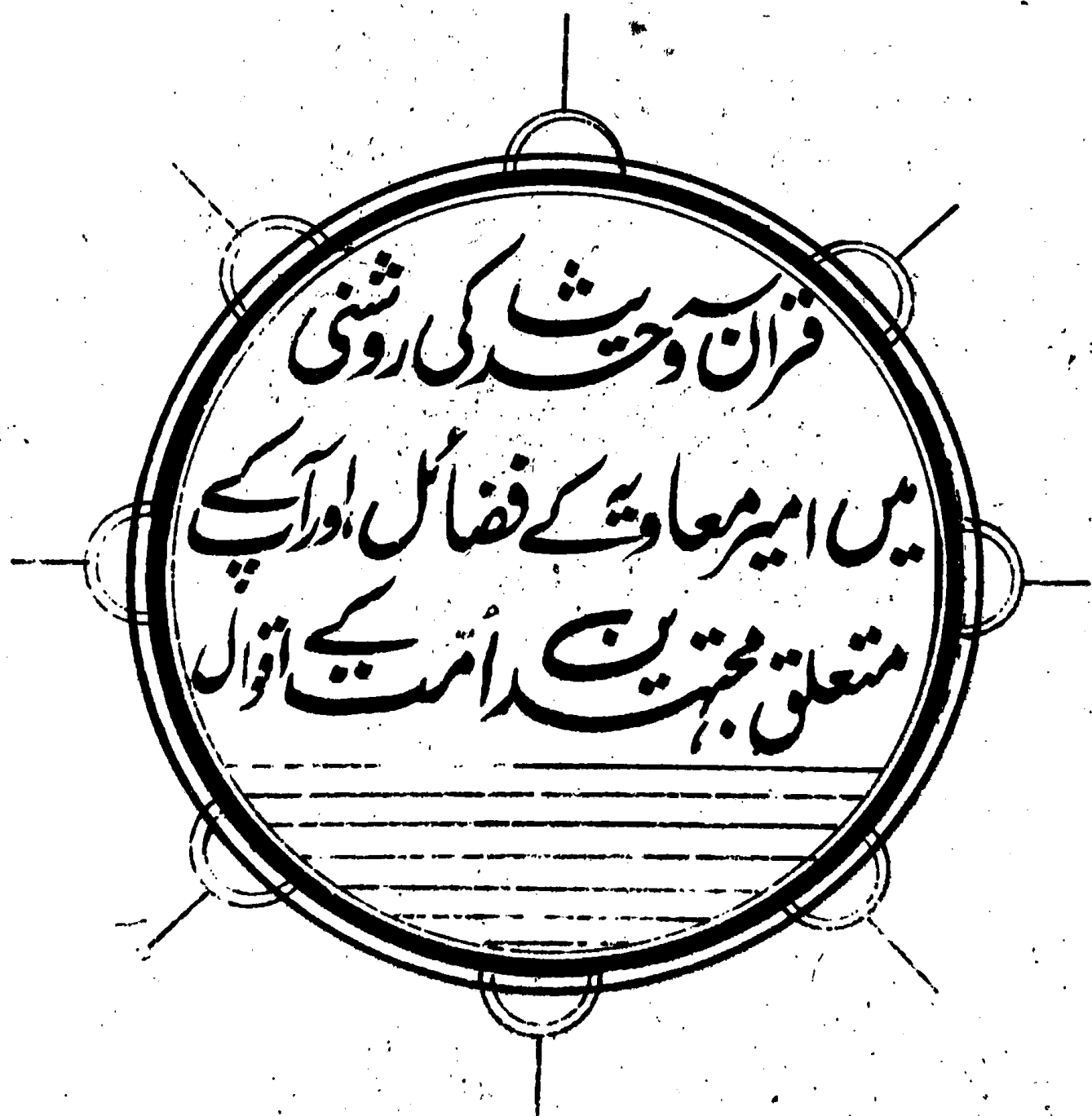
نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۹۸	اگر امیر معاویہ رض بیت المال میں بغیر اسلامی تصرف کرتے تھے تو ائمہ اہل بیت اور کبار صحابہ ان کے عطیات کیوں وصول کیا کرتے تھے۔	۲۴۰
۱۹۹	امام احمد بن حنبل نے مشکوک مال وصول کرنے اور اسے تصرف میں لانے سے انکار کر دیا۔	۲۴۱
۲۰۰	اعتراضِ ہفتم:	۲۴۵
۲۰۱	حضرت امیر معاویہ رض نے مٹلادیت کو تبدیل کر دیا (مودودی)	۲۴۵
	ملک غلام علی کی مودودی کی طرف سے عجیب وکالت۔	۳۶۰
۲۰۲	حافظ ریست صلاح الدین اہلحدیث کا مودودی کی کتاب خلافت و ملکیت کے متعلق نظریہ۔	۳۶۲
۲۰۳	گستاخِ سوم:	۳۶۴
۲۰۴	حضرت امیر معاویہ رض کے حق میں ایک دیوبندی مولوی عبدالرحیم کی گستاخانہ تحریر۔	۳۶۴
۲۰۵	گستاخِ چہارم:	۳۶۶
۲۰۶	طاہر القادری کی سیدنا امیر معاویہ رض کے بارے میں دو عدد تنقیدی عبارات	۳۶۶
۲۰۷	طاہر القادری کی مذکورہ دو عدد عبارات کا تنقیدی جائزہ	۳۶۸
۲۰۸	غوثِ وقت قبلہ سیدی و سندی و مرشدی سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوار شریف ضلع گوجرانوالہ کا روحانی اور سچا خواب۔	۳۸۰

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۸۶	گستاخ پنجم:	۲۰۹
۳۸۶	وحید الزمان اہل حدیث کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص۔	۲۱۰
۳۸۶	قرصید:	۲۱۱
۳۸۹	فتح قبرص کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی۔	۲۱۲
۴۰۰	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۳
۴۰۲	فرمان عمر فاروق رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۴
۴۰۳	فرمان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۵
۴۰۴	قول ابی عباس رضی اللہ عنہما۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۶
۴۰۶	حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا قول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۷
۴۰۶	سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا قول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۸
۴۰۷	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تابعین کی نظر میں۔	۲۱۹
۴۰۷	عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ کو کوڑوں کی سزا دی۔	۲۲۰
۴۱۰	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شب و روز کے نیک اعمال کی تصدیق شیعہ مؤرخین کے قلم سے	۲۲۱
۴۲۶	نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو سفیان کی عداوت کی تردید	۲۲۲
۴۲۷	ابو سفیان کا مقام نبی علیہ السلام کی نظر میں۔	۲۲۳

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۴۳۶	باب سوم	۲۲۴
۴۲۵	مشہور نعت خزان صائم حشمتی فیصل آبادی کے باطل نظریات کا رد۔	۲۲۵
۴۳۸	مشکل کشا کتاب مکے چند زندیقانہ عنوانات۔	۲۲۶
۴۴۱	امام ربانی مجدد الف ثانی رضہ کا مقام و مرتبہ۔	۲۲۷
۴۵۸	عنوان اقل : علماء، انبیائے کرام کے ہم مرتبہ۔	۲۲۸
۴۵۹	امتی کو نبی کا ہم مرتبہ کہنے والا کذاب اور زندیق ہے (مجدد الف ثانی)	۲۲۹
۴۶۱	کوئی امتی کسی صحابی کے مقام مرتبہ کو نہیں پاسکتا نبی کے مقام و مرتبہ تک رسائی کیسے ممکن ہے۔ (مجدد الف ثانی)	۲۳۰
۴۶۳	صدیق اکبر رضہ کا سر مبارک پیغمبر کے سب سے نچلے درجہ سے بھی نیچے ہے۔ (مجدد الف ثانی)	۲۳۱
۴۷۲	ولایت کو نبوت پر ترجیح دینا یوں ہے جیسے کفر کو اسلام سے افضل کہا۔ (مجدد الف ثانی)	۲۳۲
۴۷۴	عنوان دوم:	۲۳۳
۴۷۴	اولیاء میں صحابہ کرام جیسے کمالات۔	۲۳۴
۴۷۴	عنوان سوم:	۲۳۵
۴۷۴	ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے۔	۲۳۶
	عنوان چہارم:	۲۳۷
۴۸۲	امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ کمال جو انبیاء کرام کو نہیں ملا۔	۲۳۸

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۴۸۲	امتی پنجم سے اوپر جا سکتا ہے۔	۲۳۹
۴۸۳	عنوان چہارم کے تحت میں دونوں ذیلی عنوانوں کا تردید	۲۴۰
۴۸۶	عنوان پنجم:	۲۴۱
۴۸۶	امتی کے وسیع سے حضور علیہ السلام کو کمال حاصل ہوا۔	۲۴۲
	عنوان پنجم کی تردید	۲۴۳
۴۹۲	عنوان ششم: کمالاتِ انبیاء سے الحاق۔	۲۴۴
۴۹۳	عنوان ششم کی تردید۔	۲۴۵
۵۰۰	عنوان ہفتم: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔	۲۴۶
۵۰۱	عنوان ہفتم کی تردید۔	۲۴۷
۵۰۶	عنوان ہشتم: حضرت علی رضی اللہ عنہ کیوں افضل ہیں۔	۲۴۸
۵۰۷	عنوان ہشتم کی تردید۔	۲۴۹
۵۱۰	ایک مشہور اعتراض: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول میں ہی صدیق اکبر ہوں اس کو میرے بعد کوئی نہیں کہے گا سوائے کذاب کے۔	۲۵۰
۵۱۱	جواب مشہور اعتراض کے دو حصے ہیں	۲۵۱
۵۱۱	حصہ اول:	۲۵۲
۵۱۱	حضرت علیؓ کا فرمان کہ میں صدیق اکبر ہوں جو میرے بعد کسی کو صدیق کہے وہ کذاب ہے	۲۵۳
۵۱۱	حصہ دوم: سب پہلے میں نے سات سال نمازیں پڑھیں	۲۵۴
۵۱۱	جواب حصہ اول:	۲۵۵
۵۱۷	جواب حصہ دوم	۲۵۶

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵۲۱	تمام صحابہ کرام سے شیخین کا مقام منفرد ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نور سے جنت بھرا ہوا ہے۔	۲۵۷
۵۲۵	اسی امت کے معزز ترین اور مقرب ترین عند اللہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔	۲۵۸
۵۲۷	خلافت ظاہری کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فضل ہونے پر مسلم ہستی کی ایک لالینی دلیل۔	۲۵۹
۵۲۷	جواب۔	۲۶۰
۵۲۹	عنوان نہم: غیر نبی کی نبی پر فضیلت۔	۲۶۱
۵۳۰	عنوان نہم کی تردید۔	۲۶۲
۵۳۳	آخری گزارش:	۲۶۳
۵۳۳	چیلنج:	۲۶۴



باب اول؛

قرآن و حدیث کی روشنی میں امیر معاویہؓ کے

فضائل، اور آپ کے متعلق مجتہدین امت کے اقوال

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

تحفہ جعفریہ اور عقائد جعفریہ میں ہم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر اہل تشیع کی طرف سے جو الزامات و اعتراضات تھے۔ ان کے جوابات پیش کیے۔ اس دوران جب مختلف کتب مصنفہ کا مطالعہ کیا۔ تو کچھ ایسے لوگوں کی عبارات بھی سامنے آئیں۔ جو اہل تشیع نہیں بلکہ اہل سنت کہلاتے ہیں۔ ان عبارات میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو تنقید بے جا کا نشانہ بنایا گیا۔ اسی طبقہ سے تعلق رکھنے والا ”مودودی“ بھی ہے جو بدعہم خویش اپنے اور اپنے پیروؤں کے سوا کسی کو ”مسلمان“ کہنے کے لیے مشکل تیار ہوئے ہیں۔ مودودی کے کچھ الزامات کا ہم نے گوشہ اوراق میں محاسبہ کیا۔ اس کے علاوہ برصغیر میں بہت سے دیوبندی سنی نما بریلوی اور پیر بھی ایسے ہیں۔ جن کے نظریات اہل سنت کے سے نہیں۔ ہم نے اس بحث کے آخر میں یہ مناسب سمجھا۔ کہ کچھ ان کا بھی تذکرہ ہو جائے۔ سو اس سلسلہ میں ہمیں اہل سنت کی کتب سے استدلال کرنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ اپنے آپ کو ”اہل سنت“ میں سے گردانتے ہیں۔ اہل سنت کی کتب تاریخ اور احادیث کی کتب کے حوالہ جات درج ہوں گے۔ اس لیے اس مضمون کے لیے ہم نے چند فصول ترتیب دی ہیں۔ تاکہ زیر بحث مسئلہ کی تحقیق مکمل طور پر سامنے آجائے۔

وہب اللہ التوفیق

فصل اول

صحابی کی تعریف اور مرتبہ مقام

صحابی کی تعریف: الناہیہ:

ذَكَرَ الْإِمَامُ الْقُسْطَلَانِيُّ فِي الْمَوَاهِبِ وَخَيْرُهُ
أَنَّ أَصْحَابِي هُوَ مَنْ صَاحَبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَوْ رَأَاهُ وَلَوْ سَاعَةً وَهُوَ مُؤْمِنٌ
بِهِ وَمَاتَ عَلَى ذَلِكَ.

الناہیہ تصنیف امام عبد العزیز بن احمد ضرہروی

صفحہ ۴۵۷

ترجمہ: امام قسطلانی نے مواہب میں اور دیگر حضرات نے (اپنی اپنی تصانیف میں)
ذکر کیا ہے کہ ”صحابی“ ہر وہ مسلمان (مرد، عورت) ہے جس نے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی کی ہے۔ یا آپ کی محض زیارت کی ہو اگرچہ
یہ زیارت یا ہم نشینی ایک ساعت کی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن یہ سب کچھ حالت
ایمان میں۔ اور پھر ایمان پر ہی اس کا خاتمہ بھی ہوا ہو۔

مقام و مرتبہ: الناہیۃ

حَسْبُكَ مِنَ الْقُرْآنِ قَوْلُهُ سُبْحَانَكَ لَا يَسْتَوِي
مِنْكُمْ مَنْ أَفْهَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلْ أُولَئِكَ
أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ
وَقَاتِلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَفِيهِ
بَشَارَةٌ لِّاجْمَاعِهِم بِالْجَنَّةِ - (الناہیۃ صفحہ ۱)

ترجمہ: صحابہ کرام کی شان اور مقام و مرتبہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ قول تیرے
لیے کافی ہے۔ وہ تم میں سے جس نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال اللہ کی
راہ میں خرچ کیا۔ اور جہاد کیا۔ ان لوگوں کے درجات ایسے لوگوں سے
بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔ ان دونوں
اقسام کے مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اچھا وعدہ کر رکھا ہے۔
اس آیت کریمہ میں اس امر کی خوشخبری ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام جنتی
ہیں۔

الناہیۃ وغیرہ:

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ مرفوعاً
خَيْرُ أُمَّتِي قَرَفِي ثَمَّ الَّذِينَ يَلَوْنَهُمْ
ثَمَّ الَّذِينَ يَلَوْنَهُمْ - الحديث

(رواہ البخاری و الترمذی ص ۱۷۱ صواعق محرقہ ص ۲)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے۔ کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے زمانہ کے لوگ بہترین

امت ہیں۔ پھر دوسرے درجہ پر وہ بخوان کے بعد پھر وہ جہان کے بعد۔

العواصم والقواصم؛

حدیث ابن عباس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 مِمَّا أَوْثَقْتُمْ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ قَالَ الْعَمَلُ بِهِ لَا عُدْرَ
 لِأَحَدٍ كُمْ فِي تَرْكِهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ
 خُشْيَةٌ مِثْلُ مَا ضَيَّعَ فَمَا قَالَ أَصْحَابِي إِنَّ
 أَصْحَابِي مَنْزِلَةُ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ فَأَيُّهُمَا أَخَذَ
 تَرْبِيَهُ إِهْتَدَيْتُمْ وَ اخْتَلَفَتْ أَصْحَابِي لَكُمْ
 رَحْمَةٌ۔ (العواصم من القواصم ص ۳۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
 بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جب بھی تمہیں کوئی بات قرآن کریم
 سے بھی جائے تو اس پر عمل کرو۔ اس پر عمل نہ کرنے کے بارے میں
 تم سے کسی کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔ پھر اگر کتاب اللہ میں وہ مسئلہ نہ پاؤ
 تو میرے ارشادات میں تلاش کرو۔ اور اگر وہاں بھی نہ پاسکو۔ تو قول
 صحابی پر عمل کرو۔ میرے صحابہ ایسے ہیں۔ جیسا کہ آسمان میں ستارے۔
 لہذا تم نے جس صحابی کی بات پر عمل کر لیا۔ ہدایت پا جاؤ گے۔ اور میرے
 صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔

الناہیۃ؛

۱۔ عن جابر مرفوعاً لَا تَقْصُ النَّارَ مُسْلِمًا رَأَيْتُ
 أَوْ رَأَى مَنْ رَأَى فِي

(رواہ الترمذی)

۲۔ عن عبد الله بن يسير مرفوعاً طَوَّبَ فِي لِمَنْ
رَأَى فِيَّ وَ أَمَّنَ فِي طَوْرِي لِمَنْ رَأَى مِنْ رَأْيِي وَ أَمَّنَ
فِي طَوْرِي لِمَنْ رَفَّقَ حَسَنَ مَآبٍ۔

(رواہ الطبرانی و العاکر)

۳۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَرْفُوعاً مَشْدُوداً
أَصْعَابِي فِي أَمْتِي كَصِلَحٍ فِي الطَّعَامِ لَا يَصْلَحُ إِلَّا
بِالْمِلْحِ۔

۴۔ عَنْ أَبِي مُوسَى اشْعَرِي مَرْفُوعاً مَا مِنْ أَصْعَابِي
يَمُوتُ بِأَرْضٍ إِلَّا بَعِثَ قَائِداً وَ ثَوْرًا لِمَنْ تَوَمَّ الْقِيَامَةَ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ (الناهيہ ص ۲)

ترجمہ: حضرت جابر سے مرفوعاً روایت ہے کہ اس مسلمان کو آگ ہرگز
نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا۔ یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔

۵۔ عبد اللہ بن یسیر سے مرفوعاً روایت ہے کہ خوشخبری ہے اس کیلئے جس
نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ خوشخبری ہے اس کے لیے کہ جس نے مجھے دیکھنے
والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ اور ان کے لیے اچھا ٹھکانا ہے۔

۶۔ انس بن مالک سے مرفوعاً روایت ہے۔ میرے صحابہ کی مثال یوں ہے جیسے
سالن میں نمک۔ سالن نمک کے بغیر اچھا نہیں ہوتا۔

۷۔ ابو موسیٰ اشعری سے مرفوعاً روایت ہے۔ میرا کوئی صحابی کسی زمین میں
مرگمرد فون ہوتا ہے۔ تو وہ قیامت کے دن ان لوگوں کا قائد اور نور
ہوگا۔ (جو وہاں کے رہنے والے مسلمان ہیں)

الناہیہ:

عن عمر بن الخطاب مرفوعاً أَكْرِمُوا أَصْحَابِي
فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ الْحَدِيثُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ
صَحِيحٍ أَوْحَسَنَ وَعَنْهُ مَرْفُوعاً سَأَلْتُ رَبِّي عَنْ
إِخْتِلَافِ أَصْحَابِي مِنْ بَعْدِي فَأَوْحَى إِلَيَّ يَا مَعْمَدُ
إِنَّ أَصْحَابَكَ عِنْدِي بِمَنْزِلَةِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ
بَعْضُهَا أَقْوَى مِنْ بَعْضٍ وَلكُلِّ نَوْقَمَنَ أَخَذَ
بِشَيْءٍ وَمَا هُمْ عَلَيْهِ مِنْ إِخْتِلَافٍ لَهُمْ فَلَهُ عِنْدِي
عَلَى مُدَى قَالَ عُمَرُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَصْحَابِي جِوَاهِرُ النُّجُومِ بَابُهُمْ اقْتَدَى يَتِمُّ اهْتَدَى يَتَمُّ
(الناہیہ ص ۳۲)

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ کہ میرے صحابہ
کی عزت کرو۔ کیونکہ وہ تم میں سے بہتر ہیں۔ انہیں سے ایک اور مرفوع
حدیث ہے۔ میں نے اپنے پروردگار سے اپنے صحابہ کے اس اختلاف
کے بارے میں پوچھا۔ جو میرے بعد ان میں ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے
میری طرف وحی کی فرمایا۔ اے محمد! تیرے صحابہ میرے نزدیک یوں
ہیں جیسے طرح آسمان میں ستارے بعض ان میں سے دوسروں سے
اقویٰ ہیں۔ اور ہر کے لیے ایک کامل نور ہے۔ لہذا جس نے ان کے
اختلاف میں سے جو کچھ قبول کر لیا۔ تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے
حضرت عمر کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ

تاروں کی طرح ہیں۔ تم جس کے پیچھے چل پڑو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

ترمذی شریف:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي قَوْلَ الَّذِي قَفِي بِيدِهِ
لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدًّا
أَحَدِهِمْ وَلَا فِصْفَةً۔ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

(ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۲۵ صواعق محرقہ ص ۶)

ترجمہ: ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے۔ اگر تم (غیر صحابہ) میں سے کوئی ایک اُحد کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ تو وہ کسی صحابی کے ایک دریا نصف در کے برابر نہیں ہو سکتا۔

صواعق محرقہ:

فِي الدَّارِ قُطْنِي مَنْ حَفِظَنِي فِي أَصْحَابِي وَرَدَّ عَلَيَّ الْحَوْضَ
وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْنِي فِي أَصْحَابِي لَمْ يَرِدْ عَلَيَّ الْحَوْضَ
وَلَمْ يَرِ يَانِي۔ (صواعق محرقہ ص ۶)

ترجمہ: دارِ قُطْنی میں ہے کہ جس نے میرے صحابہ کو میری وجہ سے برا بھلا کہنے سے بچائے رکھا۔ وہ حوض کوثر پر میرے پاس آئے گا۔ اور جس نے نہ بچایا وہ نہ حوض کوثر پر میرے پاس آئے گا۔ اور نہ ہی میری زیارت سے مشرّف ہوگا۔

شواہد الحق:

قَالَ الْإِمَامُ ابْنُ حَجَرٍ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

أَحَبَّ اللَّهُ أَحَبَّ الْقُرْآنَ وَمَنْ أَحَبَّ الْقُرْآنَ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي أَحَبَّ أَصْحَابِي
وَقَرَأَتِهِ -

(شواہد الحق ص ۴۸۴)

ترجمہ: ابن جر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ سے محبت کرتا ہے۔ وہ قرآن سے محبت کرتا ہوگا۔ اور جو قرآن سے محبت کرتا ہوگا۔ وہ مجھ سے اور جو مجھ سے وہ میرے صحابہ اور قرابت سے محبت کرتا ہوگا۔
العواصم من القواصم:

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سألت ربي في ما اختلف فيه اصحابي من بعدى فآو حى الله الى يا محمد ان اصحابك حندي بمنزلة النجوم في السماء بعضها اضاء من بعض فمن اخذ بشتي مما هم عليه من اختلافهم فهو عندي على هدى -

(العواصم من القواصم ص ۳۳)

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے متعلق پوچھا جو میرے بعد ان میں پیدا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی۔ اے محمد! تیرے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں بعض بعض سے زیادہ روشن ہیں۔ لہذا جس نے ان کی اختلافی بات میں سے کسی کو بھی قبول کر لیا۔ وہ ہایت پالیا۔

ملحد فکرمیہ: قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی جنتی ہیں۔ اور یہ کہ ان کو بُرا بھلا کہنے والا اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔ اور حضرات صحابہ کرام کے باہم مشاجرات اور اختلافات میں سے کوئی صحابی اپنی رائے کے بارے میں گمراہی پر نہیں۔ بلکہ ان میں سے کسی کے قول کو ماننے والا ہدایت پر ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک ہدایت کا روشن ستارہ ہے۔ ان شواہد کے پیش نظر کوئی صاحب ایمان یہ جرات نہیں کر سکتا۔ کہ حضرات صحابہ کرام میں سے کسی کے بارے میں گستاخی اور بے ادبی کا اظہار کر کے اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنائے۔ اور سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہو جائے۔ یہ اعزاز و اکرام انہیں بارگاہِ یزدی اور درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تماز بخشہ خدائے بخشنده

و بالله التوفیق

فصل دوم

گزشتہ سطور میں مطلقاً صحابی کا مقام و مرتبہ قرآن و حدیث سے پیش کیا گیا۔ اب ہم یہ ثابت کیے دیتے ہیں کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی وہ شخصیت ہیں جنہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور اس وجہ سے آپ بھی ان فضائل و مناقب کے حامل ہیں جو گزشتہ ادراک میں صحابی کے متعلق ذکر ہوئے۔

البدایۃ والنہایۃ:

معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن
عبد شمس بن عبد مناف بن قصی ابو عبد الرحمن
القرشی الاموی خال المؤمنین وکاتب وحمی
رَبِّ الْعَالَمِینَ اَسْلَمَ هُوَ وَاَبُوهُ وَاُمُّهُ هُنْدُ
بِنْتُ عَتَبَةَ بْنِ رَبِیعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ یَوْمَ الْفَتْحِ
وَقَدْ رَوَى عَنْ مُعَاوِیَةَ اَنْهُ قَالَ اَسْلَمْتُ یَوْمَ
عُمَرَةَ الْقَضَاءِ وَلِیَکُنِ شَکْمُ اِسْمِ لَاحِی مِنْ اَبِیْ اِلَى
الْفَتْحِ وَكَانَ اَبُوهُ مِنْ سَادَةِ قُرَیْشٍ فِی الْجَاهِلِیَّةِ
وَالَّتِ اِلَیْهِ رِیَاسَةُ قُرَیْشٍ بَعْدَ یَوْمِ بَدْرٍ فَكَانَ
هُوَ امِیرَ الْحَرْوِ مِنْ ذَالِکَ الْجَانِبِ وَكَانَ رَیْسًا
مُطَاعًا اَصَالِی حَزْرَیْلٍ وَلَمَّا اَسْلَمَ قَالَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ
مَنْ فِیَّ حَتَّى اُقَاتِلَ الْکُفَّارَ کَمَا کُنْتُ اُقَاتِلُ الْمُشَکِکِیْنَ

قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَعَاوِيَةَ تَجْعَلُهُ كَاتِبًا بَيْنَ يَدَيْكَ
 قَالَ نَعَمْ ثُمَّ سَأَلَ أَنْ يُزَوِّجَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ بِابْنَتِهِ وَهُوَ عَزَاهُ بِنْتُ أَبِي سَفْيَانَ وَاسْتَعَانَ
 عَلَى ذَلِكَ بِاخْتِيَارِ أُمِّ حَبِيبَةَ فَلَمْ يُتَّعَ ذَلِكَ وَبَيْنَ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ ذَلِكَ لَا يَحِلُّ لَهُ
 سِوَا الْمَقْصُودِ أَنَّ مَعَاوِيَةَ كَانَ يَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ غَيْرِهِ مِنْ كُتَّابِ الْوَحْيِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
 (البدآية والنهاية جلد ۱ ص ۲۰-۲۱)

ترجمہ: امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ قریشی اور اموی ہیں۔ تمام مومنوں کے خالو اور
 اللہ تعالیٰ کی وحی کے کاتب تھے۔ یہ ان کے والد اور ان کی والدہ ہند بنت
 عقبہ فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے۔ خود امیر معاویہ سے روایت ہے
 کہ میں عمرۃ القفار کے موقع پر مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن میں نے اپنے والد سے
 اسلام کو فتح مکہ تک چھپائے رکھا۔ ان کا باپ دور جاہلیت میں قریش کے
 سرداروں میں سے تھا۔ غزوہ بدر کے بعد قریش کی سرداری ان کو ملی۔ لہذا
 یہی معاویہ قریش کی طرف سے لڑائی کے لیے پہ سالار ہوئے۔ بہت
 بڑے امیر اور لوگوں کے آقا تھے۔ جب مسلمان ہوئے۔ تو عرض کی یا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ارشاد فرمائیں۔ کہ میں جس طرح اسلام سے قبل مسلمانوں
 سے لڑتا تھا۔ اسی طرح اسلام لانے کے بعد کفار سے لڑوں۔ فرمایا۔ اہا کہ
 ہے۔ پھر معاویہ عرض گزار ہوئے۔ کہ مجھے اپنا کاتب مقرر کر لیجئے۔ فرمایا منظور
 ہے۔ پھر عرض کیا۔ حضور! میری بہن سے شادی کر لیں۔ اور اسے تم حبیبہ کا
 شریک بنالیں۔ لیکن یہ عرض منظور نہ ہو سکی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔ ایسا کرنا یعنی دو بہنوں کا نکاح میں جمع ہونا جائز نہیں ہے مقصد یہ ہے
کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دیگر کتابان وحی کی طرح کتاب وحی تھے
جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارنے والے احکامات وغیرہ کی کتابت کرتے
تھے۔ (رضی اللہ عنہم)

البدایۃ والنہایۃ :

معاویۃ بن ابی سفیان القرشی الاموی ابو عبد الرحمن
غالب المؤمنین وکتاب ووحی رسول رب العالمین
..... قَالَ مُعَاوِيَةُ وَلَقَدْ مَخَّلَ عَلَيَّ سَوْءُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَإِنِّي لَمُصَدِّقٌ
بِهِ ثُمَّ لَمَّا دَخَلَ عَامُ الْفَتْحِ أَظْهَرْتُ إِسْلَامِي فَجِئْتُكَ
فَرَحِبَ بِي وَكَتَبْتَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَكَانَ أَبُوهُ مِنْ
سَادَاتِ قُرَيْشٍ وَتَفَرَّدَ بِالسُّؤْدِ بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ
ثُمَّ لَمَّا أَسْلَمَ حَسَنَ بَعْدَ ذَلِكَ إِسْلَامَهُ وَكَانَ
لَهُ مَوَاقِفٌ شَرِيفَةٌ وَأَثَارٌ مَحْمُودَةٌ فِي يَوْمِ الْيَوْمِ
وَمَا قَبْلَهُ وَمَا بَعْدَهُ وَصَحَبَ مُعَاوِيَةَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَتَبَ الْوَحْيَ بَيْنَ يَدَيْهِ
مَعَ الْكِتَابِ وَرَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَخَادِيثَ كَثِيرَةً فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا
مِنَ السَّكَنِ وَالْمَسَانِيدِ وَرَوَى عَنْهُ جَمَاعَةُ الْعُلَمَاءِ
وَالثَّابِعِينَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي الْعَدْنِ نَحْنُ مُعَاوِيَةُ
طَوِيلًا أَبْيَضُ جَمِيلًا - (البدایۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۱۱۵) ترجمہ

ترجمہ: معاویہ بن ابی سفیان، مومنوں کے خالو اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے کاتب تھے
معاویہ کہتے ہیں کہ جب میں مکہ میں عمرۃ القضاء کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو میں ان پر ایمان لا چکا تھا۔ پھر جب فتح مکہ ہوا۔ تو
اس دن میں نے اپنا اسلام لانا ظاہر کر دیا۔ میں جب اس مرتبہ حضور کی
خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے خوش آمدید کہا۔ میں آپ کے حکم
سے وحی کی کتابت کرتا رہا۔ ان کا باپ قریش کے سرداروں میں سے ایک
تھا۔ غزوہ بدر کے بعد امیر معاویہ کو سرداری مل گئی۔ پھر جب اسلام لائے
تو ان کا اسلام لانا بہت اچھا تھا۔ ان کے فضائل اور اخلاق قابل تعریف
تھے۔ جنگ یرموک اور اس سے پہلے و بعد میں ان کی خدمات قابل تحسین
تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سجدت نصیب ہوئی۔ دوسرے کاتبین
وحی کے ساتھ یہ بھی وحی کی کتابت کرتے رہے۔
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث کی ان سے روایت
صحیحین وغیرہ میں موجود ہے۔ پھر ان سے روایت کرنے والوں میں
صحابہ کرام اور تابعین بھی بکثرت ہیں۔ ابو بکر بن ابی دنیا کے قول کے مطابق
جناب معاویہ لمبے قد اور سفید رنگ والے خوبصورت شخص تھے۔

الاصابة:

معاویہ بن ابی سفیان القرشی الاموی امیر المومنین
وَلَدَ قَبْلَ الْبُعْثَةِ بِخَمْسِ سِنِينَ وَقِيلَ بِسَبْعٍ وَقِيلَ
بِثَلَاثَةِ عَشَرَ وَالْأَوَّلُ أَشْهَرُ وَحَكَی النَّبِيُّ أَنَّهُ
أَسْلَمَ بَعْدَ الْعَدْيِ بَيْتِيَّةً وَكُتِمَ إِسْلَامُهُ حَتَّى أَظْهَرَ
عَامَ الْفَتْحِ أَنَّهُ كَانَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ مُسْلِمًا.....

وعن ابن عباس أَنَّ مَعَاوِيَةَ قَالَ قَصَرْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْمَرْوَةِ..... قَالَ أَبُو نَعِيمٍ كَانَ مِنَ الْكُتُبَةِ وَالْحَسْبَةُ الْفَصَحَةُ حَلِيمًا وَقُدْرًا عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ كَانَ طَوِيلًا أَبْيَضَ أَحْبَلَى وَصَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُتِبَ لَهُ.

والاصابة في تمييز الصحابة جلد ۳ ص ۲۳۳ خرف الميم) ترجمہ: امیر المومنین جناب معاویہ بعثت سے پانچ سات یا تیرہ برس قبل پیدا ہوئے۔ اول تاریخ زیادہ مشہور ہے۔ واقعہ نے بیان کیا کہ یہ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ اور انہوں نے اسلام چھپائے رکھا۔ حتیٰ کہ فتح مکہ کو ظاہر کیا۔ آپ عمرۃ القعداء میں مسلمان تھے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ معاویہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرانور کے بال مروہ کے نزدیک کاٹے۔۔۔۔۔ ابو نعیم کے مطابق جناب معاویہ کاتب وحی، بڑے فصیح، بروباد اور باوقار آدمی تھے۔ خالد ابن معدان کہتے ہیں کہ امیر معاویہ دراز قد، سفید رنگ اور خوبصورت شخص تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ اور آپ پر اترنے والی وحی کی کتابت فرمایا کرتے تھے۔

ملحہ فکریہ:

مذکورہ حوالہ جات سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دو صحابی رسول،، ہونا دو ٹوک الفاظ سے بیان ہوا۔ آج تک کسی نے ان کی صحابیت کا انکار نہیں کیا۔ علاوہ ازیں ان کے کاتب وحی ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت احادیث کرنے کے شواہد بھی مذکورہ حوالہ جات میں موجود ہیں اسلام قبول کرنے کے بعد اس میں حسن اور بہتری

کی گواہی بھی موجود ہے۔ ان فضائل اور کرامات کے ہوتے ہوئے وہ لوگ جو ان کی ذات کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ چند حوالہ جات ان کے انجام اور مقام پر پیش کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

فصل سوم

صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرنے والے کا انجام

صواعق محرقہ:

اخرج المعامل والطبرانی والحاكم عن
عويمر بن ساعدة أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَ فِيَّ وَاخْتَارَ لِي أَصْحَابًا فَاجْعَلْ
لِي مِنْهُمْ وَرَدًا وَاقْصَارًا وَأَصْلَابًا فَمَنْ سَبَّهُمْ
فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْعَلِيَّةُ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
لَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا.

(۱۔ صواعق محرقہ ص ۲۔ (۲) الناهية ص ۴)

ترجمہ

معاذی، طبرانی اور حاکم نے عویمر بن ساعدہ سے روایت کی۔ کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسندیدہ
اور منتخب فرمایا۔ اور میرے لیے میرے اصحاب کو پسند فرمایا۔ پھر ان میں

سے میرے وزیرِ سرال اور معاون بنائے۔ لہذا جو انہیں گالی دے گا۔
اس پر اللہ اس کے فرشتوں اور سالوں کی لعنت۔ اُن کی قیامت میں
اللہ تعالیٰ کوئی نیکی قبول نہ کرے گا۔

صواعقِ محرقہ:

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ اللَّهَ اخْتَارَنِي وَ اخْتَارَنِي أَصْحَابًا وَ اخْتَارَنِي
مِنْهُمْ أَصْحَابًا وَ أَنْصَارًا هَمَنْ حَافِظُنِي فِيهِ تَحْفِظُهُ
اللَّهُ وَ مَنْ آذَانِي فَيُيْمِرْ أَذَاهُ اللَّهُ۔

(صواعقِ محرقہ ص ۴)

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پسند فرمایا
اور میرے لیے اصحابِ پسند فرمائے۔ ان میں سے سرال اور مددگار
بنائے۔ لہذا جس نے ان کے بارے میں مجھے محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ اُسے
محفوظ رکھے۔ اور جس نے ان کے بارے میں مجھے اذیت دی۔ اُسے
اللہ اذیت دے۔

صواعقِ محرقہ:

عن أنس بن مالك أن الله اختارني و اختارني أصحاباً
و أصحاباً و سيأتي قَوْمٌ يَسْبُونَهُمْ وَ يُلْتَقِصُونَ لَهُمْ
فَلَا تُجَالِسُوهُمْ فَرَقًا فُشَارِبُوهُمْ وَ لَا تَوَاحِلُواهُمْ
وَ لَا تَتَاخَعُواهُمْ۔

(صواعقِ محرقہ صفحہ نمبر ۴)

ترجمہ: انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک
اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا۔ اور میرے لیے میرے صحابہ اور سرال

پسند کیے۔ عنقریب، کچھ لوگ آئیں گے۔ جو ان کو گالی دیتے ہوں گے۔ ان کی تنقیص کریں گے تو تم ان کے ساتھ مت بیٹھنا۔
اور نہ ہی ان کو پینے کو دینا اور نہ ہی ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا اور نہ ان سے نکاح کا لین دین کرنا۔

شفاء شریف:

وَمَنْ إِذَا هَمَّ فَقَدْ أَذَانِي وَمَنْ إِذَا نِي فَقَدْ أَذَى اللَّهِ وَمَنْ

أَذَى اللَّهِ يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ (شفاء شریف ص ۲۶۶)

ترجمہ: جو میرے صحابہ کو اذیت دے گا۔ وہ مجھے دیگا اور جو مجھے تکلیف پہنچائے گا تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔ تو عنقریب اللہ اسے پکڑے گا۔

صواعق محرقہ:

الطبرانی و ابو نعیم في المعرفة وابن عساکر

عن عیاض الانصاری إِنْ ظَنَنْتَ فِي أَصْحَابِي

وَأَصْحَابِي وَأَنْصَارِي فَمَنْ حَفِظَنِي فِيهِمْ حَفِظَهُ اللَّهُ

فَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْنِي فِيهِمْ تَخَلَّى

اللَّهُ مِنْهُ وَمَنْ تَخَلَّى اللَّهُ مِنْهُ يُوْشِكُ أَنْ

يَأْخُذَهُ۔ (صواعق محرقہ ص ۷)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ، سسرال اور معاونین کے بارے میں مجھے حفاظت میں رکھو۔ سو جس نے ان میں مجھے حفاظت میں رکھا۔ اُسے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں حفاظت میں رکھے گا۔ اور جس نے

میرے ان سسرالوں میں حفاظت نہ کی۔ وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہوگا۔

اور جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوا قریب ہے اللہ تعالیٰ اس سے
مواخذہ کرے۔

شفاء شریف:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الله الله في
أصعائي لا تتخذوا هم غرضا بعدى فمن
أحببهم فحببني أحببهم ومن أبغضهم فبغضني أبغضهم
ومن أذاهم فقد أذاني ومن أذاني فقد أذاي الله ومن
أذاي الله يومئذ أشك أن يأخذ ذك.

(شفاء شریف ص ۲۶۶ جلد دوم)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ
سے خوف کرو۔ میرے بعد انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بنانا۔ پس
جس نے ان سے محبت کی تو وہ میری محبت کی وجہ سے مکی۔ اور
جس نے ان سے بغض رکھا۔ تو اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے
ایسے کیا۔ جس نے انہیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ اور
جس نے مجھے تکلیف دی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور اس
کو تکلیف دینے والے کو عنقریب اللہ تعالیٰ پکڑے گا۔

فسیر الریاض:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تسبوا
أصعائي فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة
والناس أجمعين تاجيده للعموم لا يقبل الله
منه صرفاً أي توبه أو طاعة صرف

وَجَعَلَهُ لِبَغَائِبِ اللَّهِ (وَلَا عُدْلًا) أَمَىٰ فِدْيَةً أَوْ فَرِيضَةً

(تفسیر الریاض ص ۵۶۳)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ کو گالی مت دو۔ جس نے اسے گالی دی اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ اور کوئی بندگی قبول نہیں کرے گا۔ جو اسے اللہ کا قرب عطا کرتی ہو۔ اور نہ ہی اس سے کسی قسم کا فدیہ اور فرض عبادت قبول کی جائے گی۔

صواعق محرقہ:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ إِذَا رَأَى ثُمًّا لِّذَيْنِ يَسْبِقُونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شَرِّ ذُنُومِهِ وَابْنِ عَدَى عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ شَرَّ أُمَّتِي أَجْرُ أَهْلِ عَمْرِو عَلَى أَصْحَابِي۔ (صواعق محرقہ ص ۵)

ترجمہ: ابن عمر کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم ان لوگوں کو دیکھ پاؤ جو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہیں۔ تو کہو۔ تم میں سے شریر ترین پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔ کہ میری امت کے شریر ترین وہ لوگ ہیں۔ جو میرے صحابہ پر بُرا بھلا کہنے کی جرأت کرتے ہیں۔

شرح شفاء ملاء علی قاری:

قَالَ سَعْنُونُ مَنْ كَفَّرَ أَمَةً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا أَوْ عِثْمَانَ أَوْ عَمَرَ هَذَا كَمَعَاوِيَةَ وَعُمَرُ بْنُ الْعَاصِ يُؤَيِّجُ

بصیغۃ المجهول مخففاً و مشدداً أضرباً.....
 حکى ابو محمد بن ابی زید عن سحنون فیمن
 قال فی ابی بکر وعمر وعثمان وعليّ اللهم ارحم
 کلهم کانتزاعاً فی ضلالٍ و کفر قتل و من شتم
 غیرهم ارحمني غیر الخلفاء الا ربعة من الصحابة
 کماویة و غیرہ بمثل هذا القول نکل
 التکال الشدید

(شرح شفاء ملاحی قاری محشی نسیم الریاض
 جلد چہارم ص ۵۶۶ طبع قدیم)

ترجمہ: سحنون کہتے ہیں۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ علی المرتضیٰ
 عثمان غنی وغیرہ۔ جیسا کہ معاویہ اور عمرو بن العاص کی تکفیر کی۔ اُسے سخت
 سزا دی جائے۔ سحنون سے ابو محمد بن ابی زید بیان کرتے ہیں۔ کہ جو شخص
 یہ کہتا ہے۔ کہ ابو بکر صدیق، عمر، عثمان اور علی المرتضیٰ یہ سب گمراہی پر
 تھے۔ اور یہ کافر تھے۔ اسے قتل کر دیا جائے۔ اور جو ان خلفائے اربعہ
 کے علاوہ دوسرے صحابہ مثلاً حضرت معاویہ وغیرہ کو گالی دیتے ہیں
 اور گزشتہ قول ان کے متعلق کہتا ہے۔ تو اسے عبرت ناک سزا
 دی جائے۔

نوٹ:

کچھ ناواقف اندیش و یو بندی، سنی نما بریلوی وغیرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
 کو برا بھلا کہنے کے لیے ملا علی قاری کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں۔ جس میں انہوں
 نے جناب معاویہ کو دو باتیں، ”کہا ہے۔ اور اس لفظ کو فاسق و فاجر کا ہم پلہ قرار

دے کر یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ ان کی نماز جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں۔ لیکن یہ ان لوگوں کا فریب ہے۔ اور ملا علی قاری کے مقصد کے بالکل خلاف ہے۔ ملا علی قاری جب امیر معاویہ کو بُرا بھلا کہنے والے کے بارے میں سخت ترین سزا کا قول کر رہے ہیں۔ تو یہ کس طرح ممکن کہ ایک طرف وہ انہیں فاسق و فاجر رباعی اقرار دیں اور دوسری طرف خود ہی ایسا کہنے والے کو سزا کا مزدہ سنائیں۔ لہذا آگاہ رہنا چاہیے کہ ملا علی قاری کے لفظ ”باعی“ کہنے سے یہ مراد ہے۔ کہ امیر معاویہ سے بغاوت عنادی نہیں۔ بلکہ بغاوت اجتہادی سرزد ہوئی تھی۔ یعنی حضرت امیر معاویہ نے اگرچہ حضرت علی المرتضیٰ کی بغاوت اجتہادی کی۔ لیکن وہ اس کے باوجود اس درجہ محترم ہیں۔ کہ اُن کو گالت دینے والا سخت سزا کا مستوجب ہو گا۔ ایسی سزا دی جائے۔ کہ آئندہ اس قسم کے الفاظ بولنے کی جرأت نہ کرے۔

خلاصہ کلام:

گزشتہ حوالہ جات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن ارشادات کو ہم بخوبی سمجھ چکے ہیں۔ جو آپ نے حضرات صحابہ کرام کو بُرا بھلا کہنے والے کے متعلق ارشاد فرمائے۔ گویا صحابہ کرام میں سے کسی کا بدخواہ۔

اپنے نماز روزہ سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

اللہ! اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی پھٹکار کا مستحق ہو جاتا ہے۔

تمام انسانوں میں سے وہ شریہ ترین آدمی ہے۔

اس کے ساتھ کھانا پینا، رشتہ کا تبادلہ قطعاً جائز نہیں۔

اور یہ کہ ایسے کو اول تو قتل کر دیا جائے۔ یا پھر سخت ترین سزا دی جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کے پیش نظر کسی گستاخ صحابہ سے

میل جول قطعاً درست نہیں۔ چاہے وہ اپنے آپ کو کتنا ہی بڑا کہلاتا پھرے۔

حضرات صحابہ کرام کے دور میں اگر کسی سے ایسی حرکت ہو جاتی۔ تو اس کے بارے میں سخت رد عمل ہوتا تھا۔ صرف ایک واقعہ بطور نمونہ پیش خدمت ہے۔

حضرت عمر فاروق نے گستاخ صحابہ کی

زبان کاٹ ڈالنے کا ہتھیہ فرمایا تھا

نسیم الریاض:

رووی ابو ذر (الخفاری المشہور رضی اللہ عنہ
وہذا مما نقل الخطیب و ابن عساکر فی التاریخ
عن (عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ) عند آتہ خذ
قَطَعَ لِسَانَ عُبَیْدِ اللہ) بضم العین (بن عمر
اِذَا شَتَمَ الْمُقْدَادِ بْنِ الْاَسود) الاصحابی المشہور
رضی اللہ عنہ..... فَقَالَ عَمْرٍو لِمَنْ کَلِمَہُ
فِی شَأْنِہِ دَعَوْنِیْ اَقْطَعُ لِسَانَہُ اَنْیْ اَتْرُکُوْنِیْ
اَفْعَلْ ذَٰلِکَ وَلَا تَمْنَعُوْنِیْ مِنْہُ حَتّٰی لَا یَشْتَمَ
اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ الْاِخْرَءِ)

نسیم الریاض جلد چہارم ص ۵۶۹

ترجمہ: ابو ذر غفاری حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے
ہیں۔ کہ انہوں نے عبید اللہ بن عمر کی زبان کاٹنے کی نذر مانی۔ یعنی یہ
کام اپنے لیے لازم کر لیا۔ لوگوں نے اس بارے میں ان سے گفتگو
کی۔ اور کہا کہ معاف کر دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں

سے کہا۔ مجھے چھوڑ دو۔ اور اس کی زبان کاٹنے دو۔ یہاں تک اس کے بعد کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالی دینے کی جرات نہ کرے۔

اس واقعہ سے ان دیوبندیوں اور سنی نابریلیوں اور دکاندار پیروں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

فصل چہارم

اکابرین اہل سنت کی کتب سے سیدنا حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

جیسا کہ گزشتہ سطور میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بالاتفاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ”صحابی“ ہیں۔ اس لیے صحابہ کرام کے اجتماعی فضائل اور مناقب جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں بھی موجود ملنے پڑیں گے۔ علاوہ ازیں ہم نے کچھ وہ فضائل بیان کرنے کا ارادہ کیا ہے جو ان کے نام گرامی کے ساتھ بیان ہوئے۔ اور وہ اہل سنت کی معتقد و معتبر کتب سے پیش کر رہے ہیں۔ اس کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی۔ کہ اس دور میں

کچھ نام نہاد سنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو ہفت تنقید بناتے ہیں۔ لہذا قارئین کرام اس بارے میں اہل سنت کے معتقدات پڑھ کر ان نام نہاد سنیوں سے باخبر رہیں ان مفاد پرستوں کا ایک حربہ یہ بھی ہے۔ کہ جب آپ کوئی روایت پیش کرتے ہیں جس میں جناب معاویہ کے فضائل موجود ہوں۔ تو فوراً کہہ اٹھیں گے۔ کہ یہ حدیث یا روایت ضعیف ہے۔ لہذا ان کے اس حربہ کے جواب کے طور پر ہم سب سے پہلے اس بات کو لیتے ہیں۔ کہ کیا ضعیف روایت فضائل میں مقبول نہیں؟

فضائل و مناقب میں حدیث ضعیف بھی

معتبر ہوتی ہے

الموضوعات کبیر:

وَالضَّعِيفُ يَعْمَلُ بِهِ فِي فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ
إِتِّفَاقًا وَلِذَا قَالَ أَئِمَّتُنَا إِنْ مَسَّحَ الرَّقَبَةَ
مُسْتَحَبٌّ أَوْ سَنَّةٌ۔

(الموضوعات کبیر ص ۸۰۸ مطبوعہ مدیر محمد کتب خانہ)

ترجمہ: فضائل اعمال میں روایت ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے۔ اسی لیے

ہمارے ائمہ نے گردن پر مسح کرنے کو مستحب یا سنت کہا ہے۔ (جو کہ ضعیف

حدیث سے ثابت ہے)

تطہیر الجنان:

فَإِنْ قُلْتَ هَذَا الْحَدِيثُ الْمَذْكُورُ سَنَدُهُ
ضَعِيفٌ فَكَيْفَ يَغْتَجُّ بِهِ قُلْتُ الَّذِي أَطْبَقَ

عَلَيْهِ أَثِمَّتْنَا الْفُقَهَاءُ وَالْأُصُولِيُّونَ وَالْحَفَاطُ آتِ
 الْحَدِيثِ الضَّعِيفِ حُجَّةٌ فِي الْمَنَاقِبِ كَمَا آتَتْ
 ثُمَّ بِاجْتِمَاعِ مَنْ يُعْتَدُّ بِهِ حُجَّةٌ فِي فَضَائِلِ
 الْأَعْمَالِ وَإِذَا اثْبَتْنَا أَنَّهُ حُجَّةٌ فِي ذَالِكَ لَمْ تَبْقَ
 هُبَّةٌ لِمَعَانِدٍ وَلَا مَطْعَنٌ لِحَاسِدٍ بَلْ وَجِبَ
 عَلَى كُلِّ مَنْ فِيهِ أَهْلِيَّةٌ أَنْ يَقَرَّ هَذَا الْحَقُّ فِي
 نَصَائِهِ وَأَنْ يَرُدَّهُ إِلَى إِهَابِهِ وَأَنْ لَا يَضَعِي إِلَى
 تَرْهَاتِ الْمَضِلِّينَ وَتَرْهَاتِ الْمُبْطِلِينَ وَبَعْدَ
 أَنْ تَقَرَّرَ لَكَ مَا ذَكَرَ فِي الْحَدِيثِ الضَّعِيفِ فَلْيَكُنْ
 ذَاكَ عَلَى ذِكْرِكَ مِنْ كُلِّ مَحَلٍّ مِنْ هَذَا الْكِتَابِ
 وَغَيْرِهِ رَوَيْتَ فِيهِ حَدِيثًا ضَعِيفًا فِيهِ مَنْقَبَةٌ
 لِصَحَابِيٍّ أَوْ غَيْرِهِ فَاسْتَمْسِكْ بِهِ لِمَا عَلِمْتَ
 أَنَّهُ مُنَاقِبَةٌ كَافِيَةٌ -

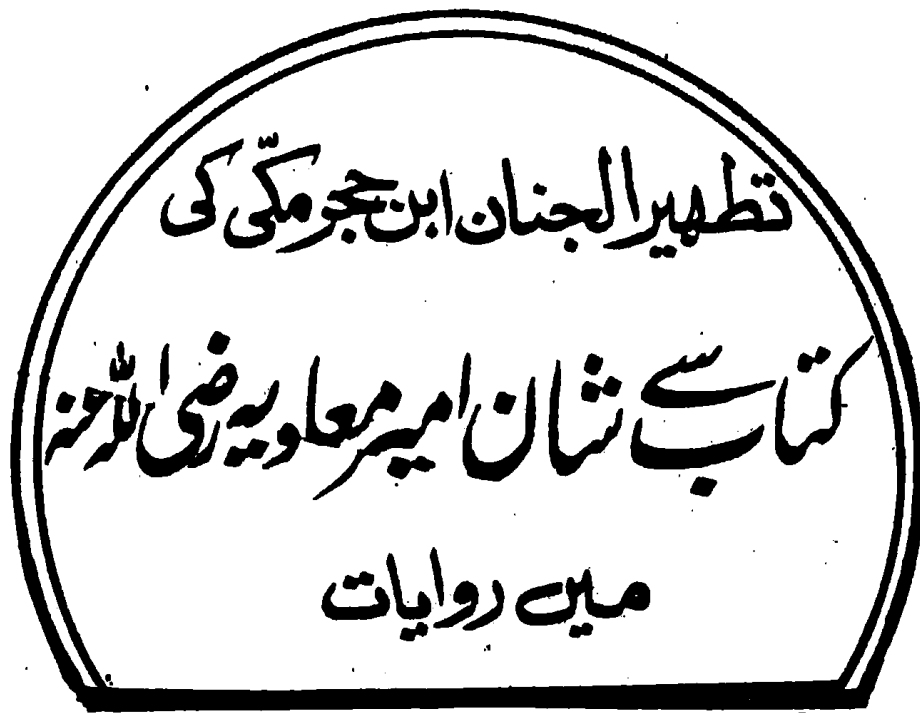
(تطهير الجنان ص ۱۳)

ترجمہ: اگر تو کہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ تو پھر اس سے
 احتجاج کیونکر ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تمام فقہاء اہل الاصول اور حفاظ
 کا اس پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث مناقب میں حجت ہوتی ہے۔
 جیسا کہ یہ بات اُن لوگوں کے اجماع سے ثابت ہے کہ جن پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ حدیث ضعیف
 فضائل اعمال میں حجت ہوتی ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ یہ حدیث
 حجت ہوتی ہے۔ تو پھر کسی مخالف کے لیے غلبہ کی گنجائش باقی نہ رہی اور
 نہ ہی کسی طعن کرنے والے کے لیے کوئی بہانہ رہا۔ بلکہ ہر اہل بیت والے

پر لازم ہے۔ کہ اس بات کو اپنے نزدیک حتیٰ سمجھ کر چھٹی کرے۔ اور اس کے خلاف، گمراہ کرنے والوں کی باتوں کی طرف قطعاً دھیان نہ دے۔ اور مبطلین کی شرارتوں کی پرواہ نہ کرے۔ لہذا جب یہ بات تیرے ذہن میں پختہ ہو گئی۔ تو پھر اس کتاب میں جہاں کہیں ایسی جگہ آئے۔ کہ جس میں حدیث ضعیف مروی ہو۔ اور اس کے ذریعہ کسی صحابی وغیرہ کی منقبت بیان ہوتی ہو۔ تو اس سے دلیل پکڑے۔ کیونکہ تجھے حدیث ضعیف کے حجت کاملہ ہونے کا علم ہو چکا ہے۔

نوٹ:

حدیث ضعیف کا حجت ہونا اس سے آپت نہ سمجھ لیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں تمام روایات ضعیف ہیں۔ نہیں نہیں۔ بلکہ ان میں سے بہت سی حسن و صیح بھی ہیں۔ ہاں ضعیف بھی مذکور ہیں۔ لیکن حدیث ضعیف چونکہ بالاتفاق مناقب و فضائل میں حجت ہے۔ اس لیے ان احادیث و روایات کا ذکر کرنا استدلال کے لیے مفید ہوگا ہم اس موضوع پر علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک رسالہ بنام تطہیر الجنان واللسان سے روایات پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔



ایک شیر نے امیر معاویہ کے ہنسی ہونے کی بشار دی

روایت بخبراء: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا مَا جَاءَ بِسَنَدٍ لَيْسَ فِيهِ عِلَّةٌ إِلَّا اخْتِلَافُ طَوَّلٍ
لِبَعْضٍ وَاتَّهَمَ أَنَّ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ قَائِلًا قَائِمًا
بِمَسْجِدِ بَابِ يَحْيَى قَائِمًا قَائِمًا قَائِمًا قَائِمًا
إِلَى مَا أُرْسِلْتُ إِلَيْكَ بِرِسَالَةٍ لِيُبَلِّغَهَا قُلْتُ مَنْ أُرْسَلُ
قَالَ اللَّهُ أُرْسَلَنِي إِلَيْكَ لِتَعْلَمَ مَعَاوِيَةَ أَنَّهُ مِنْ
أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْتُ مَنْ مَعَاوِيَةَ قَالَ ابْنُ أَبِي
سَفْيَانَ - (تطہیر الجنان ص ۱۲)

ترجمہ: فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں مذکورہ امارت و ایات میں سے
ایک یہ روایت بھی ہے جس کی سند میں اختلاف کے سوا اور کوئی علت
نہیں ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ مسجد مکہ میں قیلولہ فرما

رہے تھے۔ آپ کو آواز آئی۔ اُٹھے تو دیکھا کہ ایک شیر آپ کی طرف چلا آرہا ہے۔ آپ نے ہتھیار اٹھائے۔ تو شیر نے آپ سے کہا۔ ٹھہریئے۔ میں آپ کو ایک پیغام دینے آیا ہوں۔ تاکہ وہ مطلوبہ شخص سے تک آپ پہنچا دیں۔ میں نے پوچھا۔ تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ شیر کہنے لگا مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ تاکہ تم جناب معاویہ کو بتا دو۔ کہ وہ جنتی ہیں۔ میں نے پوچھا کونسا معاویہ؟ کہنے لگا۔ ابوسفیان کا بیٹا۔

توضیح از ابن حجر:

شیر کے پیغام پہنچانے کو بعید از عقل نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ شیر کا گفتگو کرنا اور اہل حضرت امیر معاویہ کی کرامت تھی۔ اور کرامت کا واقعہ ہونا جائز ہے۔ اگرچہ معتزلہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ رہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا تو اس کی بہت سی دلیلیں گواہی دیتی ہیں۔ اگر اور کوئی بھی دلیل نہ ہوتی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا و یا اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا دے، یہ ایک دلیل ہی کافی تھی۔ لہذا اس مقام پر کوئی جائزے تعجب نہیں۔ جو اس حکایت میں کسی طور پر طعن کو جگہ دے۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری امت

میں سب سے حلیم تر معاویہ رضی اللہ عنہ ہے

روایت نمبر ۲: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا الْحَدِيثُ الَّذِي أَخْرَجَهُ الْحَافِظُ الْحَارِثُ
ابْنُ إِسَامَةَ وَهُوَ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ أَبُوبَكْرٍ
أَرَقَى أُمَّتِي وَأَرْحَمَهَا ثُمَّ ذَكَرَ مَنَاقِبَ بَقِيَّةِ
الْخُلَفَاءِ أَلَا رُبْعَهُ ثُمَّ مَنَاقِبَ جَمَاعَةٍ الْآخَرِينَ
مِنْ أَصْحَابِهِ وَذَكَرَ مِنْهُمْ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَحْلَمُ أُمَّتِي
وَإَحَبُّ دُهَا - (تطہیر الجنان ص ۱۲)

ترجمہ: ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے۔ جسے حافظ حارث بن اسامہ نے
ذکر کیا۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ذکر فرمایا۔ کہ ابو بکر
میر علی امت میں سے بڑا نرم دل اور مہربان ہے۔ پھر آپ نے بقیہ
مناقب خلفائے اربعہ ذکر فرمائے۔ اس کے بعد صحابہ کرام کی دوسری
جماعت کا آپ نے تذکرہ فرمایا۔ اور آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
کے متعلق فرمایا۔ معاویہ بن ابی سفیان میری امت میں سے سب سے
زیادہ بُر دار اور سخی ہے۔

توضیح از ابن حجرؒ

تم ان دونوں اوصاف میں غور کرو۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں ارشاد فرمائے۔ تو تمہیں علم ہو جائے گا۔ کہ ان دونوں کے سبب سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کمالات میں اس مرتبہ پر فائز ہوئے۔ جو ان کے علاوہ دوسرے میں پائے نہیں جاسکتے۔ کیونکہ برّ و باری اور سخاوت اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کہ آپ نے ان دونوں کی وجہ سے نفس و خواہش کے تمام فائدے ختم کر دیئے تھے۔ جہاں تک برّ و باری کا تعلق ہے۔ تو اسے خاص کر دل تنگی اور غصہ کی شدت کے وقت وہی شخص اپناتا ہے۔ جس کے دل میں تکبر بالکل ختم ہو چکا ہو اور نفس کا کوئی حصہ باقی نہ رہا ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایک شخص نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ حضور! مجھے وصیت فرمائیے۔ فرمایا۔ غصہ چھوڑ دو۔ وہ بار بار وصیت طلب کرتا رہا۔ اور آپ بار بار ہی فرماتے رہے۔ گویا۔ آپ یہ سمجھا رہے تھے۔ کہ جب غصہ کی شرارت سے آدمی بچ جاتا ہے۔ تو نفس و شہوت کی شرارتوں سے بھی بچ جاتا ہے۔ اور جو ان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ تو وہ نیکی اور بھلائی کی تمام اطراف و اقسام اپنے میں جمع کر لیتا ہے۔ رہا سخاوت کا معاملہ۔ تو یہ بات یقینی ہے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کا منبع ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے۔ لہذا جسے اللہ تعالیٰ دنیا کی محبت سے بچائے رکھے۔ اور سخاوت کی حقیقت اسے عطا فرمادے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی حسد باقی نہیں ہے وہ فانی دنیا کی طرف کبھی متوجہ نہ ہوگا۔ اور نہ ہی وہ نیکی اور بھلائی ختم کرنے والے اسباب کی طرف متوجہ ہوگا۔ چاہے ان کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے۔ اور جب کہ ان دونوں خصلتوں سے خلاصی پائی جاتا ہے۔ بلکہ غضب اور کجلی ایسی

دو بیخ خصلتیں ہیں۔ جو بقیہ تمام نقائص اور عیوب کی سرچشمہ ہیں۔ تو ایسا شخص ہر قسم کے کمال اور ہر طرح کی بھلائی سے آراستہ ہو جائے گا۔ اور ہر شرارت و برائی سے پاک ہو جائے گا۔ اس وقت یہ دو باتیں اپنا نتیجہ پیدا کریں گی۔ یعنی ایسا آدمی بقیہ آدمیوں سے زیادہ بُر و بار اور سخی ہو گا۔ جب تھرکار و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اعلم اور اجود کے لفظ نکلے ہیں تو پھر تمہیں وہ تمام اوصاف و کمال تسلیم کرنے پڑیں گے۔ جو ہم ان دونوں اوصاف کے ضمن میں کر چکے ہیں۔ اور پھر ان باتوں اور غرافات کی طرف تمہارا خیال ہرگز نہ جائے گا۔ جو بدعتی اور جہالت میں ڈوبے لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے پھرتے ہیں۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ معاویہ رضی اللہ عنہ میرا

محراراز ہے

روایت نمبر ۳: تطہیر الجنان؛

وَمِنْهَا الْحَدِيثُ الَّذِي أَخْرَجَهُ الْمُتَلَفُّ
سَيَرْتَهُمْ وَنَقَلَهُ عَنْهُ الْمُحِبُّ الطَّبْرِيُّ فِي
رِيَاضِهِ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْجَحُ
أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ وَأَقْوَامُهُمْ فِي دِينِ اللَّهِ
عُمَرُ وَأَشَدُّهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ وَأَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ
وَلِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيُّ وَحَوَارِيُّ طَلْحَةُ وَالْزُّبَيْرُ وَحَيْثُمَا
كَانَ سَعْدُ بْنُ وَقَّاصٍ كَانَ الْحَقُّ مَعَهُ وَسَعِيدٌ بِهِ

زَيْدُ أَحَدِ الْعَشْرَةِ مِنْ أَحِبَّاءِ الرَّحْمَنِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ
 مِنْ ثُبَّتِ الرَّحْمَنِ وَأَبُو عَبِيدَةَ هَذَا الْجَرَّاحُ أَمِينُ اللَّهِ
 وَأَمِينُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبُ
 سِرِّ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سَفْيَانَ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَقَدْ
 نَجَا وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَقَدْ هَلَكَ -

(تطہیر الجنان ص ۱۳)

ترجمہ:

ان احادیث میں سے ایک وہ کہ جسے مُلّا نے اپنی سیرت میں اور اسے
 محب طبری نے اپنی ریاض میں نقل کیا۔ وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔ میری امت میں سے انتہائی نرم دلی ابو بکر ہے۔ اور مضبوط ترین
 اللہ کے دین میں عمر فاروق اور بہت زیادہ با حیا عثمان غنی اور سب سے
 زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والا علی المرتضیٰ ہیں ہر نبی کے حواری ہوئے ہیں
 اور میرے حواری طلحہ و زبیر ہیں۔ اور سعد بن وقاص جہاں بھی ہوگا حق
 اس کے ساتھ ہوگا۔ اور سعید بن زید جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں
 وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔ اور عبد الرحمن بن عوف
 کے تابعوں میں سے ہیں۔ ابو عبیدہ بن الجراح اللہ اور اس کے
 رسول کے امین ہیں۔ اور میرا زوار معاویہ بن ابی سفیان ہے۔ لہذا
 جو ان سے محبت رکھے گا وہ نجات پائے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا۔
 وہ ہلاک ہوگا۔

توضیح از ابن حجر:

تم ان خصوصیات میں غور کرو۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کتاب و وحی میں
 امین ہونے کی وجہ سے ملیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اسرار کے محافظ تھے۔ ہر وہ شخص کی طرف
 سے اترنے والی باتوں کے امین تھے۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بلند مرتبہ تھا۔ کیونکہ راز و نیاز اور اسرار پر ایسے شخص کو
 ہی مطلع کیا جاتا ہے۔ جس کے بارے میں معلوم ہو۔ کہ وہ ہر قسم کے کمالات کا جامع ہے
 اور خیانت کے ہر شعبہ سے خالی ہے۔ اور یہ وصف ان اوصاف میں سے ایک ہے
 جو کسی کے مناقب۔ فضائل اور مطالب میں اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا وزیر امین کتاب

خداوندی ہے اور وہ بہتر امین ہے

روایت نمبر ۴: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا مَا جَاءَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 قَالَ جَاءَ جُبَيْرُ نَيْلٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اسْتَوْصِنْ بِمَعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ أَمِينٌ
 عَلَى كِتَابِ اللَّهِ وَنِعْمَ الْأَمِينُ مَوْءِدَ رَجَالِهِ رِجَالُ
 الصَّحِيحِ إِلَّا وَاحِدًا. ذَا أَفْقِيئِهِ لِيْنٌ وَالْآخِرُ قَالَ
 الْحَافِظُ الْهَيْثَمِيُّ لَا أَعْرِفُهُ وَمِثْلُ هَذَا الَّذِي

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يُقَالُ مِثْلُهُ مِنْ قَبْلِ الرَّأْيِ
فَلَهُ حُكْمُ الْمَرْفُوعِ إِلَى السَّيِّئِ وَجِبَالَةُ أَحَدٍ
وَوَاتِيهِ غَايَتُهَا أَنَّهَا تَرْجَبُ ضَعْفَ سَنَدِهِ وَقَدْ
مَرَّ إِنْفَاكَ الضَّعِيفَ مَحَبَّةً فِي الْمَنَاقِبِ -

(قطب الہدای الجنان ص ۱۳-۱۴)

ترجمہ: ان روایات میں سے ایک وہ بخو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ جبرئیل امین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ
میں حاضر ہوئے اور کہا۔ یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! معاویہ کو وصیت
کیجئے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا امین ہے۔ اور وہ بہت اچھا
امین ہے۔ اس روایت کے تمام راوی ایک کو چھوڑ کر وہی ہیں
جو حدیث صحیح کے راوی ہوتے ہیں۔ وہ ایک کچھ ضعیف ہے۔
اور دوسری کمزوری یہ کہ حافظ بیہوشی نے کہا۔ میں اسے نہیں جانتا۔
پھر مال اس مضمون کی روایت حضرت ابن عباس اپنی رائے
سے نہیں کہہ سکتے۔ لہذا اس کا حکم حدیث مرفوعہ کا حکم ہے۔ اور اس
کے ایک راوی کی جمالت زیادہ سے زیادہ اسے ضعیف کر
دے گا۔ اور یہ بات ایک سے زائد مرتبہ گزر چکی ہے۔ کہ حدیث
ضعیف بھی فضائل و مناقب میں حجت ہوتی ہے۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمعاویہؓ

اس کے رسول کا محبوب ہے۔

روایت نمبر ۵: تطہیر الجنان

وَمِنْهَا أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى زَوْجَتِهِ أُمِّ حَبِيبَةَ وَرَأْسُ
مَعَاوِيَةَ فِي حِجْرِهَا وَهِيَ تَقْبِلُهُ فَقَالَ لَهَا اتَّحِبِّيَنِي
قَالَتْ وَمَا لِي لَا أَحِبُّ أَخِي فَقَالَ لَا عِيَالِي إِلَّا السَّلَامُ فَإِنْ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ يَحِبُّانِي قَالَ الْحَافِظُ الْمَذْكُورُ
فِي سَنَدِهِ مَنْ لَمْ أَعْرِفْهُمْ أَحَدٌ فَهُوَ ضَعِيفٌ وَمَنْ
أَنَّهُ حُبِّيَّةٌ مِنَّا وَفِيهِ قُوَّةٌ بِمَصَاهِرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
أَخْتَهُ وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوا
أَصْحَابِي وَأَصْحَابِي قَانِ مَنْ حَقِظْتَنِي فِيهِمْ
كَانَ مَعَهُ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْنِي فِيهِمْ
تَخَلَّى اللَّهُ عَنْهُ وَمَنْ تَخَلَّى اللَّهُ عَنْهُ يُوْشِكُ
أَنْ يَأْخُذَهُ رَوَاهُ الْإِمَامُ الْحَافِظُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ
وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَزِيزٌ مِنْ رِيقِي
وَعَهْدٌ عَهْدِي إِلَيَّ أَنْ لَا أَتْرُكَ إِلَى أَهْلِ بَيْتِي
وَلَا أَتْرُكُ بَيْتًا مِنْ بَنَاتِي لِأَحَدٍ إِلَّا كَانُوا

رَفَقَائِي فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ الْحَارِثُ بْنُ أَبِي اسَامَةَ وَقَالَ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُ رَبِّي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ إِلَى
أَحَدٍ مِنْ أُمَّتِي وَلَا أَزَوِّجَ أَحَدًا مِنْ أُمَّتِي إِلَّا كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ
فَاعْطَانِي ذَلِكَ - رَوَاهُ الْحَارِثُ أَيْضًا

رَقَطُ الْبَيْرِ الْجَنَانِ صَفْحَهُ خَمْسٌ (۱۲)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنی زوجہ حضرت ام حبیبہ کے ہاں تشریف
لے گئے۔ اس وقت حضرت امیر معاویہ ان کی گود میں سر رکھے ہوئے
تھے۔ اور وہ انہیں چوم رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا تو اسے
پسند کرتی ہے۔ ہر عرض کی۔ میرا بھائی ہے۔ میں اس سے محبت کیوں
نہ کروں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کبے شک اللہ اور اس کا
رسول دونوں اس سے محبت کرتے ہیں۔ حافظ نے کہا۔ کہ اس روایت
کی سند میں کوئی راوی مبہول ہے۔ یعنی یہ ضعیف روایت ہے۔ اور
اور ایسی روایت کا حجت ہونا کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان فقائل میں
سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سسرال
بننے کا شرف بھی ہے۔ کیونکہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
حضرت امیر معاویہ کی ہمیشہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
میرے صحابہ اور میرے سسرال کو (برا بھلا کہنا) چھوڑ دو۔ بے شک جس
نے ان کے بارے میں میری حفاظت کی۔ اللہ اس کا حافظ ہوگا۔ اور
جس نے حفاظت نہ کی۔ اس سے اللہ بیزار ہوگا۔ اور جس سے اللہ بیزار
ہو جائے گا۔ اُسے وہ بہت جلد پکڑ لیتا ہے۔ اس روایت کو حافظ
احمد بن منیع نے ذکر کیا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ کہ

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے۔ کہ میں جس خاندان سے شادی کروں۔ یا جس کہ میں اپنی کوئی بیٹی نکاح میں دوں۔ جنت میں میرا رقبہ ہوگا۔ اسے عارث بن ابی اسامہ نے روایت کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اپنے اللہ سے سوال کیا۔ کہ میں جس سے شادی کروں۔ یا جس کو اپنی صاحبزادی نکاح میں دوں۔ اُسے جنت میں میری منیت عطا فرما دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔

توضیح از ابن حجر:

اس خاندان کی فضیلت اور علوم تربت میں تم غور کرو۔ جس میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کو اپنے عقد میں لیا۔ اس سے جناب ابوسفیان کے گھرانے کا مقام و مرتبہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر اس خاندان میں سے حضرت امیر معاویہ کی بزرگی، کمال، عزت، فخر، جلالت، عظمت، حفظ و اکمالی صفت نظر آتا ہے۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں بھی غور کرو۔ کہ ان کی حفاظت کرنے والے کا خدا حافظ ہوگا۔ یہ حدیث ہم نے اس لیے ذکر کی۔ تاکہ تو اسے قاری ان لوگوں سے بچ جائے۔ جو ان لوگوں کے عیوب و نقائص نکالنے میں سرگرداں ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ اور انہیں اپنا قرب خاص عطا فرمایا ہے۔ کیونکہ ان حضرات کے بارے میں غور و غوض کرنا نہ ہر قاتل اور کاٹنے والی تلوار ہے۔ پھر جس کو یہ زہر چڑھ جائے۔ اور ایسی تلوار کا گھاؤ لگ جائے۔ اس کی شخصیت بے قیمت اور اس کی شہوات و خواہشات ہر رائی میں اس کا ساتھ دیتی ہیں۔ اور پھر یہ شخص جس جگہ پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں۔ جس گراہی میں مرضی جائے۔ اور جس ہلاکت کے گڑھے میں پا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے غضب اور عذاب سے بچائے۔ آمین۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اے معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تجھے حاکم بنایا گیا تو عدل کرنا

روایت نمبر ۶: تطہیر الجنان،

أَنَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشَبَّهَ بِالْخَلِيفَةِ رَوَى
ابو بكر بن ابی شیبہ بسندہ إلى معاویة
رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ مَا زِلْتُ أَطْمَعُ فِي الْخَلِيفَةِ
مُنْذُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا إِذَا
مَلَكَتْ فَاحْشِسْ..... عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ فَظَرَ
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُعَاوِيَةُ
إِنْ وَلَّيْتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللَّهَ وَاعْبُدْ.....
عَنْ مُعَاوِيَةَ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
لَا مَحَايِمَ تَوَضَّؤُا فَلَكَ تَوَضَّؤُا انْظُرُوا إِلَى
فَقَالَ يَا مُعَاوِيَةُ إِنَّ وَلَّيْتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللَّهَ وَاعْبُدِ
وَفِي رَوَايَةِ طَبْرَانِي وَالْأَوْسَطِ وَأَقْبَلُ مِنْ تَحْسِينِهِمْ
وَأَعْمَتْ عَنْ مَسِيئَتِهِمْ۔

تطہیر الجنان صفحہ نمبر ۱۴-۱۵

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کو خلافت کی خوشخبری دی تھی۔ ابو بکر بن ابی شیبہ، امیر معاویہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں (معاویہ) اس وقت سے

خلافت کا منظر تھا۔ جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ کہ اے معاویہ! جب تو حکمران بن جائے۔ تو احسان کرنا۔

جناب معاویہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے معاویہ! اگر تجھے حکومت دی جائے۔ تو اللہ سے ڈرنا۔ اور عدل کو اپنانا۔

جناب معاویہ ہی بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا و منکر و۔ جب وہ وضو کر چکے۔ تو آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے معاویہ! اگر تجھے حکومت دی جائے۔ تو اللہ سے ڈرنا اور عدل اپنانا طبرانی اور اوسط میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ احسان کرنے والوں کو گلے لگانا اور بُروں کو معاف کر دینا۔

نوٹ:

روایت مذکورہ میں امام ابن حجر نے کئی طریقوں سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلیفہ یا حکمران بننے کی بشارت دی تھی۔ اور ساتھ ہی وصیت بھی فرمائی تھی لہذا معلوم ہوا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ”حق“ تھی۔ اسی لیے آپ نے اس کی مزید بہتری کے لیے چند ہدایات دیں۔ لیکن اس مضمون کے خلافت ایک روایت کو لے کر نام نہاد سُنی حضرت امیر معاویہ کو گمراہ، فاسق اور منافق تک کے الفاظ کہہ دیتے ہیں۔ اور قرآن کریم میں موجود منافقین والی آیات ان پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ علامہ ابن حجر نے اس مقام پر وہ روایت ذکر کر کے پھر اس کا جواب بھی ذکر کیا۔ لہذا ہم اعتراض و جواب کو قارئین کی نظر کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں۔

اِخْتِرَاضُ

تطہیر الجنان:

فَإِنْ قُلْتَ كَيْفَ ذَٰلِكَ وَقَدْ جَعَلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَّكَ عَاضَابَ لَيْلٍ مَا صَحَّ أَنْ حُذِفَتْ صَلَاحِ سِرِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفَتَنِ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَكُونُ فِيكُمْ النَّبِيُّ ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَا جِ النَّبِيُّ ثُمَّ مَلِكًا عَاضًا -

تطہیر الجنان ص ۱۰۱

ترجمہ: اگر تو کہے۔ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ کی خلافت کی خوشخبری حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی لہذا وہ حق ہو گئی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حکومت کو راہِ راست سے ہٹتی ہوئی حکومت فرمایا آپ کا یہ فرمان اس روایت میں ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدان جناب عذیفہ رضی اللہ عنہ نے فتنوں کے بارے میں بیان فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں نبوت ہوگی۔ پھر نبوت کے طرز پر خلافت اور پھر بادشاہت جو راہِ راست سے ہٹی ہوئی ہوگی۔

توضیح:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد خلافت علی منہاج النبوة کا ذکر فرمایا۔

اس خلافت کا زمانہ تیس سال خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسری روایات میں موجود ہے۔ اور تیس سال کا عرصہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھ ماہ مکمل کرنے پر ختم ہو جاتا ہے۔ تو ان کی خلافت تک تو خلافت علی منہاج النبوة رہی۔ اس کے بعد امیر معاویہ خلیفہ بنے۔ تو یہ حکومت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق گمراہی کی حکومت ہے لہذا امیر معاویہ خود گمراہ اور ان کی حکومت گمراہی پر مبنی ہوئی۔

جواب:

اس حدیث سے مراد امیر معاویہ نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ اس کے مقابلہ میں ایک حدیث موجود ہے۔ جو اس سے زیادہ صحیح ہے۔ وہ یہ ہے۔

تَطْهِيرُ الْجَنَانِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ هَذَا الْأَمْرِ نَبُوءَةٌ وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُونُ خِلَافَةٌ وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُونُ مَلَكًا وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُونُ أَمَارَةً وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُونُ دَمُونًا عَلَيْهِا تَكَادُمُ الْحَمِيمُ فَعَلَيْكُمْ بِالْجِهَادِ وَإِنْ أَفْضَلَ جِهَادَكُمْ التَّوْبَاطُ وَإِنْ أَفْضَلَ رِبَاطَكُمْ عَسْقلَانِ رَوَاهُ طَبْرَانِي وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ وَهُوَ صَرِيحٌ فِيْمَا ذَكَرْتُهُ إِذَا الْمَلِكُ الَّذِي بَعْدَ الْخِلَافَةِ هُوَ مَلِكٌ مُعَاوِيَةُ (تطهير الجنان ص ۱۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے پہل یہ معاملہ نبوت و رحمت کا ہوگا۔ پھر خلافت اور رحمت ہوگی۔ پھر بادشاہت اور رحمت ہوگی۔ پھر امارت اور رحمت ہوگی۔

پھر حکومت حاصل کرنے کے لیے گھوڑوں کی طرح ایک دوسرے سے
 آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ تو ان حالات میں تمہیں جہاد کرنا پڑے
 گا۔ اور بہترین جہاد گھوڑوں کو جہاد کے لیے تیار کرنا ہے۔ اور بہترین
 رباط، استقلال ہے۔ یہ روایت طبرانی نے ذکر کی۔ اس کے تمام راوی
 ثقہ ہیں۔ اور یہ روایت اس پر ضریح ہے۔ کہ خلافت کے تیس سال بعد
 جو حکومت ملی۔ وہ حکومتِ رحمت تھی۔ در راہِ راست سے، ہٹی ہوئی
 تھی۔

دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اے اللہ معاویہ رضی

کو علم کتاب اور حکومت عطاء فرما

روایت نمبر ۷: تطہیر الجنان؛

مَا جَاءَ بِسَنَدٍ رَوَاتُهُ ثِقَاتٌ عَلَى خِلَافَتِهِمْ وَإِسَالٍ
 فِيهِ أَتَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاءَ لِمَعَاوِيَةَ فَقَالَ
 اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَمَكِّنْ لَهُ
 فِي الْبِلَادِ وَقِهِ سُوءَ الْعَذَابِ وَفِي رَوَايَةٍ
 اللَّهُمَّ عَلِّمْ مَعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ۔

(تطہیر الجنان ص ۱۶)

ترجمہ: ایک حدیث یہ بھی ہے۔ جس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس کے مرسل
 ہونے میں اختلاف ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ! معاویہ

حضرت عمر اور حضرت عثمان نے حلیل القدر

صحابہ کو گورنری سے معزول کر دیا مگر امیر معاویہؓ

دونوں کے ادوار میں برابر گورنر رہے

روایت نمبر ۱: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَدَحَهُ وَأَثْنَى
عَلَيْهِ وَوَلَّاهُ دِمَشْقَ الشَّامِ مَدَّةَ خِلَافَةِ عُمَرَ
وَكَذَلِكَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَنَا هَيْكَةَ
بِهَذِهِ مَنْقَبَةٌ عَظِيمَةٌ مِنْ مَنَاقِبِ مُعَاوِيَةَ وَمِنْ
الَّذِي كَانَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فِي هَذِهِ الْوَلَايَةِ
الْوَاسِعَةِ الْمُسْتَمِرَّةِ وَإِذَا تَأَمَّلْتَ عَزَلَ عُمَرَ
لِسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ الْأَفْضَلِ مِنْ مُعَاوِيَةَ بِمَرَاتِبِ
وَإِتْقَانِهِ لِمُعَاوِيَةَ عَلَى عَمَلِهِ

مِنْ عَنَائِرِ عَزَلٍ لَهُ عَلِمَتْ بِذَلِكَ

أَنَّ هَذِهِ يُنْبِئُ عَنْ رَفِيعَةِ كَهْبِيرَةٍ لِمُعَاوِيَةَ
وَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ وَلَا ظَرَأَ فِيهِ قَادِحٌ مِنْ قَوَادِحِ
الْوَلَايَةِ وَلَا لَمَّا وَلَا هُمَرَ أَوْ لَعَزَلَهُ وَكَذَلِكَ
عُثْمَانُ وَقَدْ شَكَاهُ أَهْلُ الْأَقْطَارِ كَثِيرًا مِنْ

وَلَا يَهْرُؤُا فِي عَمْرٍو وَ عَثْمَانٌ فَعَزَّ لَا عَنَهُمْ مِنْ
 يَدِ ظُورِهِمْ وَ اِنْ جَلَّتْ مَرَّ اَتَبَهُمْ وَ اَمَّا مَعَاوِيَةُ
 فَاقَامَ فِي اَمْرِهِ عَلَى دِمَشْقِ الشَّامِ هَذِهِ الْمُدَّةَ
 تَقْوِيْدَةً فَلَمَّا رَيْسُكَ اَحَدٌ مِنْهُ وَلَا اَتَمَمَهُ
 بِجَوْرِ وَلَا مَظْلِمَةٍ فَتَأَمَّنْ ذَالِكَ لِيَزِدَا اَعْيَادَكَ
 وَلِيَسْلِمَ مِنَ الْغَبَاوَةِ وَالْعِنَادِ وَالْبُهْتَانِ -

(قطب الہدایہ ج ۱ ص ۱۶ - ۱۷)

ترجمہ: ان دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب معاویہ کی تعریف اور خوبیاں بیان کیں۔ اور دمشق کا انہیں اپنی پوری خلافت کے دوران امیر بنائے رکھا۔ پھر آپ کے بعد حضرت عثمان نے بھی ان کی امارت کو بحال رکھا۔ حضرت امیر معاویہ کی منقبت میں سے یہ بات کافی ہے۔ اور وہ شخص کہ جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قدر طویل عرصہ تک امیر رہنے پر خوش رہے۔ اس کی عظمت کے لیے دلیل کافی ہے۔ پھر جب تو اس بات کو سامنے رکھے گا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد ابن ابی وقاص کو معزول کر دیا تھا۔ حالانکہ جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فضیلت اور عظمت میں امیر معاویہ سے کہیں بڑھ کر تھے اور اس کے مقابلہ میں جناب عمر نے معاویہ کو بحال رکھا۔ تبھی اس سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ امیر معاویہ کی شخصیت کس قدر رفیع الشان تھی۔ ان میں امارت و ولایت کے نااہل ہونے والے اعتراضات میں سے کوئی ایک بھی سامنے نہ آیا۔ ورنہ حضرت عمر انہیں معزول کر دیتے اور یونہی حضرت عثمان کو بھی ان کی طرف سے کوئی شکایت نہ ملی۔

حالانکہ اطراف و جوانب سے لوگ اپنی اپنی شکایات پیش کرنے میں آزاد تھے۔ اپنی شکایات کی بنا پر عمرو عثمان رضی اللہ عنہا نے کئی ایک لوگوں کو معزول بھی کر دیا۔ اس بارے میں معزول ہونے والے شخص کلمہ بڑ مقام اڑے نہ آیا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک طویل مدت تک دمشق کے امیر رہے۔ اس عرصہ میں نہ تو کسی نے ان کی شکایت کی۔ اور نہ ہی کوئی اور قہمت و الزام لگایا۔ تجھے اس دلیل میں خوب غور کرنا چاہیے۔ تاکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تیرا عقیدہ اور حکمت ہو جائے۔ اور بے وقوفی فساد اور الزام تراشی سے محفوظ رہے۔

ملحد فکریہ:

سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اسلام سے والہانہ محبت اور پختگی ضرب المثل ہے۔ کسی صحابی سے بھی اگر عٹوری سی غلطی ہو جاتی۔ تو انہیں طیش آ جاتا تھا۔ عاتب بن بلتعہ کا واقعہ آپ کے سامنے ہے۔ مکہ میں انہوں نے اپنے اعزہ و احباب کو خفیہ پیغام بھیجا۔ جب پیغام پکڑا گیا تو یہی عمر بن خطاب تھے کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! اس منافی کی گردن اڑالے کی اہانت دیکھئے۔ یہی عمر ہیں۔ کہ جناب سعد بن ابی وقاص کے خلاف شکایات پر معزولی کا حکم دیا۔ حالانکہ آپ عشرہ مبشر میں سے ہیں۔ اس لیے اگر بیس سال کے طویل عرصہ میں امیر معاویہ کے خلاف کوئی شکایت ملتی۔ اور مودودی وغیرہ کے کہنے کے مطابق اصول اسلام کی پامالی اور ظلم و نالائقی کی شکایات ہوتیں۔ تو ہرگز بحال نہ رہتے۔ سب سے بڑھ کر یہ بات کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب ان کی لڑائی ہوئی۔ جس کی وجہ سے دیوبندی، مودودی اور سنی نمابریلوی وغیرہ حضرت امیر معاویہ پر لعن طعن کرتے ہیں۔ لڑائی کے بعد حضرت علیؑ نے جو پیغام مختلف اطراف کے عاملین کو بھیجا اس کا

اپنے سات سات لکھا تھا کہ میرا اور معاویہ کا خدا رسول اور دین ایک ہے۔ نزوہ مجھ پر
فضیلت کے خواہاں اور نہ میں اس کا متنی ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰؑ تو اپنے درمقابل کے
بارے میں یہ الفاظ کہیں۔ اور آج کا ”مسلمان“ امیر معاویہ کو مسلمان کہنے سے گریز کرے کیا یہ
ظلم عظیم نہیں۔ اور خدا کی پٹکار نہیں ہے۔ لہذا ان نام نہاد مفکروں، اسلام کے ٹھیکیداروں اور
گدی نشینوں کو سستی حاصل کرنا چاہیے۔ اور اللہ کے حضور توبہ کرنی چاہیے۔

ارشادِ حضرت علی المرتضیٰؑ رضی اللہ عنہ میرا اور معاویہ کے

مقتول دونوں بنتی ہیں

روایت نمبر ۹: تطہیر الجنان :

وَمِنْهَا ثَنَاءٌ عَلَيَّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَلَيَّ يَقُولُ
قَتَلَايَ وَقَتَلَايَ مَعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ بِسَنَدٍ
رِجَالُهُ مُوثِقُونَ عَلَى خِلَافِ بَعْضِهِمْ فَهَذَا مِنْ عَنِّي مَرِيحٌ
لَا يَقْبَلُ ثَاءٌ وَلَا بَيِّنٌ مَعَاوِيَةَ مَجْتَهِدٌ
تَوَقَّرْتُ فِيهِ شَرٌّ وَطَرْتُ الرِّجْتِيَاءِ الْمُؤَجَّبَةَ لِتَحْرِيرِ
تَقْلِيدِ الْغَيْرِ إِذْ لَا يَحْبُوزُ لِمَجْتَهِدٍ أَنْ يَقْلِدَ مُجْتَهِدًا
بِإِلَّا تَفَاقٍ مَسْقُومٍ خَالَفَهُ فِي اجْتِمَاعِهِ وَهُوَ وَاضِعٌ أَمٍّ وَافِقَةٌ

تطہیر الجنان ص ۱۹

ترجمہ: ایک دلیل یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تلمیذ حضرت علی المرتضیٰؑ
نے ان الفاظ سے کی۔ جنگ صفین میں میرے ہاتھوں قتل ہونے والے
اور معاویہ کے ہاتھوں قتل ہونے والے بنتی ہیں۔ یہ روایت طبرانی نے نقل کی

یہ بالکل دو ٹوک ہے کہ میں کوئی تہذیبی نہیں ہو سکتا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے مجتہد تھے۔ جن میں اجتہاد کی تمام شرائط و فرمات میں موجود تھیں۔ جن کی بندر اسے کسی دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا حرام ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مجتہد کے لیے ایک دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ چاہے دونوں کا اجتہاد باہم مختلف ہو یا موافق۔

لمحہ فکریہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ہر شلو کو سامنے رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ امیر معاویہ دوران کے تمام رفق و اصحاب کی ویر سے فاسق اور فاجر نہ تھے۔ بلکہ وہ شہید ہونے کی بنا پر مہنتی تھے۔ اور یہ اس وقت درست ہو گا۔ جب یہ تسلیم کیا جائے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ غلطی پر تھے لیکن وہ غلطی اجتہادی تھی۔ گویا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مقتولین مصیبت کے مہنتی ہونے کا قول کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی غلطی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ امیر معاویہ نہ شہید کی اجتہادی مصیبت کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی مراحت سے بیان فرمایا۔ صیحا کہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔ کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ امیر معاویہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں؟ فرمایا۔ دَخَّ رَأْسُهُ فَنَقَبَتْ۔ چھوڑ دو۔ وہ مجتہد ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر بھی مودودیوں۔ دیوبندیوں اور سنی نمابر یوں اور پیروں کو کان دھرنے چاہیں۔

ابن عباسؓ نے فرمایا امیر معاویہؓ فقیہ ہے

روایت نمبر ۱: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا ثَنَاءُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَلَى مُعَاوِيَةَ
وَهُوَ مِنْ أَجْلِ آلِ الْبَيْتِ وَالتَّابِعِينَ لِعَلِيٍّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ
فَقَالَ صَحِيحُ الْبُخَارِيِّ عَنْ عِصْمَةَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ
عَبَّاسٍ إِنَّ مُعَاوِيَةَ أَوْ تَرَى بِرُكُوعَهُ فَقَالَ إِنَّهُ فَقِيهٌ
وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ صَعَّبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهَذَا مِنْ أَجْلِ مَنَاقِبِ مُعَاوِيَةَ أَمَّا أَقْلَانِ
الْفَقِيهَ أَجَلَ الْمَرَاتِبِ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَمِنْ ثَمَرِ دَعَا صَلَوَاتِ اللَّهِ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ فَقِيهٌ فِي الدِّينِ
وَعَلِمَةٌ النَّاسِ وَبَلَدٌ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ مَنْ يُرِيدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يَفْقَهُهُ
فِي الدِّينِ وَأَمَّا ثَانِيًا فَصَدُورُ هَذَا الْبَرَصِ الْجَلِيلِ
لِمُعَاوِيَةَ مِنْ عَظَمِ مَنَاقِبِهِ كَيْفَ وَقَدْ مَدْرَلَهُ
مِنْ حُسْنِ الْأَمَةِ وَتَرْجَمَاتِ الْقُرْآنِ وَابْنُ عَسَاكَرٍ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ عَسَاكَرٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَالْقَائِمُ بِنُصْرَةِ عَلِيٍّ فِي حَيَاتِهِ
وَبَعْدَ وَفَاتِهِ وَصَحَّ ذَلِكَ عَنْهُ فِي الْبُخَارِيِّ الَّذِي
هُوَ أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ الْقُرْآنِ وَإِذَا اثْبَتَ مَعَ

هَذِهِ الْكَلِمَاتِ فِي التَّوَاقِ وَالْمَرْوِيِّ عَنْهُ أَنَّ مَعَاوِيَةَ
فَقِيهَةً فَقَدْ اجْتَمَعَتِ الْأَتَمَّةُ أَهْلُ الْأَمْوَالِ وَالْفُرُوعِ
عَلَى أَنَّ الْفَقِيهَةَ فِي عُرْفِ الصَّعَابَةِ وَالشَّلَفِ الصَّالِحِ
وَقَرُونِ الْخَرِينَ بَعْدَ هَؤُلَاءِ الْمُجْتَهِدِ الْمُطْلَقِ۔

(قطبیر الجنان ص ۲۰-۲۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ کی تعریف کی۔ اور ابن عباس
سرداران اہل بیت اور علی المرتضیٰ کے تابعین میں سے ہیں۔ صحیح بخاری میں
عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا۔ کہ امیر معاویہ وتر
کی ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ فرمانے لگے۔ وہ بے شک فقیہ ہیں۔ ایک روایت
میں ہے۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے۔ امیر معاویہ
کے مناقب میں سے یہ بیت بڑی مقبوت ہے۔ اولاً اس طرح کہ فقیہ مطلقاً
اعلیٰ مراتب کا حامل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ابن عباس کے لیے دعا فرماتے ہوئے کہا۔ اے اللہ! اسے دین کی فقہ
اور تاویل کا علم عطا فرما۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حدیث صحیح میں یوں
موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین
کی فقہ اور تاویل کا علم عطا فرمادیتا ہے۔ ثانیاً اس عظیم وصف کا حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے اطلاق اس شخصیت نے کیا ہے جو جلالۃ
ترجمان القرآن، رسول اللہ کے چچا زاد بھائی، علی المرتضیٰ کے چچا زاد بھائی،
علی المرتضیٰ کی زندگی اور وفات کے بعد ان کے معاون ہیں۔ یعنی سیدنا عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہ۔ اور یہی بات صحیح بخاری میں بھی موجود اور ثابت
ہے۔ جو قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتاب ہے۔ جب حضرت امیر معاویہ

کے بارے میں ”فقہیہ“ کا لفظ جو عظیم وصف ہے اور اس کا قائل یعنی ابن عباس بھی فقیہ ہیں۔ تو اس بات پر تمام اصول و فروع کے علماء متفق ہیں۔ کہ فقیہیہ، حضرات صحابہ کرام اور سلف صالحین اور ان کے بعد والے حضرات کے نزدیک ایسے شخص کو کہتے ہیں۔ جو مجتہد مطلق ہوتا ہے۔

ملحہ فکریہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جو خادم علی المرتضیٰ ہیں۔ جنگ صفین میں شریک رہے۔ عکرمہ جب ان سے معاویہ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں۔ وہ فقیہ ہیں۔ صحابی رسول ہیں۔ ان دونوں اوصاف کو جب دوسری احادیث سے متصل کیا جاتا، تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ فقیہ وہی ہوتا ہے۔ جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور بہترین شخص ہے۔ اور اللہ ان کے لیے خیر کا ارادہ فرماتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے بغیر اس سے خیر کا حصول ناممکن۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ، اور اس کے رسول اور صحابہ کرام کے نزدیک کامل اور مقبول بندوں میں سے ہیں۔ اب ان سنی غباریلویوں اور دیوبندیوں۔ جعلی پیروں کو اپنے رویہ پر نظر ثانی کر کے عاقبت سنوارنے کا ارادہ کرنا چاہیے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں لعن طعن کرتے ہیں۔

ابن عباس نے فرمایا کہ حکومت کے معاملہ امیر معاویہؓ

سے زیادہ عالی مرتبہ نہیں دیکھا

روایت غباراء: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي حَقِّهِ مَا رَأَيْتُ لِلْمَلِكِ أَعْلَى

مِنْ مَعَارِيهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي تَارِيخِهِ وَتَوْأَفِقُ

ذَٰلِكَ مَا ذَكَرْنَاهُ أَنَّ عُمَرَ لَمَّا دَخَلَ الشَّامَ وَرَأَى
مَعَاوِيَةَ وَكَثْرَةَ جُنُودِهِ وَالْمُهَيْبَةَ مَلَكَهُ أَعْجَبَهُ
ذَٰلِكَ وَاعْتَجَبَ بِهِ ثُمَّ قَالَ هَذَا حِمْصِيُّ الْعَرَبِ آتَى
فِي فَخَامَةِ الْمُلْكِ وَبَاهِرِ جَلَالَتِهِ وَعَظَمَةِ آيَاتِهِ
تطهير الجنان ص ۱۲۲

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کے حق میں فرمایا۔ میں نے
حکومت کے معاملات میں امیر معاویہ سے زیادہ عالی مرتبت کوئی نہیں دیکھا
اس کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا۔ اور اسی کے موافق یہ بھی ہے
کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام تشریف لے گئے۔ اور دیکھا کہ معاویہ کی
فوج کثیر ہے۔ اور ان کی حکمرانی بارعب ہے۔ تو یہ دیکھ کر بڑے
متعجب ہوئے۔ پھر فرمایا۔ معاویہ عرب کا سرور ہے۔ یعنی حکومت کے
رعب و عرب اور جلالت و عظمت کے اعتبار سے۔

توضیح از ابن حجر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پسندیدگی اور تعجب سے دیکھنا امیر معاویہ کی عظمت کی کتنی بڑی
دلیل ہے۔ اور پھر یہ بھی کہ یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کر رہے ہیں۔ حالانکہ
ابن عباس خود حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ ان لوگوں میں شامل تھے۔ جنہوں نے امیر معاویہ
کے ساتھ لڑائی کی تھی۔ اس کے باوجود وہ معاویہ کی شان میں گستاخی نہیں کر رہے
ہیں۔ بلکہ خوب بڑھ چڑھ کر تعریف کر رہے ہیں۔ اور انہیں فقیہ مجتہد تک کہہ رہے ہیں
یہ کلمات تمہیں اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کہ حضرات صحابہ کرام اگرچہ بعض معاملات میں
ایک دوسرے کے ساتھ لڑے بھی تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان میں کامل محبت اور ایک

دوسرے کا احترام تھا۔

امیر معاویہؓ نے اجلہ صحابہ سے روایات کیں اور

ان سے بھی اجلہ صحابہ اور تابعین نے روایات کیں

روایت نمبر ۱۲: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا أَنَّهُ حَازَ شَرَفَ الْأَخْذِ عَنْ أَكْبَرِ الصَّحَابَةِ
وَالْتَّابِعِينَ لَهُ وَشَرَفَ أَخْذِ كَثِيرِينَ مِنْ أَجْلَاءِ
الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ عَنْهُ وَذَلِكَ أَنَّهُ رَوَى عَنْ أَبِي
بَكْرٍ وَعُمَرُ وَاخْتَارَ الْمُؤْمِنِينَ أُمَّ حَبِيبَةَ وَرَوَى
عَنْهُ مِنْ أَجْلَاءِ الصَّحَابَةِ وَفَقَهَا تَوْهَمَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ زُبَيْرٍ
وَجَرِيرُ الْبَجَلِيِّ وَمَعَاوِيَةُ بْنُ خَدِيجٍ وَالسَّائِبُ
بْنُ يَزِيدٍ وَالتَّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْخَدْرِيُّ
وَأَبُو أَمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ وَمِنْ كِبَائِرِ التَّابِعِينَ وَفَقَهَا تَوْهَمَ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نُفُلٍ وَقَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ وَ
سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ وَابْنُ أَبِي خَالَةَ وَابْنُ أَبِي خَالَةَ
عَلِيُّ بْنُ طَلْحَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَبْرِ بْنِ مَطْعَمٍ
وَحُسَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَأَبُو مَجَلَزٍ
وَحُمُرَانُ مَوْلَى عَثْمَانَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعْبُورٍ
وَعَلْقَمَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَمِيرُ بْنُ هَافٍ وَهَمَامُ

بن منبہ و ابو العریان النخعی و مطرف بن عبد اللہ
بن لشخیر و آخرون۔ فَتَا مَلَّ هُوَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
اَلَّذِيْنَ رَوَوْا عَنْهُ تُعَلِّمُ اَنَّهُ كَانَ مُجْتَهِدًا فِیْهَا۔

۱۔ قطبیر الجنان صفحہ نمبر ۲۶ (۲) تہذیب التہذیب

جلد خاص ۲۰۲

توجہ: ان دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت
سے اکابر صحابہ کرام اور تابعین سے اخذ علم کیا۔ اور پھر ان سے اخذ کرنے
والوں میں بھی بہت سے علیل القدر اور فقیہ وقت صحابہ اور تابعین ہیں
دیکھئے کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ، ابو بکر صدیق، عمر فاروق، اپنی ہمیشہ
ام المومنین ام حبیبہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے آگے روایت
کرنے والوں میں عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر،
جریر البجلی، معاویہ بن خدیج، سائب بن یزید، نعمان بن بشیر، ابوسعید خدری
اور ابوامامہ بن سہل ایسے بزرگ لوگ ہیں۔ تابعین کرام میں سے بزرگ اور
فقیہ شخصیات یہ ہیں۔ عبد اللہ بن عمار، ثعلبہ بن نفیل، قیس بن ابی حازم،
سعید بن المسیب، ابودریس خولانی اور ان کے بعد آنے والے عیسیٰ بن
طلحہ، محمد بن جبیر بن مطعم، حمید بن عبد الرحمن بن عوف، ابو مجلز، حران مولیٰ
عثمان، عبد اللہ بن عمر بن عتکہ بن ابی وقاص، عمیر بن ہانی، ہمام بن منبہ
ابو العریان نخعی، مطرف بن عبد اللہ بن لشخیر وغیرہ

توضیح از ابن حجر:

ان علیل القدر ائمہ کو تم جانتے ہو۔ کہ یہ سب اسلام کے مائیدانِ امام اور روشن

مکے پڑھائیں۔ انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اخذ علم کیا۔ اور حدیث کی روایت کی۔ اس کا صاف صاف مذتبہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے مجتہد اور فقیہ تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے چند امور غیب کی خبریں

دیں جو صحیح نکلیں

روایت نمبر ۱۳: الطہیر الجنان:

وَمِنْهَا أَنَّهُ أَخْبَرَ عَنْ أُمُورٍ غَيْبِيَةٍ كَوَقْعِ الْأُمْرِ
بَعْدَهُ كَمَا أَخْبَرَهُ وَذَلِكَ كَرَامَةً فَهِنَّ ذَٰلِكَ
مَا جَاءَ عَنْهُ بِسَنَدٍ رِجَالُهُ حَقَّاتُ
أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ أَخْرَجُوا رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَكُونُ الْخَلَافَةُ فِيهِمْ
أَبَدًا وَإِنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ قَتَلُوا عِثْمَانَ فَلَا
تَعُودُ الْخَلَافَةُ فِيهِمْ أَبَدًا۔

د طہیر الجنان صفحہ نمبر ۲۶

ترجمہ: ان دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امور غیبیہ کی خبریں دیں۔ اور پھر وہ کام اسی طرح ہوئے جس طرح آپ نے اطلاق دی تھی۔ اور یہ اُن کی کرامت تھی۔ اُن میں سے یہ بھی ہے۔ جو ثقہ راویوں کی سند سے مروی ہے۔ جناب معاویہ نے کہا کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت پر مجبور کیا۔ لہذا ان میں کبھی خلافت نہ آئے گی اور یہ کہ اہل مدینہ نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا۔ اس لیے ان میں بھی خلافت

کبھی نہ آئے گی۔

توضیح از ابن حجر:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ (اطلاع عدم خلافت) میں غور کرو۔ کہ مکہ والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زبردستی ہجرت پر مجبور کیا۔ جس کے نتیجہ میں امیر معاویہ کے کہنے کے مطابق ان میں سے خلافت کو ختم کر دیا گیا۔ اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے۔ کہ اگر یہ درست ہے تو پھر جناب عبداللہ بن زبیر کی خلافت کا کیا ہوگا؟ کیونکہ ان محلی خلافت نام تمام تھی۔ کیونکہ شام، مصر اور دیگر شہر ان کی خلافت سے باہر تھے۔ حالانکہ یہ تمام علاقہ بات مسلمانوں کے تھے۔ اور پھر یہ بھی ان کی حکومت و خلافت ابتدا سے انتہا تک خلفشار اور فساد کی آماجگاہ بنی رہی۔ ایک دن بھی ایسا نہ گزرا۔ جو قابل تعریف ہو۔ رہا اہل مدینہ کا معاملہ تو جو لوگ شہادت عثمان کے وقت موجود تھے۔ ان میں سے کوئی بھی بعد میں خلیفہ نہ بنا۔ یعنی مدینہ منورہ، مرکز خلافت نہ رہا۔ یہ شہادت عثمان کا خلیفہ تھا۔ چنانچہ امیر معاویہ کا قبل از وقت ایسا کہنا حالات نے ثابت کر دیا۔ کہ درست تھا۔

امیر معاویہؓ نے وصیت کی کہ نبی علیہ السلام کی قمیص

میں مجھے کفن دیا جائے اور آپ کے ناخن شہید لکھوں

پر رکھے جائیں

روایت نمبر ۴۱: قطہیر الجنان، وَمِنْهَا آتَتْ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ

أَوْ مَنِيَّ أَنْ يَكْفَنَ فِي قَبْرِ مَنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسَاهُ إِثْيَاهُ وَأَنْ يُجْعَلَ مَقَامِي جَسَدَهُ وَكَأَنَّكَ عِنْدَهُ قَلَامَةً أَظْفَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَوْصَى أَنْ تُسْحَقَ وَتُجْعَلَ فِي عَيْنَيْهِ وَخَاتَمِهِ - وَقَالَ أَفْعَلُوا إِذَا إِلَيْكَ بِي وَخَلُّوا بَيْنِي وَبَيْنَ اِرْحَمِ الرَّاحِمِينَ -

وَلَمَّا نَزَلَ بِهِ الْمَوْتُ قَالَ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ رَجُلًا مِنْ شُرَئِشٍ يَذِي طُوى وَإِنِّي لَمَّا لُ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئًا -
(تطہیر الجنان ص ۲۸)

ترجمہ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو وصیت فرمائی کہ مجھے وہ قمیص پہنائی جائے۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے۔ اور اس کا وہ حصہ جو آپ کے جسم اطہر کے ساتھ لگھا تھا۔ مجھے لگایا جائے۔ امیر معاویہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ناخن شریف تھا۔ اس کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے کہا۔ اسے پیس کر میری آنکھوں اور منہ میں لگایا جائے۔ اور کہہ جب یہ کر چکو۔ تو مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔ جب امیر معاویہ کی موت کا وقت آیا تو فرمانے لگے کاش میں ایک علم آدمی قریش سے ہوتا اور میں کسی چیز کا والی نہ ہوتا۔

توضیح از ابن حجر:

کتنی عظیم شان پائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہ قابل ستائش اور مبارک بادی ہے۔ کیونکہ انہیں وہ قسمت ملی جس کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے ساتھ لگنے والا کپڑا انہیں اپنے جسم کے ساتھ لگانا نصیب ہوا۔ اور اپنے منہ

کے "ررونی حصہ اور آنکھوں میں اس چیز کو سمو یا جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پاک کا ایک حصہ تھا جو جدا ہوا تھا۔ بالاتفاق امیر معاویہؓ کا دمشق میں انتقال ہوا اور مشہور یہ ہے کہ آپؓ نے ۲۶ رجب سنہ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کی عمر بیاسی برس کی تھی۔ پھیاسی سال بھی عمر بتائی گئی ہے۔

فصل پنجم

حضرت امیر معاویہ کے متعلق مجتہدین امت

کے اقوال

نوٹ: یہاں تک جو چودہ عدد روایات ذکر ہوئیں۔ ان کو ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن حجر نے اپنی توضیحات بھی ذکر فرمائیں۔ ہم نے انہیں ذکر کر کے قارئین کرام کو ابن حجر کا عقیدہ بتایا ہے۔ اس کے بعد چند دیگر ممتاز اہل سنت علماء کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں عقیدہ بھی تحریر کرتے ہیں۔ تاکہ وہ اہل سنت کے عقیدہ کو نکھار مل جائے۔ اور نام نہاد سنیوں کا پول کھل جائے۔ و باللہ التوفیق

علامہ یوسف نبہانی اور حضرت امیر معاویہ

شواہد الحق:

لَا يَخْفَاكَ أَيُّهَا الْمُؤْمِنُ الْعَاقِلُ الْمُتَّصِفُ
إِنَّا إِنَّمَا نَحِبُّ عَلَى رَضَى اللَّهِ عَنْهُ إِلَهُ وَرَسُولَهُ
وَكَذَلِكَ نَحِبُّ سَائِرَ أَهْلِ الْبَيْتِ وَبِجَمِيعِ

الْأَصْحَابِ بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَإِلَيْكَ كَانَتْ مَتَّحَتْنَا
 لَهُمْ لَا عَلَى الشَّوْثِيَّةِ - بَلْ تَفَاضَلْ بَيْنَهُمْ
 بِالْمَتَّحَةِ بِحَسَبِ دَرَجَاتٍ فَضْلُهُمْ عِنْدَ اللهِ
 وَرَسُولِهِ عَلَى مَا رَوَاهُ لَنَا الْأَيْمَةُ وَتَنَا
 قَلْبُهُ الْأَيْمَةُ الْخَلْفُ عَنِ السَّلَفِ فَتَقَدَّمَ أَبَا
 بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ ثُمَّ بَاقِي
 الْعَشْرَةِ الْمُبَشِّرِينَ بِالْجَنَّةِ وَمِنْ أَكْبَابِهِمُ الزُّبَيْرُ
 وَطَلْحَةُ الْمُؤْمَلَانِ لِلْخَلَافَةِ بَعْدَ عَلِيٍّ وَهُمَا
 مِنَ الْمَقْاحِرِيِّينَ الْأَوَّلَيْنِ السَّابِقَيْنِ فِي الْإِسْلَامِ
 ثُمَّ بَاقِي أَهْلِ بَذِيٍّ وَمِنْ أَكْبَابِهِمُ الزُّبَيْرُ
 وَطَلْحَةُ ثُمَّ أَهْلُ أَحَدٍ وَمِنْ أَكْبَابِهِمُ الزُّبَيْرُ
 وَطَلْحَةُ ثُمَّ أَهْلُ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ وَمِنْ أَكْبَابِهِمُ
 الزُّبَيْرُ وَطَلْحَةُ ثُمَّ مَنْ أَسْلَمَ قَبْلَ فَتْحِ
 مَكَّةَ وَمِنْ أَكْبَابِهِمُ الزُّبَيْرُ وَطَلْحَةُ وَمِنْهُمْ
 عمرو بن العاص ثُمَّ مَنْ أَسْلَمَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَمِنْهُمْ
 معاوية قَالَ اللهُ تَعَالَى لَا يَسْتَوِي مَنُكْرَمٌ مِّنْ أَتَقَى
 مِّنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلٌ أَوْ لِيكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً
 مِّنَ الَّذِينَ اتَّقَوْا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا وَكَذَلِكَ
 وَعَدَ اللهُ الْحُسَيْنِ، فَمَعَاوِيَةُ مِثْنٌ وَعَدَهُمُ اللهُ
 الْحُسَيْنِ وَهِيَ الْجَنَّةُ وَهُوَ إِنْ كَانَ مِنْ قِسْمِ
 الْأَخْصَرِ مِنَ الْأَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَهُوَ مَفْضُولٌ بِالنَّظَرِ إِلَى الْأَقْسَامِ السَّائِقَةِ إِلَّا أَنَّهُ
هُوَ وَجَمِيعُ الصَّحَابَةِ مِمَّنْ أَسْلَمَ بَعْدَهُ أَيْضًا
أَفْضَلُ مِنْ جَمِيعِ مَنْ جَاءَ بَعْدَهُ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ
الْمُحَمَّدِيَّةِ فَفَضْلُهُ مِنْ هَذِهِ الْجِهَةِ أَيْ جِهَةِ
الصُّحْبَةِ وَخُبَرِهَا إِذَا اُعْتَبِرَتْ تَحِيَّةٌ عَظِيمًا
عَظِيمًا إِلَى دَرَجَةٍ لَا تَقْدِرُ عَلَى تَصَوُّرِهَا لَا تَكُنْ
تَعْلَمُ أَنَّهُ قَدْ جَاءَ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ الصَّحَابَةِ
مِنْ أَكْبَابِ الْأَئِمَّةِ وَالْعُلَمَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ مَنْ لَا يُمَكِّنُ
إِسْتِيفَاءَ مَنَاقِبِهِمْ وَفَضَائِلِهِمْ بِوَجْهِهِ مِنَ الْوَجْهِ
فَمُحَاوِيَةٌ مَعَ تَأَخُّرٍ فِي الْفَضْلِ عَنْ مُعْظَمِ الصَّحَابَةِ
هُوَ أَفْضَلُ مِنَ التَّابِعِينَ وَمِنْ بَعْدَهُ جَمْعٌ عَظِيمٌ
يَتَشَرَّفُ بِهِ بِصُحْبَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَيْهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ كِتَابِي
لَهُ الْوُحْيُ فِي بَعْضِ الْأَحْيَانِ وَجِهَادُهُ مَعَ أَهْلِ الشِّرْكِ
وَالطَّغْيَانِ فَضْلًا عَمَّا أَتَتْ بِهِ فِي حَدِّ ذَاتِهِ
مِنَ الْقَضَائِلِ وَالْمَرَايَا الْكَثِيرَةِ وَخِدْمَاتِهِ
بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخِدْمَاتُ
الدِّيْنِيَّةُ الْمُشْكُورَةُ فَقَدْ جَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
مُدَّةَ خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ
وَبَعْدَهُ أَنْ اسْتَقَلَّ بِالْأَمْرِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فِي الشَّامِ

ح

مُدَّة طَوِيلًا كَمَا نِيَا وَأَرْبَعِينَ سَنَةً وَمِثْلَهَا
تَحْوِيسَتِ سَنَوَاتٍ تَحْتَ رَأْيِكَ أَنْبِيَا يَزِيدُ
وَمِنْهَا اثْنَانِ وَعِشْرُونَ سَنَةً أَمِيرًا فَجَاهِدًا
ضَاطِّطًا لِبِلَادِ الشَّامِ وَهِيَ حُدُودُ الرُّومِ وَقَتْنِيذُ
وَمِنْهَا عِشْرُونَ سَنَةً مَلِكًا مُجَاهِدًا حَتَّى
فَتَحَ فَتُوحَاتٍ كَثِيرَةً - وَوَصَلَ جَيْشُهُ إِلَى
الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ وَكَانَ مَعَهُ أَكْبَرُ أَكْيُوبَ الْأَنْصَارِيِّ
فَمَاتَ مَنَاكَ وَدَفِنَ فِيهَا وَقَبْرُهُ إِلَى الْآنَ ظَاهِرٌ
يُرَارُ وَهُوَ مَعَ كُلِّ فَضَائِلِهِ الَّتِي لَا يَمَانِلُهَا
وَلَا يَقَارِبُهَا فَضَائِلُ أَحَدٍ عَنْ غَيْرِ الْقَصَابَةِ
نِسْبَتُهُ فِي الْفَضْلِ إِلَى عَلِيٍّ كَنِسْبَةِ الدَّرَمِ
مِنَ الْفِقَةِ شَلَالًا إِلَى الْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ
بَلْ مِنَ الْجَوَاهِرِ التَّفِيْسَةِ الْعَظِيمَةِ الَّتِي جَدَّتْ
أَنْ تُقَوِّمَ بِقِيَمَةِ كَمَا قُلْتُ فِي قَصِيدَةٍ فِي
رِسْعَادَةِ الْمَعَادِ فِي مَوَازِينَةٍ بَانَتِ سَعَادَتُهَا فِي مَدْحِ
سَيِّدِ الْعِبَادِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَالشَّمْسِ فِي الْأَفْقِ الْأَعْلَى الْبُحْرَيْنِ

وَمِنْ مُعَاوِيَةَ فِي الْأَرْضِ قُنْدِيلٌ

(شواہد الحق ص ۵۲۶ - ۵۲۷ فصل فی شہون رسولہ الامام الذین تعلقوا علینا)

تَوَجِّعَ مَنَاکے مائل مومن! تجھ پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے۔ کہ بے شک

ہم (اہل سنت) علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت مروت اللہ اور اس

کے رسول کی خاطر کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ہم تمام صحابہ کرام اور اہل بیت معظام سے محض اللہ اور اس کے رسول کی رضا کی خاطر محبت کرتے ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ ان حضرات کے ساتھ ہماری محبت ایک جیسی نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح اللہ اور اس کے رسول کے ہاں ان کے درجات میں فرق ہے۔ ہمارے ائمہ نے یہی عقیدہ رکھا۔ اور اسی کو سلف صالحین سے آج تک کے علماء نے اپناٹے رکھا۔ ہم ابو بکر صدیق پھر عمر پھر عثمان اور پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو بالترتیب سب سے مقدم مانتے ہیں۔ ان کے بعد عشرہ مبشرہ جن میں زبیر و طلحہ اکابرین میں سے ہیں۔ جو علی المرتضیٰ کے بعد خلافت کے اہل بھی تھے۔ یہ دونوں وہ مہاجر ہیں۔ جنہوں نے اسلام میں سب سے اولیت پائی۔ پھر بقیہ بدری صحابہ سے ہماری محبت ہے۔ ان میں بھی زبیر اور طلحہ اکابر تھے۔ پھر غزوہ احد کے شرکاء کی محبت ہے اور ان میں اکابر زبیر اور طلحہ ہی ہیں۔

پھر بیعت رضوان کرنے والے اور ان میں بھی زبیر و طلحہ اکابر ہیں۔ پھر ان حضرات سے جو فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ ان میں سے بھی زبیر و طلحہ اکابر ہیں۔ اور ان میں عمرو بن العاص بھی ہیں۔ پھر ان حضرات سے ہماری محبت ہے جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ ان میں سے معاویہ بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور جس نے تم میں سے فتح مکہ سے قبل اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور مسلمان ہو گیا اور جہاد کیا۔ اس کے مساوی وہ نہیں جس نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ اور مسلمان ہوا۔ اور جہاد کیا۔ ان دونوں اقسام کے مومنوں سے اللہ تعالیٰ نے جنتی یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ لہذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

ان لوگوں میں سے ہیں جن سے جنت کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے آپ اگرچہ صحابہ کرام میں سے ان حضرات میں شامل ہیں جو ترتیب فضیلت میں آخری قسم ہے۔ اور وہ اگرچہ پہلی اقسام سے افضل نہیں مگر آپ اور وہ صحابہ کرام جو ان کے بعد مسلمان ہوئے وہ سب ان لوگوں سے لازماً افضل ہیں جو ان کے بعد امت محمدیہ میں تشریف لائے۔ لہذا امیر معاویہ کی اس جہت یعنی صحابیت کی وجہ سے فضیلت کو اگر تنہا دیکھا جائے۔ تو یہ بھی عظیم و عظیم ہے۔ اور اس کے درجہ کا ادراک ناممکن ہے۔ اس لیے کہ تمہیں بخوبی علم ہے کہ صحابہ کرام کے بعد اس امت میں بڑے بڑے اکابر ائمہ اور علماء تشریف لائے۔ اور وہ بھی ایسے کہ ان کے فضائل و مناقب کا کسی طرح شمار کرنا ممکن نہیں۔ سو حضرت معاویہ اگرچہ معظم صحابہ کرام سے فضیلت میں کم سہی لیکن تمام تابعین اور ان کے بعد آنے والے تمام مسلمانوں سے بہر حال افضل ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف آپ کو میسر ہوا۔ کتابت وحی کے فرائض سرانجام دیئے۔ اور آپ کی معیت میں مشرکین و باغیوں سے جہاد کیا۔ یہ شرف ان فضائل کے علاوہ ہے جو امیر معاویہ کی اپنی شخصیت میں تھے اور ان خدمات عظیمہ کے علاوہ ہے جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سرانجام دیے۔ اور وہ خدمات اللہ کو منظور و قبول ہوئیں۔ آپ نے ایک طویل مدت تک خلافت ابو بکر عمر اور عثمان میں جہاد فی سبیل اللہ کیا۔ اور جب سے آپ نے حکومتی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ شام میں آپ تقریباً اڑتالیس برس مقیم رہے۔ ان میں سے سات سال تک اپنے بھائی یزید کے جھنڈے کے تحت بسر کئے

بائیس سال تک امیر اور مجاہد ہونے کے ساتھ ایک اعلیٰ درجہ کے ناظم رہے۔ آپ کے ذمہ شام کے علاقہ جات کا انتظام تھا۔ اس کی ان دنوں روم کے ساتھ حدود ملتی۔ پھر بیس سال تک حکمران بن کر مجاہدانہ کاموں میں مصروف رہے۔ اور کثیر فتوحات کیں۔ ان کی فوج قسطنطنیہ تک پہنچ گئی۔ ابوالیوب انصاری بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہیں ان کا انتقال ہوا۔ اور دفن ہوئے اور آج بھی ان کی قبر زیارت گاہ عام و خاص ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان تمام فضائل و مناقب کے ہوتے ہوئے جن میں صحابہ کرام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مماثل اور مقارب نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یوں ہیں۔ جس طرح چاندی کے دراہم سونے کے عظیم خزانہ کے مقابلہ میں یا نفیس ترین موتیوں کے مقابلہ میں ہوں ایسے موتی جن کی قیمت نہ لگائی جاسکتی ہو۔ جیسا کہ میں نے اپنے تصنیف شدہ قصیدہ میں کہا ہے۔

علی المرتضیٰ افعیٰ اعلیٰ میں سورج کی مانند ہیں

اور معاویہ زمین پر روشن قندیل ہیں

خلاصہ کلام :

علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل سنت

کے عقیدہ کی یہ ترجمانی فرمائی کہ

۱۔ صحابی ہونے کی وجہ سے آپ تمام مسلمانوں سے افضل ہیں۔ جو صحابی نہیں

(اُن میں عوٹ قطب، علماء، علماء، علماء شامل ہیں)

۲۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق وہ قطعی ملحق ہیں۔

۳۔ اپنی ذاتی خوبیوں میں آپ کا بعد میں کوئی مثل نہیں۔

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سورج اور معاویہ رضی اللہ عنہ زمین پر قندیل کی طرح ہیں۔

اہل سنت کے سلف و خلف کے اس عقیدہ کو سامنے رکھیے۔ اور مودودی دیوبندیوں اور سنی نما بریلویں کی وہ عبارات دیکھیں۔ جن میں انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر کینچڑا اچھالا۔ تو آپ لازماً یہی نتیجہ اخذ کریں گے۔ کہ سنی ہو کر کوئی شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا نہیں کہہ سکتا۔ علامہ نبہانی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مزید فرمایا۔

شواہد الحق:

إِخْلَمَ أَنَّ مُعَاوِيَةَ فِي مَذْهَبِنَا مَعَ أَهْلِ السُّنَّةِ
كَسَائِرِ الصَّعَابَةِ الَّذِينَ خَرَجُوا عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
وَحَنُمُهُمْ كَانُوا مُجْتَهِدِينَ فِي مَا فَعَلُوهُ مِنْ ذَلِكَ
وَالْكَفَرُ كَانَ عَلَيْهِمْ أَلِيقًا هُوَ الْمَصِيبُ وَكَانَ الْخَارِعُونَ
عَلَيْهِ مُخْطِئِينَ وَالْمُجْتَهِدُ مَا جُورَ لَا مَوْزُونَ
الْمُصِيبُ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَالْمُخْطِئُ لَهُ حَسَنَةٌ
وَاحِدَةٌ بِنِيَّتِهِ وَنِيَاتُهُمْ كَانَتْ صَحِيحَةً لِقَصْدِهِمْ
الْقِصَاصَ مِنْ قِتْلَةِ عُثْمَانَ وَقَدْ ظَهَرَ لَهُمْ أَنَّ
فِي ذَلِكَ مَوَافَقَةً الشَّرْعِ الشَّرِيفِ وَالْمَصْلَحَةِ
لِلْأُمَّةِ لَسَلَا يَتَجَرَّأُ الْفُجَّارُ عَلَى الْإِثْمَةِ الْخِيَارِ
وَمَكَذًا كَانَتْ نِيَاتُهُمْ وَمَا أَذَاهُمْ لِيَدِ
إِجْتِهَادِهِمْ الْمَخْطِئُ وَإِلَيْكَ لَمْ يَخِلْ خُرُوجُهُمْ
عَلَيْهِ فِي عَدَاةٍ لَتَهْمُ وَتَشْرُ هُمْ فَلَمْ يَتَطَّرَقْ

يَذَ الْكَ خَلَّ فِي أَخْدِ الدِّينِ عَنْهُمْ مَوْعَاوِيَةَ مَعَ
 فَضْلِ الصُّعْبَةِ لَهُ حَسَنَاتٌ كَثِيرَةٌ لَا تُعَدُّ وَلَا
 تُحَدُّ مِنْ أَجْلِهَا جِهَادُهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِمَّا بِنَفْسِهِ
 وَإِمَّا بِجَيْوُشِهِمْ حَتَّى قُبِحَتْ بِلَادٌ كَثِيرَةٌ وَصَارَتْ
 دَارَ إِسْلَامٍ بَعْدَ أَنْ كَانَتْ دَارَ كُفْرٍ وَبِسَبَبِهِ
 دَخَلَ إِلَى الْإِسْلَامِ أَلْفُ أَلْفٍ كَثِيرَةٌ مَنِ اسْلَمُوا
 عَلَى يَدِهِ وَبِجَيْوُشِهِمْ وَمِنْ ذَرَارِيِّهِمْ إِلَى
 يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَكُلُّهُ مِثْلُ حَسَنَاتِهِمْ أَجْمَعِينَ۔

(شواهد الحق ص ۵۲۹ تا ۵۳۱) فصل فی شوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مؤلف علیہ السلام)

ترجمہ: معلوم ہونا چاہیے کہ ہم اہل سنت کے مذہب میں حضرت امیر معاویہ
 رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام کی طرح ہی ہیں۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ
 کے خلاف خروج کیا تھا۔ وہ اپنے کام میں مجتہد تھے۔ لیکن علی المرتضیٰ
 صواب پر تھے۔ اور ان پر خروج کرنے والے غلطی پر تھے۔ اور مجتہد
 کو بہر حال اجر ملتا ہے۔ گناہ نہیں۔ اگر صواب پر ہے تو دس نیکیاں
 اور غلطی پر ہے تو بھی اس کی نیت کے مطابق ایک نیکی ضرور ملتی ہے
 اور علی المرتضیٰ کے خلاف خروج کرنے والوں کی نیتیں صحیح تھیں۔
 کیونکہ ان کا مطالبہ یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان کے قاتلوں سے قصاص
 لیا جائے۔ اور انہیں یہ علم تھا۔ کہ یہ مطالبہ شرع شریف اور صلوات
 کے موافق ہے۔ تاکہ آئے دن فاجر لوگ ایک ائمہ کو قتل کرنے کی
 جرات نہ کرتے پھر یہ ان حضرات کی نیتیں ایسی تھیں۔ ان کے
 اجتہاد نے صحیح نتیجہ پر نہ پہنچایا۔ لیکن اجتہاد ضروری تھا۔

اسی لیے ان کی عدالت اور تقویٰ پر کوئی اثر نہ پڑا۔ امدنہ ہی ان سے دین کی باتیں حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ بنی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے عظیم تر یہ کہ انہوں نے بذاتِ خود یا اپنے لشکر کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کیا جس کے نتیجہ میں بہت سی فتوحات ہوئیں۔ اور وہ علاقہ جات جو پہلے دارالکفر تھے دلائلِ اسلام بن گئے اور اس سبب سے لاکھوں کروڑوں لوگ مشرف باسلام ہوئے جو یا تو خود امیر معاویہ کے ہاتھ پر یا ان کے لشکر کے ہاتھوں چسلا ہوئے۔ اور پھر ان کی اولادیں قیامت تک اسلام پر چلی آرہی ہیں ان تمام نیکیوں کا مجموعی ثواب بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نامہ اعمال میں ہی درج ہوگا۔

امام غزالی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

شواہد الحق:

وَالْمَشْمُورَ مِنْ قِتَالِ مُعَاوِيَةَ مَعَ عَلِيٍّ وَ سَيِّرَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِلَى الْبَصْرَةِ فَأَلْقَنُ بِعَائِشَةَ أَلْهَاكَانَتِ تَطْلُبُ قُطْفِيَّةَ الْفَيْتَنَةِ وَلَكِنْ خَرَجَ الْأَمْرُ مِنَ الضَّبْطِ فَأَوَّاهُ الْخِزَالُ مُؤَدِّ لَا تَبْقَى عَلَى وَفْقِ طَلِبِ أَوْ إِيْلَهَا بَلْدٌ تَخْرُجُ عَنْ الضَّبْطِ وَالظُّنُ بِمُعَاوِيَةَ أَنَّهُ كَانَ عَلَى تَأْوِيلٍ وَ ظَنٌّ فِيمَا كَانَ يَشْعَاكُهُ وَ مَا يَحْكِي سَلَوِي

هَذَا مِنْ رَوَايَاتِ الْآحَادِ فَالضَّعِيفُ مِنْهُ مُعْطَلٌ
بِالْبَاطِلِ وَالْإِخْتِلَافِ أَكْثَرُهُ اخْتِرَاحَاتُ
الرَّوَاذِفِ وَالْخَذَرِ أَرْبَعٌ وَأَذْ بَابِ الْفَضُولِ الْخَالِصِينَ
فِي هَذَا وَالْفُتُونِ فَيَنْبَغِي أَنْ تُلَازِمَ الْإِتِّكَارَ فِي
كُلِّ مَا تَرْتَبِطُ وَمَا تَبْتَ فَأَسْتَنْبِطُ لَهُ
تَأْوِيلًا فَمَا عَدَّ رَعْلِكَ فَقُلْ لَعَلَّ لَهُ تَأْوِيلًا
وَعَدَّ رَعْلِكَ أَطْلَعَ عَلَيْهِ.

وَأَخْلَمُ أَتَكَ فِي هَذَا الْمَقَامِ بَيْنَ أَنْ تُسِفَ
الظَّنَّ بِمُسْلِمٍ وَتَقْطَعَنَّ عَلَيْهِ وَتَكْرُرَنَّ كَلَامًا
أَوْ تَحْسِرَ الظَّنَّ بِهِ وَكَذَبْتَ لِسَانَكَ عَنِ الظَّنِّ
وَأَنْتَ مُنْعَطِيٌّ وَلَا وَالْخَطَاءُ فِي
حُسْنِ الظَّنِّ بِالْمُسْلِمِ أَسْلَمُ مِنَ الصَّوَابِ بِالظَّنِّ
فِيهِ قَالُوا سَكَّتَ إِنْسَانٌ مَثَلًا عَنْ لَعْنِ ابْلِيسَ
أَوْ لَعْنِ أَبِي حَبِيٍّ أَوْ أَبِي لَهَبٍ أَوْ مَنْ شَتَّ مِنْ الْأَشْرَارِ
طَوْلَ لَهْمِهِ لَوْ يَضُرُّ الشُّكُّوتُ وَتَوْفَاهُ نَوْرَةٌ
بِالظَّنِّ فِي مُسْلِمٍ بِمَا هُوَ بِرِيٌّ عِندَ اللَّهِ تَعَالَى
مِنْهُ فَقَدْ تَعَرَّضَ لِلْهَلَاكِ بَلْ أَكْثَرُ مَا يَمُرُّ
فِي النَّاسِ لَا يَحِلُّ النُّطْقُ بِهِ لِتَعْظِيمِ الشُّرُوحِ
الرَّجَحَةِ عَنِ الْغَيْبَةِ مَعَ آتِهِ إِحْبَابًا عَمَّا
مَتَحَقِّقٌ فِي الْمَعْتَابِ فَمَنْ يَلَاخِظُ هَذِهِ الْقَوْلَ
وَلَمْ يَكُنْ فِي طَبْعِهِ مَيْلٌ إِلَى الْغَيْبِ وَلِ

أَثَرَ مُلَانِ مَتِّهِ الشُّكُوتِ وَحَسَنِ الْفَلَنِ بِكَأْفَةِ
الْمُسْلِمِينَ وَإِطْلَاقِ اللِّسَانِ بِالثَّنَاءِ عَلَى
جَمِيعِ السَّلَفِ الصَّالِحِينَ هَذَا حُكْمُ
الصَّعَابَةِ عَامَةً.....

وَقَالَ الْإِمَامُ الْغِزَالِيُّ أَيْضًا فِي أَحْيَاءِ
عُلُومِ الدِّينِ -

الْإِمَامُ الْحَقُّ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عِثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَلَمْ يَكُنْ نَصْرَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِمَامٍ آخَرٍ - إِذْ
لَوْ كَانَ لَكَانَ أَوَّلِي بِالظُّهُورِ مِنْ قَصْبِهِ
أَحَادُ الْوَلَاةِ وَالْأَمْرَ عَلَى الْجَنَّةِ فِي الْبِلَادِ
وَلَمْ يَخَفْ ذَلِكَ فَكَيْفَ خَفِيَ هَذَا - وَإِنْ
ظَهَرَ فَكَيْفَ إِتَدَرَسَ حَتَّى لَمْ يَنْقُلْ إِلَيْنَا
فَلَمْ يَكُنْ أَبُو بَكْرٍ مَّا مَّا إِلَّا بِالْإِخْتِيَارِ وَالْبَيْعَةِ
وَأَمَّا تَقْدِيرُ النَّصْرِ عَلَى غَيْرِهِ فَهُوَ
نِسْبَةُ لِلصَّعَابَةِ كَذَلِكَ إِلَى مُخَالَفَةِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرْقِ الْإِجْمَاعِ مِمَّا لَا
يَجُزُّ عَلَى إِخْتِرَاحِهِ إِلَّا التَّزَوُّافُ
إِغْتِقَادُ أَهْلِ السُّنَّةِ تَرْكُ كُلِّ جَمِيعِ الصَّعَابَةِ
وَالثَّنَاءُ عَلَيْهِ بِمَوْكَمَا أَثْنَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى

وَنَسْؤُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا جَرَى
بَيْنَ مَعَاوِيَةَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ
مَبْنِيًّا عَلَى الْإِجْتِهَادِ لَا مَنَازَعَةَ مَعَاوِيَةَ
فِي الْإِمَامَةِ إِذْ ظَنَّ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ كَسِيلِمَ
قَتَلَهُ حُثْمَانَ مَعَ كَثْرَةِ حَشَائِرِهِمْ وَاجْتِلَاطِهِمْ
بِالْعَسْكَرِ يُؤَدِّي إِلَى اضْطِرَابٍ . أَمْرٌ إِلَى مَامَةِ
فِي إِذْ آيَتَهَا فَرَأَى الشَّاخِرُ أَضُوبَ وَظَنَ مَعَاوِيَةَ
أَنَّ تَأْخِيرَ أَمْرِهِمْ مَعَ عَظْمِ جُنَايَتِهِمْ
يُوجِبُ الْإِغْرَاءَ بِالْأَيْثَمَةِ وَيَعْرِضُ دِمَاءَ
السَّلَفِ .

وَقَدْ قَالَ أَفَاضِلُ الْعُلَمَاءِ كُلُّ مُجْتَهِدٍ
مُضِيئٌ وَقَالَ قَائِلُونَ الْمُضِيئُ وَاحِدٌ
وَلَوْ يَذْهَبُ إِلَى تَخْطِئَةِ عَلِيٍّ ذُو تَخْصِيلٍ أَصْلًا
وَفَضْلٍ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَلَى حَسْبِ
تَرْتِيْبِهِمْ فِي الْخِلَافَةِ إِذْ حَقِيقَةُ الْفَضْلِ
مَا هُوَ فَضْلٌ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَذَلِكَ لَا
يُطْلَقُ عَلَيْهِ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَرَدَ
فِي الثَّنَاءِ عَلَى جَمِيعِهِمْ آيَاتٌ وَأَحْبَابٌ كَثِيرَةٌ وَإِنَّمَا
يُذَكَّرُ قَائِلُ الْفَضْلِ وَالْثَرُّ يَتَّبِعُ فِيهِ الْمَشَاهِدُونَ
لِلْوَحْيِ وَالْتِزِيلُ بِقَرَأَتِ الْأَحْوَالِ وَقَائِلُ
التَّفْصِيلِ فَلَوْلَا قِيَمَتُهُمْ ذَلِكَ كَثَرَتْ ثُبُوتُ الْأَمْرِ

كَذَلِكَ إِذْ كَانَ الْأَقَاخِدَةُ هَمَّ فِي اللَّهِ تَوَمَّةً
لَا تَمِيرُ وَلَا يَضُرُّهُمُ عَيْنُ الْحَقِّ صَارَتْ

رِشْوَاهُ الْحَقِّ ص ۴۶۳ تا ۴۶۵ الامام الغزالی

ترجمہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ کے مابین جو لڑائی ہوئی۔
اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بصرہ کی طرف سفر فرمانا
ان واقعات کے بارے میں مشہور مذہب یہ ہے۔ کہ حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا کا ظن تھا کہ وہ فتنہ کو بجھائیں گی لیکن یہ کام اُن کے
ہاتھ سے نکل گیا۔ کیونکہ ایسا ہوتا ہے کہ بہت سے کاموں کی ابتداء
تو اچھی ہوتی ہے لیکن اُن کا اخیر مقصد و مطلب کے خلاف ہو جاتا ہے۔
بلکہ اس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ کے بارے
میں یہ ظن ہے کہ وہ ایک اجتہادی رائے رکھتے تھے۔ اور اس میں وہ
اپنے خیال کے مطابق درست تھے۔ ان خیالات کے علاوہ جو اکتی
وکتی روایات ملتی ہیں۔ تو صحیح بات یہ ہے کہ اُن میں حق و باطل کی آمیزش
ہے۔ اور ایسی روایات بکثرت روافض نے گھڑیں۔ اور خارجیوں کی
خود ساختہ ہیں۔ اور اُن لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ جن کا کام ہی یہ ہوتا
ہے کہ وہ اس قسم کے واقعات کی کھوج لگائیں۔ لہذا ایسی روایات کا
انکار کرنا چاہیے۔ جو سرے سے ثابت ہی نہیں۔ اور جن کا کوئی ثبوت
نہیں ملتا ہے۔ ان کی جائز تاویل تلاش کرنی چاہیے۔ اور جس کی تاویل
ملنی مشکل ہو۔ تو کم از کم یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اس کی کوئی تاویل یا عذر
ہوگا۔ جس کی مجھے اطلاع نہیں۔

تھیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ وہ مقام ہے کہ ایک طرف ایک مسلمان کے بارے میں سونہرے طعن اور نعن طعن کا معاملہ ہے۔ اور ہوسٹل ہے تو جھوٹا ہو یا یہ کہ تو مسلمان رکھتا ہو۔ اور نعن طعن زبان کو روکتا ہو۔ اور بالآخر تو اس میں خطا پر سواب ان دونوں میں بہتر یہ ہے کہ کسی مسلمان کے بارے میں حسن ظن میں خطا ہو۔ اور یہ بات اچھی نہیں کہ تو نعن طعن کرے۔ اور تو اس میں صواب پر ہو۔ لہذا اگر کوئی آدمی ابلیس، ابو جہل اور ابولہب وغیرہ پر لعنت بھیجنے سے خاموش رہتا ہے اور ساری عمر اسی طرح گزار دیتا ہے۔ تو اس کی یہ خاموشی نقصان دہ نہیں۔ اور اگر کسی مسلمان کے بارے میں نعن طعن کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بیچارہ اس سے اللہ کے ہاں بری ہے۔ تو ایسا کرنے والا اپنی ہلاکت کے درپے ہے بلکہ بکثرت ایسی باتیں ہوتی ہیں۔ جن کا لوگوں کو علم ہوتا ہے۔ شرع کی سخت ڈانٹ کی وجہ سے اُسے زبان پر لایا نہیں جاتا۔ حالانکہ اگر وہ بات لوگوں کو بتائی جائے۔ تو مبنی بر حقیقت ہوتی ہے۔ جیسا کہ غیبت کرنے والے اور جس کی غیبت کی جا رہی ہے ان دونوں میں یہ بات موجود ہے۔ سو جو شخص ان مقاصد کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اور فضولیات کے طرف اس کا رجحان نہ ہو۔ تو وہ لازماً خاموشی اختیار کرے گا۔ اور مسلمانوں کے بارے میں حسن ظن رکھے گا۔ اور تمام سلف صالحین کے بارے میں تعریفی کلمات کے ساتھ ہی زبان کھولے گا۔ یہ عام صحابہ کرام کے بارے میں حکم ہے۔

امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق پھر عمر پھر عثمان پھر علی المرتضیٰ برحق امام ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی امامت کے لیے کوئی نص نہیں فرمائی تھی۔ اور اگر کوئی نص ہوتی۔ تو اس کا اظہار ضروری تھا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

جب کسی کو امیر شکر یا کسی شہر کا والی مقرر فرماتے تو ان کے بارے میں نص بالکل ظاہر ہوتی۔ لہذا یہ کس طرح ممکن کہ امامت کے بارے میں اپنے واضح طور پر کسی کا نام ذکر کیا ہو۔ اور لوگوں کو اس کا علم نہ ہو۔ اور اگر ظاہر ہوئی تھی تو پھر مٹ کیسے گئی۔ کہ ہم تک نہ پہنچ سکی۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منصب امامت پسندیدگی اور بیعت عامہ کی وجہ سے ملا۔ اور اگر یہ بالفرض ان لیا جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت و خلافت کے لیے ابو بکر صدیق کے سوا کسی دوسرے کا نام ذکر فرمایا تھا۔ تو پھر لازم یہ آئے گا۔ کہ تمام صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی۔ اور اجماع کو توڑ دیا۔ لیکن ایسی باتیں رافضیوں کے سوا دوسرا کون کر سکتا ہے۔ اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام عادل تھے اور وہ قابل تعریف تھے۔ جیسا کہ اللہ پاک اور اس کے رسول مقبول نے ان کی تعریف کی ہے۔ اور وہ جھگڑا جو امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ کے درمیان ہوا۔ اس کا دار و مدار اجتہاد پر تھا۔ یہ نہیں کہ امیر معاویہ نے امامت کے حصول کی خاطر یہ جنگ کی تھی۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ظن یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو قصاص کے لیے جناب عثمان کے ورثاء کے سپرد کر دینا خطرہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ ان قاتلین کے خاندان لمبے چوڑے تھے۔ اور ان کے بہت سے افراد فوج اسلام میں شامل تھے۔ لہذا خلافت کے ابتدائی دور میں ہی ہلچل مچ جائے گی۔ اس بنا پر آپ نے یہ رائے قائم کی کہ اس معاملہ کو ذرا موخر کر دیا جائے۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ظن یہ تھا۔ کہ اگر یہ معاملہ موخر کر دیا گیا۔ باوجود اس کے کہ یہ بہت بڑا تھا۔ تو لوگوں کو پھر آئمہ دین

کے قتل کرنے کی سشہ مل جائے گی۔ اور غونریزی کا بازار گرم ہو جائے گا۔

افاضل علماء نے کہا ہے۔ کہ ہر مجتہد صواب پر ہے۔ اور کہنے والوں نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ مصیبت صرف ایک ہے۔ علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کی جنگ میں علی المرتضیٰ کو کسی نے بھی خطا پر نہیں کیا۔ اور صحابہ کرام کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔ کیونکہ حقیقی فضیلت تو وہ جو اللہ کے نزدیک فضیلت ہو۔ اور اس کا علم بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو نہیں مل سکتا۔ تمام صحابہ کرام کے بارے میں بہت سی آیات و احادیث وارد ہیں۔ جن میں ان کی تعریف موجود ہے۔ اور بات یہ ہے۔ کہ فضیلت کی باریکیاں اور اس کی ترتیب وہی لوگ پاسکتے ہیں جو وحی کا اثر نا دیکھتے تھے۔ وہ احوال کے قرائن سے اور فضیلت کی باریکیوں سے کچھ نہ کچھ واقف تھے۔ اگر انہیں اتنا علم بھی نہ ہوتا اور وہ بالکل کورے ہوتے۔ تو پھر خلافت کی ترتیب ایسی کیوں رکھتے۔ کیونکہ وہ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے والے تھے۔ اور حق سے کوئی چیز انہیں پھیر نہ سکتی تھی۔

ملحد فکریہ:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیئے۔
۱۔ خلافت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لیے بطور نص کوئی ارشاد نہیں فرمایا۔

۲۔ اگر نص ہوتی۔ تو اس کا اظہار ضروری ہوتا۔ ورنہ تمام صحابہ کرام آپ کے ارشاد کے جھسانے والے بن جائیں گے۔

۳۔ تمام صحابہ کرام عادل اور قابلِ تعریف تھے۔

۴۔ اللہ اور اس کے رسول نے صحابہ کرام کی تعریف کی۔

۵۔ حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کے درمیان لڑائی اجتہادی غلطی کی بنا پر تھی۔

جس میں علی المرتضیٰ حق پر تھے۔

۶۔ خلافت کی ترتیب صحابہ کرام کے اس ادراک پر ہوئی۔ جو انہیں نزولِ وحی کے مشاہدہ

کی وجہ سے احوال کو جان لینے کا ملکہ پیدا ہوا تھا۔

لہذا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام قابلِ احترام ہیں۔ ان کی

باہم ناراضگیاں خطائے اجتہادی پر مبنی تھیں جس میں ہر ایک اپنی اپنی صوابدید کے مطابق

کتب پر تھا۔ اس لیے ہمیں بھی اسی اعتقاد پر قائم رہنا چاہیے۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہیے۔

صحابہ کرام بالخصوص امیر معاویہ رضی اللہ عنہم

کے بارے میں مجدد الف ثانی کا عقیدہ

مکتوبات شریف:

بدانند کہ اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات ہمہ بزرگ اند

وہمہ را بہ بزرگی یاد باید کہ خطیب از انس روایت کند کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فرمودہ ان اللہ اختار فی و اختار لی اصحابا و اختار لی

منہم اصحابا و افضلا فمن حفظہم فیہم حفظ

اللہ و من اذانی فیہم اذاه اللہ و طبرانی از ابن عباس

روایت کند کہ رسول فرمودہ علیہ وعلیہ الصلوٰة والسلام من سب

اصحابی فعلیہ لعنة اللہ و الملائکۃ و الناس اجمعین

و ابن عدی از عائشہ روایت کند رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ رسول فرمودہ علیہ
وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام إِنَّ شَرَّ رَأْمَتِي أَجْبَرَهُمْ
عَلَى أَصْحَابِي وَمَنَازِعَاتٍ وَمَحَارِبَاتٍ کہ در میان ایشان
واقع شد ماست بر محال نیک صرف باید کرد و از ہوا و تعصب دور باید
داشت زیرا کہ اَل مَخَالِفَاتِ مَبْنِیِّ بَرِاجْتِهَادٍ و تاویل بودہ نہ بر ہر او ہوس
چنانکہ جمہور اہل سنت بر اُن اندام باید داشت کہ محاربان حضرت امیر
کرم اللہ وجہہ بر خطا بودہ اند و حق بجانب حضرت امیر بودہ لیکن چون این خطا
خطائے اجتہادی است از ظلمت دور است و از مواخذہ مرفوعہ ۔
چنانکہ شارح مواقع از آمدی نقل میکند کہ واقعات جمل و سفین الارض
اجتہاد بودہ و شیخ ابوشکور سلمی در تمہید تصریح کردہ کہ اہل سنت و جماعت بر
آنند کہ معاویہ با جمیع از اصحاب کہ ہمراہ او بودند بر خطا بودند و خطائے ایشان
خطائے اجتہادی بودہ و شیخ ابن حجر در صواعق گفتہ کہ منازعت معاویہ با
امیر از روئے اجتہاد بودہ و این قول را از مستفادات اہل سنت فرمودہ و آنچه
شارح مواقع گفتہ کہ بسیاری از اصحاب ابراہند کہ اُن منازعت از
روئے اجتہاد نہود مراد از اصحاب کلام گروہ را داشته باشد اہل سنت بر خلاف
اُن حاکم اند چنانکہ گذشت و کتب القوم مشنونیہ بالخطار الاجتہادی کما مرع
بر الامام الغزالی والقاضی ابوبکر و غیرہا پس تفسیق و تضلیل در حق مملہاں
حضرت امیر ہا نر نباشد قال القاضی فی الشفاء قال
مالک رضی اللہ عنہ مَنْ كَتَمَ رَأْمًا مِنْ اصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَبَا بَكْرٍ أَوْ عُمَرَ أَوْ عُثْمَانَ أَوْ مُعَاوِيَةَ أَوْ عَمْرُو بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَإِنَّ
قَالَ كَانُوا عَلَى ضَلَالٍ وَ كُفْرٍ قَسِيلٍ وَإِنْ شَتَرَ بَغِيرِ هَذَا أَمِنْ

مُشَاقِقَةُ الثَّابِتِ نَحْمِلُ نَكَالًا شَدِيدًا أَفَلَا يَكْفُرُونَ
مَحَارِبُهُمْ أَهْلِي حُلَّةٍ كَمَا نَحْمِلُ حُلَّةَ
مِنَ الرَّفِضَةِ وَلَا فَسَادَ كَمَا نَحْمِلُ الْبَغْضَ وَتَسْبِيَهُ
شَارِحُ الْمَوَاقِفِ إِلَى كَثِيرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ ضَعِيفٌ وَقَدْ
كَانَتْ الصِّدْقُ نُقَّةً وَالطَّلْحَةُ وَزَبِيرٌ وَكَثِيرٌ
مِنَ الْأَصْحَابِ الْكِرَامِ وَثَمَرٌ وَقَدْ قُتِلَ طَلْحَةُ وَزَبِيرٌ
فِي قِتَالِ الْجَمَلِ قَبْلَ خُرُوجِ مُعَاوِيَةَ مَعَ ثَلَاثَةِ
عَشَرَ أَلْفًا مِنَ الْقَتْلَى وَتَضْلِيلُهُمْ وَتَفْسِيْقُهُمْ
مِمَّا لَا يَجْتَرَأُ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ إِلَّا أَنْ يَكُونُوا فِي
قَلْبِهِ مَرْضًى وَفِي بَاطِنِهِ خُبْرٌ وَأَنَّهُمْ فِي عِبَارَاتٍ لِعِضِّانِ
فُقَهَاءِ لَفْظِ جَوْرٍ وَرَحَى مُعَاوِيَةَ وَقَعَ شَدِيدٌ وَكُفَّةٌ كَانَتْ مُعَاوِيَةُ أَمَامَ بَابِهَا
مَرَاوِزُ جَوْرٍ حَقِيقَةً خِلَافَتْ حَقِيقَتِهَا وَزُرْمَانِ غِلَافَتْ حَقِيقَتِهَا امِيرُ خَوَارِجٍ
بُودَنْ جَوْرِيكِهِ أَلْسُنُ فُسُوقٍ وَضَلَالَتِ اسْتِثْنَاءِ أَقْوَالِ أَهْلِ سُنَّتِ مُوَافِقِ
بِاشْتَرَعِ ذَالِكَ أَرْبَابِ اسْتِقَامَتِ انْزَاتِيَانِ الْقَائِلِ مُوَهِّمِ غِلَافِ مَقْصُودِ
اِجْتِنَابِ مِي نَمَائِنِ زِيَادَةِ بِرْخَطِ تَجْوِيزِ مِي كُنْدِ كَيْفَتِ يَكُونُ جَابِرًا
وَقَدْ صَحَّ أَنَّهُ هَكَذَا إِمَامًا عَادِلًا فِي حُقُوقِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ
وَفِي حُقُوقِ الْمُسْلِمِينَ كَمَا فِي الصَّوَابِ وَحَضْرَتِ
مَوْلَانَا سَيِّدِ الرَّحْمَنِ جَامِي كَخَطَا مِنْكَ كُفَّةٌ اسْتِثْنَاءِ نِيْزِ زِيَادَةِ كَرَاهَتِ بِرْخَطِ
هَرِجِ زِيَادَتِ كَنْدِ خَطَا اسْتِثْنَاءِ وَأَنَّهُ بَعْدَ ذَلِكَ كُفَّةٌ اسْتِثْنَاءِ كَرَاهَتِ مُسْتَقِ
لَعْنَتِ اسْتِثْنَاءِ نِيْزِ نَامِنَسَبِ كُفَّةٌ اسْتِثْنَاءِ مِي جَابِئِ تَرْوِيدِ اسْتِثْنَاءِ
وَجِهِ مَعْلِ اسْتِثْنَاءِ هَكَذَا اسْتِثْنَاءِ دَرَبَابِ نِيْزِ مِي كُفَّةٌ كُنْجَالِشِ دَاشْتِ

اما در مادہ حضرت معاویہ گفتن شاعت دارد و در احادیث نبوی بہ اسناد ثقات آمد
 کہ حضرت حق پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام در حق معاویہ دعا کردہ اند و فرمودہ اند اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى الْكِتَابِ
 بِالْحَبَابِ وَقَبْلِ الْعَذَابِ وَجَائِیْ دِیْکَرِ دَعَا فَرَمُوْا اِنَّ اللّٰهَ اَجْعَلُ لَہٗ دِیْا مَہْدِیًّا و دَعَا اَعْمَرْتُمْ قَبْلَہٗ لَہٗ سَیِّئٌ
 از مولانا بر سبیل سہو و لسیان سر بر زوہ باشد و ایضا مولانا در ہمال ابیات
 تصریح باسم نکرده گفتہ است اَلْاَصْحَابِی دِیْکَرِ اِی عِبَارَت نِیْز از ناخوشی
 خیر میدہد رَ بَنَّا لَا تُقَوِّمُوْا حِجْدُنَا اِنَّ فِیْ سَیِّئِنَا وَاَخْطَانَا وَاِنْہ
 از امام شعبی در روم معاویہ نقل کردہ اند و نکویش اورا از فسق ہم بالا گذانیدہ
 اند بہ ثبوت نہ پیوستہ است امام اعظم کہ از تلامیذاوست بر تقدیر صدق
 اَلْاَوَاحِی بود باین نقل و امام مالک کہ از تابعین است و معاصر او و اعلم علماء
 مدینہ شاتم معاویہ و عمرو بن العاص را بقتل حکم کردہ است چنانچہ بالا گذشت
 اگر اوستحق شتم می بود چرا حکم بقتل شاتم او میکرد پس معلوم شد کہ شتم او را کبار
 دانستہ حکم بقتل شاتم او کردہ و ایضاً
 و در بگ شتم ابی بکر و عمر و عثمان ساختہ است چنانکہ بالا گذشت پس
 معاویہ مستحق ذم و نکویش نباشد اسے برادر معاویہ تنہا دریں معاملہ نیست
 بلکہ نصف از اصحاب کرام کم و بیش دریں معاملہ باو سہ شریک اند پس محاربان
 امیر اگر کفرہ یا فسقہ باشند اعتماد از شرط دین می خیزد کہ ادراہ تبلیغ ایشان
 بہم رسیدہ است و تجویز نکند ایں معنی را مگر زندیقی کہ مقصودش ابطال
 دین است اسے برادر منشاد اشارہ ایں فتنہ قتل حضرت عثمان
 است رضی اللہ تعالی عنہ و طلب قصاص نمودن از قتلہ او ظلم و زبیر
 کہ اول از مدینہ بہ آمدند بواسطہ تاخیر قصاص برآمد و حضرت
 مدلیقہ نیز ایشان در ایں امر موافقت نمودہ و جنگ جمل کہ در

انجامی نوزہ ہزار آدم بقتل رسیدند و ظلم و زبیر کہ از عشرہ مبشرہ اند نیز بقتل رسیدند بواسطہ تاخیر قصاص حضرت عثمان بودہ بعد از آن معاویہ از شام بیرون آمد و ایشان شرک شدہ جنگ صفین نمود از امام غزالی تصریح کردہ کہ اُن منازعت بر امر خلافت نہ بودہ بلکہ در استیفائے قصاص و ردِ خلافت حضرت امیر بودہ و شیخ ابن حجر نیز ایں معنی را از معتقدات اہل سنت گفتہ است و شیخ ابو شکور سلمی کہ در اکابر علماء حنفیہ است گفتہ است کہ منازعت معاویہ با امیر و امر خلافت بودہ کہ پیغمبر علیہ السلام الصلوٰۃ و التسلیمات معاویہ را فرمودہ بودند اِذَا مَلَكَ التَّائِبُ فَارَقَ بِهَمٍّ اِذَا نَجَا مَعَاوِيَةَ رَامَعَ دِرْخْلَافَتٌ پیداشدہ بود اما او مخطی بود دریں اجتہاد و امیر محق زیرا کہ وقت خلافت او بعد از زمانِ خلافت حضرت امیر بودہ و توفیق در میان ایں دو قول آنست کہ نشاء منازعت تواند بود کہ تاخیر قصاص باشد بعد از اُن طمع خلافت نیز پیدا کردہ باشد ہر تقدیر اجتہاد و در محل خود واقع شدہ است اگر مخطی است یک درجہ است و محق را دو درجہ است بلکہ دو درجہ اسے برادر طریقِ اسلم دریں موطن سکوت از ذکر مشاجرات اصحاب پیغمبر است علیہ علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات و اعراض از تذکرہ منازعات ایشان پیغمبر فرمودہ علیہ الصلوٰۃ و السلام اَیَاکُمْ وَاَشْجَرِ بْنِ اَصْحَابِی و نیز فرمودہ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ و السلام اِذَا ذَكَرَ اَصْحَابِی فَاَسْكُوْا و نیز فرمودہ علیہ الصلوٰۃ و السلام اَللّٰهُ اَعْلٰی فِی اَصْحَابِی لَا تَتَّخِذُوْا عُرْضًا یَعْنِی تَبْرِیْدًا اَزْ خَدَّیْ عَزَّوَجَلَّ در حق اصحاب من پستتر بر سید از خدا جل و علی در حق ایشان ایشان را نشانہ تمیز خود نسازید قال الشافعی و ہر منقول عن عمر بن عبد العزیز اَیْضًا اِنَّکُمْ وَاَمَّا طَهْرًا اللّٰهُ عَنْہَا اَیْدِیْنَا فَطَهَّرَ عَنْہَا اَلْسِنَتَنَا اِزِیْ عِبَارَتِ مَفْهُومِ مِیْشُوْدُ کہ خطاء ایشان

راہم بر زبان نہاید آورد و غیر از ذکر خیر ایشان نباید کرد۔

در مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۵ (ص ۵۷ تا ۶۰)

ترجمہ:

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ محترم اور بزرگ ہیں۔ اور انہیں احترام و عقیدت کے ساتھ ہی یاد بھی کرنا چاہیے خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرما کر میرے لیے میرے صحابہ منتخب فرمائے۔ اور ان میں سے میرے لیے سرال اور انصار کو منتخب فرمایا۔ لہذا جس نے میری ان کے بارے میں حفاظت کی۔ اس کی اللہ حفاظت کرے۔ اور جس نے ان کے ذریعہ مجھے تکلیف پہنچائی۔ اسے اللہ اذیت پہنچائے۔ طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے کسی صحابی کو گالی دی۔ اس پر اللہ کی تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی پھسکار۔ ابن عدی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے شریر ترین وہ لوگ ہیں جو میرے صحابہ پر الزام تراشی کی خرات کرتے ہیں۔ وہ جھگڑے اور لڑائیاں جو صحابہ کرام کے درمیان ہوئیں۔ ان کا وارو مدار اجتہاد اور تاویل پر تقایہ نہیں کہ ان کی بنیاد خواہشات نفس اور حرص و لالچ پر تھی۔ یہی مذہب جمہور اہل سنت کا ہے۔ بہر حال یہ بھی جانتا چاہیے کہ وہ جنگ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (یعنی جنگ صفین) لڑی گئی۔ اس میں شریک مخالفین غلطی پر تھے۔ اور حق حضرت علی المرتضیٰ

کی جانب تھا۔ لیکن ان کی یہ خطا اجتہادی خطا تھی۔ جس پر طاعت کرنا درست نہیں۔ اور جس پر مواخذہ کا حکم نہیں ہے۔ جیسا کہ شارعِ مواقف نے علامہ آمدی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ جبل اور صفین کے واقعات اجتہاد کے طور پر رونما ہوئے ہیں۔ شیخ ابوشکور سلیمی نے تمہید میں بالتصریح بیان کیا ہے۔ کہ اہل سنت و جماعت کا ان جنگوں کے بارے میں یہ اعتقاد ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ اپنے تمام ساتھیوں سمیت خطا پر تھے اور ان کی خطا خطائے اجتہادی تھی۔ شیخ ابن حجر نے صواعق میں کہا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جھگڑا امیر معاویہ کے ساتھ اجتہاد کی بنا پر ہوا ہے۔ ابن حجر نے اس بات کو اہل سنت کے معتقدات میں سے کہا ہے۔ اور وہ جو کہ شارعِ مواقف نے کہا ہے۔ کہ ہمارے (اہل سنت) بہت سے حضرات کا یہ نظریہ ہے۔ کہ یہ جھگڑا اجتہادی اختلاف کی بنا پر نہیں تھا۔ ابن حجر نے اس میں گزارش ہے۔ کہ وہ حضرات جو بھی ہوں۔ اہل سنت نے ان کے خلاف قول کیا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اور دنیا نے سنت کی عظیم شخصیات کی کتد میں اس امر سے بھری پڑی ہیں۔ کہ یہ خطا خطائے اجتہادی تھی۔ جیسا کہ امام غزالی، قاضی ابوبکر وغیرہ نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ لہذا ان لوگوں کو فاسق و گمراہ کہنا ہرگز درست نہیں۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ میں شرکت کی تھی۔ قاضی عیاض نے الشفا میں کہا ہے۔ کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کو گالی دی۔ چاہے وہ ابوبکر ہوں یا عمر و عثمان اور چاہے امیر معاویہ یا عمرو بن العاص

رضی اللہ عنہم پس اگر گالی ان الفاظ سے دی کہ وہ گمراہی اور کفر تھے۔
تو اسے قتل کر دینا چاہیے۔ اور اگر اس سے ہٹ کر کوئی اور کجواں کرتا
ہے۔ جو عوام ایک دوسرے کو کرتے رہتے ہیں۔ تو اسے سخت
ترین سزا دی جانی چاہیے۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے
خلافت لڑنے والے کفر و اسلام کی جنگ نہیں کر رہے تھے۔ جیسا کہ
رافضیوں کا زعم ہے۔ اور نہ ہی فسق و غیر فسق کی جنگ تھی جیسا کہ کچھ
اور لوگوں کا زعم ہے۔ اور شارح مواعظ کا مذکورہ قول حضرت علی المرتضیٰ
کے خلافت لڑنے والوں کی کثرت کی طرف کیسے منسوب ہو سکتا ہے
حالانکہ یہ یقینی بات ہے کہ ان میں سے عائشہ صدیقہ، طلحہ، زبیر اور
بہت سے دوسرے حضرات بھی ہیں۔ حضرت طلحہ اور زبیر جنگ جمل
میں شہید کر دیئے گئے۔ ان کی شہادت امیر معاویہ کے خروج سے پہلے
ہو چکی تھی۔ تیرہ ہزار اور بھی ان کے ساتھ بام شہادت نوش فرما گئے۔ ان
سب کو گمراہ اور فاسق کہنا ایسا قول ہے جس کی کوئی مسلمان جرات نہیں
کر سکتا۔ ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی کے دل میں روگ ہو اور اس کا
باطن خیانت سے بھر پور ہو۔ اور وہ بات جو کہ بعض فقہاء کرام کے قول
میں آئی ہے یعنی یہ کہا ہوں نے امیر معاویہ کو اِمَامًا جَائِزًا کہا۔
(اور جائز کا معنی ظالم ہے۔ اور ظالم فاسق ہی ہوتا ہے) اس جور سے
ان حضرات کی مراد یہ ہے کہ حضرات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے
دور خلافت میں امیر معاویہ کی خلافت کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ لیکن اس
جور سے فسق و گمراہی ہرگز مراد نہیں۔ اسی تاویل اور معنی سے ان فقہاء
کا قول اہل سنت کے اقوال کے موافق ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ

یہ بھی حقیقت ہے۔ کہ صاحبانِ استقامت کسی کے متعلق ایسے الفاظ کہنا جو مقصود کے خلاف وہم پیدا کرتے ہوں۔ اجتناب کرتے ہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ غلطی کہنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ لہذا دو جائز، اپنے اصلی اور ظاہری معنی کے اعتبار سے امیر معاویہ کے بارے میں کہنے کی وہ کس طرح ہمت کر سکتے ہیں۔ ادھر یہ بھی حقیقت ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کے بارے میں امام عادل تھے جیسا کہ صواعقِ محرقة میں مذکور ہے۔ علامہ عبدالرحمن جامی نے جو امیر معاویہ کے بارے میں خطا کو خطا منکر کہا ہے۔ انہوں نے بھی زیادتی کی ہے۔ اور پھر اس کے بعد جو انہوں نے دو اگر اوستحق لعنت است کہا ہے۔ یہ بھی نامناسب قول کیا ہے۔ کیونکہ یہ تردید کا مقام ہے۔ اور اشتباہ کی اس میں گنجائش ہے۔ ہاں اگر یہی قول وہ یزید کے بارے میں کہتے تو پھر اس کی گنجائش تھی۔ لیکن حضرت معاویہ کے بارے میں ایسا کرنا بڑا لگتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں جو ثلثہ سند کے ساتھ مروی ہیں۔ مذکور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کے حق میں ہادی و مہدی ہونے کی اللہ سے دعا مانگی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبول و منظور ہے۔ ان تمام باتوں کو اگر سامنے رکھا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بھول چوک کے طور پر نکل گیا ہو گا۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے۔ کہ مولانا نے ان اشعار میں کسی صحابی کا نام لے کر یہ الفاظ نہیں کہے اس لیے ہو سکتا ہے۔ کہ اس حکمِ امیر معاویہ کے سوا کوئی دوسرا صحابی ہو لیکن پھر بھی اس میں ناخوشی کی بُرائی ہے۔ اس لیے ہم یہی دعا کرتے ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُؤْخِذْنَا

إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا۔ اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے نسیان
 ہوا یا خطہ سرزد ہوئی ہمارا مواخذہ نہ فرما نا۔ اور امام شعبی سے امیر معاویہ رضی اللہ
 عنہ کی مذمت میں جو باتیں نقل کی گئی ہیں۔ اور ان کے برا بھلا ذکر کرنے کو لوگوں
 نے فسق سے بھی بڑھ کر شمار کیا ہے۔ تو اس بارے میں گندش ہے کہ
 امام شعبی سے ایسی باتوں کا ثبوت نہیں ہو سکا۔ سیدنا امام اعظم جو ان کے
 شاگردوں میں سے ہیں۔ اگر ان باتوں کو دست مان لیا جائے۔ تو پھر
 اس کا زیادہ حق رکھتے تھے۔ کہ ان کا تذکرہ فرماتے۔ خود امام مالک جو تابعین
 میں سے ہیں۔ اور ان کے ہم عصر ہونے کے علاوہ مدینہ منورہ کے علماء
 میں سے بہت بڑے عالم ہیں۔ انہوں نے حضرت امیر معاویہ اور عمرو
 بن العاص کو گالی دینے والے کے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ جیسا کہ اوپر
 گزر چکا ہے۔ اگر امیر معاویہ واقعی گالی کے مستحق ہوتے تو پھر ان کے
 گالی دینے والے کو قتل کا حکم کیوں دیا جاتا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ انہیں گالی
 دینا ان کے نزدیک کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔ اسی لیے اسے
 قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ان کے نزدیک
 امیر معاویہ کو گالی دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی ابو بکر، عمر و عثمان کو گالی
 دینا ہے۔ جیسا کہ گورچکا ہے۔ لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مذمت اور برا بھلا
 کہے جانے کے مستحق نہیں۔

اے بھائی! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اکیلے کا یہ معاملہ نہیں بلکہ آدھے کے
 قریب صحابہ کرام ان کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ لہذا اگر
 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑنے والوں کو فاسق یا کافر
 کہا جائے تو پھر دین کے ایک معتد بہ حصہ کا اعتماد اٹھ جائے گا۔

کیونکہ وہ ان حضرات کی تبلیغی کوششوں سے ہم تک پہنچا ہے۔ اور اس بات کو جائز کہنے والا زندگی ہی ہو سکتا ہے۔ کہ جس کا مقصود دین کو باطل قرار دینا ہو۔

اے بھائی! اس فتنہ کے بپا ہونے کی وجہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قتل ہے۔ اور ان کے قاتلوں کے قصاص کا مطالبہ ہے۔ حضرت طلحہ اور زبیر جو کہ مدینہ منورہ سے پہلے باہر نکلے۔ ان کے نکلنے کی وجہ بھی قصاص میں تاخیر تھی۔ اور سیدہ عائشہ صدیقہ نے بھی ان کی اس بات میں ان کے ساتھ موافقت کی۔ اور جنگ جمل کہ جس میں تیرہ ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ اور طلحہ و زبیر جو کہ عشرہ مبشرہ میں تھے وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس کی وجہ بھی قصاص لینے میں تاخیر تھی۔ اس کے بعد امیر معاویہ شام کی طرف سے آئے اور ان لوگوں کے ساتھ مل گئے۔ جو قصاص عثمان کا مطالبہ کر رہے تھے۔ جس کے نتیجہ میں جنگ صفین ہوئی۔ امام غزالی نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ جھگڑا خلافت پر نہ تھا۔ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں حضرت عثمان کے قصاص لینے پر ہوا تھا۔ علامہ ابن حجر نے اسی مفہوم و معنی کو اہل سنت کے معتقدات میں سے شمار کیا ہے۔ اور شیخ ابوشامہ کوسلی جو کہ حنفی علماء کے اکابرین میں سے ہیں نے کہا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جھگڑا خلافت کے بارے میں تھا۔ کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت دی تھی۔ اِذَا مَلَكَتِ النَّاسُ فَأَرْسَلْتُ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِي وَلَهُمْ يَوْمَئِذٍ حِسَابٌ لِّمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ۔ جب تجھے لوگوں پر حکومت کرنے کا وقت ملے۔ تو ان سے نرمی برتنا۔ اس ارشاد کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کا طمع ہوا۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ کے دور خلافت

میں اس طبع کو بروئے کار لانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا امیر معاویہ کی غلط اجتہادی تھی۔ اور علی المرتضیٰؓ حق پر تھے۔ اس لیے ان امیر معاویہ کی خلافت کا وقت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کے بعد تھا۔ (ابو شکور سلمیٰ کے ان) دو اقوال میں توفیق و تطبیق یوں ہے۔ کہ جھگڑے کا اصل سبب یہ ہو کہ قصاص میں تاخیر کیوں کی جا رہی ہے۔ پھر جھگڑا اٹھ کھڑا ہونے کے بعد امیر معاویہ کے دل میں خلافت کا طمع بھی آگیا ہو۔ بہر حال مقام اجتہاد میں اجتہاد ہوا۔ اگر اس میں خطا والے کو ایک درجہ ملتا ہے۔ اور حق والے کو دو بلکہ دس درجے ملتے ہیں۔

اے بھائی! ایسے موضوع اور مقام میں محفوظ ترین طریقہ یہی ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام کے باہم اختلافات و جھگڑوں کے بارے میں چپ سادھ لی جائے۔ اور ان کے تنازعات کے ذکر کرنے سے کدو کشی کر لی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ **وَاِذَا كُنُوْا مِمَّا شَجَرَ بَيْنَ اَصْحَابِيْ**۔ خبردار۔ صحابہ کرام کے باہم جھگڑوں میں پڑنے سے بچو۔ یعنی ان میں کسی کو سچا کسی کو جھوٹا کہنے کی جرات نہ کرنا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ **اِذَا ذَكَرَ اَصْحَابِيْ فَاَمْسِكُوا**۔ جب میرے صحابہ کا معاملہ آئے۔ تو خاموشی اختیار کرو۔ نیز آپ ہی کا ارشاد ہے۔ **مِرَّةٌ اَصْحَابِ كَيْ بَارِءٍ**۔ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ پھر تنبیہ کرتا ہوں۔ کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ انہیں تم اپنے تیروں کا نشانہ نہ بناؤ۔

امام شافعیؒ نے کہا۔ اور یہ قول عمر بن عبدالعزیزؒ سے بھی منقول ہے۔

تِلْكَ مَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنْفِدِ نِيْنَا فَلْنَطَهِّرْ عَنْهَا

الْبَسْتَنَّا۔ اُس خون سے (جو جنگ جمل و صفین میں بہا) اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو اس سے پاک رکھا۔ لہذا ہمیں اس سے اپنی زبانوں کو بھی پاک رکھنا چاہیئے۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان حضرات کی خطا کو بھی زبان پر نہ لانا چاہیئے۔ اور ان کا تذکرہ بجز خیر ہرگز نہ کرنا چاہیئے

مکتوبات شریف ۱

و محاربات و منازعات کہ در میان اصحاب کرام علیہم الرضوان واقع شدہ اند مثل محاربہ جمل و محاربہ صفین بر محامل نیک صرف باید نمود و از ہوا و تعصب دور باید داشت چہ نفوس ایں بزرگواران مصیبت خیر البشر علیہ الصلوٰت و التسلیمات از ہوا و تعصب مز کی شدہ بودند و از حرص و کینہ پاک گشتہ اگر مصالحت دارند برائے حق دارند و اگر منازعت و مشاجرت است برائے حق است ہر گروہ بمقتضائے اجتہاد خود عمل نمودہ اند و مخالف را بے شائبہ ہوا و تعصب از خود دفع کردہ اند ہر کہ در اجتہاد خود مصیب است دو درجہ و بقولے دہ درجہ از ثواب دارد و آنکہ مخطی است یک درجہ ثواب اورا نقد وقت است پس مخطی در رنگ مصیب اورا امت دو است بلکہ امید درجہ از درجات ثواب دارد علماء فرمودہ اند کہ دراک محاربات حق بجانب حضرت امیر بودہ است کرم اللہ وجہہ و اجتہاد مخالفان از صواب دور بودہ مع ذلک موارد طعن نیستند و گنجائش لامت ندارند چہ جائے آنکہ نسبت کفر یا فسق کردہ شود حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرمودہ است۔ برادران ما برادران ما بایمانی گشتند ایشان نہ کافر اند نہ فاسق زیرا کہ ایشان را تاویل است کہ منع کفر و فسق (کردہ شود)

حضرت پیغمبر فرمود است طیرہ علیٰ آرا الصلوٰۃ والسلام ایسا کمر و ہما شجر
 بین اصحابی پس جمیع اصحاب پیغمبر را علیہم الصلوٰۃ والسلام تسلیمات
 بزرگ باید داشت و ہمہ را بنکی یاد باید کرد و دحق ہیج یکے ازیں بزرگواراں
 بد نباید بود و گمان بد نہ باید کرد۔ و منازعت ایشان را بہ از مصالحت
 دیگران باید داشت طریق علاج و نجات ایں است چہ دوستی اصحاب کرام
 بواسطہ دوستی پیغمبر است طیرہ علیہم الصلوٰۃ والسلام و بغض ایشان منجر بہ
 بغض پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام تسلیمات۔ بزرگے فراید مَاۡ مَنَ
 بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مَنۡ لَّمۡ یُؤۡمِرۡ بِمَاۡ اَمَرَ

۱ مکتوبات شریف حصہ ہفتمہ فترہ دوم مکتوب ۷۷
 ص ۵۵۔ ۵۶ ذوق خید ۱۱

ترجمہ: جھگڑے اور لڑائیاں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے درمیان
 ہوئے۔ مینا کہ جنگ جمل اور جنگ صفین۔ ان کو اپہائی اور نیکی پر محمول
 کرنا چاہیئے۔ اور خواہشات و تعصبات سے انہیں دور رکھنا چاہیئے
 کیونکہ ان حضرات کے دل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ
 سے خواہشات و تعصبات سے پاک ہو چکے تھے۔ لایع اور کینہ سے بھی پاک
 ہو چکے تھے۔ ان کی اگر مصالحت تھی تو وہ بھی حق کی خاطر اور اگر جھگڑا ہوا غلط
 تھا تو وہ بھی حق ہی خاطر تھا۔ ان میں سے ہر گروہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے
 تقاضوں کے مطابق عمل کیا۔ اور اپنے مخالف کا ہوا و تعصب کے فحاشہ
 کے بغیر دفاع کیا۔ جو اپنے اجتہاد میں صواب پر تھا۔ اسے دودرہے
 اور ایک قول کے مطابق دس درجے ثواب حاصل ہوا۔ اور وہ جو

کہ خطا پر تھا ایک درجہ ثواب اس کو بہر حال حاصل ہوا۔ لہذا خطا اجتہادی والا اس آزمائش کے دور کی وجہ سے ملامت سے بہت دور ہے بلکہ وہ تو ثواب کے درجات میں سے ایک درجہ ثواب کا امیدوار ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ ان جنگوں میں حق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب تھا۔ اور ان کے مخالفین کا اجتہاد صواب سے دور تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ لوگ طعن و تشنیع کے حق دار نہیں ہیں! اور ملامت کی گنجائش نہیں رکھتے۔ یہ بانی کہ ان حضرات کو فاسق و کافر کہا جائے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ ہمارے ہی بھائیوں نے ہمارے خلاف سراٹھایا وہ نہ کافر ہیں نہ فاسق۔ کیونکہ ان کے پاس تاویل ہے۔ جو ان پر کفر و فسق کے لاگو ہونے کو منع کرتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تم اپنے آپ کو ان اختلافات سے دور رکھو۔ جو میرے صحابہ کرام کے درمیان ہوئے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کو بزرگ و محترم سمجھنا چاہیے۔ اور تمام کو اچھائی سے یاد کرنا چاہیے۔ ان میں سے کسی ایک کے متعلق نہ برا ہونا چاہیے اور نہ بدگمانی کرنی چاہیے۔ اور ان کے جھگڑوں کو دوسروں کے معاملات سے بہتر جاننا چاہیے۔ یہی کامیابی اور نجات کا راستہ ہے اس لیے کہ صحابہ کرام سے دوستی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستی کی وجہ سے ہے۔ اور ان سے بغض و راصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض کرنا ہے۔ ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا احترام و اکرام نہ کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ایمان ہی نہیں لایا۔

مکتوبات شریف:

و آنچه در میان صحابه از منازعات و مشاجرات گذشته بر ممال نیک
مرت باید کرد و از هرا و تعصب دور باید داشت قال الفتا زانی مع ارام
فی حب علی کرم الله وجهه و مَا وَ قَعَ مِنَ الْمُنْكَافَاةِ
وَ السَّحَابَاتِ لَمْ یُکُنْ عَنْ نَزَاحٍ فِی خِلَافَةٍ
بَلْ عَنْ خَطَاٍ فِی الْاِجْتِهَادِ فِی حَاشِیَةِ الْخِیَالِ
عَلَيْهِ فَلَا مَعَاوِیَةَ وَ اَحْزَابَهُ بَعَثُوا عَنْ طَاعَتِهِ
مَعَ اِخْتِرَافِهِمْ بِأَنَّهُ اَفْضَلُ اَهْلِ دَمَانِهِ وَ أَنَّهُ
الْاَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ مِنْهُ بِشَبْهَةِ هِیْ تَرُکِ الْقِصَاصِ
عَنْ قَتْلِهِ عَرْمَاکَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَ قَتَلَ فِی
حَاشِیَةِ قَرِهِ کَمَالٍ عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ
أَنَّهُ قَالَ اَخْوَا اُنَّا بَعَثُوا عَلَیْنَا وَ لَیْسُوا صَفْرَةً وَلَا
فَسَقَةً لِمَا لَهِمْ مِنَ الثَّوَابِ وَ شُکَ نِیْسَتِ کَرِخَطَاةِ
اجتهادی از ملا مت دوار است و از طعن و تشنیع مرفوع - مراعات
مقوق محبت غیر البشر را علیه و علی آله الصلوات و التسلیمات الیها را
دوست باید داشت قال علیه و علی آله الصلوة و السلام
مَنْ اَحْبَبْتُمْ فَبِحُبِّیْ اَحْبَبْتُمْ وَ مَنْ اَبْغَضْتُمْ فَبِغْضِیْ
اَبْغَضْتُمْ یعنی محبتی که با صحاب من تعلق کرده همان محبت است که بمن
متعلق شده است و هم چنین بغضی که بایشان را تعلق گیرد همان بغض
است که بمن تعلق گرفت است - ما را بهمار با حضرت امیر هیچ آشنائی

غلام سر اٹھایا ہے۔ وہ نہ تو کافر ہیں اور نہ ہی فاسق۔ کیونکہ ان کے پاس لڑائی کی تاویل ہے اور خطائے اجتہادی بلا شک ملامت سے دور ہے۔ اور اس پر طعن رشیع نہیں کیا جاسکتا۔ ان حضرات کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ اس کی بہر حال رعایت کرنی چاہیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ وہ محبت کہ جس کا تعلق میرے صحابہ کے ساتھ ہے وہ وہی محبت ہے جو میرے متعلق ہے۔ اور اسی طرح وہ بغض کہ جس کا تعلق میرے صحابہ کے ساتھ ہے وہ وہی بغض ہے۔ جو میرے متعلق ہے۔ یہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں سے کوئی آشنائی نہیں۔ بلکہ یہ وہ مقام ہے۔ کہ ہم یہاں دکھی ہیں۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ وہ تمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ کہ جن کی محبت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور ان سے بغض رکھنے اور انہیں تکلیف پہنچانے سے منع کیا گیا ہے اس بنا پر مجبوراً ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کی وجہ سے ان سے دوستی رکھتے ہیں۔ اور ان سے بغض رکھنے اور تکلیف پہنچانے سے بھاگتے ہیں۔ کیونکہ یہ بغض وایذا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن حق والے کو حق والا اور خطا والے کو خطا والا کہیں گے حضرت علی المرتضیٰ حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر۔ اس سے زیادہ کہنا اور اعتقاد رکھنا فضول ہے۔

مجدد الف ثانی ﷺ کے مذکورہ اقتباسات

سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ بزرگ و محترم ہیں۔ ان کی بزرگی اور احترام ملحوظ خاطر رہنا چاہیئے۔
- ۲۔ آپ کے کسی صحابی یا سسرال کے رشتہ دار کو ایذا دینے والا موزی ہے۔
- ۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنے والا اللہ تعالیٰ کو سب و شتم کرتا ہے۔
- ۴۔ صحابہ کرام کے بارے میں جو اس کرنے والے امت کے شریر ترین لوگ ہیں۔
- ۵۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ امیر معاویہ صحابی رسول ہیں ان کے ساتھ تعصب نہیں کرنا چاہیئے۔
- ۶۔ امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو گمراہ یا فاسق و فاجر کہنا جائز نہیں۔
- ۷۔ امام مالک کے بقول جنگ صفین و جمل کے شرکار میں سے کسی کو فاسق و فاجر کہنے والا خبیث باطنی یا دلی بیماری کا شکار ہے۔
- ۸۔ امیر معاویہ اور عمرو بن العاص کو گالی دینے والا امام مالک و غیرہ کے نزدیک واجب القتل ہے۔
- ۹۔ امیر معاویہ کے ساتھیوں کو اگر فاسق و فاجر کہا جائے۔ تو دین کا ایک خاطر خواہ حصہ ناکارہ ہو جائے گا۔
- ۱۰۔ جناب معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو اگر کوئی بُرا کہتا ہے۔ تو وہ یقیناً زعمی

ہے یا دین کا بدخواہ۔

۱۱۔ اہل سنت کے ہاں امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ کے مابین جنگ امر خلافت پر نہیں بلکہ خطائے اجتہادی کی بنا پر ہوئی تھی۔

۱۲۔ صحابہ کرام کے اختلافات و تنازعات میں بہترین طریقہ خاموشی ہے۔

۱۳۔ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے مخالفین کو فاسق و فاجر نہیں کہا۔ بلکہ ان کی لڑائی کی معقول تاویل کہی۔

۱۴۔ دونوں جنگوں کے شرکاء حسد و تعصب سے بالا تر تھے۔ لہذا وہ ملامت کے مستحق نہیں۔

۱۵۔ اگرچہ علی المرتضیٰ حق پر تھے لیکن ان کے مد مقابل سیدہ عائشہ، امیر معاویہ، طلحہ زبیر وغیرہ پر کفر و فسق کا فتویٰ ہرگز درست نہیں۔

علامہ عبد الوہاب شمرانی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

الیواقیت والجواہر۔

الْمَبْحَثُ الرَّابِعُ وَالْأَوَّلُ بَعَثَ فِي بَيَانِ وَجُوبِ
الْكُفِّ حَقًّا شَجَرَ بَيْنِ الصَّحَابَةِ وَوَجُوبِ
اعْتِنَادِ أَهْلِهِمْ مَا حُبُّ رُفُونٍ وَذَلِكَ لِأَنَّهُمْ كُلُّهُمْ عَدُوٌّ
بِإِقْفَاقِ أَهْلِ سُنَّةٍ سَوَاءٌ مَنْ لَا بَسَ الْفِتْنِ وَمَنْ
لَمْ يَلَا بِسَهَا كَفَيْتَنِي عُثْمَانَ وَمُعَاوِيَةَ وَوَقْعَةَ
الْجَمَلِ وَكُلَّ ذِيكَ وَحُبُّ بِالْإِحْسَانِ الظَّنِّ بِهِمْ
وَحَمْدًا لَهُمْ فِي ذَلِكَ عَلَى الْإِجْتِهَادِ فَإِنَّ تِلْكَ أُمُورٌ
مَبْنَاهَا عَلَيْهِ وَكُلُّ مُبْجْتِيدٍ مُصِيبٌ أَوْ لَمْ يَصِيبْ
وَاحِدٌ وَالْمُخْطِئُ مَعْدُودٌ بِكَ مَا حُبُّ رُفُونٍ قَالَ
ابْنُ الْأَنْبَارِيِّ وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِعَدِ الْيَوْمِ ثَبُوتُ
الْعَصْمَةِ لَهُمْ وَإِسْتِعَالَةُ الْعَصْمَةِ مِنْهُمْ
وَإِنَّمَا الْمُرَادُ قُبُولُهَا وَإِيْتِمَارُهَا لَنَا أَحْكَامُ
دِينِنَا مِنْ غَيْرِ تَكَلُّفٍ يَبْتَغِي عَنْ سَبَابِ الْعَدَالَةِ
وَطَلَبِ التَّزَكِّيَةِ وَلَمْ يَثْبُتْ لَنَا إِلَى قَتْنَا
هَذَا شَيْءٌ يَقْدِرُ فِي عَدِ الْيَوْمِ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ
فَنَحْنُ عَلَى إِسْتِصْحَابِ مَا كَانُوا عَلَيْهِ فِي زَمَنِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَثَّتْ

خِلَافَتُهُ وَلَا الْبَغَاتِ إِلَى مَا يَذْكُرُهُ بَعْضُ أَهْلِ
السَّيْرِ فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَصِحُّ وَإِنْ صَحَّ فَكُلُّهُ تَأْوِيلٌ
مَحِينٌ وَمَا أَحْسَنَ ثَوْلَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تِلْكَ دِمَاءُ طَهَّرَ اللَّهُ تَعَالَى مِنْهَا
سَيُوفَنَا فَلَا نَخْضِبُ بِهَا السِّنَنَاتِ وَكَيْفَ
يَجُوزُ الطَّعْنُ فِي حِمْلَةٍ دُونِنَا وَفِي مَنْ لَمْ
يَأْتِنَا خَيْرٌ عَنْ نَيْتِنَا لَا يَوَاسِطِيهِمْ فَمَنْ طَعَنَ
فِي الصَّحَابَةِ فَقَدْ طَعَنَ فِي نَفْسٍ دُونِهِ فَيَجِبُ
سَدُّ الْبَابِ جَمْلَةً وَاحِدَةً لَا سِيَّمَا الْخَوْضُ
فِي أَمْرِ مُعَاوِيَةَ وَعُمَرُ بْنُ الْعَاصِ وَأَضْرَابُهُمَا
وَلَا يُلْبِغِي إِلَّا عِتْرَارُ بَعَثَ بَعْضُ الرِّوَاغِ
عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ مِنْ كَرَاهِيَّتِهِمْ فَإِنَّ مِثْلَ هَذِهِ
الْمَسْأَلَةِ مَنَزَعٌ عَادَقِيٌّ وَلَا يَحْكُمُ فِيهَا إِلَّا
رِسْوَلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهَا مَسْئَلَةٌ
نِزَاعٍ بَيْنَ أَوْلَادِهِ وَأَصْعَابِهِ قَالَ الْكَمَالُ
بْنُ أَبِي شَرِيفٍ وَكَانَ السَّرَادُ بِمَا شَجَرَ بَيْنَ
عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ الْمَنَازَعَةِ فِي الْإِمَارَةِ كَمَا
كَوْهَمَهُ بَعْضُ وَإِنَّمَا الْمَنَازَعَةُ كَانَتْ بِسَبَبِ
تَسْلِيمِ قَتْلَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى عَشِيرَتِهِ
لِيَتَنَصُّوا مِنْهُمْ لِأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ
مِنْهُمْ أَيْ تَأْخُذُ بِهِمْ قَسْلُهُمْ أَصَوَّبَ إِذَا الْمُبَادَرَةُ

يَأْتِبُضَ عَلَيْهِمْ مَعَ كَثْرَةِ حَشَائِرِهِمْ وَاجْتِلَادِ طَلِبِهِمْ
بِالْعَسْكَرِ يُؤَدِّي إِلَى اضْطِرَابِ أَمْرِ الْإِمَامَاتِ وَالْعَامَّةِ
فَإِنَّ بَعْضَهُمْ كَانَ عَزَمَ عَلَى الْخُرُوجِ عَلَى الْإِمَامِ
عَلَيْهِ وَعَلَى قَتْلِهِ لَمَّا نَادَى يَوْمَ الْجَمَلِ بِأَنْ
يَخْرُجَ عَنْهُ قَتْلَةُ عُثْمَانَ وَرَأَى مَعَاوِيَةَ أَنَّ
الْمُبَادَرَةَ إِلَى تَسْلِيْمِهِمْ لِلْإِقْتِصَاصِ مِنْهُمْ رَاسُوْبٌ
فَكُلَّ مِنْهُمْ مُجْتَنِبٌ مَا جَوَّزَ فَمَا هُوَ الْمُرَادُ
بِمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ - انتهى

(۱- الیواقیت و الجواهر جلد دوم ص ۷۷)

(۲- شواهد الحق ص ۴۸۸ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:- (۴۴) ویں بحث اس بارے میں کہ صحابہ کرام کے مابین جو اختلافات ہوئے
ان میں خاموشی لازم ہے۔ اور یہ اعتقاد واجب ہے کہ وہ اجر و ثواب
کے مستحق تھے۔ (یہ عقیدہ اس لیے ضروری ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام عادل تھے
اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے۔ خواہ اُن میں سے کوئی فتنہ سے دوچار
ہوایا بچار ہا۔ جیسا کہ حضرت عثمان و معاویہ کا معاملہ اور جنگ جمل کا واقعہ
یہ لادم اس لیے بھی ہے کہ ہمیں صحابہ کرام کے بارے میں حسن ظن رکھنا ضروری
ہے۔ اور ان کے ایسے معاملات کو انکی اجتہادی رائے پر ماننا پڑے گا۔
کیونکہ ان امور کا دار و مدار ہی اجتہاد پر تھا۔ اور ہر مجتہد اپنے طور پر صواب
پر ہوتا ہے۔ یا صواب پر ایک ہی ہوتا ہے۔ اور خطا و الامعذور بلکہ
اجر و ثواب کا حق دار ہوتا ہے۔ ابن انباری نے کہا۔ کہ صحابہ کرام کی عدالت
کا ثبوت یہ نہیں چاہتا کہ ہم انہیں معصوم مانتے ہیں۔ یا ان کے لیے عصمت

کا ہونا محال ہے۔ اس کا دار و مدار ان کی دینی معاملات میں روایات کے قبول ہونے پر ہے۔ کوئی شخص بھی ان کے بارے میں روایات کی قبولیت کے لیے یہ بحث نہیں کرتا کہ ان میں اسباب عدالت و تزکیہ موجود ہیں یا نہیں اور ہمیں آج تک ان میں کوئی ایک بات نظر نہیں آئی۔ جو ان کی عدالت کو داغدار کرتی ہو۔ اس پر اللہ کا شکر ہے۔ ہمارا عقیدہ ان حضرات کے بارے میں ویسا ہی ہے جیسے یہ لوگ دور رسالت میں تھے۔ یہ عقیدہ اس وقت تک سچے گا۔ جب تک کہ اس کے خلاف کوئی بات ثابت نہ ہو جائے۔ اور ان باتوں (اعتراضوں) کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے جو بعض تاریخ دانوں نے ان کے متعلق لکھیں۔ کیونکہ اول تو وہ صحیح ہی ہیں۔ اور اگر صحیح ہوں بھی تو ان کی کوئی صحیح تاویل ہوگی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا اس بارے میں قول کتنا خوبصورت ہے۔ فرماتے ہیں۔

اُن شہداء (جو جمل اور صفین میں شہید ہوئے) کے خون سے اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کو بچائے رکھا۔ لہذا ہمیں اپنی زبانوں کو اس خون سے رنگین نہیں کرنا چاہیے۔ اور ہمارے دین کے حاملین پر طعن کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اور ان حضرات پر الزام تراشی ہمیں کس طرح زیب دے سکتی ہے۔ کہ جن کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہم تک پہنچیں۔ اس لیے جس نے صحابہ پر طعن کیا گویا اس نے اپنے دین پر طعن کیا۔ لہذا یہ دروازہ بالکل بند کر دینا چاہیے۔ خاص حضرت امیر معاویہ اور عمرو بن العاص وغیرہ حضرات کے بارے میں۔ اور اس پر شیخی نہیں بگاڑنی چاہیے۔ جو بعض رافضیوں نے ان کے بارے میں اہلبیت کے حوالے سے (اپنی کتابوں میں) ذکر کیا۔ وہ یہ کہ یہ لوگ انہیں اچھا

نہیں سمجھتے تھے۔ اس قسم کے مسئلہ کا معاملہ بہت دقیق ہے۔ اور اس کا فیصلہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک نزاع ہے جو آپ کے صحابہ اور آپ کی اولاد کے درمیان ہے۔ کمال ابن ابی شریف نے کہا۔ حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کے درمیان بھگڑا امارت و خلافت کا بھگڑا نہ تھا۔ جیسا کہ بعض کو دہم ہوا۔ بھگڑے کی اہل و جریر تھی۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ان کے خاندان کے سپرد کر دیا جائے۔ تاکہ وہ ان سے قصاص لیں۔ اس بارے میں حضرت علی المرتضیٰ کی رائے یہ تھی۔ کہ ان قاتلوں کو عثمان غنی کے ورثاء کے سپرد کرنے میں تاخیر بہتر ہے۔ کیونکہ اگر اس میں جلدی کی گئی۔ تو اس سے حالات خراب ہونے کا خطرہ ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کے خاندان بکثرت ہیں اور یہ لوگ فوج میں بھی کافی تعداد میں موجود ہیں۔ اور ان میں سے بعض نے تو حضرت علی المرتضیٰ کے خلاف خروج کی دھمکی بھی دے رکھی تھی۔ اور قتل تک کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب حضرت علی المرتضیٰ نے جنگ جمل کے وقت اعلان کیا۔ کہ عثمان کے قاتل مجھ سے دور ہو جائیں اور امیر معاویہ کی رائے یہ تھی۔ کہ قصاص کے لیے قاتلانِ عثمان کو ان کے ورثاء کے سپرد کرنے میں جلدی کرنی چاہیئے۔ لہذا ان دونوں حضرات میں سے ہر ایک مجتہد تھا۔ اور اسے اجتہاد کرنے پر اجر و ثواب عطا ہو گا۔ صحابہ کرام کے مابین اختلافات کی تصویر یہی تھی۔

لمحہ فکریہ :

امام شمرانی کی شخصیت وہ ہے۔ جن کے بارے میں علامہ یوسف نبہانی نے کہا۔
الامام القطب الشمرانی۔ مقام قطبیت ایسا مقام ہے۔ جس کی بدولت اس مقام والے

کہ اللہ تعالیٰ اویام کرام پر تسلط عطا فرماتا ہے۔ اس مقام و مرتبہ کے حامل علامہ شعرانی نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ عادل ہیں۔ چاہے وہ جبل و صغین میں شریک ہوئے یا نہ ہوئے۔

۲۔ صحابہ کرام کی طرف سے روایت ملنے پر قابل قبول ہے۔ ان کے لیے عدالت و تزکیہ کی جانچ پرکھ نہیں ہے۔

۳۔ تمام صحابہ آج بھی اسی طرح عادل ہیں جس طرح دور رسالت میں تھے۔

۴۔ ان کے تزکیہ و عدالت کے خلاف جو مواد ملتا ہے۔ وہ یا تو سرے سے صحیح نہیں یا پھر اس کی صحیح تاویل موجود ہوتی ہے۔

۵۔ جب اللہ تعالیٰ نے جبل و صغین کے شہداء سے ہماری تلواروں اور ہمارے ہاتھوں کو محفوظ رکھا۔ تو اب ہمیں اس سے اپنی زبانوں کو بھی محفوظ رکھنا چاہیئے۔

۶۔ ان پر لعن طعن اور فاسک کرامیر معاویہ اور عمرو بن العاص پر لعن طعن دراصل اپنے دین سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے۔

۷۔ ان کے اور اہل بیت کے اختلافات کا فیصلہ سرکارِ دو عالم کو ہی زیب دیتا ہے۔

۸۔ حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کے مابین جھگڑا امارت و خلافت پر دم تھا۔ بلکہ قصاص عثمان کی وجہ سے تھا۔

۹۔ علی المرتضیٰ کی رائے میں قاتلانِ عثمان کو فوری طور پر قصاص کے لیے پیش کر دینے میں زبردست اضطراب کا خطرہ تھا۔

۱۰۔ امیر معاویہ کی رائے میں قاتلوں کو فوری طور پر قصاص کے لیے پیش کر دینا

زیادہ درست تھا۔

یہ تھے وہ امور جو قطب وقت اور اولیاء کرام کے سردار امام شمرانی نے ارشاد فرمائے
اب تم اربعین کرام آپ فیصلہ کرنے کے مقام پر آن پہنچے ہیں۔ ایک طرف اہل سنت
کے مقتدر علماء کرام اور دنیاوی روحانیت عظیم سپوت اور دوسری طرف نام کے
سنی اور مفاد پرست پیر۔ وہ یہ کہیں کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کرو
گے۔ تو اپنے دین کی خیر مناؤ۔ اور یہ یوں ڈھنڈورا پیٹتے پھریں کہ امیر معاویہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبردستی خلافت حاصل کی۔ لوگوں پر ظلم و ستم ڈھایا۔ بیت المال
کو ذاتی جائیداد بھی اور دین کے اصولوں کو پس پشت ڈال دیا۔ بھلا بتلاؤ تو یہی کہ ان
کا دین خود کدھر گیا۔ ان ناما قبت اندیشوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
ارشادات بھی یاد نہ رہے۔ صحاح میں یہ روایت موجود ہے۔ کہ جب حضرت عمرو
بن العاص مشرف باسلام ہوئے۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔
آج مکہ کا دل میرے ہاتھ آگیا۔ اور یہی عمرو بن العاص ہیں۔ کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے بخشش کا وعدہ نہیں لیا۔ اس وقت تک بیعت نہیں کرتے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم ان کی بخشش کی ذمہ داری لیں۔ اور آج کا ملا، پیر اور دیو کا بندہ ان پر الزامات دھرے
اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے یوں دعا فرمائی۔

اے اللہ اسے کتاب و حساب سکھا دے۔ اپنے شہروں پر اسے حکومت
عطا فرما۔ اور برے عذاب سے اسے محفوظ رکھ۔ لیکن دل کے بیماروں اور حسد کے
ماروں کو یہ دعا ایک آنکھ نہ بھائی۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیس سالہ دورِ خلافت
کی کامیابی سے انہیں خوشی کی بجائے غم ہوا۔ اس میں اپنی قسمت پر روئیں۔ اللہ تعالیٰ
اس کے محبوب انور صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علمائے ربانین

کے علاوہ امت کے ممتاز اولیاء کرام بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان کے مداح ہیں
 اگر مودودی، کوئی دیوبندی اور نام نہاد سنی اور سند و لائٹ کو بدنام کرنے والا پیران
 کی تعریف نہیں کرتا۔ بلکہ لقص نکالتا ہے۔ تو اس سے وہ اپنی اصلیت ظاہر کر رہا ہے
 چاند پر حقو کئے سے وہ تو گندا نہیں ہوگا۔ لیکن اپنا منہ اسی حقو ک سے گندا ضرور ہوگا۔
 آخر میں اللہ سے دعا ہے۔ کہ وہ ہم سب کو اپنے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور
 اپنے نیک بندوں کی محبت پر قائم و دائم رکھے۔ اور اسی پر فائزہ فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

والصلوة والسلام علی سید الاولین والآخرین

وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

غوث اعظم محبوب سبحانی

سید عبد الفتاح در حیلانی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

شواہد الحق قول عبد القادر جیلانی :

وَأَمَّا قِتَالُهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِبَطْلِحَةٍ وَالزُّبَيْرِ
وَعَائِشَةَ وَمَعَاوِيَةَ فَقَدْ فَضَّلَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ
رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى الْإِمْسَاكِ عَنْ ذَلِكَ وَجَمِيعِ
مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ مِنْ مَنَازِعَةٍ وَمَنَافِرَةٍ وَ
خُصُومَةٍ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُزِيلُ ذَلِكَ مِنْ بَيْنِهِمْ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ رَوَّعُنَا
مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ
مُتَقَابِلِينَ وَلَا تَعْلِيَا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ
عَلَى الْحَقِّ فِي قِتَالِ الْهَمَزِ لَا تَهْكَانَ يَتَّقِيكَ صِحَّةُ
إِمَامِيَّةٍ عَلَى مَا نَبِيَّنَا مِنْ إِتْفَاقِ أَهْلِ الْحِلِّ وَالْعَقْدِ
مِنَ الصَّعَابَةِ عَلَى مَا مَاتَ وَخِلَافَتِهِ قَسَمَ
خَرَجَ عَنْ ذَلِكَ بَعْدَ مَا صَبَّحَ حَرَّ بَاكِيَّانَ
بَاغِيَّانَ رَجَا عَلَى الْإِمَامِ فَجَازَ قِتَالَهُ وَمَنْ
قَاتَلَهُ مِنْ مَعَاوِيَةَ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ طَلَبُوا

اتَّارَ عَثْمَانَ خَلِيفَةَ الْحَقِّ الْمَقْتُولِ ظُلْمًا وَالَّذِينَ
قَتَلُوهُ كَانُوا فِي عَشْكَرِي عَلَيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
فَكُلٌّ ذَهَبَ إِلَى تَأْوِيلِ صَحِيحٍ مَا أَحْسَنَ أَحْوَالِنَا
إِلَى مَسَاكٍ فِي ذَلِكَ وَرَدُّهُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
وَهُوَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ وَخَيْرُ الْفَاصِلِينَ
وَالْإِشْتَغَالُ بِعُيُوبِ أَنْفُسِنَا وَتَطْيِيرُ قُلُوبِنَا
مِنْ أَمَّاتِ الذُّنُوبِ وَظَاهِرُنَا مِنْ مُؤَيِّقَاتِ
الْأُمُورِ -

وَأَمَّا خِلَافَةُ مَعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سَفْيَانَ فَتَأْيِيدُهُ
صَحِيحَةٌ بَعْدَ مَوْتِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
وَبَعْدَ خَلْعِ الْحَسَنِ
بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا نَفْسَهُ عَنِ الْخِلَافَةِ
وَتَسْلِيمِهَا إِلَى مَعَاوِيَةَ لِرَأْيِ رَأْيِ الْحَسَنِ وَمَصْلَحَةِ
عَامَّةٍ تَحَقُّقُ لَهُ وَهِيَ حَقٌّ دِمَاءُ الْمُسْلِمِينَ وَ
تَحْقِيقُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
الْحَسَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (إِنَّ ابْنِي هَذَا أَمِيَّةٌ يُصْلِحُ
اللَّهُ تَعَالَى بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ
فَوَجَبَتْ إِمَامَتُهُ بَعْدَ الْحَسَنِ لَهُ فَسَمِيَتْ عَامَّةً
حَامِ الْجَمَاعَةِ لِإِذْ كِفَاعِ الْخِلَافِ بِعَيْنِ الْجَمِيعِ وَ
إِتْبَاعِ الْكُلِّ لِمَعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَنَّهُ لَمْ
يَكُنْ مِنْكَ مَنَازِعٌ ثَالِثٌ فِي الْخِلَافَةِ وَخِلَافَتُهُ

مَذْكُورَةٌ فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَهُوَ مَا رَوَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَنَّهُ قَالَ: (تَدُورُ رَحَى الْإِسْلَامِ خَمْسَ وَثَلَاثِينَ
 سَنَةً أَوْ سِتًّا وَثَلَاثِينَ أَوْ سَبْعًا وَثَلَاثِينَ)
 وَالْمُرَادُ بِالرَّحَى فِي هَذَا الْحَدِيثِ الشُّوَّةُ فِي
 الدِّينِ وَالْخَمْسُ السِّنِينَ الْفَاضِلَةَ مِنَ الثَّلَاثِينَ
 فَهِيَ مِنْ جَمَلَةِ خِلَافَةِ مَعَاوِيَةَ إِلَى تِمَامِ تَسْعِ
 عَشَرَ وَشُمُورِيْلَانِ الثَّلَاثِينَ كَمَلَتْ بِعَلَى
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَمَا بَيَّنَّا.

۱۔ غنیۃ الطالبین ص (بشواہد الحق ص ۲۷۰)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جناب طلحہ، زبیر، عاتشہ صدیقہ
 اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنگ کے بارے میں حضرت امام احمد
 کا قول یہ ہے کہ اس بارے میں خاموشی بہتر ہے۔ بلکہ تمام اختلافات
 جھگڑے اور ناراضگیاں جو صحابہ کرام کے مابین ہوئیں۔ ان سب کے
 بارے میں خاموشی ہونی چاہیے۔ کیونکہ اللہ رب العزت قیامت
 کو ان کے درمیان ہونے والی تمام ناراضگیوں کو دور فرما دے گا۔
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”وہم ان کے سینوں میں جو اپنے بھائیوں کے
 متعلق کھوٹ ہے۔ وہ کہیں گے۔ اور وہ ایک دوسرے کے سامنے
 تختوں پر جلوہ فرما ہوں گے۔ اور اس لیے بھی کہ حضرت علی المرتضیٰ ان لوگوں
 میں حق پرست تھے۔ کیونکہ انہیں اپنی امامت کے صحیح ہونے کا یقین تھا۔ جیسا
 کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ اس وقت کے موجود تمام صاحبانِ صل و عقد

صحابہ کرام نے آپ کی خلافت و امامت پر اتفاق کر لیا تھا۔ لہذا جو شخص اسے نہ مانتے ہوئے ان کے خلاف خروج کرے وہ باغی متصور ہو گا۔ اور امام پر خروج کی وجہ سے قتل ہو گا۔ حضرت معاویہ، طلحہ اور زبیر کا مطالبہ بیتا کہ خلیفہ برحق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تھا۔ اس کا قصاص لیا جائے۔ اور ان کے قاتلین حضرت علی المرتضیٰ کی فوج میں تھے لہذا ہر فریق اپنے ہاں صحیح تاویل دھکتا تھا۔ لہذا ہماری بہترین عقیدت یہی ہے۔ کہ اس مقام پر خاموشی اختیار کی جائے۔ اور ان کا معاملہ رفیع الجلال کے سپرد کر دیا جائے۔ کیونکہ وہی احکم الحاکمین اور خیر الفاضلین ہے۔ ہمیں اپنے گناہوں کو دیکھنا چاہیے۔ اور بڑے بڑے گناہوں سے اپنے دلوں کو پاک کرنا چاہیے۔ اور اپنے ظاہر کو بھی مہلک کاموں سے بچانا چاہیے۔ بہر حال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تو حضرت علی المرتضیٰ کی وفات کے بعد اور امام حسن کے کنارہ کش ہونے کے بعد ثابت اور صحیح ہے۔ اور امام حسن نے اپنی رائے کو بروئے کار لاتے ہوئے خلافت امیر معاویہ کے سپرد کر دی تھی۔ اور اسی میں مصلحت عام بھی تھی۔ وہ یہ کہ خونریزی سے بچاؤ ہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امام حسن کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا۔ وہ حق ثابت ہو گیا۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے اس سردار بیٹے کی بدولت مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرادے گا۔ لہذا امام حسن کی سبکدوشی اور ان کی بیعت کرنے پر امیر معاویہ کی خلافت لازم اور واجب ہو گئی۔ اسی وجہ سے اس سال کو ”عام الجمع“ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اختلاف ختم ہو گیا تھا۔ اور تمام حضرات نے امیر معاویہ کی اتباع کر لی تھی۔ کیونکہ اس وقت تیسرا کوئی شخص امامت و خلافت میں جھگڑا کرنے والا

نہیں تھا۔ اور خلافت معاویہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں اس کا تذکرہ ہے۔ آپ سے مروی ہے کہ اسلام کی چکی ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ سال تک چلتی رہے گی۔ چکی سے مراد دینی قوت ہے۔ اور تیس سالوں کے اوپر والے پانچ سال (یا چھ یا سات) یہ وہ سال ہیں۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ہیں۔ جو انیس سال اور کچھ مہینے تک رہی۔ اور تیس سال تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اختتام پر مکمل ہو چکے تھے جیسا کہ بیان کر دیا ہے۔

لمحہ مکریہ

مطور بالا میں علم و معرفت کی اس مایہ ناز ہستی کے نظریات مذکور ہوئے۔ جن کے متعلق مجدد الف ثانی یہاں تک فرما چکے ہیں کہ قیامت تک کی ولایت اللہ تعالیٰ نے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی ہے۔ خواہ اجیری ایسے بزرگ اُن کی قدم بوسی کو اپنے لیے اعتراض سمجھیں۔ اور وقت کے جید علماء اور فضلاء حضور غوث پاک کی تقدیر سے مستفیض و مستفید ہوں۔ وہ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضور خاموشی کو سلامتی سمجھیں۔ اور اس دور کے نام نہاد پیر اور مولوی جو غوث اعظم کو غوث اعظم بھی کہتے ہیں۔ وہ جناب معاویہ کی ذات پر کیمچڑا چھالیں۔ کیا نام نہاد پیروں اور مفکروں کی بصیرت اور روحانیت زیادہ ہے یا حضور غوث پاک کی؟ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب ہم حضور غوث پاک کی نسبت کو دیکھتے ہیں۔ تو حسینی اور حسنی سید ہونے کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کا غنی رشتہ ہے۔ اس رشتہ اور نسبت کے ہوتے ہوئے اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی بات قابل اعتراض ہوتی۔ تو غوث پاک کبھی بھی اس سے اعراض نہ کرتے۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

بِقَوْلِ اِتَّقُوا بِقَرَأَةِ الْمُؤْمِنِ فَيَا نَهْ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ۔ (مومن کی فراست سے خبردار رہو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) سرکارِ غوثِ پاک کے فراست ان تمام باتوں پر محیط ہے۔ جو حضرت علی المرتضیٰؓ اور امیر معاویہؓ کے باہنِ جنگ کی وجوہات تھیں۔ ان تمام باتوں کے پیشِ نظر آپؓ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی واضح عبارت پیش فرما کر اپنے نظریہ کا اظہار فرمایا۔ اور پھر قرآن کریم سے آیتِ کریمہ سے استنباط فرماتے ہوئے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کرنے کی ہدایت کی۔ اور انہیں جنتی قرار دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ۳۵، ۳۶، ۳۷ سالہ دورِ خلافت والی روایت سے حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کو ”مصحح“ فرمایا۔ علاوہ ازیں آپؓ نے دونوں حضرات کی تاویل بھی ذکر فرمائی۔ جس کی وجہ سے اُن میں کوئی بھی قابلِ گرفت نہیں ہے۔ ان تمام ارشادات کے بعد ایسے پیروں کے اُن اقوال کی طرف کون دھیان کرے گا۔ جنہیں سلسلہ روحانیت کی اِکبَد بھی نہیں آتی۔ جو اس میدان میں ایک قدم بھی نہ چلے اور اُن ملاؤں اور مفکروں کے پراگندہ خیالات کو کون درخورِ اعتنا سمجھے گا۔ جن کا مبلغ علم حضور غوثِ پاک کے مقابلہ میں قطرہ اور سمندر کی شاہی حیثیت رکھتا ہو۔

یہاں ایک بات ذکر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ یہ کہ جو لوگ غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے معتقد ہیں۔ اور آپ کے قصیدہ غوثیہ کے ایک ایک شعر کو حق سمجھتے ہیں۔ اُن سے ہماری گزارش ہے۔ کہ آپ کا یہ ارشاد ”نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا كَثْرَةً عَلٰی سَخِيْرٍ اِتِّصَالٍ“ میں اللہ کی تمام کائنات کو متواتر اس طرح دیکھتا ہوں جیسا رائی کا دانہ (شیشیلی پر پڑا ہوا) ہو۔ اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ آپ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے باہنِ جنگ کے تمام حالات و کوائف سامنے تھے۔ ان کا مطالعہ فرما کر آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کا قول کیا اور خلفائے راشدین میں سے شمار کیا۔ تو پھر تمہیں اپنے نظریہ پر نظر ثانی کرنی چاہیے

اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو منافق، فاسق یا کافر وغیرہ الفاظ سے یاد کرنے سے توبہ کرنی چاہیے۔ یا پھر غوث پاک کی عقیدت و محبت کا دم بھرنا چھوڑ دو۔ اور دوائنٹ کی علیحدہ مسجد تعمیر کر لو۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرماتے۔

امام نووی شارح مسلم اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

نووی شرح مسلم شریف:

وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَهُوَ مِنْ
الْعَدُوِّ لِلْفَضْلَاءِ وَالصَّحَابَةِ النَّجَبَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
وَأَمَّا الْحُرُوبُ الَّتِي خَبَرْتُ فَكَأَنَّكَ لِكُلِّ طَائِفَةٍ
مِثْلُهَا إِيحْتَقَدَتْ تَصَوُّيْبَ أَنْفُسِهَا بِسَبَبِهَا وَكُلُّهُمْ
عَدُوٌّ لِلرَّضَى اللَّهُ عَنْهُمْ وَمَتَا وَفَوْنَ فِي
حُرُوبِهِمْ وَغَيْرِهَا وَلَمْ يَخْرُجْ شَيْءٌ مِنْ
ذَلِكَ أَحَدًا مِنْهُمْ عَنِ الْعَدَالَةِ لِأَنَّهُمْ مُجْتَمِعُونَ
إِخْتَلَفُوا فِي مَسَائِلَ مِنْ مَحَلِّ الْإِجْتِمَاعِ كَمَا يَتَخَلَّفُ
الْمُجْتَمِعُونَ بَعْدَ هَرَفٍ مَسَائِلَ مِنْ مَاءٍ وَغَيْرِهَا
وَيَلْزَمُ مِنْ ذَلِكَ نَقْصُ أَحَدٍ مِنْهُمْ

وَأَعْلَمُ أَنَّ سَبَبَ تِلْكَ الْحُرُوبِ أَنَّ الْقَضَايَا
كَانَتْ مِثْلِيَّةً فَلِشَدَّةِ إِشْتِبَاهِهَا اخْتَلَفَ إِجْتِمَاعُهُمْ
وَصَارُوا كَلَامًا قَسَامًا - قَسَمَ ظَهَرَ لَهُمْ بِالْإِجْتِمَاعِ
أَنَّ الْحَقَّ فِي هَذَا الظَّرْفِ وَأَنَّ مُخَالَفَهُ بَاغٍ

فَوَجَبَ عَلَيْهِمْ نَصْرُهُ وَقِتَالُ الْبَاغِيِّ عَلَيْهِ
 فِيمَا اَعْتَقَدُوهُ فَفَعَلُوا ذَلِكَ وَلَمْ يَكُنْ يُجِلُّ
 لِمَنْ هَذِهِ الصِّفَةُ الشَّاخِرُ عَنْ مَسَاعِدِ الْاِمَامِ
 الْعَدْلِ فِي قِتَالِ الْبُغَاةِ فِي اِعْتِقَادِهِمْ وَقِسْمُ عَكْسِ
 هُوَ لَا يَظْهَرُ لَهُمْ بِالْاِجْتِمَاعِ اَنَّ الْحَقَّ فِي الظُّرُفِ
 الْاُخَرِ فَوَجَبَ عَلَيْهِمْ مَسَاعَدَةُ وَ قِتَالُ الْبَاغِيِّ
 عَلَيْهِمْ وَقِسْمُ ثَالِثٌ اِسْتَبَهَتْ عَلَيْهِمُ التَّضْيِيعَةُ
 وَ تَحَايَرُوا فِيهَا وَلَمْ يَظْهَرْ لَهُمْ تَرْجِيحُ اَحَدِ
 الظُّرُفَيْنِ فَاعْتَرَلُوا الْقَرْنَيْنِ وَ كَانَ
 هَذَا الْاِعْتِرَالُ هُوَ الْوَاجِبُ فِي حَقِّهِمْ لَا نَهْ
 لَا يَجِلُّ الْاِقْدَامَ عَلَى قِتَالِ مُسْلِمٍ حَتَّى يَظْهَرَ
 اَنَّهُ مُسْتَحَقٌّ لِدَايِكَ وَ لَوْ ظَهَرَ لَهُمْ لَا يَرْجِعَانِ
 اَحَدُ الظُّرُفَيْنِ وَ اَنَّ الْحَقَّ مَعَهُ لَمَّا جَاءَ
 لَهُمُ الشَّاخِرُ عَنْ نَصْرِهِمْ فِي قِتَالِ الْبُغَاةِ عَلَيْهِ
 فَكُلُّهُمْ مَعَهُ وَ رُوْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَ لِهَذَا
 اِتَّفَقَ اَهْلُ الْحَقِّ وَ مَنْ يَعْتَدُّ بِهِ فِي الْاِجْمَاعِ
 عَلَى قَبُولِ شَيْءٍ اِقْوَمٍ وَ اَيَايِهِمْ وَ كَمَالِ
 عَدَالَتِهِمْ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِينَ -

كلام النووى -

دمسلم شريف مع النووى جلد دوم ص ٢٤٢

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل، فاضل اور بہترین صحابہ کرام میں سے ایک ہیں۔ اور وہ لڑائیاں جو ان کے اور دوسروں کے مابین ہوئیں۔ تو ان میں ہر ایک فریق کے لیے شبہ تھا۔ جس کو وہ اپنے طور پر حق سمجھتے تھے۔ اور ہر فریق بھر حال عادل ہے۔ اور ان کی باہم جنگوں میں اپنی اپنی تاویل ہے ان میں سے کوئی بات ایسی نہیں۔ جو ان کی عدالت کو ختم کر دیتی ہو۔ کیونکہ وہ مجتہد تھے۔ اور اجتہادی مسائل میں ان کا اختلاف ہوا۔ بسا کہ ان کے بعد آنے والے مجتہدین کے مابین کئی ایک مسائل میں اختلاف ہونے کے باوجود یہ بات ان میں نقص کا سبب نہیں بنتی۔

تہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ ان لڑائیوں کی وجہ شبہات تھے۔ شدت شبہ کی وجہ سے ان کے اجتہاد میں اختلاف رونما ہوا۔ اور وہ تین قسم کے ہو گئے۔ ایک قسم ان لوگوں کی جن کو اجتہاد کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ حق اس طرف ہے۔ اور اس کا مخالف باغی ہے۔ لہذا اب ان کے لیے حق والے کی نصرت اور باغیوں کا قلع قمع کرنا لازم ہو گیا۔ لہذا انہوں نے اپنے اعتقاد کے مطابق عمل کیا۔ جب کسی شخص کو اس قدر بعیرت ہو جاتی ہے۔ تو پھر اسے عادل امام کی ہمنوائی سے کندہ کش ہونا جائز نہیں رہتا۔ اور باغیوں کو کھلا چھوڑ دینا اسے زیب نہیں دیتا۔ دوسری قسم ان لوگوں کا بالکل عکس ہوتی ہے وہ یہ کہ انہیں اپنے اجتہاد سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حق دوسری طرف ہے۔ لہذا انہیں اپنے عقیدہ کے مطابق حق والے کی نصرت اور اس کے باغیوں کا قلع قمع کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اور تیسری قسم ان لوگوں کی ہے۔ کہ جن پر معاملہ مشتبہ رہتا ہے وہ اس میں حیران ہوتے ہیں۔ اور انہیں دونوں طرفوں میں سے کوئی

طرح راجح نظر نہیں آتی۔ لہذا وہ پہلے دو قسم کے لوگوں سے طیعہ رہتے ہیں۔
 اور ان لوگوں کے لیے طیعہ رہنا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ کسی مسلم
 کا خون ناحق گنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں۔ ہاں اگر اس کی کوئی معقول
 شرعی وجہ ہو تو پھر درست ہے۔ اگر اس گروہ کو پہلے گروہوں میں سے
 کسی ایک کا رجحان ظاہر ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں حق پر
 ہے۔ تو پھر اس کی مدد سے گریز کرنا ان کے لیے جائز نہ ہوگا۔ اور ان
 کے باغیوں کے سرکپنے سے دریغ درست نہ ہوگا۔ لہذا یہ تینوں فریق
 اپنا اپنا عذر معقول رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حق اور اجماع کے قابل
 اعتماد حضرات نے ان تینوں اقسام کے لوگوں کی گواہی اور روایات
 قبول کر لینے پر اکتفا کیا ہے۔ اور ان کی اعلیٰ عدالت کو تسلیم
 کیا ہے۔

لحجہ مکریہ:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے عقلی توجیہات بیان فرما کر ان تمام کا حکم
 ذکر فرما دیا۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے مابین اختلاف میں خود دو فریق تو یہی ہو گئے۔ جو از روئے اجتہاد اپنے اپنے
 ساتھیوں کو حق پر اور اپنے مد مقابل کو غطاء پر سمجھتے تھے۔ اس لیے دونوں
 حق کی خاطر برسرِ پیکار تھے۔ اور تیسرا گروہ اُن لوگوں کا تھا۔ جو کسی کی طرفداری
 نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں اپنی رائے سے کسی کا حق پر یا خطا پر ہونا
 ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ لہذا وہ اپنے آپ کو غیر جانب دار رکھنے سے اسے حق
 سمجھتے تھے۔ لیکن تینوں گروہ بوجہ اپنے اجتہاد کے درست ہیں۔ اسی لیے

کسی کی تکفیر یا تسفیق و تغیر ہرگز درست نہیں۔ اور اگر کئی مان میں سے کسی کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ تو ایسا شخص اُن وعیدات اور سزاؤں کا ضرور مستحق ہوگا۔ جو صحابہ کرام کے بدخواہوں اور دشنام طرازیوں کے لیے ہیں۔

فَاَعْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ

باب دوم

معارف کی ذمہ داری اور اس کی اہمیت پر وضاحت

کیونکہ

مردود

سنی نما مولویوں اور پیروں

کا
علمی محاسبہ

باب دوم

امیر معاویہ کی ذات پر اعتراضات کرنے والے

دیوبندی مودودی سنی تمام مولویوں اور

پیروں کا علمی محاسبہ

پچھلے دنوں ہم نے سٹائیس کے قریب ایسی کتب اور ان کے مصنفین کے متعلق ایک متفقانہ بحث اس غرض سے لکھی کہ جو لوگ یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ فلاں فلاں معتبر سنی کتاب میں یہ لکھا ہے۔ جس سے عوام تو عوام خواص بھی دھوکہ کھاجاتے ہیں۔ تو اس سے نجات دلانے کے لیے ایک کتاب بنام میزان المکتب لکھی تو اس سے فراغت کے بعد خیال آیا کہ کچھ نام نہاد سنیوں کی بھی خبر لی جائے۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ خیال و عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ

اُپ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اور طرح طرح کے ان پر الزامات ثابت ہیں۔

ان میں سے کچھ دیوبندی ہیں۔ بعض مودودی کے پیرو ہیں۔ اور چند نام نہاد سنی پیرو بھی ہیں۔ طریقہ کاریہ ہو گا۔ کہ ان مترضین کی کتب سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں الزامات درج کیے جائیں گے۔ پھر ان کے جوابات شافیہ مذکور ہوں گے۔ علاوہ ازیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں وہ احادیث بھی پیش کی جائیں گی۔ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے براہِ راست ان کی عظمت بیان کرتی ہیں۔ اہل سنت کی کتب مستندہ سے ان کے بارے میں حوالہ جاتا

درج ہوں گے تاکہ یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ کس وعید اور کس انجام کے رُکے ہیں۔

اب ہم ان دیوبندی مودودی سنس اہل حدیث علماء کے نام اور ان کی کتب سے پہلے گستاخانہ جہازات نکل کریں گے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے دندان خشکی جواب بھی دیتے جائیں گے۔ اب منبر وار ہم ان کے نام شروع کرتے ہیں۔

گُستاخِ اَوَّل

(مفتی، حنفی، دیوبندی) عبدالرحیم کے چھوٹے
امیر معاویہ پٹنہ کے بارے میں تفتیشی اشعار اور

اقتباسات

عبدالرحیم دیوبندی نے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیڑا چھالتے ہوئے یوں تو بہت سی کتابیں لکھیں۔ لیکن ان میں سے دو کتابیں اس موضوع پر اپنی گندگاہ اور خبیث کے اعتبار سے نامی گرامی ہیں۔ ایک کا نام ”اظہار حق“ اور دوسری کا ”راہِ ہدایت“ ہے۔ جن دو گوں کو یہ دو خباثت سے بھری پٹریاں دیکھنے کا اتفاق ہوا وہ جانتے ہیں کہ اس شخص نے کن کن طریقوں سے اپنے خبیث باطنی کا اظہار کیا اور رہتی دنیا تک اپنے لیے لعنت چھوڑ گیا۔

ظہرِ شارق

زباں سے کبھی حق کو ملاؤ

کہ یہ کفرِ رسیرتِ کافرانہ

ہے سیرتِ قتلِ انِ اصحابِ جن کی انہیں کو خاصِ اصحابی بنانا

جو آلِ اصحابِ انہوں کا یہ ہے قاتل اسے کاتبِ کتاب اللہ بنانا

معاونِ ظالم و باغی کے باغی

منافعِ باغی کے حامی ہیں باغی

چھپے کفر و بغاوت ان کی کیونکر ہے جن کا آنا جانا کافرانہ

نذاکِ ماکیت سے وہ باغی بنالی اپنی شاہی کافرانہ

بغاوت نے ہر ایک مٹاں غریبا

بغاوت کا کھلا کر آبِ ودانہ

وہ اب اصحابِ دشمن تھے ازلی کونالوں جس سے تقاسارِ زمانہ

فتحِ مکہ میں اُسے ڈر کے مارے بغاوت کر کے نکلے باغیانہ

ہر دس کے بد تھے تو تم ان کے تھے بدتر

فتحِ مکہ کا بدلہ تقاسا چکانا

نہیں کیا اب جہاں میں کوئی حق گر ہوا باطل کا حامی سبھی زمانہ

وہ پہلا مجتہدِ باغی تھا پہلا کیا جس نے یاس کافرانہ

نہیں جب مجتہد ابلیس باغی

نہیں تاویلات کفری کا فرانہ

نہیں دین اور صحابہ سے عقیدت کسی دشمن کو صحابی بنانا

وحی دشمن کو بھی کاتب بنائیں صحابیت کی کھال ان پر چڑھانا

صحابہ مصطفیٰ کے مصطفیٰ ہیں

کوئی مرد و دمست ان میں ملانا

صحابہ میں نہیں کفر و بغاوت نہ باغی کو صحابہ میں ملانا

بغاوت کو وہ یومِ اُفتحائے ایمان اُن تافع اور نہ آنا

کلام حق کو بدلیں خود نہ بدلیں

بصد تاویل ہائے کافرانہ

گھڑائیں اُس سے پھر موضوعِ حدیثیں خزانہ دیں لٹا شطرانہ

جو کفر و فسق سورہ ثور میں ہے قاتلِ عمر مشہور زمانہ

صحابیت کی کھال ان پر چڑھائیں

بغاوت کیشوں کا ان کو بنانا

حسن کو مار ڈالا زہر دے کر اگر وہ ساتھ یا طل کا زمانہ

ہرگز مجتہد باغی و ظالم ناجائز اقتدارِ ظالمانہ

صحابہ کا ادب ہم پر ہے لازم

نہ باغی کو صحابہ میں ملانا

بغاوت کفر شیطانی بغاوت بغاوت کی حمایت باغیانہ

خلافت مرکز ملت کا باغی عدو دین نہ اصحابی بنانا

راظہارِ حق تصنیف مفتی عبدالرحیم خادم علماء سوادِ عظیم حنفی دیوبندی خطیب لاہور مال روڈ مری)

مولوی عبدالرحیم کے گستاخانہ اشعار اور اقتباسات

کا یہ تنقیدی جائزہ

عبدالرحیم نے سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یک وقت کافر، ظالم، باغی، مردود ابلیسی مجتہد اور مصداقیت کی محض کھال نظر آنے والا کہہ دیا۔ اور ان کے کاتب وحی ہونے کا انکار کرتے ہوئے باغیوں کا سردار تک کہہ امام حسن کو زہر دلوانے والا بتایا۔ بُرے البوسنیان کا بدتر بیٹا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اُن الفاظ کو شن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ کہ عبدالرحیم کو دیوبندی حنفی ہونے پر ناز ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ اس بد بخت کی اقتداء و امامت میں نماز پڑھنے والے کون سا پتھر دل پر رکھ کر ایسا کرتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مصداقیت کی کھال نہ چڑھانا۔ گو آپ کو صحابی نہ ماننے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ یا یوں کہ آپ صحابی نہیں ہیں۔ اس لیے عبدالرحیم اپنے پیروؤں کو یہ ہدایت دے رہا ہے۔ کہ تم کسی کے کہنے پر ان کو صحابی ہرگز نہ ماننا۔ آئیے احادیث پر نظر دوڑائیں۔ اور علمائے اعلام سے ”صحابی“ کی تعریف دیکھیں۔ اور پھر حضرت امیر معاویہ کے بارے میں کوئی رائے قائم کریں۔

”صحابی“ ہر وہ شخص ہے۔ کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بحالت ایمان حیات ظاہری میں زیارت کی۔ یہی امیر معاویہ ہیں۔ کہ جن کے بارے میں خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حضور یہ دعا کرتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًا اے اللہ! اس کو ہادی اور مہدی بنادے حضور صلی اللہ علیہ وسلم باتفاق

امت مقبول الدعاء میں۔ آپ نے امیر معاویہ کے حق میں ”ہادی“ ہونے کی دعا فرمائی۔ جو یقیناً قبول ہو گئی۔ اب اس بد بخت خادم سے کوئی پوچھے۔ کہ کیا وہ شخص جو کافر منافق، مردود اور باغی ہو۔ وہ ہادی ہوتا ہے۔ اس ارشاد نبوی سے حضرت امیر معاویہ کا صحابی ہونا در روشن کی طرح عیاں ہے۔ لیکن ایمان کے آتو کو یہ نظر نہیں آ رہا۔ اب اس کی مانی جائے یا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں ہادی و مہدی کا دعا فرمانا؟ حدیث مذکورہ کی تشریح میں ابن حجر لکھتے ہیں۔

تطہیر الجنان،

فَتَأَمَّلْ هَذَا الدُّعَاءَ مِنَ الصَّادِقِ الْمُصَدِّقِ
وَإِنْ أَدْعَيْتَهُ لَا مَتَّيْهِ لَا سَمِيًّا لِأَصْحَابِهِ مُقْبُولَةً
غَيْرَ مَرْدُودَةٍ تَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ سَبَّحَانَهُ اسْتَجَابَ
لِیَسْئَلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الدُّعَاءَ
لِمَعَاوِيَةَ فَجَعَلَهُ قَادِيًا لِلنَّاسِ مَلَدِيًّا فِي نَفْسِهِ
وَمَنْ جَمَعَ اللَّهُ لَهُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الْأَمْرَيْنِ تَبَيَّنَ كَيْفَ
يَتَخَيَّلُ فِيهِ مَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الْمُبْطِلُونَ وَوَصَّاهُ
بِالْمَعَانِدُونَ مَعَاذَ اللَّهِ لَا يَذْهَبُ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الدُّعَاءِ الْجَامِعِ
لِمَعَالِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ الْمَانِعِ بِكُلِّ نَقْصٍ
تَسَبَّهَ إِلَيْهِ الْقَلَائِفُ الْمَارِقَةُ الْفَاجِرَةُ إِلَّا
لِمَنْ عَلِمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَ الْإِسْلَامِ حَقِيقٌ
بِمَا هُنَا لَكَ۔ (تطہیر الجنان و اللسان ص ۱۱ و ۱۲۔ الفصل الثانی

فی فضائلہ و مناقبہ)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو صادق و صدوق ہیں، اُن کی دُعا قابلِ غور ہے۔ آپ کی دعائیں اپنی امت کے حق میں اور خصوصاً صحابہ کے بارے میں مقبول ہوتی ہیں۔ انہیں رد نہیں کیا جاتا۔ تجھے معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ دُعا امیر معاویہ کے حق میں مانگی گئی قبول ہو گئی۔ اللہ نے انہیں لوگوں کا ہادی اور اپنی ذات میں مہدی بنا دیا۔ اور جس خوش قسمت میں یہ دونوں وصف (ہادی، مہدی) اکٹھے ہو جائیں اس کے بارے میں یہ خیال کب آ سکتا ہے۔ وہ بدخواہ اور ضد رکھنے والا ہے یہ جامع دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمائی۔ جسے دنیا و آخرت کی بھلائی پسند ہے۔ اور ہر خرابی سے دور فرمایا۔ یعنی ایسی خرابیاں سے جو ایک بد بخت فرقہ اور منافقان فرقہ آپ پر لگاتا چلا آ رہا ہے۔ ہاں حقیقت یہی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی جامع دُعا اسی کے لیے ہو سکتی ہے جو اس کا صحیح حقدار ہو۔ اور اس میں اس کی اہلیت موجود ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشاد اور اس کی تشریح سے عبدالرحیم کے کچھ ہدایات کا جواب آ گیا۔ یہ حدیث ترمذی میں موجود ہے۔ اور اسے صاحب ترمذی نے ”حسن“ کہا ہے۔ حالانکہ فضائل میں حدیث ضعیف بھی قابلِ عمل ہوتی ہے حضرت امیر معاویہ کا صحابی ہونا، صاحب ایمان ہونا، کافر، منافق اور مرتد نہ ہونا یہ امور اس ارشاد سے ثابت ہو گئے۔ رہا یہ معاملہ کہ آپ نے امام حسن کو ان کی بیوی کے ذریعہ زہر دلوایا تھا۔ تو اس کی تحقیق ہم تحفہ جعفریہ جلد سوم میں پیش کر چکے ہیں۔ بطور خلاصہ سنئے۔

یہ ایک الزام ہے اور کسی پر تحقیق کے بغیر الزام تراشی درست نہیں۔ بلکہ بموجب حدیث وہ لعن ملعن خود کرنے والے پر واپس آ جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ زہر والی بات ثابت نہیں۔ اسے شیعہ لوگوں نے شہرت دی۔ اور لعن باطنی کی وجہ امیر معاویہ کی

طرف اس کو منسوب کر دیا۔ عبد الرحیم اینڈ براڈز اگر ایک روایت صحیحہ با اسناد سے زہر دینا ثابت کر دیں۔ تو دس ہزار روپیہ نقد انعام ملے گا۔ اس کے من گھڑت ہونے کو ابن خلدون نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے۔

ابن خلدون:

مَا يَنْقُلُ مِنْ أَنْ مَعَاوِيَةَ دَمٌ عَلَيْهِ السَّعْمُ مَعَ زَوْجَتِهِ
جَعْدَةُ بِنْتُ الْأَشْعَثِ فَهُوَ مِنْ أَحَادِيثِ الشَّيْعَةِ
وَحَاشَا لِمَعَاوِيَةَ مِنْ ذَلِكَ۔

(ابن خلدون جلد دوم ص ۶۴۹ بیعت حسن مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

اور یہ جو نقل کیا جاتا ہے۔ کہ امیر معاویہ نے امام حسن کو آن کی بیوی جعدہ کے ذریعہ زہر دلوا دیا۔ تو یہ ان باتوں میں سے ایک ہے۔ جو اہل تشیع کی ہیں۔ امیر معاویہ سے حاشائے کام ہونے کی توقع نہیں ہو سکتی۔

”معاویہ باغی اور سارا زمانہ ان کا حامی ہو گیا، یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تمام مومن ان کی حمایت کرنے کی وجہ سے باغی ہو گئے۔ اور باغی جو بھی ہو۔

وہ کافر، مرتد اور بے ایمان ہوتا ہے۔ لہذا دوسرے الفاظ میں کلام لے امیر معاویہ کے دور کے تمام صاحبان ایمان کو غلیظ گالیاں بک دیں۔ اور انہیں گمراہی پر اکٹھا ہونے

والا قرار دیا۔ ادھر یہ اور ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ”میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کے متعلق یہ فرمایا کہ جو انہیں

اذیت دے گا وہ مجھے دے گا اور جس نے مجھے تکلیف پہنچانی چاہی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف و اذیت پہنچانے کا ارادہ کیا۔ سو اس پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام

لوگوں کی پھٹکار ہو۔

اس بے لگام دیوبندی نے اس وقت میں موجود تمام صحابہ کرام کو معاذ اللہ گمراہ اور بے دین کہہ دیا۔ اس طرح اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔ اور بالآخر پھٹکار اور لعنت کا طوق گلے میں پڑ گیا۔ مختصر یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر اس قسم کے اعتراضات محض تاریخی باتیں ہیں۔ جن کی کوئی سند نہیں۔ نہ ان کی صحت و عدم صحت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

مؤرخ نے جو سنا وہ اپنی

تاریخ میں درج کر دیا۔ ایسے بے سرو پا واقعات کا ہمارے کراہیک جلیل القدر صحابی پر سب و شتم کو نادر اصل اپنے ایمان کو خیر باد کہنا ہے۔ تاریخی واقعات کی بے وقعتی ملاحظہ فرمائیں۔

عظمتِ صحابہ کے سامنے تاریخی واقعات کی حیثیت

قاعدہ کی بات ہے کہ کوئی حدیث ہو یا واقعہ جب تک اس کی سند ذکر نہ کی جائے وہ بے قیمت ہوتا ہے۔ امام مسلم نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے۔ قَوْلًا إِلَّا سَنَادُ لِقَالٍ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ۔ اگر اسناد نہ ہوتیں۔ تو جو کسی کے جی میں آتا۔ وہ کہہ دیتا۔ بہر حال تاریخی واقعات کے درج کرتے وقت مؤرخ ان کی چھان چھیٹ نہیں کرتے جو سنا اس کتاب میں درج کر دیا۔ اور پھر آگے یہی سلسلہ چلتا رہا۔ عبدالرحیم کے مذہبی باوا حسین احمد دیوبندی نے مکتوبات شیخ الاسلام میں تاریخی روایات کے بارے میں لکھا ہے۔

مکتوبات شیخ الاسلام؛

حسین احمد مدنی نے کہا کہ یہ مؤرخین کی روایتیں تو عموماً بے سرو پا ہوتی ہیں۔ نہ راویوں کا پتہ ہوتا ہے۔ نہ ان کی توثیق و تحریج کی خبر ہوتی ہے۔ نہ انفصال و انقطاع سے بحث ہوتی ہے۔ اور اگر بعض متقدمین نے سند کا التزام بھی کیا ہے۔ تو عموماً ان میں ہر غلطی و ٹھن سے ارسال و انقطاع سے کام لیا ہے۔ خواہ ابن اثیر ہو یا ابن قتیبہ ابن ابی الحدید ہو یا ابن سعد۔ (ص ۲۶۶ مکتوبات شیخ الاسلام)

ابن تیمیہ نے تاریخی واقعات کے بارے میں یہ تاثر بیان کیا ہے۔

منهاج السنة:

الْمُؤَرِّخُونَ الَّذِينَ يَكْثُرُ الْكَذِبُ يَذْوُونَ
وَقَالَ أَن يَسْلَمَ لَهُمْ فَقُلْتُمْ مِنَ الزِّيَادَةِ
وَالنُّقْصَانِ۔

ر منهاج السنة جلد سوم ص ۱۹۶)

ترجمہ: تاریخ لکھنے والے اکثر جھوٹی باتوں کی روایت کرتے ہیں۔ اور ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ کہ ان کی نقل کردہ بات کمی بیشی سے محفوظ ہو۔ یہی ابن تیمیہ ذرا کھل کر اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

منهاج السنة:

وَإِنَّمَا هُوَ مِنْ جِئْسٍ مَا نَفَكَهُ السَّوَارِيحُ لَا يَعْتَمِدُ
عَلَيْهَا أَوْ لَوْ لَا بَصَارُ۔

ر منهاج السنة جلد سوم ص ۲۳۲)

ترجمہ: تاریخی واقعات و روایات پر کوئی صاحب بصیرت اعتماد نہیں

کرے گا۔

”نقل پرستی، علم تاریخ میں ایک جانی پہچانی بات ہے۔ بارہا ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک مؤرخ تاریخی واقعہ کی خوب خبر لیتا ہے۔ اور اس کے غلط ہونے کی تحقیق کر کے پھر بھی اُسے اپنی کتاب میں درج کر دیتا ہے۔ ابن کثیر کو اٹھا کر دیکھئے۔ آپ کو اس میں جبری کی وہ روایات بھی مل جائیں گی۔ جن پر ابن کثیر نے سنت گرفت کی۔ اور اس نقل پرستی کی خود ابن کثیر ان الفاظ میں گواہی دیتا ہے۔

البدایۃ والنہایۃ:

وَفِي بَعْضِ مَا أَوْرَدْنَا نَظَرَ وَكَوْلًا إِنَّ جَرِيْبَ وَغَيْرَهُ
مِنَ الْحَقَائِدِ وَالْأَحْمَةِ ذَكَرُوهُ مَا سَفَتُهُ۔

دالبدایۃ والنہایۃ جلد ۲ ص ۲۰۲) فِي سَنَةِ إِحْدَى وَسِتِّينَ

ترجمہ: ہم نے جو روایات ذکر کیں۔ ان میں سے بعض قابل گرفت ہیں۔ اگر

ابن جریر وغیرہ حفاظ وائمہ نے ان کا اپنی اپنی تصانیف میں ذکر نہ کیا ہوتا

تو میں انہیں درج کرنے کے لیے آگے نہ بڑھتا۔

قاضی ابوبکر بن عربی نے احادیث و تاریخ کا تقابلی ان الفاظ سے بیان کیا۔

العواصم والقواصم:

قَالَ الْقَاضِي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَالْبَاقُونَ إِذَا لَمْ

يَجِدُوا أَحَدًا لِحَدِّ وَغَلَبَهُمُ الْحَسَدُ عَلَيْهِ

وَحَدًّا وَتَهْمَلُهُ أَحَدٌ لِقَوْلِهِ عُمُومًا فَاقْبَلُوا

الْوَصِيَّةَ وَلَا تَلْتَفِتُوا إِلَّا عَلَى مَا صَنَعَ مِنَ الْأَخْبَارِ

وَأَجْتَنِبُوا كَمَا ذَكَرْتُ لَكُمْ أَهْلَ الشَّوَارِخِ

فَلَا تَهْمَزْ ذَكَرُوا عَنِ السَّلَفِ أَخْبَارًا مَحِيحَةً

يَسِيرَةً لِّيَتَوَسَّلُوا بِذَلِكَ إِلَى رَوَايَةِ الْأَبَاطِيلِ فَيَقْذِفُوا
 كَمَا قَدْ مَنَّا فِي قُلُوبِ النَّاسِ مَا لَا مِيرْصَاهُ اللَّهُ تَعَالَى
 وَلِيُخْتَقِرُوا السَّلَفَ وَيُهَوَّ نَقَالَ الَّذِينَ وَهُوَ أَعَزُّ
 مِنْ ذَلِكَ وَهُوَ أَحَرُّ مِنْ قَرَضَى اللَّهِ عَنْ جَمِيعِهِمْ
 وَمَنْ نَظَرَ إِلَى أَفْعَالِ الصَّحَابَةِ تَبَيَّنَ مِنْهَا بَطْلَانُ
 هَذِهِ الْمَثُوكِ الَّتِي يَخْتَلِقُهَا أَهْلُ الشَّوَارِبِ فَيَدْتُونَهَا
 فِي قُلُوبِ الضُّعَفَاءِ -

(العواصم والقواصم ص ۲۲۲-۲۲۵ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: قاضی ابوبکر کہتے ہیں۔ کہ جب لوگوں کو کسی شخص کا کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ تو پھر
 حسد و عداوت کے غلبہ کی وجہ سے اس کے عیب نکالتے ہیں۔ لہذا میری
 وصیت قبول کرتے ہوئے یہ خیال رکھنا کہ ان کی صرف وہ خبریں قابل
 التفات سمجھنا جو درجہ محبت کو پہنچتی ہوں۔ اور ان باتوں سے اجتناب کرنا
 جو تاریخ والے لکھتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے۔ کہ پہلے بزرگوں
 کی چند صحیح باتیں لکھ کر وہ دراصل باطل اور غلط روایات سے درج کرنے کا
 وسیلہ بناتے ہیں۔ پھر وہ لوگوں کے دلوں میں ان حضرات کے متعلق ایسی
 ایسی باتیں ڈال دیتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ان سے ظاہر ہی نہیں فرمائی ہوتیں
 غرض یہ ہوتی ہے کہ سلت کی حقیر کی جائے۔ اور ان سے خیانت برتی جائے
 حضرات صحابہ کرام کے افعال میں تصور کرنے والا ان وہی تباہی باتوں کے لطلان
 کا خود یقین کر لیتا ہے۔ جو تاریخ لکھنے والوں نے ان کی طرف منسوب کر دیں۔
 اور ان باتوں سے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
 ذرا آگے چل کر یہی ابن عربی مزید کہتے ہیں۔ (جس کا ہم صرف ترجمہ نقل کرتے ہیں ابی عربی فرماتے ہیں)

”میں نے یہ باتیں تمہیں اس لیے بتائیں تاکہ تم عام مصنفوں اور خاص خاص مفسرین کے مابین فرق قائم رکھو۔ اور مؤرخین ادیب لوگوں سے باخبر رہو۔ کیونکہ وہ اپنے علم کے ماہر ہوتے ہوئے دین کے احترام یا بدعت کے ارتکاب سے جاہل ہوتے ہیں۔ لہذا تمہیں ان روایات کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ ہاں اگر روایت ماننی ہے۔ تو کسی حدیث کے امام کی ماننا اور مؤرخین میں سے طبری کے علاوہ دوسروں کی بات کی طرف دھیان نہ دینا۔ کیونکہ دوسروں کی ہر بات کو تسلیم کر لینا دین کی موت ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو ایسی ایسی باتیں گھڑ لیتے ہیں جن سے صحابہ کرام کی تعظیم ہوتی ہے بلف صالحین سے بیزاری اور انہیں گناہ گزر شخص ماننے پر آمادہ کرتی ہیں۔ ان حضرات کے اقوال و اعمال میں کئی کئی واسطوں کو چھوڑ کر بیان کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح وہ اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرتے ہیں۔ یعنی دین کی بجائے دنیا اور ہدایت کی جگہ گمراہی پھیلاتے ہیں۔ لہذا جب تم ایسے باطل لوگوں سے کنارہ کش ہو جاؤ گے۔ اور صرف عادل لوگوں کی باتیں مانو گے۔ تو تم ان مصیبتوں اور خطرات سے بچ جاؤ گے۔“ (عواصم و الفتوا ص ۲۴۷ تا ۲۴۸)

نوی شرح مسلم شریف:

قَالَ الْعُلَمَاءُ الْأَحَادِيثُ الثَّوَابَةُ الَّتِي فِي ظَاهِرِهَا
دَخَلَ عَلَى صَحَابِيٍّ يَجِبُ تَأْوِيلُهَا قَالُوا
وَلَا يَقَعُ فِي رِوَايَةِ الثَّقَاتِ إِلَّا مَا يُمْكِنُ تَأْوِيلُهُ.

نوی شرح مسلم شریف جلد دوم ص ۲۷۸ باب میں فضائل علی ابن ابی طالب (ترجمہ: حضرات علماء نے فرمایا ہے۔ کہ وہ احادیث جن سے حضرات صحابہ کرام کی ذات پر نقص ثابت ہوتا ہو۔ ان کی تاویل کرنا لازمی ہے۔ اور ثقہ راویوں کی

ایسی متنی روایات ہیں۔ ان کی تاویل ممکن ہے۔

متنبصر

کسی تاریخی حوالہ کی حیثیت مذکورہ حوالہ جات سے واضح ہو جاتی ہے۔ ان میں کئی دہائیوں سے جرم ہے۔ کہیں تو سرے سے سند واقعہ ہی نہیں ہوتی اور یہ کتب تاریخ میں بکثرت ہے۔ کہیں سند ہے تو وہ نامتو، اور اگر تمام ہو تو پھر جرم و تعدیل کے معیار کے مطابق نہیں ہوتی۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ قاضی ابوبکر نے جو طبری کے متعلق روایات تاریخیہ کے متعلق لکھا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ طبری کی ہر روایت قابل وثوق ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ طبری نے اس کی سند ذکر کی ہے۔ رہا یہ کہ مذکورہ سند قابل حجت نہیں یا نہیں ہو سکتی ہے۔ پھر مؤرخین مذہبی نقطہ نگاہ سے بھی کچھ اپنی کتب میں درج کرتے ہیں۔ اس لیے مذہبی مسئلہ میں ان کی روایت دوسروں کے لیے قابل اعتراض نہیں ہو سکتی۔ صاحب طبری کے بارے میں تشیع نے اور نہ ہونے کا قول موجود ہونے کی وجہ سے اس کی وہ روایات جو شیعیت کی مؤید ہیں۔ قابل اعتبار نہیں رہتیں۔ اس کی تفصیل عقائد جعفریہ جلد چہارم میں بالتفصیل ذکر کی گئی ہے۔ اور کسی تاریخی روایت کی سند بھی ہو اور بھی قابل اعتبار لیکن اس کی توثیق کی وجہ سے کسی صحابی کی شان پر حوت آتا ہے تو ایسی روایت کی تاویل لازم ہوتی ہے۔ اس لیے حضرات صحابہ کرام کے بارے میں ایسی تاریخی روایات ہرگز قابل قبول نہیں۔ اور نہ ہی اپنے ظاہری معنی پر محمول ہیں۔ جن سے ان میں کوئی نقص ثابت ہوتا ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

مذکورہ مولوی عبدالرحیم کے لئے رسالہ ندائے حق کی تردید

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر فقیر کو جو اعتراضات دستیاب ہوئے ان کی بھرپور اور باحوالہ تردید کر دی گئی۔ اور جوابات پر مشتمل کتاب جب پچھنے کے لیے تیاری کے مراحل میں تھی۔ فقیر بغرض عمرہ حرمین طیبین روانہ ہو گیا۔ غیر حاضری میں ایک رسالہ بنام ”ندائے حق“، موصول ہوا جسے مذکورہ مولوی عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے ہی ترتیب دیا ہے۔ اُسے برخواستہ دار چوہدری مولوی محمد بخش نے محفوظ کر لیا۔ جب میں عمرہ سے واپس آیا تو اس نے مجھے دیا۔ اور اصرار کیا کہ اس کا جواب آنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ میرے بھتیجوں میں سے ایک چہیتا بھتیجا ہے اور شیعوں کے رد میں جب میں نے قلم اٹھائی۔ تو سب سے پہلے یہی وہ آدمی ہے۔ کہ جس کے مجبور کرنے پر میں نے شیعوں کا رد لکھنا شروع کیا۔ میری اس تصنیف میں اس کا گراں حصہ ہے اللہ تعالیٰ اس کے اس نیک مشورے اور اصرار کو قبول فرمائے اور میری کتاب سے اس کو حصہ وافر عطا فرمائے۔ جو کہ اس کے لیے بخشش کا ذریعہ بنے۔ آمین

راقم نے اس میں درج شدہ اعتراضات کا مطالعہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ مولوی عبدالرحیم رافضی نے تقریباً تمام اعتراضات بے سند و بے حوالہ لکھے۔ جو اس کے ناپاک ذہن کی پسیدہ داریں۔ اس لیے ایسے لایعنی اور اختراعی اعتراضات کا جواب دینے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہاں چند اعتراضات جو الاستیعاب اور جذبِ القلوب سے ذکر کیے گئے۔ اگرچہ وہ نامکمل ہیں۔ لیکن کچھ نہ کچھ ان کا ذکر ان کتب میں ہے۔ ان کا جواب انشاء اللہ بھرپور طریقہ سے پیش کیا جا رہا ہے۔ اور دوسرے سوالات کا بھی بقدر ضرورت، جواب دیا جاسکا۔

دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور بدخواہانِ خلیفہ برحق اگرچہ ہر دور میں

بھرت ہوئے ہیں۔ لیکن دور حاضر کا سب کا سر کردہ لیڈر نام نہاد سنی اور مکروفریب کامرشدانہ لبادہ اوڑھنے والا غلام محمود المعروف ”محدث ہزاروی“ ہے۔ اس کا رات دن کا بچھونا ہی یہی ہے کہ ہر طریقہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو متنفر کیا جائے۔ اس بد باطن کی ہرزہ سرائیاں ایک پمفلٹ ”دوبانی بغاوت یزید کے باپ معاویہ کے بحوالہ کارنامے“ کے عنوان سے چھاپ کر تقسیم کیا گیا۔ اس کے آخر میں چند اشخاص کے نام اشاعت کنندگان کے طور پر لکھے گئے۔ اور خود پردے میں رہ کر اپنا بچاؤ کیا۔ لیکن اسی دشمن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے ”غلام محی الدین“ نے اس کے اشتہار کے مندرجات کے بارے میں اس امر کی تصدیق کی کہ یہ سب کچھ میرے والد صاحب کی شب و روز کاوش کا نتیجہ ہیں۔

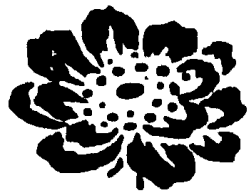
فقیر نے ”محدث ہزاروی“ کے مرتب کردہ اشتہار کے اعتراضات کا مسکت اور محقق و مدلل جواب ”دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ جلد دوم“ میں تحریر کر دیا ہے۔ اس سنی نما رافضی نے اہل سنت کو دھوکہ دینے کی خاطر مختلف کتب اہل سنت سے تقریباً چوبیس اعداد و حوالہ جات نقل کیے۔ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بہر حال ان تمام کا بالترتیب جواب جلد دوم میں آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ ان اعتراضات اور مدلل جوابات میں مولوی عبدالرحیم دیوبندی رافضی کے اٹھائے گئے تقریباً تمام اعتراضات کا جواب بھی موجود ہے۔ علاوہ ازیں دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ جلد اول کے مضامین جب آپ ملاحظہ کریں گے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور امت کے اکابرین کے ایسے اقوال و ارشادات آپ کے سامنے آئیں گے۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب پر مشتمل ہیں۔ ان کے مطالعہ کے بعد

عبدالرحیم رافضی کی کتاب ”وندائے حق“ میں درج باسٹھ عدد سوالات یا اعتراضات ہوئے ہیں ذرے کی طرح اڑتے نظر آئیں گے۔ کتاب مذکور کے آخر میں تھا۔ وہ جو میرے ان حوالہ جات کے بحوالہ جوابات دے گا۔ اس کو دس ہزار روپیہ پاکستانی بطور انعام پیش کروں گا، عجیب دھوکہ پر مبنی اعلان ہے۔ کہ جب لکھے گئے اعتراضات کا خود عبدالرحیم رافضی نے کوئی حوالہ درج ہی نہیں کیا۔ تو یہ بحوالہ اعتراضات کیسے ہو گئے؟ اور جن کے حوالہ جات نقل کیے وہ بھی چند کے سوا ناممکن ہیں۔ اس چیلنج کے مقابلہ میں ہم ابتداءً چیلنج کرتے ہیں۔ کہ مولوی عبدالرحیم اپنے خود ساختہ باسٹھ اعتراضات میں مذکور روایات کا سند صحیح کے ساتھ حوالہ پیش کر دے۔ تو ہم اُسے ایک لاکھ روپیہ پاکستانی بطور انعام دینے کا اعلان کرتے ہیں۔ لیکن نہ عبدالرحیم اور نہ اس کا ہم مشرف گرو و پیشوا محدث ہزاروی وغیرہ کوئی بھی اسناد صحیحہ کے ساتھ بحوالہ پیش نہیں کر سکتے۔

”محدث ہزاروی“ نے مذکورہ پمفلٹ میں جن اکابرین اہل سنت کے نام ذکر کیے۔ اور یہ متاثر دینے کی کوشش کی۔ کہ ان اکابرین کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اچھی شخصیت کے مالک نہ تھے۔ انہی اکابرین نے دو ٹوک اور صریح الفاظ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کا صدق دل سے اعتراف کیا ہے۔ ان اکابرین میں سے بہت سی جگہوں پر حضرت فاضل بریلوی کا نام بھی تحریر ہے۔ حالانکہ ”محکم شریعت“ میں آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں یہ میگوئیاں کرنے والوں کو ”کَلْبٌ مِّنْ کَلَابِ الْهَٰؤُلَاءِ“، دوزخی کتوں میں سے ایک کتا کہا ہے محقر یہ کہ ہماری مذکورہ دونوں مجلدات میں ان دونوں رافضیوں کے اعتراضات

کے جوابات تقریباً دیئے جا چکے ہیں۔ اس لیے بار بار ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ تاہم عبدالرحیم رافضی کے من گھڑت اعتراضات کے جوابات جو ہم پیش کر رہے ہیں۔ ان میں سے جن کا حوالہ نقل نہ ہو گا۔ وہ ان دونوں مجلدات میں باحوالہ موجود ہیں۔ اور بعض کے حوالہ جات اگرچہ مذکور نہ ہوں گے لیکن وہ بھی میری تیسرے عدد و کتب میں موجود ہیں۔ قرار دینا کہ اگر کسی حوالہ کے بارے میں لکھیں گے۔ تو ان کی فرمائش پر انشاء اللہ حوالہ پیش کر دیا جائے گا۔ کچھ خاص اعتراضات جو عبدالرحیم دیوبندی نے باحوالہ لکھے ہیں۔ ان کی انشاء اللہ باحوالہ تردید ہو گی۔ جس سے آپ ان اعتراضات کی حقیقت تک پہنچ سکیں گے لیجئے عبدالرحیم دیوبندی کے بالترتیب اعتراضات اور ان کے جوابات: لیکن میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی عبدالرحیم دیوبندی کے باسٹھ سوالات مع ٹائٹل ٹوٹو مٹیٹ کر کے اول میں لگا دوں تاکہ کسی کو شک و شبہ نہ ہو سکے کہ دیوبندی اس قسم کے انتہائی گستاخانہ سوالات اور الزامات نہیں لگا سکتا کیونکہ علمائے دیوبند تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتہائی مداح ہیں۔ لہذا وہ اس جیسے الزامات نہیں لگا سکتے۔ جیسا کہ مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے ایک عالم فاضل نور حسین عارف خطیب جامع مسجد فضل فاروق آبادی محمد بخش گوہر انوار نے انتہائی تعجب سے کہا کہ وہ کونسا ایسا مولوی عبدالرحیم دیوبندی ہے۔ کہ جس نے یہ الزامات لگائے ہیں۔ کیونکہ میں اکثر علماء دیوبند کو جانتا ہوں۔ لیکن اس کے نام سے ناواقف ہوں۔ اس لیے میں مولوی عبدالرحیم کے رسالہ مدائے حق کو مع ٹائٹل کے یہاں لگا رہا ہوں۔ تاکہ کسی کو شک و شبہ نہ رہے کہ مولوی عبدالرحیم دیوبندی کے یہ الزامات نہیں ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی دندان شکن جوابات بھی تحریر کرتا جاؤں گا۔ تاکہ اہل حق انصاف کے ساتھ حق و باطل میں امتیاز کر سکیں۔

وَقُلْ حَيَاءُ الْحَقِّ وَزَهْقُ الْبَاطِلِ ط إِنَّ
الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۱۵/۱ بنی اسرائیل ۸۱



اہل اسلام کی اہم معلوماتی درخواست
علماء و مشائخ کی آج تک کی سرگذشت

سَدَائے حَقِّ

کتاب و سنت و تاریخ کے درخشے

تالیف

خادم علماء مفتی عبد الرحیم حنفی دیوبندی
مبلغ و مناظر اسلام خطیب لاہور۔ حال مال روڈ۔ مری
۱۔ حضرت علامہ شیخ الحدیث حافظ بلخ شیر حنفی
قادری، جیشتی، نقشبندی، سہروردی، لاجوت لامکانی بلوچستان

۲۔ حضرت علامہ سید مہر حسین شاہ بخاری نقوی۔
مصنف کتب شہیرہ اسلامیہ

ہیں چھوڑی: ۱/۴ انعام آیت ۲۸ خود ترجمہ والے قرآن سے پڑھ لیجئے۔ یہ قرآن فیصلہ کن کلام ہے۔ ۳/۱ طارق آیت ۱۳ خود قرآن یا معنی سے پڑھ لیجئے۔ معاویہ صاحب ایک متنازعہ شخصیت ہیں۔ ان کی بغاوت کے حمایتی انکو صحابی کا تب وحی مجتہد جنتی بتاتے ہیں۔ اہل علم و تحقیق علماء و مشائخ کے نزدیک نہ صحابی نہ مہاجر نہ انصار بلکہ باغی اور مؤلفۃ القلوب کہتے ہیں۔

صحابی کی تعریف: ۲/۱۳ فتح آیت ۲۹۔ ۱۱۔ والذین معہ مسلمانا ہو کر زندگی بھر ساتھ رہے۔ اس میں معاویہ نہیں۔ (۲) اشداء علی الکفار۔ کفار پر شدت والا ہواں میں بھی معاویہ نہیں۔ رجماء۔ منہم۔ آپس میں رحمدل ہو۔ اسمیں بھی معاویہ نہیں۔ امت رسول کی تعریف قرآنی:۔ والسابقون الاولون۔ دین ایمان میں سبقت والے من المہاجرین:۔ مہاجرین میں سے ہو۔ والانصار:۔ انصار میں سے ہو۔ والذین اتبعوكم یا احسان رضی اللہ عنہم ورضی عنہ۔ معاویہ نہ صحابہ میں سے ہے۔ نہ امت رسول میں سے ہے۔ صحابہ کی تعریف سنت رسول سے۔ فرمان رسول ہے خیارکم فی الجاہلیۃ خیارکم فی الاسلام۔ جاہلیت میں جو خیار تھے۔ وہ اسلام میں بھی خیار ہی رہے۔ اس میں بھی معاویہ نہیں آتا۔

۱۔ وہ کون ہے۔ جس نے دو خلیفہ راشد سے بغاوت غدر اور دھوکہ کیا۔ اور دونوں کو شہید کیا۔ (امیر عامہ معاویہ ج)

۲۔ وہ کون ہے جس نے خلیفہ راشد سے دھوکہ فریب فساد دہمیں رکھ کر صلح کی مگر اسلام میں اسکی صلح برفساد اور غیر مشروع ہے۔ (امیر عامہ معاویہ ج)

۳۔ وہ کون ہے جسکی منافقانہ صلح کوزبان رسالت نے تاروا فرمایا۔ معاویہ نے خلیفہ راشد امام حسن سے منافقانہ صلح کی اسے حضور نے فرمایا۔ هَذَنۡتَ عَلٰی ذٰلِکَ بِفِصَالِ حَدِیثِ میں ہے۔ ہر صلح اسلام میں جائز ہے۔ سوائے اسکے کہ حلال حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے کا موجب بنے۔ ایسا کس نے کیا۔ (امیر عامہ معاویہ ج)

۴. وہ کون ہے جس نے اللہ رسول کے فرمان سے باغی بندہ خلافت راشدہ سے بغاوت کی اور اسی پر مرا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵. وہ کون ہے جسے علماء مشائخ اہلسنت نے اسلام سے پہلا باغی کہا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۶. وہ کون ہے جس نے اللہ رسول سے باغی ہو کر دو خلیقوں سے بغاوت و خروج کیا اور شرح عقائد نسفی نے اسے باغی کہا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۷. وہ کون ہے جسے علامہ سعد الدین تغتاغانی نے شرح مقاصد میں اسلام سے پہلا باغی خارجی کہا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۸. وہ کون ہے جسے محقق علمائے اسلام نے مشہور و معروف کتاب مجمع البحرین میں لکھا برگز پرگز صحابی نہیں۔ (امیر عامہ معاویہ)

۹. وہ کون ہے جسے محمدی پریس میں پھینکی کتاب مرآۃ الحقیقات میں لکھا ہے نہ خلیفہ نہ صحابی نہ نبی نہ تر ہے۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۰. وہ کون ہے جو سورۃ فتح کی صحابہ بھی تین تعریفوں میں نہیں آتا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۱. وہ کون ہے جسے اپنے والد کے زنا پر پچاس گواہیاں لیکر باپ کے ولد زنا کوڑی

زیادہ کو قرآن سنت سے منکر ہو کر بھائی نہ وارث کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۲. وہ کون ہے جسے حجر بن عدی اور انکے بارہ ساتھی صحابیوں کو ظلم سے قتل

کیا جنکے حق حضور نے فرمایا ان پر اللہ اور آسمان و ارض غضبناک ہونگے۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۳. وہ کون ہے جسے حضور کی یہ حدیث سنی جسے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی

اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی ام سلمہ و دیگر صحابہ سے منع کرنے پر باز

نہ آیا۔ بدستور گالی اور لعن طعن کرتا کرتا رہا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۴. وہ کون ہے جسے علی کی گالیوں لعن طعن پر ام سلمہ اور صحابہ نے کہا تم علی اور اسے

محبت کرنے والو پر لعن طعن کرتے ہو اس میں تو اللہ رسول بھی آتے ہیں پھر بھی باز نہ

آیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۵۔ وہ کون ہے جسے ابوالکلام آزاد نے ملت کے چار حرام زادے باغیوں کا سرغنہ قرار دیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۶۔ وہ کون ہے جس نے اپنے کافر متدیٹے کو مرتے وقت وصیت کی کہ فتح مکہ، بدر

احزاب و حدیبیہ کا بدلہ لینا مکہ مدینہ تباہ کرنا اور اس نے ایسا ہی کیا (امیر عامہ معاویہ)

۱۷۔ وہ کون ہے جسکی ماں نے حمزہؓ کا بعد شہادت سینہ پیرا اور کلیجہ چھایا اور خود اس نے

علی اور اللہ رسول کو گالی دی اور لعن طعن کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۸۔ وہ کون ہے جس نے آل و اصحاب سے باغیانہ جنگ کئے اور مرتے دم کپڑوں کے تبرک

کا فریب کیا اور بغاوت پر مرا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۹۔ وہ کون ہے جس نے پچیس لاکھ کی رشوت دیکر امام حسن کو زہر دے کر قتل کرایا اور

اسکا الزام انکی بیگناہ بیوی جعدہ پر مشہور کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۲۰۔ وہ کون ہے جس نے علی سے ۹۹ باغیانہ جنگ کر کے انکی شہادت کا بندوبست

مغرہ بن شعبہ کے ذریعہ کرا کے فریب کیا اور رویا تو بیوی نے نر مند کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۲۱۔ وہ کون ہے جس نے آل رسول سے ۹۹ باغیانہ جنگ کر کے ایک لاکھ ستر ہزار صحابی

مومن قتل کئے اور خدا کا خوف نہ کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۲۲۔ وہ کون ہے جس نے حرمِ حرام مدینہ کو ننگل گاہ بنا کر لاتعداد مسلمان صحابی قتل کئے منبر

رسول لہجہ کر گم کرنے لگا تو سورج کو گہن لگا دن کو تارے نظر آنے لگے۔ (امیر عامہ معاویہ)

۲۳۔ وہ کون ہے جس نے ایک بدری صحابی عمارؓ کو جھین میں قتل کیا جسکے حق حضور نے متواتر

حدیث میں فرمایا عمار کو باغی جہنمی گروہ قتل کریگا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۲۴۔ وہ کون ہے جس نے خیر التابعین اور اویس قرنیؓ کو صفین میں قتل کیا جس سے امت

کیلئے دعا گزرنے کو حضور نے فرمایا تھا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۲۵۔ وہ کون ہے جس نے عمرؓ اور علیؓ اور حسنؓ اور عمارؓ اور عائشہؓ اور اویس قرنیؓ

کو قتل کیا اور کرایا (امیر عامہ معاویہ)

۲۶. وہ کون ہے جسے علی بہادر خان بی. ایس. سی علیگ نے ملت تباہ تخریب کاروں کا قائد اعظم قرار دیا. (امیر عامہ معاویہ)

۲۷. وہ کون ہے جس نے حافظ قرآن و سنت عبدالرحمان بن ابوبکر کو زہر دیکر اور ام المومنین عائشہؓ کو مہمانی کے بہانے بلا کر گنہگار قتل کر دیا اور محمد بن ابوبکرؓ کو قتل کر کے گدھے کی کھال میں انکا قیمہ رکھ کر تیل ڈال کر جلا ڈالا. (امیر عامہ معاویہ)

۲۸. وہ کون ہے جسے اتنے قتل و ظلم پر امت کے بے بصیر علماء و ملانے صحابی بناتے مجتہد ٹھہراتے اور رضی اللہ پڑھتے ہیں. (امیر عامہ معاویہ)

۲۹. وہ کون ہے جو اسلام اور پیغمبر اسلام اور آل و اصحاب رسول کا جدی دشمن ہو کر بھی اصحاب رسول میں شمار کیا جاتا ہے. (امیر عامہ معاویہ)

۳۰. وہ کون ہے جسکے جادو سے امت مسلمہ کے علماء و مشائخ ایسے شمار میں ہیں کہ نساء آیت ۹۲ میں ہے کہ ایک مومن کے عہد قتل کیلئے ہمیشہ کا جہنم ہے اسیر اللہ کا غضب و لعنت ہے. اسکیلئے عذاب عظیم تیار ہے. مگر اسکے ایک لاکھ ستر ہزار مومنوں کے قتل پر اسیر رضی اللہ پڑھی جا رہی ہے. (امیر عامہ معاویہ)

۳۱. وہ کون ہے جس نے خدائی منصوبہ خلافت جو مرکز ملت تھا کو تباہ کیا یہ ساری امت کی بدخواہی ہے جسکا ارتکاب کیا گیا. (امیر عامہ معاویہ)

۳۲. وہ کون ہے جسے ایڈورڈ گبن سید امیر علی پریوی کو نسل کے حج نے آرج ریل کہا. (امیر عامہ معاویہ)

۳۳. وہ کون ہے جسے اللہ رسول کی نافرمانی اور بغاوت کی اللہ کا فرمان ہے انی جابل فی الارض خلیفہ اس سے پہلا باغی کون ہے. (ابلیس شیطان)

۳۴. وہ کون ہے جس نے رسول اللہ کے فرمان علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدين المحمدين سے بغاوت کی. (امیر عامہ معاویہ)

۳۵. وہ کون ہے جو اللہ کے فرمانِ فغانِ نوالتی تبغی کے زمرہ میں شامل واجب القتل ہے۔
(امیرِ عامہ معاویہ)

۳۶. وہ کون ہے جو رسول اللہ کے فرمانِ خلیفہ برحق سے باغی ہو قاضی بنوہ بالسیف کائنات من کان میں شمار ہوتا ہے۔ اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے۔ (امیرِ عامہ معاویہ)
۳۷. وہ کون ہے جو خلیفہ راشد علیٰ اور ان سے محبت والوں پر خطبہ جمعہ میں لعن طعن کرتا اور کراتا رہا۔ (امیرِ عامہ معاویہ)

۳۸. وہ کون ہے جو اپنی حکومت کے ستر ہزار دس منبروں پر علیؑ اور اللہ رسول پر لعن طعن کرتا اور کراتا رہا۔ (امیرِ عامہ معاویہ)

۳۹. وہ کون ہے جس کیلئے حضورِ معلم و مقصود کائنات کا فرمان ہے جو میرے صحابہ کو گالی دے لعن طعن کرنے اس پر لعنت کرو۔ ایسا کس نے کیا۔ (امیرِ عامہ معاویہ)

۴۰. وہ کون ہے جس نے سب سے پہلے انسانوں کو خصی کر نیک کام کیا۔ (امیرِ عامہ معاویہ)

۴۱. وہ کون ہے جس نے علیؑ کو تارکٹ بنا کر اللہ رسول اور تمام مومنوں پر سب و شتم

لعن طعن کیا اور کرایا۔ (امیرِ عامہ معاویہ)

۴۲. وہ کون ہے جس نے اللہ رسول کے کافر و بدکاروں کو نیا لے بیٹے یزید کو

ولی عہد بنایا۔ (امیرِ عامہ معاویہ)

۴۳. وہ کون ہے جو فتح مکہ کے دن پچھے کفریساۃ اسلام میں۔ نسبت کو آیا اور

جسکا ایمان کفہ ہے۔ قرآن نے ان کو سب سے ہمارے لیسۃ اسلام میں۔ اخلا

ہوئے اور اسی کفر لیسۃ اسلام سے نکل گئے۔ (امیرِ عامہ معاویہ ابنہ کو)

۴۴. وہ کون ہے جس کے متعلق عبد اللہ بن زبیرہ دو صحابیوں نے گواہی دی کہ اس نے

شراب پی اور ہم کو بھی دی۔ مسند احمد طبع ۵ ص ۲۴۔ (امیرِ عامہ معاویہ)

۴۵. وہ کون ہے جس کے متعلق عبد اللہ بن صامت صحابی نے مسجد میں اعلان سے کہا

اس نے سود لیا اور کھایا وہ دوزخ میں گئے تک ہے۔ (امیرِ عامہ معاویہ)

۴۶. وہ کون ہے جس بد بخت ازلی ابدی نے مغیرہ بن شعبہ کا غلام لولو کو خرید لیا اس

سے حضرت عمرؓ کو قتل کرایا۔ مجمع البحرین طبع محمدی پریس دیوبند۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۷. وہ کون ہے جسکے معتمد پیشوا مسلم بن عقبہ مری اور اسکے اپنے فرزند یزید نے کہا

سب جھوٹ ہے نہ فرشتہ آیا نہ وحی ہوئی۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۸. وہ کون ہے۔ یہ نفع ایمان والا جسکے زانی۔ کافر باپ نے عثمان غنیؓ سے کہا یزیدی

بادشاہت ہے۔ میں نہیں جانتا مانتا جنت دوزخ۔ استیعاب ج ۲ ص ۴۸۹ (امیر عامہ معاویہ)

۴۹. وہ کون ہے جسکے مشہور و معروف ذاتی منافق باپ کو جب سے اسلام میں آیا منافقین

کا ماوا ملجا اور جاہلیت میں زندگی تھا۔ استیعاب ج ۴ ص ۸۹ (امیر عامہ معاویہ)

۵۰. وہ کون ہے جس یانی بغاوت ظلم و بدعت مبتدع کے دور حکومت کو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صُنَاتٌ صُنَاتٌ صُنَاتٌ مَصَائِبُ فِتْنَةٍ وفساد فرمایا۔

خصائص کبریٰ طبع حیدرآباد ص ۲ ص ۱۱۴۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۱. وہ کون ہے جس کی باغی باطل ظالم سرپا فتنہ فساد حکومت کو رسول صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے ملکا عَصُوْا صُنَادِرَ رَنْدَہ شَانِی ذَمَّایَا خُصَّاصِ کِبْرِیٰ طبع بیروت ج ۲

(امیر عامہ معاویہ) ص ۱۱۴

۵۲. وہ کون ہے جس نے مرتد و کفریہ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب معرکوں کے

بدے لینے کی بسر یزیدی مسابین عقبہ سب حراموں کو حلال جاننے و ماننے والے فرقہ کافر

بیٹے یزید کو حرم ملکہ حرم مدینہ نومارت و تباہ کریملی وصیت فی (جذب القلوب) ص ۷

شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۳. وہ کون ہے جس نے اپنے قطعی کافر بیٹے یزید کو حرمین شریفین کی تباہی کا مشورہ

و حکم بطور وصیت دیا اور اسمیں اس منافق مسلم بن عقبہ کو اپنا سب سے بڑھکر

مدبر و معتمد کہا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۴. وہ کون ہے جس میں ہزار وجوہ و اسباب کفر و نفاق پلٹے جانے کے باوجود

ایکے ننگ حلال ملائے اللہ رسول سے بیگانے بن کر اسے صحابی بنانے اور اس پر رضی اللہ پڑھنے پڑھانے پر بضد ہیں۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۵۔ وہ کون ہے جسے بغاوت پرست ملافوں نے محض باطل طور پر مجتہد بنا رکھا ہے۔ محقق علماء و مشائخ نے تصریح کی کہ وہ درجۂ اجتماع تک نہ پہنچے تھے۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۶۔ وہ کون ہے جسکے اجتہاد کی نگربراہ راست خلیفہ راشد سے ہوئی حالانکہ ایسا اجتہاد قطعاً بغاوت اور کفر تک پہنچانے والا ہے جیسا ابلیس کا اجتہاد خلیفہ سے ہوا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۷۔ وہ کون ہے جس نے بھونڈے اجتہاد سے وتر کی تین رکعت کو ایک بنایا اور عبادت و اطاعت کے دو حصے برباد کر دیئے بخاری شریف۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۸۔ وہ کون ہے جسکے ایک وتر کے معاملہ میں اجتہاد کو ملا خط کر کے ابن عباسؓ نے اسے گدھا کہا۔ طحاوی فیض الباری۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۹۔ وہ کون ہے جس نے اجتہاد کر کے بغاوت کی اور خلیفہ راشد سے ۹۹ جنگ یا غیارہ کئے ایک لاکھ ستر ہزار مومن حافظ قرآن و سنت قتل کئے ابو بکر صدیقؓ کی اولاد کو گدھے کی کھال میں رکھ کر حلاویا۔ مشکوٰۃ ص ۶۱۷۔ (امیر عامہ معاویہ)

۶۰۔ وہ کون ہے جسے تنفی تفسیر احکام القرآن نے امت اسو سے لکھا اسلئے باپ اس کے گروہ کو کہا۔ مَتَّحْ لَمْ يُنْفَعْ قَلْبُهُ مِنَ الْفِكْرِ وہ کہ جن کے دلوں کو اللہ نے کفر سے پاک نہ کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۶۱۔ وہ کون صاحب ہے جو اللہ رسول کے حکم دین و ایمان سے بغاوت کی بنا پر دین ایمان سے خارج ہوا اور ملت میں تفرقہ کا موجب بنا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۶۲۔ وہ کون صاحب ہیں جو ملت سے پہلے باغی ہیں اگر مسلمان انکے متعلق غلط فہمی نہ کر کے انہیں ملت سے پہلا باغی جانیں تو توفیق نہ رہے۔ (امیر عامہ معاویہ)

علماء و مشائخ دانشور اور حکام متعلقہ کا فرض ہے۔ اس تحریک بغاوت و

فساد کو بلا تاخیر ختم کر نیکا بند و بست کریں۔ ورنہ پھر نہ کوئی کہے قبر نہ ہوئی
 اعلان عام :- ان علماء مفتیان کی جانب سے دس سال تک جو عالم عرب و عجم
 سے انہ دلائل کا حوالہ بحوالہ رد جواب کرے مبلغ دس ہزار روپیہ پاکستانی انعام کا
 مستحق ہے۔ جو نہ رد کر سکے نہ جواب دے سکے پھر بھی بغاۃ ظالموں بدکاروں غلاموں
 کو صحابہ کرام میں رکھ کر انیر رضی اللہ پڑھنے سے نہ شرمائے نہ باز آئے تو اسے ہر
 صدی جاہل گمراہ اور اس کے اور باب من دون اللہ پیر دس ہزار برس تک
 روزانہ صبح شام وہ جو اللہ نے اس سے پہلے خلیفہ سے باغی پر خود مقرر رکھی انی
 یوم . . . الدین والسلام علی من اتبع الهدی من العالمین۔ ہم معلم
 و مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان تمام آل و اصحاب پر قربان ہیں۔
 جن میں کوئی باغی نہ سود خور نہ شرابی نہ ناصبی نہ خارجی نہ ظالم نہ کافر نہ فاسق نہ منافق
 نہ زندیق نہ مرتد نہ گمراہ نہ زنیہ بلکہ خالص مومن ہر غیر و خوبی والے باقیوں الاولیاء من
 المهاجرین والانصار والدین اتبعوا ہم با حسن رضی اللہ عنہم و رضو عنہ۔ واعد
 لهم جنت تجری تحتها الانهار خالدين فیہا ابد ذالک الفوز العظیم
 ”توبہ آیت ۱۰۰“ انہی لیدین و فی اوراقتہ لہ حکم ہے۔ اولئک الذین
 ہدی اللہ فبہد اہم اقتدھو۔ ملک میں باغیانہ فساد کی جذبات
 کے عالمانہ دفاع کا مواد اور ذخیرہ جن پتیدہ علماء و مشائخ و فضلاء سے
 سوالات کے جوابات حاصل ہوئے۔

۱۱۔ اعلیٰ حضرت علامہ ابوالحسنات قدس سرہ فاروقی مصنف مجمع البحرین محمدی پریس
 دیوبند انڈیا۔

۱۲۔ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا محمد اکرام صاحب خطیب جامع کلیر شریف ضلع سہارنپور
 انڈیا۔

۱۳۔ اعلیٰ حضرت علامہ شیخ الحدیث حافظ بلخ شیر تنفی قادری جشتی نقشبندی

- (۴) حضرت علامہ مولانا مفتی افضال الہی صاحب خطیب دربار محبت فقیر پور پٹنہ
- (۵) حضرت الشیخ علامہ نظام الدین کیال شریف نزدشاردا حال آزاد کشمیر:
- (۶) حضرت صاحبزادہ عبدالرؤف صاحب سجادہ نشین درگاہ اجمیر شریف انڈیا۔
- (۷) حضرت علامہ سید مہر حسین شاہ بخاری نقوی مصنف کتب شہیدہ اسلامیہ
- (۸) اعلیٰ حضرت علامہ محمد عبدالکریم کردی رئیس المدس والافتاء بغداد شریف عراق۔
- (۹) علامہ محمد فاضل قادری آزاد کشمیر خادم۔ علماء و مشائخ
- (۱۰) خدام العلماء و مشائخ سید ابوالمحبوب سکندر شاہ حنفی قادری۔
- (۱۱) حضرت علامہ الدھر عبدالقیوم خادم علماء مشائخ اہلسنت پاکستان۔
- (۱۲) یہ جوابات علی معلم کتابوں سے ہم نے دیئے۔ خادم ملت پنج شیر و مفتی عبدالرحیم
- حضرت علامہ سید مہر حسین شاہ سجستانی، نقوی۔

مولوی عبدالرحیم دیوبندی کے باسٹھ سوالات

سوال نمبر (۱)

وہ کون ہے جس نے دو خلیفہ راشد سے بغاوت کی اور ان کو شہید کیا۔

جواب: اس کا جواب سند سوالات کے ضمن میں آ رہا ہے اور تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۲۳ پر بھی موجود ہے

سوال نمبر (۲)

وہ کون ہے جس نے خلیفہ راشد سے دھوکہ فریب فساد دل میں

رکھ کر صلح کی مگر اسلام میں اس کی صلح برفساد اور غیر مشروع ہے؟

جواب:

خلیفہ راشد سے مراد اس دیوبندی رافضی کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

اہم حسن رضی اللہ عنہما ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس نے ان کی شہادت

کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ یہ الزام بالکل بے بنیاد اور بے اصل ہے۔ درحقیقت

تین خلیفہ راشد تھے۔ پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔

عبدالرحمن بن ملجم ہے۔ جس کا مراحۃ ثبوت شیعہ سنی کتب میں موجود ہے۔ ہماری تصنیف ”وشیعہ مذہب“ میں بھی اس بارے میں حوالہ جات مذکور ہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق کامل ابن اثیر کا ایک حوالہ ہی معترض کے ایجابی ہے۔ امام حسین نے جب اپنے برادر بزرگ امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ زہر دینے والے کا نام بتا دیں۔ تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے علم نہیں یہ عبارت ”تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۲۱۴ تا ۲۱۵ پر بالتفصیل موجود ہے۔ جب خود جن کو زہر دیا گیا۔ انہیں معلوم نہیں۔ کہ کس نے زہر دیا۔ یا معلوم تھا لیکن نہ بتایا۔ تو عبدالرحیم اینڈ برادرز کو کہاں سے شیطانی الہام ہوا کہ زہر دینے والے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ مذکورہ اعتراض من گھڑت اور لغو محض ہے۔

سوال نمبر (۳)

وہ کون ہے جس کی منافقانہ صلح کو زبان رسالت نے ناروا فرمایا۔ معاویہ نے خلیفہ راشد امام حسن سے منافقانہ صلح کی اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ هَدَنَ عَلَى دُخَانٍ۔ صلح اسلام میں جائز ہے۔ سوائے اس کے کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے کا موجب بنے۔ ایسا کس نے کیا؟

جواب:

عبدالرحیم رافضی نے بڑی چالاکی اور تبرا بازی سے ”وہ هَدَنَ عَلَى دُخَانٍ“ کے مفہوم کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر چسپاں کرنے کی ناپاک جسارت کی۔ یہ الفاظ بخاری شریف میں ہیں۔ اور وہاں اسے مطلقاً عام لوگوں کے لیے علامات قیامت کے ضمن میں لکھا گیا۔ یعنی قیامت کی ایک علامت یہ ہوگی۔ کہ کچھ لوگ فساد پر صلح کریں گے۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خود شیعہ کتب میں امام حسن رضی اللہ عنہ کا کلام موجود ہے۔ فرمایا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے کوئی بد عہدی نہیں کی۔
الاخبار الطوال :

مؤرخین کہتے ہیں کہ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ کی پوری زندگی میں اپنے بارے میں کوئی برائی نہ دیکھی۔ اور نہ ہی کسی قسم کی خلاف طبع بات دیکھی۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے کی گئی کسی شرط کو ختم نہ کیا۔ اور نہ ہی اچھے سلوک کو ان سے جدا کیا۔ (اخبار الطوال ص ۲۲۵) اس کی مزید تفصیل ہماری کتاب ”تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۹۷ تا ۱۰۲“ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

سوال نمبر (۴)

وہ کون ہے جس نے اللہ و رسول کے فرمان سے باغی بن کر خلافتِ اشرہ سے بغاوت کی؟

سوالی نمبر (۵)

وہ کون ہے جس کو علماء و مشائخ اہل سنت نے اسلام کا پہلا باغی کہا ہے؟

سوال نمبر (۶)

وہ کون ہے جس نے اللہ و رسول سے باغی ہو کر دو خلیفوں سے بغاوت و خروج کیا۔ اور شرع عقائد نسفی نے اسے باغی کہا؟

سوال نمبر (۷)

وہ کون ہے جس کو سعد الدین تفتازانی نے شرح مقاصد میں اسلام کا پہلا باغی خارجی کہا؟

جواب :

ان چاروں سوالات کا حاصل ایک ہی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اسلام کے پہلے باغی ہیں۔ اور علماء و مشائخ اہل سنت نے انہیں اول باغی ہونے کی تصریح کی ہے۔ ہم اس بات کا جواب دو دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ کی جلد دوم الزام^{۱۶} میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ یہ اعتراضات دراصل دو محدث ہزاروی کی پیروی ہیں۔ اور اس کے چہیتے لخت جگر عبدالرحیم نے بھی وراثت میں حاصل کیے۔ دونوں نے لفظ دو باغی،، سے من پسند معنی یعنی دو کافر،، لے کر دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اور خباثتِ باطنی کا اظہار کیا۔ ہماری کتاب مذکورہ کی جلد دوم میں لفظ دو باغی،، سے یہاں علماء اہل سنت نے کیا مراد لیا وہ بیان کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلی بغاوت کی جس کا اجتہاد سے تعلق ہے۔ یعنی پہلی اجتہادی بغاوت کی پہل کی۔ اس بارے میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

نہج البلاغۃ،

امیر معاویہ کا اور میرا رب ایک، بنی ایک اور اسلام کی طرہ دعوت دینا ایک ہے۔ اور نہ ہم دعوائے کرتے ہیں۔ اللہ کے ساتھ ایمان لانے میں ان سے زیادتی کا اور نہ ہی نبی کی تصدیق میں زیادتی کا دعوائے کرتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ ہم پر زیادتی کا دعوائے کرتے ہیں۔ البتہ اَلَا مَرَوْا حِدًّا اَلَا مَا اُخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دَمِ عَثْمَانَ وَفَحْنٍ مِنْهُ بَرَاءٌ۔ یعنی ہمارا اختلاف صرف خون عثمان میں ہے۔ حالانکہ ہم اس سے بری ہیں۔ (نہج البلاغۃ مکتوب نمبر ۵ کتبۃ الی اہل الانصار)

قارئینِ کرام! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جن سے اختلاف ہے۔ وہ انہیں مسلمان اور صحابی سمجھتے ہیں۔ اور یہ خود ہوس صدی کے افعیٰ امیر معاویہ کو

رجاں منافق اور کافر تک کہنے سے نہیں چوکتے۔ دراصل یہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بھی دشمن ہیں۔ آج نہیں تو کل انہیں سمجھ آ جائے گی۔ کہ ایک صحابی رسول اور کاتب وحی کے بارے میں ہم نے جو جو اساتذہ کیے اور دین دنیا برباد کر بیٹھے کاٹل ہم ایسا نہ کرتے۔ میں بارہا پیر کیلانی سید باقر علی شاہ صاحب کے خواب کا تذکرہ کر چکا ہوں۔ ان سے امیر معاویہ کی شان میں لغزش ہوئی۔ رات خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ناراضگی میں مجھے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ جھگڑا میرا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا اس میں تمہیں دخل دینے کا کیا حق تھا ہے۔ میں جب اس واقعہ پر غور کرتا ہوں۔ کہ اگر لغزش پر مطلع کرنا تھا تو اکیلے علی المرتضیٰ ہی خواب میں مطلع فرما دیتے۔ لیکن خواب میں تینوں حضرات کا نظر آنا دراصل اس طرف اشارہ تھا۔ کہ میری اور امیر معاویہ کی کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی۔ ورنہ ہم دونوں اکٹھے کھڑے نہ ہوتے۔ اور دوسری بات یہ کہ جس طرح مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر ہے۔ اسی طرح امیر معاویہ بھی دیکھ لو حضور کے صحابی ہیں۔ ہماری لڑائی صرف ایک اجتہادی خطا کی وجہ سے ہوئی تھی۔ ورنہ کوئی ذاتی عداوت اور دشمنی نہ تھی۔ اس لیے لڑائی ہونے کے باوجود ہم دونوں کا تعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جوں کا توں ہے۔ اور یہ بھی سمجھنا تھا۔ کہ ہم دونوں ایک ہی ہیں۔ تو ہم میں سے کسی سے عداوت اور بیرکھنے والا دوسرا ہرگز دوست نہیں ہو سکتا۔ لہذا جو امیر معاویہ کو دکھ ہے اس مجھے اور آپ (علیہ السلام) کو دکھ پہنچتا ہے۔ صاحبِ خواب فرماتے ہیں۔ اس لغزش کی وجہ سے میرا روحانی فیض اس وقت تک بند رہا جب تک علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زیارت نہ ہوئی۔ زیارت کے بعد پھر ترقی شروع ہو گئی۔ نیز فرمایا کرتے ہیں کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا دم بھرنے والا کبھی بھی اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ مشاہدہ کی بات ہے۔

باقی رہا عبدالرحیم دیوبندی کا یہ کہنا کہ علماء و مشائخ اہل سنت نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ یہ کہا تو ہم دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر تمہاری مراد ان علماء و مشائخ سے وہ ہیں جو تمہارے محکمہ اور محدث ہزاروی کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو ایسے علماء مشائخ اللہ رسول کے حکم کے مخالف اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمن ہونے کی وجہ مردود ہیں۔ اور اگر مراد ائمہ اربعہ اور ان کے تابعین ہیں۔ اور وہ حضرات کہ جن کی علمیت اور مشائخت پر امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ تو یہ تمہارا بہت بڑا بہتان ہے۔ کیونکہ دورِ قریب کے ایک عظیم عالم اور شیخ اور ولی کامل علامہ امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”دعوات الحق“ کے صفحہ ۴۶۲ سے ۴۹۶ تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں امت کے عظیم دینی و روحانی پیشواؤں کا ہر یہ عقیدہ پیش کیے ہیں۔ مثلاً امام طہادری، غزالی، قاضی عیاض، غوث پاک، شیخ سہروردی، امام نووی، امام ابن ہمام، امام شعرانی اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہم جمیعین۔ جن کا ذکر کرنا باعث طوالت ہے۔ ہم نے ان ائمہ حضرات کی کچھ عبارتیں اپنی کتاب ”دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ“ کا علمی محاسبہ کی جلد اول باب اول میں درج کی ہیں۔ وہاں ملاحظہ کر لی جائیں ان ائمہ اور مشائخ کے نظریات سے ہٹ کر نظریہ قائم کرنا دو منہ شدّہ ”شَدَّ فِي النَّارِ“ کے مصداق ہے۔ لہذا عبدالرحیم دیوبندی خود اپنے باپے میں کچھ فیصلہ کرے کہ وہ اپنی تحقیق کے بل بوتے پر کدھر جا رہا ہے؟

سوال نمبر (۱)

وہ کون ہے۔ جسے محقق علماء اسلام نے مشہور و معروف کتاب مجمع البحرین

میں لکھا ہرگز ہرگز صحابی نہیں؟

جواب:

”مجمع البحرین“ کا مصنف جسے عبدالرحیم دیوبندی نے محقق اسلام کہا ہے یہ کون ہے۔؟ اور کس مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہے؟ اس کا تعارف خود اس کے الفاظ سے آخر میں یوں درج ہے۔ ”ابوالحسنات قدسی فاروقی مصنف، مجمع البحرین محمدیہ پریس دیوبند انڈیا“ اس محقق اسلام کا نام ہم نے پہلی مرتبہ سنا ہے۔ اور یہ یقیناً عبدالرحیم کی طرح رافضی محقق ہے۔ اور اس کا پیشوا نظر آتا ہے۔ جس کا اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں۔ جس طرح عبدالرحیم جو اپنے آپ کو دیوبندی مفتی کہلاتا ہے۔ کا اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر ان دونوں کا اہل سنت سے تعلق ہوتا۔ تو سب سے پہلے ان کی نظر امارت نبویہ پر پڑتی۔ اور دیکھتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا تعویذی کلمات فرماتے ہیں۔ اور پھر آثار صحابہ اور تابعین کرام کے ارشادات دیکھے جاتے۔ یہی جب آنکھوں پر ملاوت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سینک جڑ حالی ہو۔ تو پھر ان کے اوصاف کہاں نظر آئیں گے۔ ”الاستیعاب“ میں سے دیکھا کہ لگے صلیات پر آرہے ہیں کہ اس رافضی کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر نظر پڑ گئی لیکن فضائل و مناقب والی احادیث سے آنکھیں موندیں۔ گنا۔ مذکور سے ایک حدیث ملاحظہ ہو۔

الاستیعاب:

عن الحارث بن زیاد عن ابي اهرم السماعي
انه سمع عرياض بن سارية يقول سمعت
رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول

اللَّهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَ
قِهِ الْعَذَابَ.

والاستیعاب جلد سوم ص ۲۰۱ پر حاشیہ الاصابۃ

حرف میم قسم اقل بیروت

ترجمہ: عراب بن ساریہ صحابی رسول کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے سنا۔ اے اللہ! معاویہ کو کتاب و حساب

سکھا۔ اور عذاب سے بچا۔

گویا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے جناب رسالت آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اگر دنیا میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے

کوئی خطا، سرزد ہو گئی ہو تو اے اللہ! اسے معاف فرما دینا۔ اور انہیں عذاب

دوزخ سے رہائی عطا فرما کر جنت میں داخل فرماتا۔ بخاری شریف سے ایک

روایت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری شریف:

عن ابن ابي مليكة قال أوتر معاوية بعد

العشاء بركعة وعنده مؤلى لابن عباس

فأتى ابن عباس فقال دعه فإنه قد صحب

رسول الله صلى الله عليه وسلم..... حد ثنا

ابن ابي مليكة قيل لابن عباس هل لك في

أمير المؤمنين معاوية فإنه ما أوتر إلا

بواحدة قال أصاب إنه فقيه. بخاری شریف

جلد اول ص ۵۳۱ پارہ ۱۱ ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ:

ابن ابی ملیکہ روایت کرتے ہیں۔ کہ عشاء کے بعد امیر معاویہ نے ایک رکعت وتر پڑھا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس کے ایک آزاد کردہ غلام (ابن کریب) وہاں موجود تھے۔ وہ ابن عباس کے پاس آئے۔ اور واقعہ بیان کیا۔ اس پر ابن عباس نے فرمایا۔ ان پر اعتراض نہ کرو۔ چھوڑ دو۔ کیونکہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔..... ہمیں ابن ابی ملیکہ نے کہا۔ کہ حضرت ابن عباس کو کہا گیا۔ کہ امیر المومنین حضرت معاویہ رضی عنہ نے صرف ایک رکعت وتر ادا کیا ہے۔ کیا تم اس بارے میں کچھ ان کے متعلق کہنا چاہو گے؟ فرمایا۔ انہوں نے جو کیا ٹھیک کیا ہے۔ وہ فقیہ ہیں۔

ان دو عدد حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے قرآن کے علم کے حصول کی دعا فرمائی۔ دوزخ سے بچانے کی اللہ سے درخواست کی۔ کیا کسی کافر یا منافق کے بارے میں اللہ کا رسول ایسی دعائیں کرتا ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام دھرنے والا درحقیقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھانے کی باتیں کرتا ہے۔ جس کا انجام وہ خود سمجھ لے۔ پھر جبر الامت رأس الفقہاء من الصحابة حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جن کی صحابیت، قضاہت اور اصابت رائے کی دو ٹوک انداز گواہی دیں۔ ان کے صحابی ہونے کا انکار کرنے والے عبدالرحیم، محدث ہزاروی اینڈ کمپنی ایسے اتلی بدبختوں کی کون سننے گا۔ کہاں پڑی اور کہاں پڑی کا شور یہ اسی محکمہ سے تعلق ہے۔

جمع البحرین کے مصنف کا جسے بڑے طمطراق سے ”محقق اسلام“ لکھا گیا۔ یہ سب لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تلمیذین کی ہم سری بھی نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی اس قابل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان گمراہوں کی گمراہی اور ماسدوں کے حسد سے ہم سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے امین۔

سوال نمبر (۹)

وہ کون ہے جسے محمدی پریس میں چھپی کتاب مرآۃ التحقیق نے لکھا کہ وہ نہ غلیفہ نہ صحابی اور نہ مہاجر ہے؟

جواب:

ازلی بد بختی کا اندازہ کریں۔ کہ ”محمدی پریس“ میں کسی کتاب کا چھپ جانا کتاب کی صداقت کی دلیل ہے۔ اور پھر مرآۃ التحقیق کتاب کا نام لکھا نہ معلوم اس کا مصنف کون ہے۔ کس مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا صفحہ نمبر کیا ہے جس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صحابی، غلیفہ اور مہاجر ہونے کی نفی موجود ہے؟ چوروں کی طرح بے نام و نشان بات کر کے اُسے اُن حضرات کے مقابلہ میں پیش کرنا جن کی شخصیت مسلم اور جن کی علمیت پر دنیا نے اسلام متفق ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وہی ہیں۔ جنہوں نے اپنی بخاری شریف میں ہر حدیث درج کرنے سے قبل رؤفہ رسولؐ پر استخارہ کیا۔ اور پھر اس سے جو ایک حدیث ہم گزشتہ سطور میں پیش کر چکے ہیں۔ اُن کی طرف سے مروی ہے۔ جو صحابی رسولؐ، فقیہ اور مجتہد ہیں۔ اب غور طلب امر یہ ہے۔ کہ ایک طرف بخاری شریف اور دوسری طرف ”مرآۃ التحقیق“، ایک طرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسری طرف دالوا الحسنات قدسی فاروقی، اس تقابل سے ہر ذی شعور بھی فیصلہ کرے گا۔ کہ بخاری شریف اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

ہی معتبر ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ کہ عبدالرحیم دیوبندی رافضی کو بخاری شریف کا نام کب گوارا ہے۔ اُسے اپنے جیسے دجال اور کذاب اچھے لگتے ہیں۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

کبوتر با کبوتر زانغ با زانغ

سُئَال غَيْر (۱۰)

وہ کون ہے جو سورہ فتح کی صحابہ کی تین تعریفوں میں نہیں آتا؟

جواب اول،

صحابی کی تعریف اجماع امت کے مطابق یہ ہے۔ جس نے ایمان کی حالت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو اور اسلام پر ہی اس کا حال ہوا ہو، اس تعریف کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کامل صحابی ہیں۔ کیونکہ آپ نے ایمان بھی قبول کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ اور ایمان پر ہی انتقال فرمایا۔ ان اوصاف پر کتب احادیث اور کتب سیرت بھری پڑی ہیں۔ ایمان لانے کے ساتھ آپ کو وحی کی کتابت کی ذمہ داری بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سپرد کی تھی۔ بلکہ علامہ ابن حجر مکی ”تطہیر الجنان“ میں ص ۱۲ پر لکھا ہے ”و صاحب ستر معاویہ بن سفیان۔“

فَمَنْ أَجَبَهُمْ فَقَدْ نَجَى وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَقَدْ هَلَكَ یعنی حدیث پاک میں آیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں میں سے گیارہ آدمی یہ بھی ہیں۔ عبدالرحمن بن عوف، ابو عبید بن جراح، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، چاروں خلفاء راشدین اور آخر میں فرمایا۔ میرا زدان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بن سفیان۔ جس نے ان سے محبت کی وہ نجات پا گیا۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا وہ ہلاک ہوا۔ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کو اپنا راز دان کیوں بنایا؟ لکھو نہ کاتبیہ،
وَأَمِّنْهُ عَلَى الْإِسْطَرَّاءِ لِهَيْبَةٍ وَالتَّنْزِيلِ الرَّحْمَانِيَّةِ اس
لیے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ (کی وحی) کے کاتب تھے۔ امیرِ اللہ
کے امین تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترنے والے احکام کے راز دان
تھے۔

اب جبکہ صحابی کی تعریف اہل اس سے زیادہ فضیلت حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت سے حاصل ہے۔ تو پھر عبدالرحیم وغیرہ کا سرے
سے ان کی صحابیت کا انکار کرنا۔ اور صحابی کی تعریف سے انہیں خالی قرار
دینا کون تسلیم کرے گا۔ ہم نے صحابی کی جو تعریف ذکر کی ہے۔ وہ امت کے
علماء کی متفقہ ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے صحابی کی اپنی طرف سے تین
تعریفات وضع کیں۔ اور پھر ان کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دو صحابیت
سے نکالنے کے لیے بہت بڑا دھوکا دینے کی کوشش کی۔ یہ اس کی یا تو انتہائی
 حماقت و جہالت ہے۔ یا پھر بہت بڑی مکاری حقیقت یہ ہے کہ دو صحابی
نہی تین تعریفیں کسی نے نہیں کیں۔ اور نہ ہی سورہ فتح میں صحابی کی تعریفوں کا ذکر ہے
ہاں سورہ فتح کے آخری کئی محابہ کرام کی تین صفات اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائیں۔

۱۔ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ ۲۔ رَحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۳۔ تَزَاهُورُ
رَحْمَتُ اللَّهِ جَدًّا يَبْتَغُونَ قَضَاءَ مِنْ رَحْمَتِهِمْ وَرِضْوَانًا
یعنی کفار کے لیے بڑے سخت آپس میں نہایت نرم دل اور بکثرت نماز سے
اللہ تعالیٰ کا فضل و رضا پانے والے ہیں۔ ان میں صفات کو صحابی کی تین تعریفیں
قرار دینا کوئی جاہل بھی اسے نہ کرے گا۔ اگر عبدالرحیم رافضی ان صفات کو تعریفات
سمجھتا ہے۔ تو پھر اس جاہل کو جب صفت اور تعریف کا فرق ہی معلوم نہیں تو

اس کے الزامات و سوالات کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ وہ کیا وقعت رکھتے ہوں گے۔ اگر بغیر من محال ان صفات کو تعریفیات ہی سمجھ لیا جائے تو پھر اسی سورت میں اور بھی صحابہ کرام کی صفات آئی ہیں مثلاً إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِتْمَاعًا يَبِغُونَهُ اللَّهُ أَلَمْ يَكُ الْذِينَ

آپ سے بیعت کی۔ انہوں نے یقیناً اللہ تعالیٰ سے بیعت کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف جو اللہ نے اپنی بیعت سے تعبیر فرمایا۔ صحابہ کرام کو یہ صفت صلح حدیبیہ کے موقع پر عطا ہوئی۔ اور جو اس واقعہ میں شریک نہ تھے یا بعد میں مشرت باسلام ہوئے۔ وہ اس صفت سے محروم رہے۔ لہذا ان میں سے کسی کو اس صفت سے محرومی کی بنا پر دو صحابی، کہنا درست نہ ہوگا۔ حالانکہ ہزاروں صحابہ کرام اس صفت کے بغیر بھی صحابی ہوئے۔ جن پر قرآن گواہ ہے۔ فتح مکہ کے دن اتنا مجرم تھا۔ جو مشرت باسلام ہونا چاہتے تھے جن کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا۔ إِذَا جَاءَ فَخْصُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَزَأَيْتِ النَّاسَ يَكَدُؤْنَ فَنَجَّوْنَهُمْ مِنْ آلِهِمْ أَخَوُا اللَّهَ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت آگئی تو آپ لوگوں کو فوج در فوج دین میں داخل ہوتے دیکھا۔ اس کی وجہ یہ بنی۔ کہ یہودیوں نے لوگوں کو کہہ رکھا تھا۔ کہ اگر یہ لوگوں پہ پیغمبر میرا ہے۔ تو یہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کریں گے۔ پھر مکہ کو فتح کریں گے یہ سب باتیں ہماری کتابوں میں درج ہیں۔ لوگوں نے ان کی پیش گوئی یاد رکھی ہوئی تھی۔ اور آپ کی صداقت کے بارے میں اس کے پورا ہونے کے منتظر تھے جو نہی مکہ فتح ہوا۔ تو لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ وہ سب صحابی بن گئے۔ اگر سورہ فتح میں مذکور صفات کو صحابی کی تعریف قرار دیا جائے۔ تو اتنی بڑی تعداد صحابت سے محروم ہو جائے گی۔ اس سے آپ حضرات

کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ عبدالرحیم دیوبندی کو امیر معاویہ سے بغض و حسد نے کہیں
کاتہ رہنے دیا۔ ان کی صحابیت کی انکار کے طریقہ نے ہزاروں لاکھوں صحابہ کرام
کو صحابیت سے نکال دیا۔ یہ نتیجہ بغض و حسد کے علاوہ صفت اور تعریف
میں فرق و امتیاز نہ کرنے کی بنا پر ہوا۔ گویا جہالت و حسد و بغض نے بے ایمان کر
دیا۔ (والعیاذ باللہ)

دوم جواب:

جو کچھ اوپر لکھا گیا۔ وہ دراصل عبدالرحیم کی جہالت کی تصویر تھی۔ اب ہم اس
طرف آتے ہیں۔ کہ کیا مذکورہ تین صفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں موجود
نہ تھیں۔؟ آئیے واقعات و حقائق سے اس کی تحقیق پیش کریں۔

۱۔ کفار کے لیے نہایت سخت۔ جب ہم فتح قسطنطنیہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس صفت کے اعلیٰ موصوف نظر آتے ہیں۔
ورنہ یہ فتح حاصل نہ ہوتی۔ میری کتاب تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۲۹۱ تا ۲۰۰۔
میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت
زیادہ افراد کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس جنگ کی اجازت
لی۔ ۲۸ھ میں یہ جنگ لڑنے کے لیے خود بنفس نفیس امیر معاویہ رضی
اللہ عنہ اس میں شریک ہوئے۔ بخاری شریف میں آیا ہے۔ وجبت لہم
یعنی جنگ قسطنطنیہ میں شریک ہونے والے مسلمانوں کے لیے جنت
واجب ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی
اللہ عنہ اشدّ احوال کفار کی صفت بدرجہ اتم موجود تھی اور یہ کہ آپ
جنتی مسلمانوں کے سپہ سالار تھے۔ علاوہ ازیں امام شعرائی نے لکھا۔
کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ اور دوسری جنگوں میں فتح کی

بدولت ہزاروں غیر مسلم مشرف باسلام ہوئے۔ ان کا اسلام پھر ان کی آنے والی نسلوں کا اسلام یہ سب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نامہ اعمال میں جاتا ہے۔ بہر حال اس کثیر تعداد فتوحات کے حامل شخص کو اگر کوئی بد بخت کہے کہ وہ کافروں کے لیے سخت گیر نہ تھا۔ تو اس سے بڑا محق کون ہو سکتا ہے۔

۲۔ آپس میں نہایت مہربان۔ رافضی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اس صفت کے پائے جانے کا انکار کیا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام صحابہ کرام تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آتے تھے۔ لیکن یہ اُن کے ساتھ سخت رویہ رکھتے تھے۔ کیا حقیقت یہی ہے کدشتہ اوراق میں آپ نے جو کچھ پڑھا ماس کے پیش نظر اگر یہ بد بخت رافضی، قرآن کو، اقوال و ارشادات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ کرام سے تعلقات اور علی المرتضیٰ رحمہ و مسنین کو ہمیں کا امیر معاویہ کے ساتھ تعلق پر ایک نظر ڈالتا۔ تو اسے سب کچھ واضح ہو جاتا۔ رسول اللہ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہادی و مہدی بنا۔ اے اللہ! امیر معاویہ کو کتاب کا علم فرمایا۔ جہنم کی آگ سے اسے محفوظ رکھ۔ اور کتابت وحی کی ذمہ داری کو بھی سانسے رکھا جاتا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو اپنا راز دان بنانا بھی پیش نظر رہتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بوقت انتقال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن شریف انکھوں پر رکھنے کی وصیت کرتا اور چادر مبارک میں کفن اپنے کی وصیت یہ سب باتیں اس رافضی کے پیش نظر ہوتیں۔ تو وہ رجحان بینہر، کا قطعاً انکار کرتا۔ یہ باتیں اور یہ وصیتیں ڈوڈ شمن باہم نہیں کیا کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے سرال کو بڑا امت کہو۔ کیا امیر معاویہ سرال رسول سے باہر ہیں؟ کیا آپ کی زوجہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

امیر معاویہ کی حقیقتی بہن نہیں؟ ادھر اس رافضی کی بجواس اور ادھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہذا معلوم ہوا کہ امیر معاویہ میں ”رحماء بینہم“ کی صفت کامل اور اتم طور پر بھی موجود تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ اجتہادی خطا کی وجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ فرور ہوئی۔ لیکن یہ جنگ ”رحماء بینہم“ کے خلاف نہیں ہے۔ اگر واقعی یہ جنگ بغاوت تھی۔ تو دونوں طرف کے مقتولین کو حضرت علی المرتضیٰ شہید کیوں فرماتے؟ شیعہ سنی دونوں مکتبہ فکر کی کتب میں موجود ہے۔ کہ علی المرتضیٰ کی شہادت کے بعد امیر معاویہؓ کا ذکر سن کر آنسو بہا یا کرتے تھے اور اوصاف بیان کرنے والوں کو انعام دیا کرتے تھے۔ اور پوچھتے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے جیسا کہ تم نے ان کی صفات بیان کیں۔ جیسا کہ مالی مدوق ص ۱۷۳۔ المجلس الحادی والتسعون وغیرہ کتب اہل سنت میں بھی موجود ہے۔ باقی رہی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد تو تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۲۰۰ میں اس کی وضاحت تفصیلی مذکور ہے۔ کہ حسنین کو یحییٰ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے جتنے وعدے کیے۔ ان کو ایفا فرمایا اور خود رافضیوں کی کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سونے کے ہر سال دس ہزار دینار بطور نذرانہ امام حسین کو پیش کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ہر قسم کے میوہ جات اور اجناس خوردنی بھی دیا کرتے تھے۔ مقتل ابی مخنف ص ۵ پر یہ مذکور ہے۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر صرف یہ ایک بات ہی دیکھی جائے۔ کہ حسنین کو یحییٰ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رضا و رغبت بیعت کی۔ اہل تادم آخراں پر قائم رہتے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ حسنین کو یحییٰ ایسے شخص کی بیعت کریں۔ جو فاسق و فاجر نہیں بلکہ سرے سے مسلمان ہی نہیں؟ یہی امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کے میدان میں سب کچھ قربان کر دیا۔ لیکن یزید کی بیعت پر راضی نہ ہوئے

کیونکہ انہیں اپنے والد ماجد کی یہ آخری وصیت یاد تھی۔ وَأَمْرُوا بِالْمَعْرُوفِ
وَأَنْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ کو ہاتھ سے مت چھوڑنا۔ اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا۔
تو تم پر ایسے ظالم حاکم مسلط ہو جائیں گے۔ کہ تم دعا کرو گے۔ مگر وہ قبول نہ ہوگی۔
ہنج البلاغہ بد موجود ہے۔

قارئین کرام! حسنین کو یمن نے امر بالمعروف پر عمل کرتے ہوئے حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امت کا خیر خواہ، حقیقی مسلمان سمجھا تھا۔ تو بیعت کی تھی۔ غلامِ کلام
یہ کہ عبدالرحیم رافضی بے چارے کو صحابی کی تعریف ہی سمجھ نہ آئی۔ اور صفت
کو تعریف سمجھ بیٹھا۔ علاوہ ازیں اس نے جن صفات کو صحابی کی تعریف
قرار دے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابیت سے نکلنے کے لیے قہقہہ
کیا۔ اس میں بھی اس نے بددیانتی کا خوب مظاہرہ کیا۔ اور اسے واضح نہ کیا۔ بلکہ
گول مول کر گیا۔ یہ اس لیے ہمارے اہل عقل و خرد اس پر غور نہ کر سکیں۔ اور اس کی حقیقت
کو نہ پہچان سکیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جن صفات کا اس رافضی نے امیر معاویہ
میں موجود ہونے کا انکار کیا۔ وہ اُن میں کامل طور پر موجود تھیں۔ رہا رضی اللہ عنہ
کا معاملہ تو قرآن کریم نے ارشاد فرمایا۔ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ
رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَدَضُّوا عَنْهُمْ۔ (پاکو ح ۲) وہ لوگ جن کا نام اولین
مہاجر و انصار میں نہیں آتا۔ لیکن انہوں نے ان کی اتباع کی۔ تو ان سب سے
اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال، حسنین کو یمن کی بیعت وغیرہ یہ وہ امور ہیں۔ جن سے
ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں مذکورہ تینوں صفات
موجود ہیں۔ آخری صفت یعنی رکوع و سجود میں رہنا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی
حاصل کرنا اس کی تفصیل میری کتاب تحفہ جعفریہ جلد ۲ ص ۲۷۷ میں گزر چکی ہے جس سے

واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شب و روز کس طرح بسر ہوتے تھے۔ شیعہ مؤرخ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ کی ایک ساعت بھی ایسی نہ تھی۔ جو رضائے الہی کے بغیر گزری ہو۔ آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر نہایت رحم دل تھے۔ اور خوفِ خدا سے آپ کا دل لبریز تھا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

سوال نمبر (۱۱)

وہ کون ہے جسے اپنے والد کے زنا پر پچاس گواہیاں لے کر باپ کے ولد الزنا (حرامی) زیاد کو قرآن و سنت سے منکر ہو کر بھائی اور وارث بنایا؟

جواب:

اس اعتراض کی مفصل بحث ہماری اسی کتاب میں موجود ہے۔ مودودی کے پہلے اعتراض کے جواب میں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ انشاء اللہ تسلی ہو جائے گی۔ اور میرا سب سے بڑا بیٹا علامہ مولانا قاری محمد طیب میری کتاب مذہبِ شیعہ میں لکھی گئی تیرہ جلدوں کی ایک تفصیل فہرست بکھرا ہے۔ بہت جلد مارکیٹ میں آرہی ہے۔ جس سے قارئین کرام کو کسی مسئلہ کی تلاش میں بہت آسانی ہو جائے گی۔ یہ کام حضرت پیر طریقت سید باقر علی شاہ صاحبِ حضرت کیلیا نوالی برکار کے حکم کے مطابق ہو رہا ہے۔

اعتراض کا مختصر جواب یہ ہے کہ اگر زیاد ویسا ہی تھا جیسا عبدالرحیم وغیرہ

نے بتایا۔ تو پھر کیوں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فارس کا اسے گورنر بنائے رکھا؟ فارس کا گورنر رہنا ایک حقیقت ہے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قابل اعتماد آدمی تھا۔ اور اگر وہ ویسا ہی ہوتا جیسا ان ظالموں نے پیش کیا۔ تو آپ اسے فارس کا ہرگز ہرگز گورنر نہ بناتے۔ اس الزام کی حقیقت صرف اتنی ہے۔ کہ دور جاہلیت کے نکاح کے مطابق شیخ شخص حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا لوط کا بنا۔ شریعت نے اگر اگرچہ سابقہ نکاحوں کو ختم کر دیا۔ لیکن ان سے جو کچھ ہو چکا اُسے معاف کر دیا تھا۔ اس کی مفصل بحث ہم نے مقدمہ ابن خلدون کے حوالہ سے مذکورہ مقام پر درج کر دی ہے۔ کتاب عنقریب بازار میں آ رہی ہے۔ وہاں سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔

سوال نمبر (۱۲)

۔ وہ کون ہے جس نے حجر بن عدی اور ان کے بارہ صحابیوں کو ظلم سے قتل کیا؟ جن کے حق میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان پر اللہ اور آسمان والے غضب ناک ہوں گے۔

جواب:

قارئین کرام! غور فرمائیں۔ کہ عبدالرحیم علیہ ما علیہ کا اعلان تو یہ ہے۔ کہ میکوٹی حوالہ غلط ثابت ہو جائے تو دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ اس سوال نمبر ۱۲ کا

کون سا حوالہ دیا؟ اس حوالہ کی کیا حقیقت ہے؟ یہ تو کذاب لوگوں کا طریقہ ہے۔ ضابطہ یہ ہے۔ کہ فضائل میں ضعیف روایت بھی تسلیم لیکن احکام اور جرح کے معاملہ میں روایات صحیحہ کا ہونا ضروری ہے۔ اس سوال کو ہم نے تحفہ جعفریہ جلد پنجم کے ص ۳۰ تا ۳۷ پر بسط و تفصیل سے لکھا ہے۔ اس اعتراض کا جواب ہاں سے آپ کو دستیاب ہو جائے گا۔

سوال نمبر (۱۳)

وہ کون ہے؟ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی۔ جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔ اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی۔ ام سلمیٰ و دیگر صحابہ کے منع کرنے پر باز نہ آیا بدستور گالی اور لعن طعن کرتا رہا؟

سوال نمبر (۱۴)

وہ کون ہے؟ جس سے علی کی گالیوں لعن طعن پر ام سلمیٰ اور صحابہ نے کہا تم علی اور ان سے محبت کرنے والوں پر لعن طعن کرتے ہو اس میں تو اللہ و رسول بھی آتے ہیں۔ پھر بھی باز نہ آیا۔

جواب:

اس مشہور اعتراض کا بھی تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۳۶۲ تا ۳۷۲، اور پھر جلد پنجم کے ص ۲۹ تا ص ۱۷۷ دیکھا جاسکتا ہے۔ ان میں صفحات کا مضمون دوبارہ لکھنا طوالت اور تکرار کے سوا کچھ نہ ہو گا۔ مختصراً یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو روایات ایسی ملتی ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں۔ لعن طعن کیا۔ ان تمام روایات کے راوی افضی شیعہ ہیں۔ اس لیے وہ محبت نہیں۔ کیونکہ یہ بات سمجھی جانتے ہیں۔ کہ شیعہوں و افضیوں سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف نہیں

ہو سکتی۔ اور نہ ہی ان کے فضائل و مناقب ان کے قلم سے باہر آ سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ آپ کے خطبات میں جہاں لعن طعن کا ذکر ہے۔ وہ قاتلانِ عثمان کے بارے میں ہیں۔ لیکن ظالم رافضیوں نے انہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی بجائے ان کی نسبت علی المرتضیٰ کی طرف کر کے دھوکا دیا۔ ان کا عقیدہ بھی ہے کہ حضرت عثمان غنی کی شہادت میں علی المرتضیٰ کا بھی ہاتھ تھا۔ حالانکہ تاریخ یعقوبی اور فقیر کی کتب میں واضح طور پر موجود ہے کہ علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ میں خانہ کعبہ اور حجر اسود کے درمیان قسم اٹھانے کو تیار ہوں کہ عثمان غنی کے قتل میں میرا قطعاً ہاتھ نہیں۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا تھا۔ جبکہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحبزادوں حسن و حسین کو حضرت عثمان کے محاصرہ کیے جلتے کے دنوں میں ان کا پہرہ دار مقرر فرمایا تھا۔

علاوہ ازیں بیچ البلاغہ کا حوالہ ابھی چند سطور قبل گزر چکا۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا دین، اپنا نبی وغیرہ ایمانیات اور معاویہ کے دین، و نبی کو ایک ہی فرمایا۔ اور نہ وہ ہم پر اور نہ ہم ان پر فضیلت کے خواہاں ہیں۔ مگر خون عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے مجھ پر شبہ کیا جانے لگا۔ حالانکہ ان کے قتل میں میرا قطعاً کوئی دخل نہ تھا۔ ان چند سطور سے آپ عبدالرحیم دیوبندی رافضی کی ہرزہ سرائی کی حقیقت معلوم کر چکے ہوں گے۔ تفصیل کے لیے ہمارے مذکورہ حوالہ کتب کا مطالعہ فرمائیے۔

سوال نمبر (۱۵)

وہ کون ہے جسے ابوالکلام آزاد نے ملت کے چار حرام زادے

باغیوں کا سرغنہ قرار دیا؟

جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، کاتب وحی اور رازدانِ احکام الہیہ کو

بلا دلیل حرام زادہ وہی کہتا ہے۔ جو خود حرام زادہ ہو۔ جیسا کہ ولید بن مغیرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں زبان درازی کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حقیقت لوگوں پر عیاں کر دی۔ بَعْدَ ذَٰلِكَ نَبِيٍّ۔ وہ حرام زادہ ہے۔ اب ابوالکلام یاعبدالرحیم یا محدث ہزاروی کے لیے قرآن تو نہیں اترے گا۔ لیکن قرآنی ضابطہ تو ان پر فٹا سکتا ہے۔ ان ظالموں کو خوفِ خدا اور آخرت میں جوابدہی بالکل یاد نہیں۔ وہ جس کے بارے میں اللہ کا رسول مادی اور مہدی ہونے کی دعائیں کرے اس کے لیے اور دعائیں ارشاد فرمائیں۔ وہ کہ جس کو ابن عباس ایسے بزرگ صحابہ فقیہ و مجتہد کہیں۔ اس شخصیت کو یہ بد باطن اس قسم کے گھٹیا الفاظ سے یاد کریں۔ ہر قاری یہ فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ اللہ، اللہ کا رسول اور اس کے صحابہ کے ارشاد سچے اور حقیقت پر مبنی ہیں۔ ان گالی دینے والوں کو گالیاں خود ان کے منہ پر ہی لوٹ رہی ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شیشہ میں اپنی شکل، اپنے کرتوت اور اپنی حقیقت ہی نظر آ رہی ہے۔

سوال نمبر (۱۶)

وہ کون ہے جس نے اپنے کافر و مرتد بیٹے کو مرتے وقت وصیت کی۔ کہ فتح مکہ، بدر و احزاب و مدینہ کا بدلہ لینا مکہ و مدینہ تباہ کرنا تو اس نے ایسا ہی کیا۔

جواب:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مرتے وقت یزید کو مذکورہ وصیت کی۔ اس کا ثبوت کسی معتبر حوالہ سے ہا سندِ صحیح دیا جاتا۔ تب تو اس کا کچھ وزن بنتا۔ جس کا نہ حوالہ نہ کوئی ثبوت ایسی بے پر بات کا جواب کیا ہو سکتا ہے۔ عبدالرحیم دیوبندی رافضی کے پاس اگر اس بارے میں کوئی واضح اور سندِ صحیح کے ساتھ حوالہ ہے۔ تو پیش کر کے منہ مانگا انعام حاصل کرے۔ ورنہ ایسے خرافات سے

یہ حال اس کا اتفاق اور بددینی تو بالکل ظاہر ہو چکی ہے۔ رافضی کتب میں بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی انتقال کے وقت وصیتوں کا ذکر ملتا ہے۔ جو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارہ میں یزید کو کیں۔ اُسے ایک آدمہ حوالہ اس بارے میں دیکھیں۔

مقتل ابی مخنف:

وَكَانَ يَبْعَثُ إِلَيْهِ فِي كُلِّ سَنَةٍ أَلْفَ أَلْفٍ
دِينَارٍ سِوَى الْهَدَايَةِ مِنْ كُلِّ صِنْفٍ -

(مقتل ابی مخنف ص ۷)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہر سال امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک لاکھ دینار بھیجا کرتے تھے۔ اور یہ رقم ہر قسم کے ہدایا اور تحفہ جات کے علاوہ ہوا کرتی تھی۔

اسی کتاب کے ص ۸ پر موجود ہے۔ آپ نے یزید کو وصیت کی کہ تیرے دور خلافت میں شیعوں کو گام حرمین کو تیرے مقابل لاکھڑا کریں گے۔ اگر تو مقابلہ میں کامیاب بھی ہو جائے۔ تو بھی قرابت رسول کا لحاظ رکھنا۔ (امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوئی تکلیف نہ دینا) کیونکہ اس کا باپ تیرے باپ سے اس کا نانا تیرے نانا سے اور اس کی ماں تیری ماں سے بہت اچھے اور بلند مرتبہ حضرات ہیں۔ اس قسم کی اور وصایا بہت ہیں جنہیں ہم نے اسی کتاب دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ میں لکھا ہے۔ ان تمام وصیتوں کو دیکھ کر عبد الرحیم رافضی کے اعتراض سے خود اس کی کور باطنی سامنے آتی ہے۔

سوال نمبر (۱۷)

وہ کون ہے جس کی ماں نے امیر حمزہ کا بعد شہادت سینہ چیرا اور کلیجہ چھپایا اور خود اس نے علی اور رسول اللہ کو گالی دیں اور لعن و لعن کیا؟

جواب:

عبدالرحیم رافضی وغیرہ کا یہ الزام ایسا ہے کہ جس سے ہر ایماندار کا دل لرز اٹھتا ہے جس کے دل پر بد بختی کی مہر لگ چکی ہو اس کا راہ راست پر آنا ناممکن ہو جاتا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ (ہندہ) نے قبل اسلام واقعی ہی امیر حمزہ کے ساتھ مذکورہ سلوک کیا تھا۔ لیکن اسلام لانے کے بعد انہیں وہی الزام دینا یا ان کے فعل سے ان کے بیٹے پر الزام دھرننا از روئے شرع درست نہیں۔ علامہ ابن حجر مکی و تطہیر الجنان وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ ہندہ نے جب ایمان قبول کر لیا۔ تو ان کا ایمان بہت اچھا تھا۔ زمانہ کفر میں اسے جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت تھی۔ اسلام لانے کے بعد اس قدر آپ کی محبت موجزن ہو گئی۔ پھر حدیث پاک میں آتا ہے۔ **اَلْاِسْلَامُ یَجِبُ مَا قَبْلَہُ**۔ اسلام پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اس ارشاد نبوی کے پیش نظر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے دور کفر کے فعل پر اعتراض کرنا زری حماقت اور خبیث باطنی ہے۔ اسی ارشاد نبوی کے تحت مجدد الف ثانی نے لکھا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ صحابی وحشی کے مقام و مرتبہ کو اولیں قرنی بھی نہیں پہنچ سکے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وحشی نے اگرچہ دور جاہلیت میں اور اسلام لانے سے قبل حضرت امیر حمزہ کو شہید کیا۔ جو شہید ہونے کے بعد کلیجہ چبانے اور سینہ چیرنے کا فعل بہر حال تھوڑا جرم ہے۔ اس وحشی نے جب اسلام قبول کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ جب ان کا مقام اولیں قرنی نہ پاسکے۔ حالانکہ اولیں قرنی کا مقام و مرتبہ کتب حدیث میں موجود ہے۔ تو ہندہ کے اسلام لانے کے بعد ان کا گناہ ابھی تک عبدالرحیم دیوبندی رافضی کو کھٹک رہا ہے۔ اسلام اور بانی اسلام ان سے راضی لیکن یہ نام نہاد مسلمان بد باطن رافضی اب بھی ان باتوں کو

اچھا کر اپنے نامہ اعمال میں گندگیوں کا اضافہ کیے جا رہے ہیں
سوال نمبر ۱۸)

وہ کون ہے جس نے آل واصحاب سے باغیانہ جنگ کی ہے اور مرتے
وقت کپڑوں کے تبرک کا فریب کیا۔ اور بغاوت پر مرا؟
جواب:

اگر بقول عبدالرحیم رافضی تسلیم کر لیا جائے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آل واصحاب
کے ساتھ باغیانہ جنگیں لڑیں لیکن اس سے یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ جب یہ جنگیں ختم ہو
گئیں۔ تو پھر آل واصحاب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی۔ بیعت کرنے
والوں میں سے امام حسن حسین بھی تھے۔ یہ بیعت خوشی خوشی سے ہوئی۔ اور دوسروں
کو بھی بیعت کا حکم دیا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔
رجال کشی؛

قَالَ يَا حَسَنُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ يَا
قَائِسُ قُمْ فَبَايِعْ فَاتَّفَقَتْ إِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَنْظُرُ مَا يَأْمُرُ؛ فَقَالَ يَا قَائِسُ إِنَّهُ إِذَا هِيَ يَعْنِي
الْحَسَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

(رجال کشی ص ۱۱۲ تذکرہ قیس بن سعدہ
مطبوعہ کربلا)

ترجمہ ماہ: (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھیوں کے
شام میں بلایا۔ جب یہ سب آگئے۔ تو گفتگو کے اختتام پر امیر معاویہ رضی

فرمایا۔ امام حسن! اٹھئے اور میری بیعت کیجئے۔ آپ اٹھے اور بیعت کی پھر امام حسین کو اٹھ کر بیعت کرنے کا کہا۔ انہوں نے بھی بیعت کی۔ پھر غلام قیس کو فرمایا۔ اٹھ کر بیعت کرو۔ اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف نظر کی تاکہ آپ کی مرضی معلوم کر سکے۔ آپ نے فرمایا۔ اے قیس! وہ یعنی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے امام ہیں۔

یہاں بلا جبر و اکراہ دونوں امام بمعہ معتقدین کے بیعت کرتے ہیں۔ اور اُدھر جب یزید کی بیعت کا معاملہ آیا۔ تو سارا کنبہ شہید کروادیا۔ حتیٰ کہ خود بھی جام شہادت نوش فرمایا۔ لیکن بیعت نہ کی۔ اگر ان اماموں کے دل میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے نفرت ہوتی۔ اور انہیں اس منصب کے قابل نہ سمجھتے۔ تو ہرگز ہرگز بیعت نہ کرتے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آل رسول اور آل رسول کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا سلوک آپ نے ان رافضیوں کی کتب سے ملاحظہ فرمایا۔ ان واقعات کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ادھر ادھر کے الزامات تھوپنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو وہ بقول اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ”جہنمی کتاب ہے“

اعتراض کا دوسرا حصہ تبرکات سے تھا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زندگی میں بڑی محنت اور کوشش سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناخن شریف اور کپڑے حاصل کیے۔ پھر آخر وقت میں وصیت کی۔ کہ میرے مرنے کے بعد آپ کے ناخن شریف میری آنکھوں پر رکھے جائے۔ اور کپڑوں میں کفن دیا جائے۔ اسے فریب کہنا ظلم عظیم ہے۔ انسان زندگی میں تو فریب کرتا ہے۔ لیکن مرتے وقت فریب اور دھوکے سب بھول جاتے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے از روئے فریب نہیں بلکہ از روئے عقیدت ایسا کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔

آخر میں عبدالرحیم رافضی کا یہ کہنا کہ ان کی بغاوت پر موت ہوئی۔ بغاوت کسی خلیفہ یا امیر برحق کے خلاف ہوتی ہے۔ جب موجود تمام صحابہ کرام اور حسین کو عین نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی۔ انہیں خلیفہ تسلیم کر لیتا تھا۔ تو پھر کسی کے خلاف بغاوت کیسے ہوئی؟ اس لیے یہ اعتراض بھی بغض و عداوت کی تصویر پیش کر رہا ہے۔

سوال نمبر (۱۹)

وہ کون ہے جس نے پچیس لاکھ کی رشوت دے کر امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیکر قتل کروایا۔ اور اس کا الزام اس کی بیوی جعدہ پر لگایا؟

جواب:

اس کا تفصیلی جواب ”تحفہ شیعہ جلد ۵ ص ۲۰۳ تا ۲۱۸“ میں مذکور ہے مختصر یہ کہ امام حسینؓ نے برادر بزرگ امام حسن رضی اللہ عنہ سے بارہا پوچھا کہ بتلائیے آپ کو کس نے زہر دیا؟ آپ نے فرمایا مجھے علم نہیں۔ یہی بات کتب شیعہ میں بھی موجود ہے۔ اور کامل ابن اثیر وغیرہ میں مذکور ہے۔ جب زہر دیئے گئے تھے نہیں بتایا۔ اور سگے بھائی کو معلوم نہیں۔ تو عبدالرحیم اینڈ کمپنی کو کس نے بتایا۔ کہ زہر دینے والے امیر معاویہؓ تھے۔؟ حقیقت یہ ہے۔ کہ کچھ واہی تباہی یکنے والوں نے اس قسم کی روایات لکھی ہیں۔ جن کی اصلیت کچھ بھی نہیں۔

سوال نمبر (۲۰)

وہ کون ہے جس نے علی سے ننانویں جنگیں کر کے ان کی شہادت کا بندوبست مغیرہ ابن شعبہ کے ذریعہ کر کے کیا؟ اور رویا اور بیوی نے فرزند کیا؟

جواب: رافضی کے اس الزام کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔ جو بکثرت کتب

میں بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان دو متہ البندل پر صلح ہوئی۔ دونوں طرف سے ایک ایک حکم مقرر ہوا۔ ابو موسیٰ اشعری، حضرت علی المرتضیٰ کی طرف سے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمرو بن العاص تھے۔ اس صلح کو دیکھتے ہوئے علی المرتضیٰ کے لشکر کے خارجیوں نے ”إِنَّا لَحُكْمُ اللَّهِ“ یعنی حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ کانفرہ بلند کیا۔ ان خارجیوں نے امیر معاویہ، علی المرتضیٰ اور عمرو بن العاص کو حکم خدا کا منکر بنا کر کافر قرار دے کر ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ بعد میں حضرت علی المرتضیٰ نے ان خارجیوں سے مشہور جنگ ”جنگ نہرواں“ لڑی۔ پھر ان خارجیوں نے مذکورہ تینوں حضرات کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ ایک ہی تاریخ مقرر کی۔ اس مقررہ تاریخ پر وہ علی المرتضیٰ کو شہید کرنے میں تو کامیاب ہو گئے۔ لیکن دوسرے دونوں حضرات پر ان کا داؤد چل سکا۔ اس تاریخی حقیقت کے پیش نظر حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت کا انتظام ان خارجیوں نے کیا تھا۔ جنہیں علی المرتضیٰ نے اپنی فوج سے مکالمات تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس میں قطعاً دخل نہ تھا۔ بلکہ وہ تو خود ان خارجیوں کا نشانہ تھے۔

سوال نمبر (۲۱)

وہ کون ہے جس نے آل رسول سے ننانوے باغیانہ جنگ کر کے ایک لاکھ ستر ہزار صحابی قتل کیے اور خلا کا خوف نہ کیا؟

جواب:

اس بد باطن رافضی کو بار بار ننانوے جنگیں یاد آتی ہیں۔ اور ان کی آڑ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کر کے اپنا دل ٹھنڈا کرتا ہے۔ ہم بار بار لکھ چکے ہیں۔ کہ علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگیں اجتہادی غلطی کی

بنا پر ہوئیں۔ اس لیے دونوں طرف سے کام آنے والے حضرات شہید ہیں۔ یہ
لڑائیاں کسی بغض و عناد کی وجہ سے نہ تھیں۔ ورنہ ایک لاکھ ستر ہزار صحابیوں کا قاتل
جنتی نہ ہو سکتا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود دونوں طرف سے مرنے
والوں کو شیعہ کہا ہے۔

مجمع الزوائد

عن یزید بن اصر قال قال علی رضی اللہ عنہ
قَتَلَا یَ وَ قَتَلَ مُعَاوِیَہُ فِی الْجَنَّةِ۔ رواہ الطبرانی
ورجالہ وثقوا

مجمع الزوائد مصنف حافظ ابوبکر ہدیمی جلد ۵
جزء ۹ ص ۳۵۷ باب ماجاء فی معاویہ ابن سفیان
مطبوعہ مصر

ترجمہ: یزید بن اصر کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے
فرمایا۔ میری طرف اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کے مقتولین جنتی ہیں
اس کو طبرانی نے روایت کیا۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

قارئین کرام! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صاف صاف اعلان
فرمایا۔ کہ میرے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والی جنگوں کے تمام
مقتولین جنتی ہیں۔ یہ اعلان بتا رہا ہے۔ کہ ان دونوں کے دونوں کے درمیان
اجتہادی اختلاف ہوا۔ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بغض و عناد کی وجہ سے لڑتے
تو ان کی طرف کے مرنے والوں کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنتی نہ فرماتے۔ اس
اعتراف و جواب کی مزید وضاحت تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۵۳۱ تا ۵۴۳ پر ملاحظہ
فرمائیں۔

سوال نمبر (۲۲)

وہ کون ہے جس نے حرم کعبہ حرم مدینہ کو دنگل گاہ بنا کر لاتعداد مسلمان صحابی قتل کیے۔ منبر رسول لے جا کر گم کرنے لگا تو سورج کو گرہن لگا دن کو تارے نظر آنے لگے؟

جواب: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حرم کعبہ اور حرم مدینہ کو دنگل بنانے کا الزام اس رافضی کا من گھڑت شوشہ ہے۔ اگر ثابت کر دے کہ ان کے دور میں ایسا ہوا۔ جس کی وجہ سے لاتعداد صحابہ کرام شہید ہوئے تو ہم اسے منہ مانگا انعام دیں گے۔ رہا منبر رسول کا واقعہ تو وہ اگرچہ ضعیف روایات میں آتا ہے۔ کہ امیر معاویہ رحمہ اللہ نے اسے منتقل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن اس ارادے کے پیچھے نیک نیتی تھی۔ وہ یہ کہ اس بابرکت منبر سے اہل شام برکت حاصل کریں۔ لیکن ایسا نہ کیا۔ رافضی عبدالرحیم کا یہ کہنا کہ سورج کو گرہن لگ گیا۔ اور دن کے وقت تارے نظر آنے لگے۔ یہ بھی اصل واقعہ کی طرح من گھڑت قصہ ہے۔

سوال نمبر (۲۳)

وہ کون ہے جس نے ایک بدری صحابی عمار کو صفین میں قتل کیا۔ جس کے حق حضور علیہ السلام نے متواتر حدیث میں فرمایا۔ عمار کو باغی جہنمی گروہ قتل کرے گا؟

جواب:

عبدالرحیم رافضی دیوبندی کا دعوائے کہ واقعہ مذکورہ حدیث متواتر میں آیا ہے اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حدیث متواتر سے یہ جہنمی ثابت کر دکھائے۔ اور بخاری وغیرہ کسی حدیث کی کتاب سے ثابت کر دے۔ تو میں اس کو ایک لاکھ روپے نقد انعام دوں گا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ بخاری شریف کے شارحین علامہ بدر الدین عینی ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی وغیرہ سب نے لکھا ہے۔ کہ جہنم والا جملہ امام بخاری

کہہ نہیں بلکہ الحاقی ہے۔ یہی اس رافضی دیوبندی کا اصل مقصود تھا۔ جو اس کے دعوے سے قطعاً مطابق نہیں۔ اس الزام کا تفصیلی جواب فقیر کی تصنیف تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۵۴۲ تا ۵۵۶ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر (۲۲)

وہ کون ہے جس نے خیر التابین اویس قرنی کو صفین میں قتل کیا؟ جس نے امت کے لیے دعا کرانے کو حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

جواب:

پچھلے ایک سوال کے جواب میں گزر چکا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جنگ دراصل ایک اجتہادی خطا پر مبنی تھی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی۔ کہ قاتلانِ عثمان سے قصاص لینے میں جلد بازی کی بجائے ذرا تاخیر حالات کے مطابق بہتر ہے۔ جب حکومت مضبوط ہو جائے گی۔ تو پھر ان کو گرفت میں لیا جائے گا۔ کیونکہ ابھی قاتلانِ عثمان کا قصاص نئی نئی حکومت کے لیے عدم استحکام پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ و زبیر ایسے جلیل القدر صحابہ کی رائے یہ تھی۔ کہ قاتلانِ عثمان سے فوری قصاص لیا جانا چاہیے۔ اسی اجتہادی اور اختلاف رائے کی بنا پر جنگ صفین اور جنگِ جمل ہوئیں۔ جب ہم اصل وجہ کو دیکھتے ہیں۔ تو یہی نظر آتا ہے۔ کہ فریقین کی رائے نیک مبنی پر مبنی تھی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان جنگوں میں دونوں طرف سے مرنے والے صحابہ کرام وغیرہ کو شہید کیا جاتا ہے۔ خود علی المرتضیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ میری طرف اور امیر معاویہ کی طرف سے تمام قتل ہونے والے شہید ہیں۔ اس کا حوالہ گزر چکا ہے جنگ صفین کے فاقہ کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اطراف و اکناف کے صوبوں

کے والیوں کو خطوط لکھے۔ کہ میری اور امیر معاویہ کی لڑائی حضرت عثمان کے قاتلوں سے قصاص لینے میں اختلاف کی وجہ سے ہوئی۔ لوگوں کو میرے متعلق گمان ہے۔ کہ شہادت عثمان رضی میں میرا کوئی دخل ہے۔ یہ غلط ہے۔ میں اس سے بالکل بری ہوں۔

قارئین کرام! ان حقائق اور تاریخی شواہد کی روشنی میں حضرت امیر معاویہ رضی کو حضرت اویس قرنی کا قاتل قرار دینا کہاں تک درست ہے؟ آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ یہ بات تو رافضی عبدالرحیم بھی مانتا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے حضرت اویس قرنی کو قتل نہیں بلکہ یہ من جملہ ان تمام مقتولین میں سے ایک ہیں۔ جو جنگ صفین میں دونوں طرف سے مارے گئے۔ اور جیسا کہ گزر چکا ہے۔ کہ اس جنگ کی اصل وجہ اجتہادی خطا تھی۔ جس کی وجہ سے علی المرتضیٰ رضی نے دونوں اطراف کے مقتولین کو شہید فرمایا۔ قابل غور یہ بات ہے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی دونوں طرف کے قتل ہونے والوں کو شہید فرمائیں۔ اور عبدالرحیم رافضی اب اپنا راگ الگ راپ رہا ہیں۔

سوال نمبر (۲۵)

وہ کون ہے جس نے عمرو علی اور حسن اور عمار عائشہ صدیقہ اور اویس کو شہید کیا؟

جواب:

اس الزام کا اگرچہ جواب وہی ہے جو اس سے قبل سوال ۲۲ میں دیا جا چکا ہے لیکن یہاں حضرت اویس قرنی کے ساتھ اور بھی نام ذکر کیے ہیں۔ اس لیے کچھ باتیں ان پر لگائے گئے الزامات کی نظر میں حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مابین جیسے تعلقات تھے۔ کتب تاریخ اور سیرت اس کی گواہ ہیں۔ جب ہم ان تاریخی حقائق کو دیکھتے ہیں۔ تو پھر اس الزام کا جھوٹا ہونا روز روشن کی طرح

واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دن کی روشنی میں بھی اندھیرا دکھائے دے۔ تو اس میں سورج کا کیا قصور، خود ان میں اتار پڑا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شام کا گورنر نزید کو مقرر کیا۔ جو رشتہ میں امیر معاویہ کے بھائی تھے جب ان کا انتقال ہوا۔ تو ان کی جگہ امیر معاویہ کو شام کا گورنر حضرت عمر نے مقرر فرمایا۔ تاریخ بتاتی ہے۔ کہ حضرت عمر کے غیر لچک دار رویے اور سخت گیری کی بنا پر بہت سے گورنروں کو معزول بھی کیا گیا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی شہادت تک شام کے گورنر رہے۔ ان کے بعد جب حضرت عثمان غنیؓ خلافت کی باگ دوڑ سنبھالی تو بھی امیر معاویہ اسی منصب پر رہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن خطاب اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین ہم آہنگی اور اعتماد کی فضا موجود رہی۔ بلکہ بعض روایات میں آیا ہے۔ ”امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعریف کی، ان واقعات کو سامنے رکھ کر عبدالرحیم رافضی علیہ السلام دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس شخص نے قسم اٹھا رکھی ہے۔ کہ وہ ہر حیلہ بہانہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضور بغض و عداوت کا ہی ہمارا لے گا۔ باقی رہا التزام یہ کہ امیر معاویہؓ نے علی المرتضیٰ اور امام حسن کو قتل کیا۔ اس کا جواب گزر چکا ہے۔ حضرت عمار کے قتل کے التزام کے متعلق بھی جواب پیش کیا جا چکا ہے۔ حضرت عمار کے قتل کے التزام کے متعلق بھی جواب پیش کیا جا چکا ہے۔ اور امام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قتل کا التزام بقیہ الزامات کی طرح رافضیوں نے اسے گھڑا ہے۔ اسی لیے اس کی کوئی حقیقت ہوتی۔ تو اہل سنت کی کتب اور کتب تاریخ میں اس کا وجود ہوتا لیکن اس کا وجود صرف تاریخ حبیب میں ہے کہ جس کا مصنف رافضی ہے۔

سوال نمبر (۲۶)

وہ کون ہے؟ جسے علی بہادر خان بی۔ ایس۔ سی علیگ نے ملت تباہ

تخریب کاروں کا قائد قرار دیا؟

جواب :

بد باطن کو بد باطن مل جاتا ہے۔ سو رافضی عبدالرحیم کو اپنے جیسا ایک اور غضبیلہ لنگیا۔ ان غبتاء کی باتوں اور تحریروں سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہو گا۔ کہ کسی شریف آدمی پر کتنا بھونکا۔ اور علی بہادر خان علی گڑھی شور مچا دیا۔ کہ فلاں آدمی ہے ہی برا۔ دلیل کیا ہے؟ یہ کہ اس پر کتنا بھونک رہا ہے۔ اس مردود اور شرم و حیا سے عاری کا حوالہ ایک طرف اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ”اے اللہ! معاویہ کو ہادی و مہدی کر دے“ اور ابن عباس کا قول کہ امیر معاویہ صحابی رسول اور فقیہ ہیں۔ ان دونوں اقوال میں سے علی بہادر خان کے قول کو ترجیح دینا اور پسند کرنا دیوبندیت نہیں بلکہ رافضیت کی عمدہ دلیل ہے۔ اور امیر معاویہ کے بارہ میں بغض و عداوت کی جتنی جاگتی تصویر ہے۔

سوال نمبر (۲۷)

وہ کون ہے جس نے حافظ قرآن و سنت عبدالرحمن بن ابوبکر کو زہر دے کر اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مہمانی کے بہانے بیکار کر گم نام قتل کر دیا۔ اور محمد بن ابی بکر کو قتل کر کے گدھے کی کھال میں ان کا قیمہ رکھ کر تیل ڈال کر ملبا دیا؟

جواب :

اس الزام کا تفصیلی جواب ہماری تصنیف (دشمنان امیر معاویہ جلد ۲ کے الزام نمبر ۵ کے جواب میں لکھا جا چکا ہے۔ بطور اختصار یہاں درج کر دیا جاتا ہے۔ عبدالرحمن بن ابی بکر کو حضرت امیر معاویہ کے زہر دینے کا واقعہ اگر عبدالرحیم دیوبندی رافضی کسی صحیح روایت سے ثابت کر دے۔ تو ہم اسے منہ مانگا انعام دیں گے۔ ورنہ وان لم تفعلوا

وَلَنْ تَفْعَلُوا خَاثِقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ پش نظر رہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قتل کا الزام جو رافضی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر دھرتے ہیں۔ اس کا تفصیلی جواب ”دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ“ جلد دوم میں الزام نمبر ۱۵ کے تحت تحریر کیا جا چکا ہے۔ مختصر یہ کہ اس الزام کا اصل ناقل تاریخ حبیب اللہ کا مصنف ہے۔ جو خود شیعہ ہے۔ اس کی شیعیت پر ہم نے اپنی ایک اور تصنیف ”میزان الکتب“ میں دلائل اور حوالہ جات ذکر کیے ہیں۔ جو زیر تحریر کتاب کے بعد انشاء اللہ پریس میں آجائے گی۔ اس الزام کے جواب کا دوسرا پہلو یہ ہے۔ کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا فی عرصہ بیمار رہنے کے بعد رمضان شریف میں فوت ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے بھانجوں اور بھتیجیوں نے انہیں لحد میں اتارا۔ تفصیلی واقعہ طبقات ابن سعد جلد نمبر ۸ ص ۶۸ ذکر ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ آپ کو ان کی وصیت کے مطابق جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ طبقات ابن سعد میں مذکور صفحہ پر یہ بھی مذکور ہے۔ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ میں اس قدر لوگ جمع ہوئے۔ کہ آج تک اتنا بڑا اجتماع دیکھنے میں نہ آیا۔ اس کا مفصل ذکر ہماری کتاب ”تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۲۲۹ تا ص ۲۴۸“ پر دیکھا جاسکتا ہے۔ مستند شیعہ تاریخ مثلاً تاریخ یعقوبی اور منتخب التواریخ کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ آپ کا جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے جو حضرت امیر معاویہ پر یہ الزام دھرا۔ کہ انہوں نے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کو دعوت کے بہانے بلوایا۔ اور کھودے گئے ایک گڑھ میں گرا کر ان کو مار دیا۔ پھر بکفن و دفن اور جنازہ کے گڑھے میں پھینک

دیا گیا۔ یہ وہ بہتان عظیم ہے۔ جس کی وجہ سے یہ الزام لگانے والے دنیا انشاء اللہ بد شکل اور کالامنہ ہو کر رخصت ہوئے۔ یہی حشر عبدالرحیم دیوبندی کا بھی ہو گا۔ اگلا الزام محمد ابن ابی بکر کا عبدالرحیم کچیر و مرشد محدث ہزاروی نے امیر معاویہ پر لگایا۔ اس کی اتباع میں اس ناخلف نے بھی قلم اٹھایا۔ اس کا مفصل جواب دیکھنا ہو۔ تو دشمنان امیر معاویہ، کی دوسری جلد میں دیکھا جاسکتا ہے۔ محدث ہزاروی نے پچیس عدد الزامات لگائے جن میں اس الزام کو چند رھویں نمبر پر رکھا ہے۔ اسی نمبر کی مناسبت سے اس کا جواب مذکورہ کتاب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر (۲۸)

وہ کون ہے جسے اتنے قتل و ظلم کے بعد امت کے بے بصیرت ملانے صحابی بنانے مجتہد ٹھہرانے اور رضی اللہ عنہ پڑھتے ہیں؟

جواب:

اس کا جواب بھی ہو چکا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد اور صحابی کہنے والے خود ایک عظیم فقیہ و مجتہد صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ بخاری شریف سے ہم نے دو عدد روایات ذکر کیں۔ پوچھنے والے نے حضرت ابن عباس سے امیر معاویہ کے بارے میں پوچھا۔ تو فرمایا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ ان کے ایک رکعت وتر پڑھنے کی شکایت کرنے والے کو ابن عباس نے فرمایا۔ وہ مجتہد ہیں۔ عبدالرحیم دیوبندی رافضی وہ بے بصیرت ملانے، کہہ کر آخر کن لوگوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے؟ کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ معاذاً ایسے ہیں۔ پھر امت کے ننانوے فی صد مسلمان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی، کاتب وحی تسلیم کرتے ہیں صرف ایک فی صد عبدالرحیم رافضی ایسے ازلی بد بخت کو طر باطنی کا اظہار کر رہے

ہیں۔ اتنی بڑی جماعت پر اللہ کی تائید و نصرت اترتی ہے۔ اور اس سے کٹ کر الگ ہونے والی جہنمی ہے۔ اب یہ کٹ کر الگ ہونے والا عبدالرحیم دیوبندی خود سمجھ جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق ”مَنْ شَكَّ شَذَّ فِي النَّارِ“ وہ آخرت میں کس جگہ جانے کی تیاری کر چکا ہے۔

سوال نمبر (۲۹)

وہ کون ہے؟ جو اسلام اور پیغمبر اسلام اور آل و اصحاب رسول کا جدی دشمن ہو کر بھی اصحاب رسول میں شمار کیا جاتا ہے؟

جواب:

اس کا جواب سوال نمبر ۲ کے جواب میں آچکا ہے۔ لہذا دوبارہ لکھنا باعثِ تکرار ہو گا۔ ہاں جو اس بد بخت رافضی اور عبداللہ بن سبا کی نسل نے یہ کہا وہ اسلام پیغمبر اسلام آل و اصحاب کا جدی دشمن، یہ ایک بہت بڑا الزم اور بہتان ہے کہ جس کی سزا اس بد بخت بد باطن کو ضرور ملے گی۔ امیر معاویہ کا اسلام دشمن ہونا؟ اس بارے میں علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت بھری تحریر کافی ہے۔ آپ اپنے دور کے عظیم فقہاء اور اکابر صوفیاء کرام میں شمار ہوتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

شواہد الحق:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر مزید حسنات کے حامل ہیں۔ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انہوں نے صرف ایک عمل ہی جو خود یا اپنے ماتحت لشکر کے ذریعہ سرانجام دیا۔ یعنی جہاد کر کے بہت سے شہروں کو دارالاسلام بنایا۔ جبکہ وہ پہلے دارالکفر تھے۔

وَبِسَبَبِهِ دَخَلَ إِلَى الْإِسْلَامِ أَلْفُ أَلْفٍ
كَثِيرَةٌ مِمَّنْ اسْلَمُوا عَلَى يَدَيْهِ وَفِي يَدَيْهِ

وَمِنْ ذَرَارِهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَهُ مِثْلَهُ حَسَنَاتِهِمْ
 اَجْمَعِينَ۔ ان کی وجہ سے لاکھوں لوگ مشرت باسلام ہوئے۔ جو یا تو
 خود ان کے ہاتھ یا ان کے لشکر کے ہاتھوں ایمان لائے۔ اور پھر ان کی
 تاقیامت اولاد جو مسلمان ہوگی۔ ان تمام کی مجموعی نیکیوں کی مثل حضرت
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی۔۔۔۔۔ حضرت امیر معاویہ رضی
 اللہ عنہ نے کفار کو مشرت باسلام کیا۔ کیا یہ اسلام دشمنی یا پیغمبر اسلام کی دشمنی کہلائے
 گی؟ اگر ذرا بھی غیرت ایمانی اس دیوبندی رافضی میں ہوتی۔ تو کبھی بھی
 ایسی بات نہ کہتا۔ خواہ الحق ص ۵۳۱ فصل فی ثنوں رؤساء الامم اب۔

سوال نمبر ۶۳۔

وہ کون ہے؟ جس کے جادو سے امت مسلمہ کے علماء و مشائخ ایسے خمد
 میں ہیں کہ سورہ نساء کی آیت نمبر ۹۲ میں ہے۔ ایک مومن کے عداً قتل میں ہمیشہ جہنم
 ہے۔ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔ اس کے لیے عذاب عظیم تیار ہے۔
 مگر اس کے ایک لاکھ ستر ہزار مومنوں کے قتل پر اس پر رضی اللہ عنہ پڑھائی
 جا رہی ہے۔

جواب:

الزام میں قرآنی جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس رافضی نے حضرت امیر معاویہ
 رضی اللہ عنہ کو جہنمی، مغضوب اور لعنتی کے الفاظ دیئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ
 کے تمام مشائخ و علماء کو بھی معاف نہ کیا۔ اس سے قاری خود اندازہ کر سکتا ہے۔
 کہ امت مسلمہ کے علماء و مشائخ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مذکورہ آیت کا
 مصداق قرار نہیں دیتے۔ صرف عبدالرحیم رافضی اور اس کے ساتھی ہی آیت کا صحیح
 مفہوم سمجھ سکے ہیں۔ گویا یہ چند فریبیوں، مکاروں، کذابوں، دجالوں اور

بغض و عداوت سے بھرے لوگوں کو صحیح عالم اور شیخ کا منصب دے رہا ہے۔ جن میں وہ خود بھی شامل ہے۔ اور ان کے مشرب کے خلاف امت کے تمام علماء معاذ اللہ شکر قرآن بلکہ مخالف قرآن ہیں۔ یہ حال حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی مابین کون کی صداقت اس سے نظر آ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ دو قرب قیامت ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ جو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ ان کا خیال یہ ہو گا کہ وہی حق پر ہیں، اس پیشبش گوئی اور عبدالرحیم کا بکو اس دونوں میں غور کیجئے۔ بات سمجھ میں آ جائے گی۔

سوال نمبر ۱۳۱،

وہ کون ہے جس نے خدائی منصوبہ خلافت جو مرکزِ ولایت کو تباہ کیا یہ ساری امت کی بدخواہی ہے۔ جس کا ارتکاب کیا۔؟

جواب:

”خدائی منصوبہ کو تباہ کر کے ساری امت کی بدخواہی کا ارتکاب کیا، اس الزام میں اور بیعت بڑے بہتان میں وہ حضرات بھی داخل ہو جائیں گے جن پر امت کو ناز ہے۔ ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کہ بقول رافضی اس بدخواہ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کی حضرت امام حسن حسین نے بیعت کیوں کی؟ حالانکہ حسنین کو یحییٰ کی عادت کریمہ یہ تھی۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کسی بھی طاقت کے سامنے نہ جھکنے۔ سرکٹا دیئے۔ لیکن بیعت یزید نہ کی۔ ان حضرات نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے خدائی منصوبہ کو غارت کرنے والے کی مدد کی۔ یوں ان دونوں حضرات کے بارے میں کیا کہو گے؟ ان دونوں کا بیعت کر لینا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ ان کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امارت و خلافت کے اہل تھے۔ امام حسن نے جب خلافت سے دستبرداری کی۔ تو تمام امت مسلمہ نے امیر معاویہ

کو خلیفہ تسلیم کر کے ان کی بیعت کر لی تھی۔ جس میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یہ پاکیزہ حضرات تو نہ خود گمراہ کی حمایت کرنے والے تھے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں گمراہ اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے حقدار کہنے والا خود سب سے بڑا گمراہ اور مغضوب علیہ ہے۔

سوال نمبر ۳۲:

وہ کون ہے جس نے اللہ رسول کی نافرمانی اور بغاوت کی؟ انی جاعل فی الامر رض خلیفہ، اس سے پہلے باطنی کون ہے؟
جواب:

اس بات کو سمجھی اہل علم جانتے ہیں۔ کہ آیت ”وانی جاعل فی الامر خلیفہ“ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کے لیے مخصوص ہے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ اور دیگر ائمہ حضرات کی امامت و خلافت کو منصوص من اللہ سمجھنا صرف اور صرف رافضیوں کا عقیدہ ہے۔ ان کی ایک مشہور کتاب ”مناقب آل ابی طالب“ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول یوں نقل کیا گیا ہے۔ ”وَمَنْ لَمْ يُقِلْ اِنِّیْ رَافِعُ الْخُلَفَاءِ فَخَلِیْہِ لَعْنَةُ اللّٰہِ“ (مناقب آل ابی طالب جلد سوم ص ۶۲) جو مجھے جو تھا خلیفہ نہ کہے۔ اس پر اللہ کی لعنت۔ صاحب کتاب اس کی تشریح یوں کرتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو تھے خلیفہ اس طرح ہیں۔ اول حضرت آدم علیہ السلام، دوم داؤد علیہ السلام، سوم ہارون علیہ السلام اور چہارم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یہ تمام منصوص من اللہ ہیں، اس مسئلہ کی تفصیلی ہماری کتاب میں کئی ایک مقامات پر ہو چکی ہے۔ جس کے یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ خلیفہ کا منصوص من اللہ ہونا ہم اہل سنت کا عقیدہ نہیں۔ ”اِنِّیْ نَبِیٌّ اَعْلٰی فِی الْاُمَمِ رَضِیْ خَلِیْفَہُ“، آیت کریمہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دلیل کے طور پر پیش کرنا دراصل اسے

منصور من اللہ ثابت کرنا ہے۔ یہی طریقہ عبد الرحیم دیوبندی نے اپنایا۔ اسی لیے بار بار ہم اسے رافضی کہہ رہے ہیں۔ اگرچہ وہ آپ نے آپ کو حنفی اور دیوبندی کہلاتا ہے مگر بچے دیوبندیوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ چند دن ہوئے گوہر نوالہ کے ایک دیوبندی ملک سے تعلق رکھنے والے عالم فاضل نور حسین عارف کے روبرو جب عبد الرحیم مذکور کا ذکر چمڑا۔ کہ اس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سخت مخالفت کی ہے۔ تو اس نے حیرانی میں ڈوب کر کہا۔ میں دیوبندی علماء کو کافی حد تک جانتا ہوں۔ مگر عبد الرحیم نام کا کوئی مولوی ہم میں متعارف نہیں۔ ادھر یہ دیوبندی رافضی اپنے آپ کو مفتی، مبلغ مناظر اسلام اور خطیب لاہور ایسے القاب سے شہرت دیتا ہے۔ یہ سن کر وہ اور بھی حیران ہوا۔ اور کہا کہ وہ کون سا اور کیسا دیوبندی ہے جس نے امیر معاویہ کی مخالفت کی ہے؟ اس لیے عبد الرحیم کو رافضی ہی سمجھنا چاہیے۔

سوال نمبر ۳۳:

وہ کون ہے جسے ایڈورڈ ٹگین سید امیر علی پریری کونسل کے جج نے ارج ایل کہا؟

جواب:

ایڈورڈ ٹگین۔ سے تو عبد الرحیم کا تعلق دکھائی دیتا ہے۔ لیکن یہ سید امیر علی کون ہے؟ اگر بقول عبد الرحیم رافضی اس امیر علی نے ایسے کہا۔ تو وہ بھی اس کا ہم نوا ہوا۔ اس کے شجرہ علمی کو کریدنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لیے بقول اعلیٰ حضرت بزیوی وہ جس نے امیر معاویہ کی گستاخی کی وہ جہنمی کتاب ہے۔ "حضرت امیر معاویہ کے گستاخ خواہ کسی بھی گروہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ وہ دوزخ کے مستحق ہیں۔"

سوال نمبر ۳۴:

وہ کون ہے جس نے رسول اللہ کے فرمان "وَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي"

وَسُنَّةٌ خَلَدَتْ تَارِيخَ دِيْنِ الْمُهَدِّيِّمْ « سے بغاوت کی؟
جواب؛

یہ کتناغ امیر معاویہ کے بارہ میں پوچھ رہا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ فرمان سے کس نے بغاوت کی؟ دو حرفی جواب کہ غم نے کی۔ وہ اس طرح کہ خلفاء الراشدین میں امام حسن بھی شامل ہیں۔ کیونکہ متفق علیہ حدیث میں آیا۔ دو میرے بعد بیس سال خلافت ہوگی پھر امارت، تیسواں سال امام حسن کی خلافت پر مکمل ہوتا ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہو کر ان کی بیعت کی۔ اور تادمِ آخر اس بیعت پر قائم رہے۔ تو جسے امام حسن اپنا قائد اور خلیفہ سمجھیں۔ انہیں یہ عبدالرحیم لافضی برا بھلا کہے۔ کیا یہ خلیفہ راشد سے بغاوت نہیں ہے؟ ملت اسلامیہ کے عظیم روحانی پیشوا، قطب الاقطاب، عونث اعظم حضرت سید عبدالقادر بغدادی حسنی حسینی رضی اللہ عنہ کا قول علامہ نہبانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرماتے ہوئے لکھا۔

شواہد الحق؛

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بن سفيان کی خلافت، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وصال اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری کے بعد صحیح طریقے سے ثابت ہے۔ کیونکہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام کا یہ قول یاد آیا۔ دو میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں مصالحت کرائے گا، امام حسن کی دستبرداری کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تباہداری واجب ہو گئی۔ اسی لیے امام حسن رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بلا اختلاف پوری امت مسلمہ کے خلیفہ قرار پائے۔ اسی لیے اس سال کو دو عام الجماعۃ، کہا گیا ہے۔ کیونکہ اس سال تمام اختلافات ختم ہو گئے۔ اور سب مسلمانوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ کوئی تیسرا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنازع کرنے والا تھا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے قول میں بھی خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر موجود ہے۔ آپ نے فرمایا۔
 شَدَّ وَرَاحِي الْمُسْلِمِ خُمْسًا وَ ثَلَاثِينَ سَنَةً اَوْ سِتًّا وَ
 ثَلَاثِينَ اَوْ سَبْعًا وَ ثَلَاثِينَ، وَاَلْمُرَادُ بِالرَّاحِي فِي هَذَا الْحَدِيثِ
 الْقُوَّةُ فِي الدِّينِ وَالْخُمْسُ السِّتِينَ الْفَاضِلَةُ مِنَ الثَّلَاثِينَ،
 فَهِيَ مِنْ مَجْمَعَةِ خَلْفَةِ مَعَاوِيَةَ إِلَى تَمَامِ تِسْعِ عَشْرَ
 سَنَةً وَ تِسْعِينَ لِأَنَّ الثَّلَاثِينَ كَمَلَتْ بِعَلَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 مَا بَيْنَنَا هـ۔

ترجمہ: اسلام کی چکی پچیس پچیس یا ستیس سال چلے گی۔ چکی سے مراد قوت دینی
 ہے۔ اور تیس سالوں سے زائد پانچ سال یہ وہ ہیں۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے
 خلافت کے بنتے ہیں۔ کیونکہ ان کی خلافت تقریباً تیس سال سے کچھ اوپر رہی۔
 اور تیس سال تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتھ مکمل ہو گئے
 تھے۔ جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ (شواہد الحق ص۔ ۴۷ تذکرۃ الخویش الجیلانی مطبوعہ مصر)
 یہ ارشاد اس عظیم شخصیت کا ہے۔ جس کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ حضرت
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت انہوں نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے
 ثنابت کی۔ لہذا سرکارِ غوث پاک کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی ”خلافت
 راشدہ“ میں شامل ہے۔ اب قارئین کرام فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ عبدالرحیم دیوبندی
 رافضی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر
 وہ خلافت راشدہ، کی مخالفت اور اس سے بغاوت کو ثنابت کیا ہے۔

سوال نمبر ۱۳۵:

وہ کون ہے جو اللہ کے فرمان ”فَقَاتِلْ الْيَافُثَةَ“ کے زمرہ میں
 شامل واجب القتل ہے؟

فَقَاتِلْ آلَ قُحَيْصٍ سُورَةُ مَجَرَاتِ کے پہلے رکوع کی ایک آیت ہے جس کا پورا مفہوم یہ ہے: ”اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں میں صلح کر دو اور اگر ان میں سے ایک دوسرے پر بغاوت کرے تو تم اس گروہ سے لڑو جس نے بغاوت کی یہاں تک لڑتے رہے کہ وہ پہلی حالت پر آجائے،“ آیت مذکورہ کے بارے میں اکثر مفسرین کا قول ہے۔ کہ یہ عبداللہ بن ابی منافق کے بارے میں نازل ہوئی۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہو کر جناب سعد بن عبادۃ کی عیادت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں یہ منافق لیٹا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔ مجھ سے ہٹ کر گزریں کیونکہ تمہارے گدھے کی بوٹنے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ اس پر ایک صحابی نے کہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھے کی بوٹیری بوٹے کہیں بہتر ہے۔ اس پر فریقین میں لڑائیاں اور چوٹیاں چل پڑیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ختم کر دیا۔ اس منافق کے پاس بیٹھنے والے کچھ مسلمان بھی تھے۔ وہ مرف برادری اور خاندان کی وجہ سے اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ برادری کی وجہ سے لڑائی کا خطرہ ہوا۔ تو مذکورہ آیت کو میرا تری۔ تفسیر طبری، کبیر، روح المعانی، درنثار وغیرہ فروع کافی اور کچھ اہل سنت کی کتب میں حضرت امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ کے درمیان ہونے والی لڑائی کا قبل از وقت ذکر کیا گیا۔ لیکن عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے اس آیت کے حوالہ سے حضرت امیر معاویہ کو ”واجب القتل“ لکھا ہے۔ اور اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بغاوت کی اور ہر باغی واجب القتل ہوتا ہے۔ کیونکہ بغاوت کی وجہ سے وہ کافر یا مرتد ہو جاتا ہے۔ لیکن عبدالرحیم دیوبندی رافضی سے پوچھا جاسکتا ہے۔ کہ کیا تم ثابت کر سکتے ہو۔ کہ ہر باغی کافر اور مرتد ہو جاتا ہے۔ اگر وہ کہے کہ ہاں۔ تو پھر صرف

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑائی لڑی تھی۔ اور انہیں یہ رافضی بھی کئی مرتبہ دوام المؤمنین لکھ چکا ہے۔ اور قرآن کریم نے الطیبات للطیبین الخ سے ان کو طیب و طاهر عورت کی سند عطا فرمائی۔ کیونکہ مفسرین کرام نے اس آیت کے تحت لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ طیب کوئی مرد نہیں۔ اور عورتوں میں سے زیادہ طیبہ طاہرہ کوئی دوسری نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کا بھی اعلان فرمادیا۔ یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اسی طرح حضرت طلحہ اور زبیر جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جن کی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام لے کر جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی۔ ارشاد نبوی ہے۔ طَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ۔ اس لیے اگر عبد الرحیم دیوبندی رافضی کی بات تسلیم کر لی جائے۔ تو پھر اس کے فتوے کی زد میں وہ صحابہ کرام میں آجائیں گے۔ جو قطعی جنتی ہیں۔ پھر اس کو رباطن اور بصیرت سے بے بہرے کو آیت مذکورہ کے ابتدائی الفاظ بھی نہ نظر آئے۔ کہ جن میں ان دونوں گروہوں کو مومن کہا جا رہا ہے۔ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا ۖ

اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔ تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے تحت یہ الفاظ لکھے گئے ہیں۔

تفسیر نیشاپوری؛

فِي تَقْدِيمِ الْفَاعِلِ عَلَى الْفِعْلِ إِشَارَةٌ أَيْضًا إِلَى هَذَا الْمَعْنَى لِأَنَّ كَوْنَهُمَا طَائِفَتَيْنِ مُؤْمِنَيْنِ۔

تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ ابن جریر طبری ج ۲۶

ص ۸۳ مطبوعہ بیروت

ترجمہ: مذکورہ آیت کریمہ میں فعل سے پہلے اس کے فاعل کو ذکر کرنا

یہی اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ وہ دونوں گروہ مومن تھے۔

قارئین کرام! آیت مذکورہ کے بارے میں مفسرین کرام کی تفسیر اور خود الفاظ آیت یہ بتا رہے ہیں کہ اس کے مصداق دونوں گروہ مومن ہیں۔ اور اہل سنت من جملہ اُن آیات میں سے جو کبیرہ کے مرتکب کو مومن ثابت کرتی ہیں۔ ایک آیت یہ بھی کتب عقائد میں ذکر فرمائی۔ اب دیکھئے! کس بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ عبدالرحیم دیوبندی، حضرت امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو معاذ اللہ مرتد اور کافر قرار دے کر واجب القتل ہونے کا فتوے صادر کر رہا ہے۔

بے حیاباش ہرچہ خواہی کن

سوال نمبر ۳۶:

وہ کون سے جو رسول اللہ علیہ السلام کے فرمان خلیفہ برحق سے باغی ہو کر ”مَاضِرِ جَوْدٍ بِالسَّيْفِ كَايْنًا مِّنْ حَنٍّ“ میں شمار ہوتا ہے؟ ا سے تلوار سے قتل کر دیا جائے۔

جواب:

خلیفہ برحق کے خلاف بغاوت کرنے والا واجب القتل ہے۔ خارجی لوگ پچھلے سوال میں مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خلیفہ برحق سے مراد یزید اور باغی سے مراد امام حسین اور ان کے ساتھی ہیں۔ جیسا کہ ایک اور دیوبندی محمد دین بٹ نے ”رشید ابن رشید“ میں لکھا ہے۔ اور عبدالرحیم دیوبندی اسی آیت سے امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو باغی قرار دے رہا ہے۔ خلیفہ کی مخالفت، بغاوت کب ہوتی ہے؟ اس بارے میں حقیقت یہ ہے کہ جب کسی خلیفہ کی بیعت پر امت کا اجماع ہو جائے۔ اور اختلاف ختم ہو جائیں۔ تو پھر اس خلیفہ کے خلاف سراٹھانے والا باغی کہلاتا ہے۔ اس کے

سالہ قتال کرنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ الزام نمبر ۳۴ میں گزرا ہے۔ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت اکابر صحابہ نے کر لی۔ لیکن اختلاف اٹھا کہ قاتلان عثمان کا قصاص فری یا ٹھہر کر لیا جائے۔ اس اختلاف میں ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا۔ نوبت لڑائی تک پہنچی۔ لیکن اس کو بغاوت کا نام نہیں دیا جاتا۔ بلکہ یہ ایک اجتہادی مصطلح تھا۔ اس لیے دونوں طرف لڑنے والے باغی تو کجا گنہگار بھی نہ ہوں گے۔ اور قتل ہونے والے شہید شمار ہوں گے۔ اگر اس اختلاف کی وجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کافر یا مرتد (معاذ اللہ) ہو جاتے۔ تو امام حسن حسین ان کی ہرگز ہرگز بیعت نہ کرتے۔ (فلاعتبار وایا اولی البصائر)

سوال نمبر ۳۷:

وہ کون ہے۔ جو خلیفہ راشد علی رضی اللہ عنہ اور اس سے محبت والوں پر خطبہ جمعہ میں لعن طعن کرتا اور کراتا رہا؟

سوال نمبر ۳۸:

وہ کون ہے جو اپنی حکومت کے ستر ہزار دس منبروں پر علی اور اللہ اور رسول پر لعن طعن کرتا اور کراتا رہا؟

جواب:

ان دونوں الزامات کا حاصل تقریباً ایک ہی ہے۔ اگرچہ اس کا جواب گزر چکا ہے۔ لیکن چند وضاحتیں اس الزام کے الفاظ کے ضمن میں تحریر کر دینا بہت ضروری ہے۔ دو لعن طعن، کا مفہوم اور معنی کیا وہی ہے جو اردو زبان میں ”گالی گلوچ“ کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔؟ یا عربی میں اس کے مفہوم میں کچھ فرق ہے؟ اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ اس لفظ کو رافضی لوگ اردو کے معانی میں لے کر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ جس واقعہ میں یہ لفظ آئے ہیں۔ وہاں اردو مفہوم کے اعتبار سے نہیں

بلکہ عربی زبان میں کسی کو غلطی پر ڈانٹ ڈپٹ پلانا بھی لعن طعن سے مراد لی جاتی ہے کہ جس کی شاہد حدیث ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مسلم شریف :

جنگ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو یہ ہدایت عطا فرمائی تھی۔ کہ کل تم جب تبوک کے چشمہ پر پہنچو تو تم میں سے کوئی شخص میرے پیچھے سے قبل اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ اتفاق سے دو صحابیوں نے قافلہ سے آگے نکل کر اس چشمہ پر پہنچ کر اس کا پانی پی لیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی تو قبول راوی ”خَسَيْدًا لِّنَبِيٍّ“ آپ نے ان دونوں کو سب کیا۔

(مسلم شریف جلد دوم ص ۲۴۶ باب معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(مطبوعہ کراچی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ”دوست“ کی نسبت کی گئی۔ جس کا عام طور پر معنی دوگالی دینا، آتما ہے۔ تو کیا کوئی مسلمان یہ سوچ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں صحابیوں کو گالی دیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے اس معنی کا اظہار بہت بعید ہے۔ اور اس کو ناجائز قرار دینے والا دائرہ اسلام سے بوجہ توہین حضور فارغ ہو جائے گا۔ تو جس طرح یہاں ”دوست“ کا معنی ڈانٹ ڈپٹ یا سخت سست وغیرہ مراد ہے۔ اسی طرح منقول ہے۔ کہ ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے دو البوترا ب ”استعمال کرنے کو دوست“ میں شمار کیا۔ جس پر علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ مجھے اس کنیت پر فخر ہے۔ کیونکہ یہ کنیت مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی ہے۔ تو بالکل لفظ سب کی طرح لعن طعن سے مراد گالی دینا نہیں۔ بلکہ غم و غصہ کا اظہار۔ اور وجہ اس کی یہ

تھی کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ برحق عثمان کے قاتلوں سے فوری قصاص کیوں نہ لیا؟ اس کی مکمل بحث ”تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۳۰۲ تا ۳۰۷، پر بھی ہا سکتی ہے۔ بلکہ کتب تاریخ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لعن طعن کرنے کے واقعہ کو علی الاطلاق ذکر بھی کیا گیا۔ یعنی کسی کا نام لیے بغیر یوں کہا کرتے تھے۔ ”قاتلان عثمان پر لعنت ہو“ اب اس سے اگر کوئی جھوٹا وفادار علی خواہ مخواہ یہ مراد لے کہ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعن کیا گیا۔ تو یہ اس نامراد کی مراد تو ہو سکتی ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نہیں۔ یہی مراد عبدالرحیم مردود نے لی۔ اور کمال بے حیائی سے لکھ دیا۔ کہ ستر ہزار سے زائد منبروں پر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر لعنت ہوتی تھی اس ظالم نے بغض و عداوت میں اندھا ہو کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اٹھ اور اس کے رسول کو بھی ملا دیا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان پر بھی لعن طعن کرتے تھے بے حیا اور بے شرم کو ایسے الفاظ لکھتے ہوئے ذرا بھی دل نے ملامت نہ کی؟ ہاں ایمان ہوتا تو اندر سے ملامت ہوتی۔ ایسے شدید الزامات اور وہ بھی بے سرو پا بلا سند مجمع ذکر کرنے سے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے اور جرأت نہیں کر سکتا۔

سوال نمبر ۳۹:

وہ کون ہے جس کے لیے حضور معلوم و مقصود کائنات کا فرمان ہے جو میرے صحابی کرام کو گالی دے اس پر لعنت کرو۔ ایسا کس نے کیا؟

جواب:

خود ایسا کر کے پھر لوگوں سے پوچھتے ہو کہ کس نے کیا؟ کاتبِ وحی، امینِ خدا اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیا تم نے لعن طعن نہیں کیا۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ کو صحابہ ہی نہیں بلکہ

سوال نمبر ۴۰:

وہ کون ہے جس نے سب سے پہلے انسانوں کو خستی کرنے کا حکم دیا؟

جواب:

اس قسم کے بے ہودہ الزامات کوئی بے ہودہ آدمی ہی لگاتا ہے۔ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ مذکورہ الزام کسی ایسی روایت سے جو سند صحیح کے ساتھ مروی ہو ثابت کر دکھاؤ تو ہمیں ہزار نقد انعام پاؤ۔ فَإِنْ كُنْتُمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِمَقْصُودِهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أَخْبَرُوا۔

سوال نمبر ۴۱:

وہ کون ہے جس نے علی کو طارگٹ بنا کر اللہ رسول اور تمام مومنوں پر سبّ و تمّ لعن طعن کیا اور کرایا۔؟

جواب:

اس الزام کا جواب سوال نمبر ۴۰ کے جواب میں آچکا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال نمبر ۴۲:

وہ کون ہے جس نے اللہ اور رسول کے کافر اور ماں سے بدکاری کو نئے والے بیٹے یزید کو ولی عہد بنایا؟

جواب:

اس سوال میں دراصل دو سوالات ہیں۔ ایک یہ کہ یزید کو ولی عہد مقرر کیوں کیا؟ دوسرا یہ کہ یزید نے اپنی ماں سے بدکاری کی تھی۔ جہاں تک ولی عہد کا معاملہ ہے یزید کے بارے میں ہمارا نظریہ یہ نہیں کہ وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ بلکہ ہم اسے بہت بُرا سمجھتے ہیں۔ اس کے ولی عہد بنائے جانے کے بارے میں تفصیلی بحث تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۲۳۸ تا ۲۵۹ میں کر دی گئی ہے۔ لہذا اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

رہا دوسرا الزام یعنی ماں کے ساتھ بدکاری کرنا یہ ایسا الزام ہے جس کی گواہی کا ثبوت ہونا تقریباً ناممکن ہے۔ اور عادتاً محال ہے۔ ایسا الزام لگانے کے بعد ثابت نہ کر سکنے والے پر مدقذت جاری ہوتی ہے۔ لہذا عبدالرحیم دیوبندی رافضی اس مدعا کا مستحق ہے۔ بہر حال اس کے ولی عہد بنانے کے وقت حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو خلیفہ بنانے کا پروگرام بنایا۔ لیکن خلافت مل جانے کے بعد اس نے ایسے کام کیے۔ جن کی وجہ سے کوئی بھی اسے ”پلید“ سے کم لفظ کے ساتھ یاد کرنے کو تیار نہیں۔ امیر معاویہؓ نے ولی عہد بناتے وقت اسے کیا سمجھا اور آپ کی کیا نیت تھی؟ اس بارے میں ایک دو حوالہ جات نقل کر دیئے جاتے ہیں۔

البدایہ والنہایہ؛

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آپ نے دوران خطبہ دعا مانگی اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے اس کو (یزید کو) اس کی اہلیت کی بنا پر خلیفہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ تو میری اس تمنا کو پورا فرما دے۔ اور اگر میں نے اسے اس لیے ولی عہد بنایا کہ مجھے اس سے پیار و محبت تھی۔ تو اے اللہ اسے عہدہ ولایت پر ناکام بنا دے۔ اور اس کی تکمیل نہ فرما۔ (البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸ ص ۸۰ ثم دخل سنة ست وخمسين مطبوعہ بیروت)

نیل اس؛

حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو اس کی اہلیت و استعداد کے پیش نظر خلیفہ بنایا جیسا کہ خود ان سے مروی ہے۔ اے اللہ! اگر یزید ایسا ہی ہے۔ جیسا اس کے بارہ میں میرا گمان ہے تو بہتر ہے اگر ویسا نہیں تو تو اسے بہت جلدی موت دے دے۔ اللہ کے حضور حضرت امیر معاویہؓ کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اس یزید کو زیادہ دیر خلافت کرنا نصیب نہ ہوئی۔ اس کی مزید تفصیل تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۲۴۸ تا ۲۶۲ پر دیکھیں

سوال نمبر ۴۳

وہ کون ہے جو فتح مکہ کے دن پچھلے کفر کے ساتھ اسلام میں مدخلت کو آیا اور جس کا ایمان بے نفع ہیں؟ قرآن نے ان لوگوں کے لیے کلمہ کفر کے ساتھ اسلام میں داخل ہونے اور اسی کفر کے ساتھ اسلام سے نکل گئے۔

جواب:

اس الزام کا تفصیلی جواب ”دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ“ کی جلد دوم زیر الزام نمبر ۹ دیا گیا ہے۔ جو تقریباً نو صفحات پر مشتمل ہے۔ اختصار کے طور پر یہاں بھی ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ الزام سورہ مائدہ کی آیات ۵۹، ۶۰، ۶۱ سے لیا گیا ہے۔ آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ”فرادیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کتابیو! تمہیں ہمارا کیا ملا لگا یہی کہ ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف اترا اور اس پر جو پہلے اترا اور یہ کہ تم میں سے اکثر فاسق ہیں۔ فرادیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں تمہیں نہ بتاؤں جو اس سے بھی زیادہ بُرا ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ٹھکانے کی رو سے وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور غضب فرمایا۔ اور ان میں سے کر دیا گیا بعض کو بندر بعض کو سُور اور بعض کو شیطان کے پیجاری۔ یہی لوگ بہت بڑے شریر ہیں اپنے ٹھکانے کے اعتبار سے اور بہت بڑے گمراہ اور بہکے ہوئے ہیں سیدھے راستے سے اور جب تمہارے پاس آتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ آتے وقت بھی کافر اور جاتے وقت بھی کافر اور اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں،“

تفسیر طبری، قرطبی اور دیگر بکثرت تفاسیر میں ہے۔ کہ آیات مذکورہ اہل کتاب میں سے منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں۔ ”یا اهل الکتاب،“ کے الفاظ صاف صاف منافقین کی تائید کر رہے ہیں۔ لیکن عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے بد باطنی اور دینی کے پیش نظر قسم اٹھا رکھی ہے۔ کہ قرآن کریم میں جو آیات کفار و منافقین

کے بارے میں نازل ہوئیں۔ انہیں کسی نہ کسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر چسپاں کی جائیں۔ بھلا اس سے بڑھ کر خدا کے غضب کا حقدار کون ہوگا؟ اور پھر ”چوری پھر سینہ زوری“ کے مصداق بڑے ظمطراق سے پوچھتا ہے۔ وہ کون ہے جس نے...؟ اگر عدل و انصاف کے شیشہ میں دیکھتا۔ تو ان تمام کون سے کا جواب اسے اپنی شکل میں نظر آجاتا

سوال نمبر ۲۴:

وہ کون ہے جس کے متعلق عبداللہ بن بریدہ دو صحابیوں نے گواہی دی کہ اس نے شراب پی اور ہمیں بھی دی؟ (مسند احمد طبع مصر جلد ۵ ص ۲۴۷)

سوال نمبر ۲۵

وہ کون ہے جس کے متعلق عبداللہ بن صواف صحابی نے مسجد میں اعلان کیا۔ اس نے سو دیا اور کھایا۔ اور وہ دوزخ میں گلے تک ہے؟

جواب:

ان الزامات کا تفصیلی جواب بھی دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ جلد دوم میں تقریباً چودہ صفحات پر مشتمل دیا جا چکا ہے۔ جو الزام ۳ کے تحت مذکور ہے۔ یہی الزامات عبدالرحیم دیوبندی کے گرو محدث ہزاروی نے بھی لگائے ہیں۔ مختصر جواب یہ ہے کہ اس طرح کی روایات سخت مجروح ہیں۔ جن میں یہ الزامات آئے ہیں۔ اور اسرار الرجال و علم الحدیث کے ماہر بخوبی جانتے ہیں۔ کہ مجروح روایت سے کسی پر الزام ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ امام احمد بن حنبل نے کتاب اصل اور ابو بکر رازی نے الجرح والتعديل میں لکھا ہے کہ اگر کسی راوی میں جرح اور تعدیل دونوں ملتی ہوں۔ تو ترجیح جرح کو ہوگی۔ ان دونوں الزامات کی روایات کے راویوں پر جرح موجود ہے۔ اس لیے ان کا کوئی وزن نہیں۔

سوال نمبر ۱۲۶

وہ کون ہے جس بد بخت ازلی اہدی نے مغیرہ بن شعبہ کا غلام ٹوٹو کو خرید کر اس سے حضرت عمر کو قتل کرایا۔ (مجمع البحرین طبع محمدی پریس دیوبند)

جواب :

قرآن کریم کا ارشاد ہے : ”وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ“ خبیث کو اپنا ہم مسلک اور خبیث سے بھرا کہیں سے مل ہی جاتا ہے۔ کچھ اسی طرح عبدالرحیم رافضی کو اپنی قماش کو کذاب اور دشمنان امیر معاویہ مجمع البحرین کے مصنف کی شکل میں مل گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو آخر کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ مغیرہ بن شعبہ کو خرید کر اس سے حضرت عمر کو مروا دے۔ کونسا دکھ دیا تھا۔ انہیں حضرت عمرؓ نے؟ آئیے ”الاستیعاب“ کے ایک دو حوالے ملاحظہ کریں۔ یہ وہی کتاب ہے کہ جس پر خود عبدالرحیم رافضی کو بھی اعتماد رہے۔ تاکہ ان حوالہ جات سے معلوم ہو جائے کہ ان دونوں (امیر معاویہ، عمر بن خطاب) کا باہم کیا تعلق تھا؟

الاستیعاب :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضور کسی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ایسے قریشی نوجوان پر اعتراض کرنے سے بچو وہ ایسا شخص ہے جو غصہ کے وقت ہنستا رہتا ہے اور کوئی چیز اس سے اس کی رضا کے بغیر نہیں لی جاسکتی۔ اور جو کچھ اس سے کوئی لیتا ہے۔ وہ زبردستی سے نہیں بلکہ اس کے قدموں میں پڑ کر لیتا ہے۔ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں سرداری سے زیادہ قابل کسی اور کو نہیں پایا۔ ابن عمر سے پوچھا گیا۔ کیا، ابو بکر

عمر، عثمان اور علی المرتضیٰ میں بھی نہ تھی؟ ابن عمر نے فرمایا۔ خدا کی قسم! یہ چاروں حضرات بے شک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل تھے لیکن سرداری میں وہ بڑھ کھڑے تھے۔ ابن عمر کے غلام جناب نافع سے پوچھا گیا۔ کیا وجہ ہے۔ کہ ابن عمر نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی؟ جواب دیا۔ کہ میرے آقا و مولیٰ کسی اختلاف کے وقت اپنا ہاتھ کسی کو نہ دیتے (یعنی جب امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان لڑائی ہوئی۔ تو ابن عمر نے دونوں کو چھوڑ کر علیہ کی اختیار کر لی۔ کیونکہ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد تھا۔ کہ جب مسلمانوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو تم اپنی تلوار احد پہاڑ پر مار کر توڑ دینا۔ اس لیے ابن عمر نے ان میں سے کسی سے بیعت نہ کی) امام حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری پر اختلاف ختم ہو جائے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اور امیر معاویہ بیس سال امیر اور بیس سال خلیفہ رہے۔ (الاستیعاب جلد سوم برجامہ)

الاصابة في تميز الصحابة حرف میم قسم اول ص ۳۹۸

قارئینِ کرام! حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اگر امیر معاویہ نے شہید کر دیا ہوتا۔ تو ان کی شہادت کے بعد ان کا صاحبزادہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہرگز ہرگز اپنے باپ کے قاتل کی بیعت نہ کرتے۔ اس سے صاف ظاہر کہ حضرت عمر اور امیر معاویہ میں کوئی دشمنی نہ تھی۔ بخاری شریف میں بھی مذکور ہے۔ کہ ابن عمر نے امیر معاویہ کی بیعت کی تھی۔ علاوہ ازیں الاستیعاب جلد دوم ص ۴۶۹ البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۱۳۷، اور اسد الغابہ جلد ۲ ص ۷۲، اور طبری وغیرہ میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ کہ ابو لؤلؤ غلام نے اس لیے حضرت عمر بن خطاب کو شہید کیا۔ کہ میرا ملک مغیرہ بن شعبہ جو مجھ سے خراج لیتا ہے۔ وہ کم کرا دیں۔ اپنے

فرمایا۔ وہ جس قدر لیتا ہے۔ وہ ٹھیک ہے۔ کیونکہ تو اچھا کاریگر ہے۔ اور مقررہ خراج دینا تجھے کوئی مشکل نہیں ہے۔ ایک روایت میں یوں بھی ہے۔ کہ عرض کی گئی حضور! ابو لؤؤ خراج کم دیتا ہے۔ لہذا زیادہ کر دیا گیا۔ بہر حال خراج کی کمی بیشی اصل وجہ نبی۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے اسی ابو لؤؤ کو کہا۔ کہ تم ایک چمکتی مجھے بھی بادلوں کہنے لگا۔ ایسی چمکی بنا کر دوں گا۔ کہ لوگ مشرق و مغرب میں اس کی باتیں کیا کریں گے۔ جس سے اس کی مراد آپ کو شہید کرنا تھا۔ باوجود علم ہونے کے حضرت عمرؓ نے اس کا محاسبہ نہ کیا۔

یہ ہیں وہ تاریخی واقعات جن کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا۔ عبدالرحیم اور محدث ہزاروی ایسے کذابان تاریخی حقائق کو مسخ کر کے پھر بڑی ڈھٹائی سے لکھتے ہیں۔ کہ میرے سوالوں کا جو جواب دے گا۔ اس کو دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ جب سوال کا سرپاؤں ہی کوئی نہیں۔ تو بجز اس کا جواب پھر اس پر انعام کی پیش کش عجیب بے ایمانی ہے۔ اور عوام کو بڑے مکارانہ انداز میں دھوکہ دینا ہے۔

سوال نمبر ۱۲۷:

وہ کون ہے جس کے معتمد پیشوا عقبہ بن ساری اور اس کے اپنے فرزند زید

نے کہا۔ سب جھوٹ ہے نہ فرشتہ آیا نہ وحی؟

جواب:

میں اس سے قبل یزید کے بارے میں اپنا نظریہ درج کر چکا ہوں۔ اُسے ولی یا قطب نہیں سمجھتا ہوں۔ کہ اس پر لگائے گئے الزامات کا جواب دوں۔ رہا عبدالرحیم رافضی کا یزید کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے وحی کا انکار کیا، تمام احکام کو جھوٹ کہا وغیرہ۔ میرا خیال ہے۔ کہ یزید کا یہ قول کسی صحیح روایت میں

نہیں ہے۔ ورنہ اس کا امام چرچا ہوتا۔ اس لیے اگر رافضی عبدالرحیم خود اپنا یہ الزام روایت مصحیحہ سے ثابت کر دے۔ تو تیس ہزار کا انعام پائے۔

سوال نمبر ۲۸:

وہ کون ہے بے نفع ایمان والا جس کے ازلی کافر باپ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا یزیدی بادشاہیت ہے میں نہیں مانتا جنت و دوزخ کو؟ الاستیعاب جلد ۶ ص ۸۷

سوال نمبر ۲۹:

وہ کون ہے کہ جس کے مشہور و معروف ذاتی منافق باپ کو جب اسلام میں آیا منافقین کا ماویٰ و ملجا اور جاہلیت میں زندیق تھا؟ (الاستیعاب جلد ۶ ص ۸۹)

جواب:

دونوں الزامات کے لیے حوالہ دو الاستیعاب جلد ۶، کا درج ہے۔ حالانکہ الاستیعاب آج تک چھ جلدوں میں نہیں چھپی معلوم ہوتا ہے کہ مجمع البحرین جیسی واہی تباہی کسی کتاب سے عبدالرحیم نے یہ پڑھا ہو گا۔ اور پھر بے سمجھے سوچے اپنی کتاب میں درج کر دیا۔ دونوں اعتراضات صغہ کے اعتبار سے قریب قریب ہیں۔ حقیقت حال کچھ یوں ہے۔

الاستیعاب:

حضرت ابوسفیان کے اسلام کے بہتر اور اچھا ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ جب یہ اسلام لائے۔ تو بہت اچھا اسلام لائے۔ جناب سعید بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جنگ یرموک کے میدان میں ابوسفیان کو اپنے بیٹے یزید کے جھنڈے کے نیچے دیکھا وہ لڑ رہے تھے اور دعا کر رہے تھے۔ اے اللہ! اپنی مدد قریب کر دے۔ یہ بھی مروی ہے

کریموں کی جنگ میں ابوسفیان ایک اونچی جگہ کھڑے یہ کہہ رہے تھے۔ اللہ، اللہ، اللہ، بے شک تم عرب کا زادراہ ہو اور اسلام کے مددگار ہو۔ اور آپ کے مقابلے میں روم کے زادراہ اور انصار مددگار مشرکین ہیں۔ اے اللہ! یہ دن تیرے دنوں میں سے ایک دن ہے۔ اے اللہ! اپنے بندوں پر اپنی مدد اتار۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے۔ کہ وہ منافقین کے سرخیز تھے جب سے اسلام لائے۔ اور جاہلیت میں زندقیت کی طرف منسوب تھے۔ حسن سے روایت ہے۔ حضرت عثمان کے خلیفہ بن جانے کے بعد ابوسفیان ان کے پاس آیا۔ اور کہا۔ اے عثمان! تیم اور عدی کے بعد ابوبکر قبیلہ تیم اور عمر بن خطاب قبیلہ عدی سے تھے (خلافت کو ادمرادھر پھیر۔ اور اس میں بنو امیہ کی میخیں لگا۔ کیونکہ یہ بادشاہیت اس میں جنت و دوزخ کو میں نہیں جانتا۔ عثمان غنی سن کر غضب ناک ہوئے۔ اور بلند آواز سے کہا۔ اٹھ کر دور ہو جا۔ اللہ تیرے ساتھ جو چاہے کرے۔ (الاستیعاب جلد ۲ بر حاشیہ الاصابۃ فی تمیز الصحابہ ص ۸۷ حرف سین قسم اول)

الاستیعاب کے دونوں الزامات کی عبارت آپ نے پڑھی۔ جس کا ہمارا لے کر عبدالرحیم رافضی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنے دل کا غبار نکالا۔ صاحب الاستیعاب نے مذکورہ عبارت کے اختتام پر اس کا جو رد لکھا۔ وہ اس عقل و خرد کے اندھے کو نظر نہ آیا۔ علامہ نے لکھا۔

الاستیعاب :

وَلَهُ أَخْبَارٌ مِّنْ نَّحْوِ هَذَا رَدِيَّةٌ ذَكَرَهَا
أَهْلُ الْأَخْبَارِ لَمْ أَذْكَرْهَا وَفِي بَعْضِهَا مَا
يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ إِسْلَامُهُ سَالِمٌ
وَالْحِكْمُ حَدِيثُ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ نِدَلٌ

عَلَى صِيحَةٍ إِسْلَامِيَةٍ (استغفار طبع ۸۶) برعاشیا صابہ عوف سے قسم اول)
 تہجکشا، ابوسفیان کے بارے میں اس قسم کی لچر اور بھی خبریں ہیں جنہیں
 اہل اخبار نے ذکر کیا۔ اور میں نے انہیں ذکر نہیں کیا۔ ان میں سے کچھ ایسی
 بھی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ابوسفیان کا اسلام سالم نہ تھا لیکن
 حضرت سعید بن مسیب کی حدیث ان کے اسلام کے صحیح ہونے پر دلالت
 کرتی ہے۔

قارئین کرام! صاحب الاستیعاب نے عبدالرحیم رافضی کے پیش کردہ مضمون والی
 روایات کو ملاحظہ ردی کہا۔ اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت
 کو صحیح کہا۔ جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کو صحیح اور درست کہا گیا
 ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ جنگ یرموک کے موقع پر سب کی آوازیں بند ہو گئیں صرف
 ایک آدمی تھا۔ جو کہہ رہا تھا۔ اللہ کی مدد! قریب ہو جا۔ جب اس آواز والے کو دیکھا
 تو وہ ابوسفیان تھے جو اپنے بیٹے کی کمان میں لڑ رہے تھے۔ حضرت ابوسفیان کی
 دوسری کنیت ابو حنظلہ ہے۔ جو ان کے ایک اور بیٹے کی نسبت سے ہے
 جو غزوہ بدر میں کفر پر مراء تھا۔ ابوسفیان مسلمان ہو کر غزوہ حنین میں شریک ہوئے
 ان کی ایک آنکھ طائف میں ختم ہوئی۔ ایک آنکھ سے ہی کام لیتے رہے۔ حتیٰ کہ
 جنگ یرموک میں ان کی دوسری آنکھ بھی ضائع ہو گئی۔ ایک روایت میں ہے
 کہ جب ان کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں
 حاضر ہوئے۔ اور آنکھ کے ضائع ہونے کی بات عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر
 تو چاہے تو تیری آنکھ اچھی ہو جائے اور اگر اس کی بجائے جنت چاہے
 تو وہ مل جائے گی۔ ابوسفیان نے عرض کی حضور! مجھے آنکھ نہیں جنت چاہیے
 (بحوالہ الاصابۃ فی تمیز الصحابہ جلد دوم ص ۷۹ بمعہ الاستیعاب۔) جب

غزوے منقول ہے۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَلَمْ يَأْمِنْ لِيَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذًا وَی بِمَكَّةَ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ
تَرَجَّحًا

جناب ثابت نبائی سے جعفر بن سلیمان ضعیفی روایت کرتا ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو بھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو
گیا۔ وہ امن والا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ شریف
میں قیام پذیر ہوتے تو آپ ابوسفیان کے گھر میں تشریف فرما ہوتے
قارئین کرام! مدارائے مستطانی شارح بخاری شریف نے الاصابہ جلد ۲
ص ۱۷۹ احرف ص ۱۷۹ اول میں ابوسفیان کے بارے میں تین روایات نقل کیں ہیں
جو آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ ان سے جناب ابوسفیان اور رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے مابین کیسے تعلقات نظر آتے ہیں؟ ان میں سے پہلی روایت کو دیکھئے۔
ابوسفیان اسلام لانے سے قبل اسی منات کے پجاری تھے۔ جس کو اب رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر توڑ رہے ہیں۔ اگر ان کے دل میں سابقہ شرک باقی ہوتا
تو اپنے ہاتھوں سے اپنے معبود کو کبھی نہ توڑے۔ دوسری روایت یہ بتاتی ہے
کہ اسلام لانے سے قبل ان دونوں کے مابین ایسے تعلقات تھے۔ جو کسی دوسرے
کافر و مشرک کے ساتھ حضور علیہ السلام کے نہ تھے۔ اسلام لانے سے قبل ایسا معتد
تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں آتے تو قیام کے لیے ابوسفیان کا ہی گھر پسند
فرماتے۔ اس سے دونوں کے مابین نسبی تعلق معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ابوسفیان
رشتہ میں آپ کے چچو پچی زاد لگتے ہیں۔ اسی خوشگوار رشتہ کے پیش نظر تہذبات
ایک دوسرے کو بھیجا کرتے۔ جب اسلام لانے سے قبل تعلقات کی خوشگوا

کا یہ عالم تھا۔ تو اسلام لانے کے بعد اس میں کونسی کمی رہ گئی ہوگی۔ اس کی دلیل المستدرک کی مذکورہ روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوسفیان جنت کا سردار ہے۔ آنکھ کے بدلہ میں حضور سے جنت طلب کی۔ جو انہیں بموجب عہد دے دی گئی۔ ان باتوں کو سامنے رکھ کر ہر ذی شعور فیصلہ کر سکتا ہے کہ ابوسفیان واقعی صحیح معنوں میں مسلمان ہوئے۔ یا عبدالرحیم رافضی وغیرہ کے بقول ان کا ایمان منافقانہ تھا (معاذ اللہ) علاوہ ازیں ان حقائق سے عبدالرحیم دیوبندی رافضی کے اگلے سوالات کا جواب بھی آپ کو ملے گا۔ بوقت ضرورت اجمالاً ان کا جواب لکھا جائے گا۔

سوال نمبر ۵:

وہ کون ہے جس بانی بغاوت ظلم و بدعت مبتدع کے دورِ حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے هُنَا هُنَا هُنَا مَصَابِ فِتْنَةٍ و فساد فرمایا۔

سوال نمبر ۵:

وہ کون ہے جس کی باطنی باطل ظالم سراپا فتنہ و فساد حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَلِكًا خَصُوصًا درندہ شاہی فرمایا۔
(خصائص کبڑی جلد دوم ص ۱۱۶ مطبوعہ بیروت)

جواب:

دونوں روایات خصائص کبریٰ سے منتقل ہیں۔ جو امام السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ ان روایات کی کوئی سند مذکور نہیں۔ میرا وجدان یہ کہتا ہے۔ اگر ان کی اسناد مذکور ہوتی۔ تو پھر یہ روایات یقیناً ردی شمار ہوتیں۔ بہر حال اگر ان کی صحت مان لی جائے۔ تو اصل مقام ان روایات کا طرانی ہے۔ جہاں یہ روایت کچھ اس طرح مذکور ہے۔ دوام المؤمنین سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کو فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ تجھے خلافت کی قمیص پہنائے گا؟ تو تیرا کیا حال ہوگا؟ اس پر ام حبیبہ (امیر معاویہ کی ہمیشہ) نے عرض کی

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو خلافت کی قمیص پہنائے گا۔ فرمایا۔ ہاں۔ لیکن اس میں فساد ہوگا، اس روایت کا مفہوم زیادہ سے زیادہ یہی نکلتا ہے۔ کہ امیر معاویہ کے خلیفہ بننے کا وقت فساد کا زمانہ ہوگا۔ اور ہوا بھی یہی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے معاملہ میں قصاص کے مسئلہ پر مسلمانوں میں شدید اختلاف ہوا۔ بہت سے شہید ہوئے پھر امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ آیا۔ اور اس کے ابتدائی ایام میں بہت بڑا فساد ہونگا۔ بہر حال اس کا ہم کافی و شافی جواب دے چکے ہیں۔ وہ یہ کہ دونوں طرف کے مقتولین دو شہداء، میں شامل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کے متعلق فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اسے خلافت کی قمیص پہنائے گا۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ امیر معاویہ کا دور خلافت جاہلانہ اور ظالمانہ ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے صاف صاف معلوم ہوا کہ خلافت امیر معاویہ اللہ کی طرف سے ہوگی۔ مگر انہیں بڑی بڑی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جب خلافت سنبھل جائے گی۔ تو نہایت مضبوط ہوگی۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ آپ کی بیس سالہ خلافت کے دور میں ایک بار بھی فتنہ و فساد نہ ہوا۔ اور تمام حضرات نے بدلہ جان آپ کی بیعت کر لی۔ عبدالرحیم درویشی رافضی نے دو درندہ شاہی، جس لفظ کا معنی کیا ہے۔ وہ ”مضوض“ ہے۔ یہ اس لفظ کا یہاں معنی نہیں ہے۔ مرثیہ مکمل ملاحظہ ہو۔ وہ حضرت معاذ بن جبل جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ یہ حکومت نبوت اور رحمت کے ساتھ شروع ہوئی۔ پھر پر رحمت و خلافت بن جائے گی۔ اس کے بعد ایک بادشاہ مضوض آئے گا۔ اس کے بعد امت میں فتنہ اور جبریت ہوگی۔ جب شراب، شرم گاہیں اور ریشم کو حلال بنائیں گے۔ اور اس پر مدد حاصل کریں گے۔ اور انہیں ایسا ہی

برتنے کو دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ سے ان کی ملاقات ہوگی،، (بحوالہ خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۱۱۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت اسلامی کے تین دور ذکر فرمائے۔ پہلا دور نبوت و رحمت کا دور جو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور تھا۔ دوسرا دور خلافت اور رحمت کا دور جو خلفائے راشدین کا دور ہے۔ اور اس میں امام حسن اور امیر معاویہ کی فتنہ کا کچھ حصہ بھی شامل ہے جیسا کہ گزشتہ اوراق میں ہم با دلائل بیان کر چکے ہیں (تیسرا دور عیوض بادشاہ کا ہے۔ اس سے مراد اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور خلافت لیا جائے تو عیوض کا معنی وہ نہیں جو عبدالرحیم نے خبت باطنی سے کیا۔ بلکہ بحوالہ المنجد ص ۸۱ حروف میں کی بحث دیکھیں۔ وہاں اس کا معنی مضبوطی بھی کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں۔ فلاں نے دانتوں سے گرہ لگائی۔ تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کو مضبوط دور سے تعبیر فرمایا۔ اور واقعی ان کا دور نہایت مضبوط دور تھا۔ ہزاروں لاکھوں لوگ علقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اور مملکت اسلامیہ کی حدود میں اضافہ ہوا۔ روایت مذکورہ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کو عمدہ اور اچھا بتا رہی ہے۔ لیکن عبدالرحیم رافضی نے عیوض سے اسے مورد الزام بنا لیا۔ ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کہ تم نے جس کتاب سے یہ روایت ذکر کی۔ کیا اس کے مصنف کا بھی یہی عقیدہ ہے؟ علامہ السیوطی صاحب خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۱۱۶ پر رقمطراز ہیں۔ ابن عساکر سے مروی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تو میرے بعد میری امت کا والی بنے۔ فَا قُبِلَ مِنْ مَحْسِنٍ مَعْرِفَتًا وَ زَعَمَتْ مَسِيئَتُهُ فَمَا زِلْتُ اَرْجُو هَا حَتَّى قُمْتُ مَقَامِي هَذَا تو ان لوگوں میں سے نیکوں کو ساتھ رکھنا اور بُروں سے درگزر کرنا پس

میں اس (خلافت و ولایت) کا امیدوار رہا۔ حتیٰ کہ میں اب وقت کا خلیفہ ہوں۔ اس کے بعد ایک اسی کمزور روایت جس کے راوی امام حسن ہیں۔ اپنے والد علی المرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَذْهَبِ الْيَا مُ وَاللَّيَالِي حَتَّى يَمْلِكَ مُعَاوِيَةُ۔ میں نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا۔ یہ زمانہ اس وقت ختم نہ ہوگا۔ جب تک معاویہ بادشاہ نہ بنے گا۔ اسی جگہ طبقات ابن سعد، ابن عساکر دونوں مسلم بن مخلد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ رہے تھے اَللّٰهُمَّ عَلِّمَهُ الْكِتَابَ وَمَكِّنْهُ فِي الْبَلَادِ وَقِصَّةَ الْعَذَابِ اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم عطا فرما۔ اور اس کو حکومت میں مضبوطی عطا فرما۔ اور عذاب سے اسے بچائے رکھ۔

قارئین کرام! رافضی عبدالرحیم کے لگائے گئے الزامات آپ نئے دیکھ لیے۔ کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر بالفرض وہ تسلیم بھی کر لیے جائیں۔ تو زیادہ سے زیادہ یہی کہ حضرت امیر معاویہ کے گناہوں میں یہ باتیں شامل ہوں گی۔ تو کیا گناہ سرزد ہونے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی؟ چلو اپنی مانگی ہوئی توبہ نہ قبول ہی اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگی گئی اس کے لیے توبہ بھی قبول نہ ہوگی؟ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ میں توبہ کرنے والے کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہوں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا اے اللہ! اسے جہنم سے بچا۔ فیہ صرف دعا نہیں وعدہ ہے کیونکہ آپ کی دعا رد نہیں کی جاتی کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امیر معاویہ نے اگر غلطیاں بھی کیں۔ تو بھی ان کی

معافی ہو چکی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معافی کا معاملہ بہت سی جگہ مذکور ہے۔ آپ نے بہت سے لوگوں کو معاف کیا اور خاصاً اُن کبریٰ جلد دوم ص ۱۱۷ پر ایک واقعہ مذکور ہے۔ ابن عساکر روایت کرتے ہیں۔ کہ عروہ ابن رویم نے بیان کیا۔ ایک اعرابی آیا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! مجھ سے کشتی کر کے اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں تو آپ کو نبی مان لوں گا۔ امیر معاویہ رض کھڑے ہو گئے۔ اور کہا۔ میں اسے پچھاڑتا ہوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔

لَنْ يَغْلِبَ مُعَاوِيَةُ أَبَدًا فَسَرَّحَ الْأَعْرَابِيَّ فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ صَفِّينَ قَالَ عَلِيٌّ لَوْ ذَكَرْتُ هَذِهِ الْحَدِيثَ مَا قَاتَلْتُ مُعَاوِيَةَ۔

معاویہ کو کوئی بھی ہرگز نہیں پچھاڑ سکے گا۔ وہ اعرابی شکست کھا گیا۔ پھر جب جنگ صفین ہوئی۔ تو علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ اگر مجھے یہ حدیث پاک یاد ہوئی۔ تو میں معاویہ سے کبھی قتال نہ کرتا۔

مختصر یہ کہ عبدالرحیم رافعی ایسے ہزاروں آؤ جمع ہو کر سورج کی روشنی کو مٹانا چاہیں۔ تو انہیں سوائے ناکامی و نامرادی کے کچھ بھی نہ ملے گا۔ امیر معاویہ کی فضائل و مناقب کا وہ سورج ہیں۔ جنہیں روشنی خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی۔ لہذا ان پر الزامات لگانے والا اپنا منہ کالا کرنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں کر پاتا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت بھی برباد کر بیٹھتا ہے۔

سوال نمبر ۵۲

وہ کون ہے جس نے مرتے دم پیغمبر اسلام کے سب معرکوں کے بدلہ لینے

کا نعرہ کر دیا۔ مسلم بن عقبہ سب حراموں کو حلال جاننے والے صریح کافر بیٹے یزید کو حرم مدینہ کو غارت و تباہ کرنے کی وصیت کی۔ (بدر القلوب معنی عبدالحق دہلوی)

سوال نمبر ۵۲

وہ کون ہے جس نے اپنے کافر بیٹے کافر زید کو حرمین شریفین کی تباہی کا مشورہ بطور نصیحت دیا پھر اس میں اس منافق مسلم بن عقبہ کو اپنا سب سے بڑھ کر معتد و مڑی کہا؟

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ جذب القلوب کی مذکورہ روایت چونکہ مجہول ہے۔ لہذا ایسی روایات کسی پر تنقید یا جرح کے قابل نہیں ہوتیں۔ اس کی جہالت ملاحظہ ہو۔
جذب القلوب ص ۶۱، ابن ابی خثیمہ سند صحیح سے روایت کرتے ہیں: ”مدینہ منورہ کے بوڑھے لوگ باتیں کرتے ہیں،، مدینہ کے بوڑھے جو باتیں کرنے والے ہیں۔ وہ سنی سنائی تھیں۔ یا آنکھوں دیکھی تھی۔ یا یونہی قصہ کہانی کے طور پر بیان کرتے تھے۔ تو جب کہ ان سے بیان کرنا خود ان کا آنکھوں دیکھا حتمی طور پر واقعہ نہیں۔ تو ان کی روایت کی کیا حیثیت ہوگی؟ پھر شیخ عبدالحق مصنف جذب القلوب کا اس بارے میں اسی روایت کے مطابق نظریہ ہوتا۔ تو اسکی توثیق کرتے۔ حالانکہ شیخ موصوف نے اپنی تصنیفات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔ ایک دو حوالہ بات ملاحظہ ہوں۔

اشعة اللمعات:

حضرت امیر ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیمت اس وقت تک قائم نہ ہوگی۔ جب مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں درویش گئے۔ حالانکہ ان کا دعویٰ ایک ہوگا۔ یعنی دونوں ہی دین اسلام کا دعویٰ کریں گے۔ اور اپنی حقانیت

کا دعویٰ کریں گے۔ اور ہر ایک اپنے اعتقاد میں حق پر ہوگا۔ ان
 دو گروہوں سے مراد حضرت علی اور امیر معاویہ رض کے درمیان ان کے
 متبعین کی جنگ ہے۔ حضرت علی رض نے فرمایا۔ اخواننا بغوا
 علینا۔ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ اور انہوں نے ہم پر بغاوت کی ہے
 یعنی ہم دین اسلام میں دونوں بھائی ہیں۔ اس کے باوجود انہوں
 نے ہم سے بغاوت کی ہے۔ (اشعة اللمعات جلد چہارم
 ص ۳۱۶ تا ۳۱۷ باب الملاحم)

اشعة اللمعات،

ابن عباس سے سوال کیا گیا۔ کیا تجھے امیر معاویہ رض کے ساتھ میلان و محبت
 محبت ہے۔ باوجود اس بات کے کہ وہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں
 ابن عباس نے جواب دیا۔ کہ وہ اپنے اعتقاد میں صداقت پر ہیں۔
 کیونکہ وہ فقیہ ہیں۔ دوسرا کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا۔ دور ہو
 جا وہ صحابی رسول ہیں اس پر اعتراض جائز نہیں۔ شیخ کے الفاظ یہ ہیں۔
 "اعتراض ممکن اور ازیرانکہ دے صحبت داشته است با پیغمبر صلی اللہ
 علیہ وسلم، ان پر اعتراض نہ کر۔ اس لیے کہ یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 کے صحابی ہیں۔"

افسوس صد افسوس اس اندھے دیوبندی رافضی پر کہ ایسی واضح اور صریح
 احادیث فضائل و مناقب امیر معاویہ رض چھوڑ کر مجہول اور بے سند روایات
 کی طرف کیوں دوڑتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ناانصافی کیا ہوگی۔

سوال نمبر ۵۴

وہ کون ہے جس میں ہزار وجوہ و اسباب و کفر پائے جانے کے

باوجود اس کے نمک حلال مانے اور رسول اللہؐ سے بیگانے اسے صحابی بنانے اس پر رضی اللہ عنہ پڑھنے پڑھانے پر لبید ہیں۔

سوال نمبر ۵۵

وہ کون ہے۔ جسے بغاوت پرست ملائوں نے محض باطل پر مجتہد بنا رکھا ہے؟ محقق علماء مشائخ نے تصریح کی ہے۔ کہ وہ درجہ اجتہاد تک نہ پہنچے تھے۔

جواب:

اس کا جواب وہی ہے جو ہم سوال نمبر ۵۴ کے جواب میں لکھ چکے ہیں۔ بحوالہ بخاری شریف امیر معاویہؓ کو مجتہد اور فقیہ اور صحابی کہنے والے کون ہیں؟ وہ عظیم صحابی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو جرمیت، فقیہ امت اور مجتہد ہیں۔ اس نمک حرام رافضی سے پوچھا جاسکتا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا نظریہ ہے۔؟ لیکن کوئی بعید نہیں۔ یہ گستاخ ابن عباسؓ کو بھی اہی الفاظ کا مستحق قرار دے دے جو اس کے دیگر علماء امت امیر معاویہؓ کے بارے میں کہتے ہیں۔ اگر اس کے الزام میں کوئی تھوڑی سی صداقت ہوتی۔ تو چند علماء و مشائخ کے نام لیتا۔ ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ امیر معاویہؓ کو صحابی کہنے والوں میں سرکار غوث پاک، امام غزالی، شعرانی وغیرہ شامل ہیں۔ نہ جانے یہ کن علماء اور مشائخ کی بات کرتا ہے۔ جن کی نہ خبر اور نہ اتہ پتہ معلوم۔؟ اللہ اسے شرم و حیا عطا کرے۔

سوال نمبر ۵۶

وہ کون ہے جس کے اجتہاد کی ٹکڑ بڑا راست خلیفہ راشد سے ہوئی۔؟ مالا لکھ ایسا اجتہاد قطعاً بغاوت اور کفر تک پہنچانے والا ہے۔ جیسا کہ ابلیس کا جہاد خلیفہ سے ہوا

جواب: دراصل عبدالرحیم رافضی کہنا یہ چاہتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ

نے اجتہاد کیا۔ اور اس کے نتیجہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی۔ علی المرتضیٰ خلیفہ راشد تھے۔ اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد دراصل کفر اور بغاوت بنتا ہے لہذا اس اجتہاد کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا فروعاً باغی، ہونے ہم پر چھتے ہیں کہ اگر اس رافضی بد باطن کی یہ بات تسلیم کر لی جائے۔ تو صرف امیر معاویہ ہی نہیں ان کے سبھی ساتھی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لڑنے والے تمام صحابی اسی حکم میں شامل ہوں گے۔ جن میں سے حضرت طلحہ، زبیر اور سیدہ عائشہ صدیقہ کے نام سرفہرست ہیں۔ حالانکہ طلحہ اور زبیر عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کی وجہ سے قطعی غنیتی ہیں۔ اور عائشہ صدیقہ کے بارے میں خود قرآن کریم نے فرمایا۔

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ۔ ان کے لیے بخشش اور باعزت اجر ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ محال کہ جن سے مقابلہ کرنے کی پاداش میں یہ رافضی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر و باغی کہہ رہے ہیں۔ وہ خود یعنی علی المرتضیٰ انہیں اپنا ہم دین، ایک قرآن کے مننے والا اور ایک خدا و رسول پر ایمان لانے والے فرما رہے ہیں۔ کیا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اس رافضی کو لڑائی کی تکلیف پہنچی ہے؟

سوال نمبر ۵۷

وہ کون ہے جس نے بھونڈے اجتہاد سے وتر کی تین رکعت کو ایک بنالیا اور عبادت و اطاعت کے دو حصے برباد کر دیئے (بخاری شریف)

سوال نمبر ۵۸

وہ کون ہے جس کے ایک وتر کے مقابلہ میں اجتہاد کو ملاحظہ کر کے ابن عباس نے اسے گدھا کہا۔

(طحاوی فیض الباری)

جواب:

جہاں تک تین رکعت کی بجائے ایک رکعت وتر پڑھنے کی بات ہے اس کا ثبوت ہے۔ لیکن عبادات و طاعات کے دو حصہ کر دینا، بخاری شریف یا کسی اور حدیث کی کتاب کے الفاظ نہیں۔ یہ عبدالرحیم رافضی کی پکیر ہے و تروں کے متعلق روایات مختلف آئی ہیں۔ ایک، تین، پانچ اور نو تک مذکور ہے۔ وتر کی تین رکعت احناف کے نزدیک جیسا کہ نماز مغرب کی تین رکعتیں ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک رکعت وتر پڑھنے پر دو گدھا، کہا۔ یہ کہاں تک درست ہے۔ آپ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب ان سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک رکعت وتر کے متعلق پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ صحابی رسول ہیں۔ اور دوسرے کو ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا۔ وہ فقیہ ہیں۔ یہ دونوں بخاری کی ہی روایات ہیں۔ ان کو چھوڑ کر تیسری روایت ہی کو مطیع نظر بنالینا کہاں کی عقل مندی ہے۔ مذکورہ روایت عمران بن حصیر کی ہے۔ امام طحاوی نے گدھے والی روایت کے بعد لکھا۔ حدثنا عمران و ذکرنا سنادہ مثله الا انه لعرق لالحمار عمران نے ہی ہم سے روایت کی۔ اور اسی اسناد کے ساتھ لیکن اس میں دو گدھے، کا لفظ نہ کہا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ امام طحاوی کی تحقیق یہ ہے۔ کہ جس روایت میں دو گدھا، کا لفظ آیا ہے۔ وہ صحیح نہیں ہے۔ اس رافضی کو چونکہ شرم و حیا سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ورنہ گدھے والی روایت دیکھی تھی۔ تو اس کے اگے پیچھے والی روایات بھی دیکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی نظریہ قائم کرتا۔ طحاوی شریف میں یہ روایت جلد اول ص ۲۸۹ باب الوتر آئی ہے۔ جس کا مطبع بیروت ہے۔ تاریخین کرام

فیصلہ کر سکتے ہیں کہ امام طحاوی کی نسبت گدھے والی روایت کہاں تک درست ہے؟
سوال نمبر ۵۹:

وہ کون ہے جس نے اجتہاد کے بغاوت کی اور خلیفہ راشد سے خانہ جنگ باغیانہ کیے اور ایک لاکھ ستر ہزار حافظ قرآن و سنت قتل کیے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلادیا۔؟

جواب:

اس کا جواب بارہا دیا جا چکا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اس گدھے کی جہالت دیکھئے۔ کہ خود تسلیم کر رہا ہے۔ کہ امیر معاویہؓ سے اجتہادی خطا ہوئی اور مجتہد کی خطا پر کیا حکم لگتا ہے؟ سب امت متفق ہے۔ کہ مجتہد اجتہادی غلطی پر بھی ایک نیکی کا ثواب حاصل کر لیتا ہے۔ کجا نیکی کا ثواب اور کجا عبد الرحیم رافضی کا اجتہادی خطا تسلیم کر لینے کے بعد اسے بغاوت و کفر قرار دینا۔؟ اسی اجتہادی غلطی کی وجہ سے علی المرتضیٰؑ نے فرمایا تھا۔ قَتَلَايَ وَقَتَلَايَ مَعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ۔ میری اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کے مقتول جنتی ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۲۵۷ جزء ۹ باب ما جاء في معاوية وابي سفيان) حضرت علی المرتضیٰؑ ان حضرات کو شہید فرمائیں جو امیر معاویہ کی طرفداری میں لڑتے لڑتے مارے گئے۔ اور عبد الرحیم رافضی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی اور کافر قرار دے کر ان کے ساتھیوں کے جہنمی کہنے پر مصر ہے۔ درحقیقت یہ شخص علی المرتضیٰؑ کی تردید کر کے انہیں تکلیف دے رہا ہے۔

سوال نمبر ۶۰:

وہ کون ہے جسے حنفی تفسیر احکام القرآن نے ائمۃ الکفر سے لکھا۔
اس کے باپ اور اس کے گروہ کو کہا۔ يَمُنُّ كَثْرِيْنَ قُلُوبُهُ مِنَ الْكُفْرِ

وہ کہ جن کے دلوں کو اللہ نے کفر سے پاک نہ کیا؟

جواب:

عبدالرحیم رافضی نے اس الزام کو بھی ناممکن اور مہمل طریقہ سے پیش کیا
ہا کہ اپنا مطلب پورا کر سکے۔ اسے بھی امام طحاوی کی طرف سے نقل کیا اس
اعتراض کی حقیقت کیا ہے؟ آئیے پہلے یہ دیکھ لیں۔ سورہ برآۃ کے دوسرے
رکوع میں ”فَقَاتِلُوا أَلُمَّةَ الْكُفْرِ“ (کفر کے اماموں کو مارو) کے الفاظ
مذکور ہیں۔ اس آیت کے تحت ابو بکر رازی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سرداران
قریش نہیں ہو سکتے۔ بلکہ لکھا۔

احکام القرآن:

هَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ رَوَايَةَ مَنْ رَوَى ذَلِكَ فِي
رُؤُوسِ قُرَيْشٍ وَهُمْ أَلُمَّةٌ لَا أَنْ يَكُونُوا الْمُرَادُ
قَوْمًا مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ كَانُوا أَظْهَرُوا الْإِسْلَامَ
وَهُمُ الْمُطْلَقَاءُ مِنْ نَحْوِي سُبْيَانَ وَاحْزَنَ اسْمُهُ
مِمَّنْ لَمْ يَنْقُ قَلْبُهُ مِنَ الْكُفْرِ.....
وَجَاءَ أَنْ يَكُونُ مَرَادُهُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ ذَكَرْنَا
وَسَائِرَ رُؤُوسِ الْعَرَبِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَاوِيَةَ
قُرَيْشٍ..... وَقَدْ قِيلَ إِنَّ هَذِهِ الْآيَةُ نَزَلَتْ
فِي الْيَهُودِ الَّذِينَ كَانُوا عَدُوًّا لِرَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَكْشَوْنَ مَا كَانُوا
أَعْطَوْا مِنَ الْعَهْدِ - (احکام القرآن جلد سوم ص ۸۶)
زیر آیت فقاتلوا أئمة الكفر الخ

یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ جس آدمی نے یہ روایت کی ہے کہ اس آیت سے مراد قریشی سردار ہیں۔ وہم ہے۔ ہاں یہ معنی ممکن ہے۔ کہ مراد قریش میں سے کچھ لوگ ہوں۔ جو اسلام کو ظاہر کرنے والے اور فتح مکہ کے روز اسلام قبول کرنے والے تھے۔ جیسا کہ ابوسفیان وغیرہ۔ اور کچھ اور لوگ کہ جن کے دل کفر سے پاک نہ ہوئے تھے۔ لیکن اللہ عزوجل کا لفظ بتا رہا ہے۔ کہ یہ تاویل بہت مشکل سے درست ہو سکتی ہے۔ لہذا یہ انتہائی ضعیف تاویل ہوگی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ اس سے مراد یہودی ہیں۔ وہ جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے گئے عہد و پیمان توڑ دیئے۔ اور اپنے ہر وعدے پر قائم نہ رہے۔

قارئین کرام۔ دو احکام القرآن، نے صاف صاف لکھ دیا کہ دو ائمۃ الکفر سے مراد قریش لینا وہم ہے۔ اور اللہ عزوجل کے لفظ سے اس تاویل کو ذکر کر کے اس کے نہایت ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا کہ اگر مراد قریشی رئیس ہی ہوں۔ تو سبھی نہیں بلکہ ابوسفیان وغیرہ اور رؤساء عرب جو قریش کے معاون تھے کیونکہ یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی۔ اور بقیہ قریشی سردار جنگ بدر میں ختم کر دیئے مگر یہ تاویل بالکل غلط ہے۔ اور باطل ہے۔ کیونکہ اسے ایک تو ”اللہ عزوجل“ سے ذکر کیا گیا۔ دوسرا ایسے ائمۃ الکفر کو قتل کرنے کا قرآن نے حکم دیا۔ جنہوں نے عہد توڑا۔ اور وہ تو اس آیت کے نزول سے پہلے ہی قتل کر دیئے گئے۔ اور اگر ابوسفیان ہی مراد ہو جاتا جو باقی رہ گیا تھا۔ تو ابوسفیان ہی مراد ہو جاتا جو باقی رہ گیا تھا۔ تو ابوسفیان کو قتل کر دیا جاتا۔ لیکن ہوا اس کے خلاف

کہ ابوسفیان کو قتل کرنے کی بجائے رسول اللہ سے اس نے عہد لے لیا۔ کہ حضور! میں جس طرح پہلے کفار کی طرف سے سپہ سالار بن کر مسلمانوں کے خلاف لڑتا تھا اب مجھے اسی طرح مسلمانوں کا سپہ سالار بنایا جائے۔ اس کی شہادت بخاری شریف سے بھی ملتی ہے۔ ابوسفیان نے اس کے بعد کئی ایک جنگیں لڑیں۔ تبوک حنین وغیرہ۔ جنگ حنین میں انہوں نے ایسی پامردی سے کفار کا مقابلہ کیا۔ کہ حضرت عباسؓ تا زندگی ان کی تعریف کرتے رہے۔ جنگ حنین میں تقریباً سارے ہی صحابہ کرام لپشت و بیکر بھاگ گئے تھے کیونکہ انہوں نے اپنی کثرت پر ناز کیا۔ جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا تھا۔ قرآن کریم میں ہے۔ اِذَا نَجَبْتُمْ كُفْرًا كَثُرْتُ كَثْرَتَكُمْ فَكَمْ تَغْنِي عَنْكُمْ شَيْئًا۔ جب تم نے اپنی کثرت تعداد پر فخر کیا۔ پھر وہ تمہارے کسی کام نہ آ سکی۔ تو معلوم ہوا کہ ”ائمۃ الکفر“ سے مراد ابوسفیان لینا غلط بلکہ باطل ہے۔ خود ابو بکر جصاص اس کی تردید کرتا ہے۔ کیونکہ اس نے لکھا کہ کہا گیا ہے۔ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ ائمۃ الکفر کو قتل کرنے کی وجہ بد عہدی بد شکنتی تھی۔ اور یہ یہودیوں سے وقوع پذیر ہوئی تھی۔ تفسیر جمل اور صاوی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ اختیار کیا۔ کہ یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی۔ لہذا اس سے مراد قریش کے علاوہ دوسرے قبائل عرب ہیں۔ کیونکہ قریش نے جو عہد شکنی کی تھی۔ اس کا معاملہ فتح مکہ پر ختم ہو گیا تھا۔ اس لیے ختم شدہ معاملہ کے متعلق قرآن کریم یوں کہے۔ ”اگر وہ عہد توڑ دیں دیں تو ان سے قتال کرو“ بے معنی رہ جاتا ہے۔

تفسیر جمل:

وَ اِنَّمَا كَانَ ثَوَابُ هَذَا الْقَوْلِ لَا نَ
هَذَا الْآيَاتِ نَزَلَتْ بَعْدَ تَقْصِيرِ قُرَيْشٍ الْعَهْدِ

وَ ذَٰلِكَ قَبْلَ فَتْحِ مَكَّةَ لِأَنَّهُ بَعْدَ الْفَتْحِ
كَيفَ يُقَالُ لَشَيْءٍ قَدْ قَضَىٰ - (تفسیر جمل

جلد دوم ص ۳۶۷)

تہجی تھا۔ یہ قول درست اس لیے ہے۔ کیونکہ یہ آیات اس وقت
نازل ہوئیں جب قریش عہدِ توڑ پکے تھے۔ اور یہ فتح مکہ سے
قبل کا واقعہ ہے۔ کیونکہ فتح مکہ کے بعد یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ایک
شئی جو ہو چکی اب جب پھر ہو تو قتال کرو۔

یہی بات امام نے تفسیر صاوی جلد دوم ص ۱۳۰ پر لکھی ہے۔

خلاصہ کلام:

یہ کہ عبدالرحیم رافضی نے اپنا آئو سیدھا کرنے کے لیے اور صحابی رسول
کی شان میں گستاخی کرنے کے لیے اس الزام کو ظاہر کر کے دراصل اپنے آپ کو
ظاہر کر دیا۔ اور کمال چالاکی سے اسے صاحب احکام القرآن کی طرف منسوب
کر دیا۔ حالانکہ صاحب احکام القرآن نے اسے ہرگز نہ قبول کیا۔ اور نہ ہی
اس کی تصحیح کی۔ بلکہ اس کے خلاف کی تائید اور وہ بھی دلائل کے ساتھ کی۔

سوال نمبر ۶۱:

وہ کون صاحب ہے۔ جو اللہ رسول کے حکم دین ایمان سے بغاوت کی بنا
پر دین ایمان سے خارج ہوا۔ اور ملت میں تفرقہ کا موجب بنا؟

سوال نمبر ۶۲:

وہ کون صاحب ہیں جو ملت کے پہلے باغی ہیں؟ اگر مسلمان ان کے متعلق
غلط فہمی رفع کر کے انہیں ملت سے پہلا باغی جانیں تو تفرقہ نہ رہے۔ علماء
مشائخ اور دانشور اور حکام متعلقہ کا فرض ہے کہ اس تحریک بغاوت و فساد

کو بلاتا تاخیر ختم کرنے کا بند و بست کریں ورنہ کوئی نہ کہے خبر نہ ہوئی۔
جواب:

ان دونوں سوالوں کا جواب بارہا گزر چکا ہے۔ اس رافضی کا طریقہ واردات یہ ہے کہ ایک ہی سوال کو کئی طریقوں سے پیش کر کے بتانا یہ چاہتا ہے کہ میں نے امیر معاویہ پر جس قدر الزامات تراشے۔ کس دوسرے کی قسمت نے اتنی مدد اس کی نہ کی۔ حضرت امیر معاویہ رحمہ کو ”پہلا باغی“ کہنا عبدالرحیم رافضی کے پیرومرشد محدث ہزاروی نے بھی ایسا کہا ہے۔ ہم نے اس کی تفصیلی بحث محدث ہزاروی کے الزام غبرہ کے تحت ”دشمنان امیر معاویہ جلد دوم“ میں مذکور ہے۔ اس الزام کے بعد جو عبدالرحیم رافضی نے یہ لکھا کہ اگر امیر معاویہ رحمہ کو تمام امت باغی تسلیم کرے۔ تو تمام تفرقہ بازی ختم ہو جائے۔ اس کا جواب اتنا ہی کافی ہے کہ امیر معاویہ کی اجتہادی بغاوت پر سب متفق ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان پر لعن طعن کرو۔ ان کے متعلق علماء و مشائخ اہل سنت کا مسلک ہے کہ آپ صحابی رسول ہیں۔ کاتب و می خدایں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے ہیں۔ لہذا ان کے بارے میں نازیبا لفظ کہنے کی اجازت نہیں۔ لعن طعن تو بہت دور کی بات ہے اہل حق فاضل بریلوی نے کہا کہ گستاخ امیر معاویہ رحمہ جہنم کی وادی ہادیہ کا مستحق ہے اور روزِ قیامت میں سے ایک کتا ہے۔ اور جو کچھ یہ رافضی بکے بارہا ہے۔ وہ حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ پوری امت کا اجماع ہے کہ امیر معاویہ رحمہ کے خلاف پورا اس وقت کے تمام مسلمانوں نے بیعت کر لی تھی۔ جن میں حسنین کریمین بھی تھے۔ حسنین کریمین نے جس کی بیعت کی اُسے مرتد و کافر کہنے والا خود کافر اور مرتد ہے۔ حضرت امیر معاویہ کی منہایت اور محنت اسلام پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ موت چند جوداغ اور میر باطن عبدالرحیم دیوبندی رافضی اور محدث ہزاروی

ایسے لوگ ہیں۔ جن کے دلوں میں ایمان کی بجائے حسد و بغضِ امیر معاویہ رُخسار چاہوا ہے۔ اس لیے ان چند نام نہاد مصنفوں کو ملا اور مشائخ کی صف میں کھڑا کرنا علماء اور مشائخ کی توہین کے مترادف ہے۔ یہ چند کھوٹے سکے اور پھلجھڑیاں چھوڑنے والے پٹافے اگر اپنی کھوٹ پہچان جائیں اور پھلجھڑیاں گرانے سے باز آجائیں۔ تو تفرقہ ختم ہو سکتے ہیں۔

قاریں کرام! یہ تھے وہ الزامات کہ جو عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے بڑے طمطراق سے پیش کیے۔ چاہیے تو یہ تھا۔ کہ ان پر ندامت کے آنسو بہا تا۔ اور شرم کے مارے ڈوب مرتا۔ لیکن کمال بے حیائی اور بد باطنی اور بے شرمی سے آخر میں ان الفاظ سے چیلنج لکھا۔

اعلان عام؛

ان علماء و مفتیان کی طرف سے دس سال تک جو عالم عرب و عجم سے انجلائ کا حوالہ بحوالہ رد و جواب کرے مبلغ دس ہزار روپیہ پاکستانی انعام کا مستحق ہے جو رد کرنے کے جواب دے سکے پھر بھی بغاۃ ظالموں بدکاروں غداروں کو صحابہ کرام میں دکھ کر ان پر رضی اللہ عنہ پڑھنے سے نہ شرائے نہ بازائے تو اسے ہر مذہبی جاہلِ گمراہ اور اس کے ارباب من دون اللہ ہر دس ہزار برس تک روزانہ صبح و شام وہ جو اشر نے اس سے پہلے باطنی پر خود مقررہ کر رکھی ہے۔ الی یوم الدین۔

جواب اعلان عام؛

اعلان عام،، میں حوالہ بحوالہ رد و جواب کا مطالبہ کیا گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اعلان کرنے والے نے ہر سوال کا حوالہ بوجہ تمسید منوہ و جزو دیا ہو گا۔ لیکن ہم نے اس کے تمام سوالات آپ کے سامنے رکھ دیئے۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں۔ جو من گھڑت ہیں۔ کسی کتاب سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور جو نہیں

اور جو حوالہ جات نقل بھی کیے۔ وہ بھی ادھورے اور نامکمل ہیں۔ بہر حال ہم نے کوشش کی کہ اسے رادو فرار نہ ملے۔ خواہ کسی سوال کا حوالہ دیا یا اسے ذہنی لغض و عداوت کا شاہکار بنایا۔ آپ نے اس کے بائٹھ سوالات بھی پڑھے اور ان کے جوابات بھی ملاحظہ کیے۔ اور قسیدہ سے اپنی خیانت کا علم ہے۔ اگر یہ خود یا اس کتاب کے ناظرین اللہ تعالیٰ کو عظیم و بعیر جانتے ہوئے ہمارے جوابات کو دیکھیں گے۔ تو پکاراٹھیں گے۔ کہ سوالات کا جواب آگیا۔ تو بموجب اعلان عبدالرحیم دیوبندی کو دس ہزار روپے پاکستانی ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے سابقہ نظریات اور موقف سے توبہ کرنی چاہیئے۔ دس ہزار کا مطالبہ صرف اس کے اعلان پر کر رہا ہوں۔ ورنہ مجھے یہی انعام کافی ہے۔ کہ میں نے ایک ازلی بد بخت، دشمن صحابی اور کاتب وحی سے لغض و عداوت رکھنے والا کامنہ توڑ جواب دے کر سیدھے سادھے مسلمانوں کو اس کے مکرو فریب سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ میں امید رکھتا ہوں۔ کہ جس غلو ص نیت سے میں نے یہ جوابات لکھے۔ اللہ تعالیٰ ضرور مجھے اس کا صلہ عطا فرمائے گا۔ اور میرے جوابات سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روح خوش ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ، جناب غوث پاک، امام شعرانی امام غزالی امام نووی اور اعلیٰ حضرت خصوصاً میرے سلسلہ عالیہ روحانیہ کے آباؤ اجداد پیر کینانی اور شیربانی اور مجدد الف ثانی ایسی پاکیزہ شخصیات کی ارواح بھی خوش ہوں گی۔ اور میرے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعائے خیر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ میری اس پر غلو ص کاوش کو مقبول فرمائے۔ اور عوام مسلمانوں کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ بنی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

المدحاء [شہنشاہ ولایت خلیفہ سید باقر علی شاہ صاحب حضرت کیانی زوالی سرکار کا سایہ تادم آخر فقیر کے سر پر قائم دائم رہے کہ جن کی خصوصی شریف دعاؤں کے صدقے فقیر اس بات پر مطمئن ہے۔

گستاخ دوم

موردی کے امیر معاویہ پرست عدو اعتراضات

اعتراض اول

امیر معاویہ نے ولد الزنا زیاد بن سمیہ کو اپنا حقیقی

بھائی قرار دیا۔ موردی

حقیقت کا لبادہ اوڑھ کر دیوبندیت کا سمار سجا کر اور صحابہ کرام کا مذاح ہونے کا دعویٰ کرنے والا ایک مغیبہ عبد الرحیم کا عقیدہ آپ نے پڑھا۔ اس کے ایک اور ساتھی جناب موردی علیہ ما علیہ کی شہرہ آفاق کتاب ”خلافت و ملوکیت“ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو موردی طعن بنایا گیا۔ اگرچہ بہت سی باتیں کہی گئی۔ لیکن ہم اُن کو اٹھ کی تعداد میں بیان کیے ہیں ان میں سے بعض کا جواب تحفہ جعفریہ جلد سوم اور جلد پنجم میں دیا جا چکا ہے۔ اس لیے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ اور بقیہ باتوں کا اب جواب دیا جا رہا ہے۔ اس کتاب کی ایک لادار عبارت ملاحظہ ہو۔

خلافت و ملوکیت:

زیاد بن سمیہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لیے شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی ٹھ ورنزی کی تھی۔ زیاد طائف کی ایک لونڈی سمیہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ لوگوں کا بیان تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت معاویہ کے والد جناب

ابوسفیان نے اس لڑائی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ اور اسی سے وہ حاملہ تھی۔ حضرت ابوسفیان نے خود بھی ایک مرتبہ اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ زیاد، انہی کے نطفہ سے ہے۔ جو ان ہو کر یہ شخص اعلیٰ درجہ کا مذہب منظم فوجی لیڈر اور غیر معمولی قابلیتوں کا مالک ثابت ہوا۔ حضرت علی کے زمانہ خلافت میں وہ آپ کا زبردست حامی تھا۔ اور اس نے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں۔ ان کے بعد حضرت معاویہ نے اس کو حامی و مددگار بنانے کے لیے اپنے والد ماجد کی زنا کاری پر شہادتیں لیں۔ اور اس کا ثبوت بہم پہنچایا۔ کہ زیاد انہیں کا والد الحرام ہے۔ پھر اسی بنیاد پر اسے اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا فرد قرار دے دیا۔ یہ فعل اخلاقی حیثیت سے جیسا کچھ مکروہ ہے۔ وہ تو ظاہر ہی ہے۔ مگر قانونی حیثیت سے بھی یہ ایک مریخ ناجائز فعل تھا۔ کیونکہ شریعت میں کوئی نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف حکم موجود ہے۔ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا۔ اور زانی کے لیے کٹھن پتھر ہیں۔ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ نے اسی وجہ سے اس کو اپنا بھائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور اس سے پردہ۔

دخلافت و ملکیت ص ۱۷۵

فرمایا۔

جواب اقل:

اسلماق زیاد کی روایت کسی سند صحیح کے ساتھ مذکور نہیں

”اسلماق زیاد“، یعنی زیاد کو امیر معاویہ نے اپنا بھائی بنا کر اپنی وراثت میں شامل کیا۔ ایک ایسا واقعہ ہے۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہر مخالف نے ذکر کیا

لیکن اس واقعہ کے جہاں تک قابل اعتبار ہونے کا معاملہ ہے۔ تو کسی شخص نے اس کی سند ذکر نہیں کی۔ پھر ایسی بے سند اور غیر معیاری باتوں سے حضراتِ صحابہ کرام کے شخصیات کو داغدار کرنا ہایت بے عقلی ہے۔ واقعہ آپ نے مودودی کے قلم سے پڑھا۔ ذرا عقل کو دستک دو۔ اور اس سے پوچھو۔ کہ کیا وہ وجوہات جو زیاد کو اپنے ساتھ ملانے اور خلافت کے امور میں شرکت کرنے پر بیان کی گئی ہیں۔ وہ تسلیم ہیں؟ کہا گیا ہے۔ کہ چوتھ زیاد بڑا قابل اور مدبر تھا۔ اور امیر معاویہ اس کو امارت میں شریک کرنا چاہتے تھے۔ اس پر آپ نے یہ طریقہ نکالا۔ کہ اس کو پہلے اپنا بھائی ثابت کیا جائے۔ اور پھر شریکِ امارت کر دیا جائے۔ کیا کسی کو شریکِ امارت کرنے کے لیے اور کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا تھا؟ کیا امیر معاویہ جو نائبِ رسول تھے۔ انہیں ایسا کرتے خود سمجھ نہ آئی۔؟ اگر کسی کو حامی اور مددگار بنانے کے لیے فرضی رشتہ کی ضرورت ہوتی۔ تو حقیقی رشتہ دار بالکل معاون اور مددگار ہونے چاہئیں۔؟ کیا آپ کو یہ معلوم نہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کے بھائی جناب عقیل نے اپنے بھائی کی بجائے امیر معاویہ کی طرف داری کی تھی؟ اور محمد بن حنفیہ نے باوجود اس کے کہ امام حسینؑ کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کا ساتھ نہ دیا۔ لہذا عقل ہی کہتی ہے۔ کہ جو شخص کسی کا مخالف ہو۔ اسے اپنا بھائی یا اپنے نسب میں شامل کر لینا یہ ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ وہ اس کی مخالفت ترک کر کے اس کا حامی ناصر ہو گیا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب خلیفہ تھے۔ تو صرف یہی نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں حضراتِ صحابہ کرام موجود تھے۔ آپ خود کاتبِ وحی اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ پھر اس منصب پر متمکن کہ جہاں قدم چھونک چھونک کر رکنا پڑتا ہے۔ ایسے میں یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے۔ کہ آپ نے یہ کام کیا۔ اور پھر اس پر موجود تمام صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا۔ اور مودودی والی حدیث اسی میں سے کسی کی یاد نہ تھی۔ ایسا الحاق عام مسلمان کرنے کے لیے تیار نہیں۔ کیونکہ یہ واقعہ قرآن کریم کی تکمیل اور شریعتِ مطہرہ

کی تہشیر کے بعد کا ہے۔ لہذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسا بزرگ صحابی یہ کب برداشت کر سکتا ہے۔ کہ وہ محض اپنے فائدے کی خاطر ایک شرعی حکم کو پس پشت ڈال دیں گے۔ مختصر یہ کہ اگر زیاد واقعی ولایتِ زنا ہوتا تو پھر اس کو اپنے خاندان میں شامل کرنے پر اس وقت کے تمام مسلمان
امیر معاویہ کے مخالف ہو جاتے۔ اور یہ ایک بہت بڑی غلطی ہوتی۔ اور باعث نقصان ہوتی۔

جواب دوم:

امیر معاویہ کا اپنے بازو مضبوط کرنے کے لیے زیاد

کو بھائی بنانے کا الزام بے بنیاد ہے۔

زیاد کو بھائی بنانے کا واقعہ ۳۴ھ میں بتلایا گیا ہے۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنے چار سال کا عرصہ ہو گیا تھا۔ مان لیتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے وقت کچھ اذہان متردد تھے۔ اور ان میں تلخیاں تھیں لیکن اس ابتدائی دور میں جب تلخیاں اور مخالفتیں موجود تھیں۔ آپ نے زیاد کو اپنا شریک نہیں بنایا۔ اور اس کی مدد و نصرت کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اور جب حالات سازگار ہو گئے۔ اور تلخیاں ختم ہو گئیں۔ تو آپ نے اس کی معاونت کا حصول چاہا۔ جبکہ بالکل ضرورت نہ تھی۔ بلکہ اس کے برخلاف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دورِ خلافت میں جب ایسے لوگوں کی ضرورت تھی۔ آپ نے اپنا ہم نوا بنانے کی بجائے اس پر سختی کی۔ اور اس کی شہادت کامل ابن اثیر میں ۴۱۴ھ جلد دوم اور طبری جلد پنجم میں ۹۶، ۹۵ پر مختصر یوں ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے زیادہ علاقہ فارس کا گورنر پیدا ہوا تھا۔ امیر معاویہ نے آغاز خلافت میں اس کو بیت المال میں خرد برد کرنے کے الزام میں زیادہ کی جواب طلبی کی۔ لکھا کیا تو صفائی پیش کرو۔ یا مال واپس کرو۔ زیادہ نے جواب دیا۔ کہ میرے پاس تھوڑی سی رقم بھی ہے۔ جو میں نے اس لیے رکھی ہوئی ہے۔ کہ لوگوں کے بوقت ضرورت کام آئے۔ اس کے علاوہ بقیہ مال میں نے سابق امیر المؤمنین کو دے دیا تھا۔ اس پر جناب معاویہ نے لکھا۔ کہ اگر حقیقت یہی ہے۔ تو پھر تم ہمارے پاس آؤ۔ ہم تمہارے بارے میں غور کر کے بہتر فیصلہ کریں گے۔ لیکن زیادہ نے آیا۔ امیر معاویہ نے بصرہ کے عامل بشر بن ارطاة کو مودت مال بھی۔ اس نے زیادہ سے کہا۔ کہ یا تو تم امیر المؤمنین کے ہاں حاضر ہو جاؤ۔ یا پھر تمہارے اہل و عیال کی خیر نہیں۔ جب اس پر بھی زیادہ نہ آیا۔ تو اس کے بچوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بھائی ابو بکر نے حضرت معاویہ کے پاس آکر اس کی صفائی پیش کی۔ اور اس نے بچوں کو آزاد کرنے کی درخواست کی۔ اس پر آپ نے بشر بن ارطاة کو حکم دیا کہ زیادہ کے بچوں کو رہا کر دیا جائے۔ اور زیادہ کی بھی عطا کر دی جائے۔

اب ایسے شخص کو جس کی معاونت کی اشد ضرورت تھی۔ اور امیر معاویہ کی خلافت کے ابتدائی ایام اس بات کے متقاضی تھے۔ تو پھر آپ نے اسے ساتھ ملانے کی بجائے اس پر سختی کرنے کا کیوں حکم دیا۔ اور اس سے باز پرس کیوں کی؟ اس وقت زیادہ کو اپنا ہم نوا بنانا بہت آسان تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ زیادہ کا چار سال بعد استلحاق سیاسی بنا پر نہ تھا۔ اس لیے مودودی کا اسے سیاسی غلطی کہنا خود غلط ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ استلحاق قرآن و شواہد کے اعتبار سے حضرت امیر معاویہ کی نظر میں درست

ہو گا۔ تب آپ نے موجود صحابہ کرام کی موجودگی میں ایسا کیا۔ اور وہ اولد للفراش، حدیث کوئی چھپی ہوئی زنتی اسے تمام صحابہ کرام جانتے تھے۔ اس کی مخالفت کرتے ہوئے۔ اگر امیر معاویہ زیاد کو اپنے لب میں شامل کرتے۔ تو اس میں کئی قباحتیں نکلیں گی۔ خود زیاد کوئی جاہل نہ تھا۔ اسے بھی یہ حدیث یاد تھی۔ پھر اس نے چپ کر کے اپنا لب تبدیل کر لیا امیر معاویہ نے خلیفہ وقت ہوتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بالکل خلاف کیا۔ اور تمام موجود صحابہ کرام نے اس پر کوئی احتجاج نہ کیا۔ صرف امیر معاویہ پر ہی اعتراض نہیں۔ بلکہ اس کی حدود دائیں بائیں دور دور تک پھیلتی ہیں۔ اور پوری امت مسلمہ کو اپنے دامن میں لپیٹتی ہیں۔ اس لیے ان مفاسد کے اثبات کی بجائے یہی محفوظ دامن راستہ ہے۔ کہ ایسی روایات محض امیر معاویہ کو بدنام کرنے کے لیے تراشی گئی ہیں۔

ایک طرف عقلاً اس واقعہ کے ناممکن الوقوع ہونے کی صورت ہم نے بیان کی۔ اور دوسری طرف یہ بھی دیکھا جائے۔ کہ قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت کیسا ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو راقدس میں ایک صحابی ماعز رضی اللہ عنہ نے آپ کے سامنے چار مرتبہ اقرار زنا کیا۔ ہر مرتبہ آپ اس سے منہ پھیر لیا کرتے تھے۔ چار دفعہ اقرار کے بعد اپنے پوچھا۔ تو دیوانہ تو نہیں۔ عرض کی نہیں۔ پوچھا شادی شدہ ہو کہا ہاں۔ فرمایا اسے رحم کر دو۔ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی کے زنا کرنے کی نفی یا اس میں شبہ کے وقوع کو تلاش کر کے حد جاری کرنے سے پہلو تہی کرنی چاہی۔ اسی لیے آپ نے ہر دفعہ منہ پھیرا۔ اور دیوانہ کہا اور شادی شدہ ہونے کا دریافت کیا۔ گویا آپ چاہتے تھے کہ کسی طرح گنجائش نکل آئے۔ اور اللہ کی حد سے بچ جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تو یہ ہیں۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک پرانے قصہ کو تازہ کوٹھکے لیے لا اور وہ بھی زنا کا قصہ (گواہیاں لے رہے ہیں۔ یعنی ڈھونڈ ڈھونڈ کر زنا ثابت کرنے

کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اس دور کی گواہیاں جب اسلام کی روشنی میں بھی پھیلی تھیں امیر معاویہ کو اس کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ جبکہ کوالا استیعاب جناب منیرہ ابن شعبہ پر دورِ فاروقی میں تین آدمیوں نے بدکاری کی گواہی دی۔ زنا کی گواہی نامکمل ہونے کی بنا پر ان تینوں پر حد قذف جاری کی گئی۔ تو امیر معاویہ کے سامنے ابوسفیان کے زنا کرنے پر کیا ایسی ہی چار گواہیاں موجود تھیں۔ جو سمیہ اور ابوسفیان کو اس حالت میں دیکھ رہے تھے۔ جیسا سردانی میں سلائی ڈالی جاتی دیکھ رہے ہوں۔ محض ادھر ادھر کی باتوں سے زنا تو ثابت نہیں ہوتا۔ اور واقعہ بیان کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ امیر معاویہ نے ان گواہیوں کی بنا پر زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔ کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زنا کی گواہیوں کی کیفیت سے بھی بے خبر تھے؟

جواب سوم:

ولد الزنا کو اپنا بھائی بنانے کا الزام اہل تشیع کی ایجاد ہے

تاریخ ابن خلدون۔

وَ كَانَ أَكْثَرُ شِيعَةٍ عَلَيَّ يَتَكْرَهُونَ ذَلِكَ وَيَقْمُونَ عَلَى مُعَاوِيَةَ حَتَّى أَخُوهُ أَبُو بَكْرٍ وَ كَتَبَ زِيَادٌ إِلَى عَائِشَةَ فِي بَعْضِ الْأَخْيَانِ مِنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ يَسْتَدْعِي حَبَوَاءَ بِلَا السَّبِّ لِيَكُونَ لَهُ حَبَّةٌ فَكَتَبَتْ إِلَيْهِ مِنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى ابْنِهَا زِيَادٌ وَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ يَبْغِضُ زِيَادًا وَ قَالَ

يَوْمًا لِبَعْضِ أَطْحَابِهِمْ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ ابْنِ سَمِيَّةٍ يُقْبَحُ
 أَثَارَتِي وَيَعْتَذِرُ عَمَّا لِي لَقَدْ هَمَمْتُ لِقَسَامَةٍ مِنْ
 قُرَيْشٍ أَنَّ أَبَاسَفِيَّانَ لَمْ يَرَ سَمِيَّةَ فَلَا خَيْرَ زِيَادٍ
 بِذَلِكَ فَخَبَّرَ بِهِ مُعَاوِيَةَ فَأَمَرَ جَابِئَهُ أَنْ يَرِدَهُ
 مِنْ أَقْطَافِ الْأَبْوَابِ وَشَكَى ذَلِكَ إِلَى يَزِيدَ فَرَكِبَ
 مَعَهُ فَأَدْخَلَهُ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَلَمَّا رَأَاهُ قَامَ مِنْ
 مَجْلِسِهِ وَدَخَلَ إِلَى بَيْتِهِ فَقَالَ يَزِيدُ نَعَقِدُ فِي
 أَنْتِظَارِهِ فَلَمْ يَرِ إِلَّا حَتَّى عَدَّ ابْنُ عَامِرٍ مَا كَانَ
 مِنْهُ مِنَ الْقَوْلِ وَقَالَ إِنِّي لَا تَكْثُرُ زِيَادٌ مِنْ قِلَّةٍ
 وَلَا تَنْحَرُ بِهِ مِنْ ذِلَّةٍ وَلَكِنْ عَرَفْتُ حَقَّ اللَّهِ فَوَضَعْتُهُ
 مَوْضِعَهُ -

(ابن خلدون جلد سوم صفحہ نمبر ۱۰۱-۱۰۲ استلحاق زیاد)
 ترجمہ:- اہل تشیع کی اکثریت اس بات کا رد کرتی ہے۔ اور امیر معاویہؓ پر اس سے
 اعتراض پیدا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ امیر کا بھائی البرجرہ بھی ایک مرتبہ اسی
 زیاد نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس عنوان سے رقعہ لکھا۔ مد زیاد
 بن ابی سفیانؓ گویا۔ وہ ان الفاظ کو لکھ کر مائی صاحبہ سے اپنے اس
 نسب کی صداقت چاہتا تھا۔ تاکہ بوقت ضرورت یہ حجت ہو سکے اس کے
 جواب میں مائی صاحبہ نے اُسے یوں لکھا۔ و عائشہ ام المومنین اپنے بیٹے
 زیاد کو خط لکھ رہی ہے۔ یعنی اس کے مطلوبہ نسب کی تصدیق نہ کی۔
 عبداللہ بن عامر کو زیاد نے بعض نقد ایک دن اس نے اپنے ساتھیوں
 میں سے کسی کو کہا۔ کہن ہے عبدالقیس ابن سمیہ جو میرے کاموں کے کڑے

کہلاتا ہے۔ اور میرے کارندوں کے اڈے آتا ہے۔ میں نے قریش سے اس بات پر قسمیں لینے کی ٹھانی ہے۔ کہ ابوسفیان نے سمیہ نامی لونڈی کو دیکھا تک نہیں۔ جب زیاد کو اس کی خبر ملی۔ تو اس نے معاویہ کو یہ بتایا۔ اس پر معاویہ نے حکم دیا۔ کہ آخری دور کے دروازے سے اسے واپس کرو۔ اس نے یزید کے ہاں اس کی شکایت کی۔ یزید اس کو لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت معاویہ کے پاس آیا۔ جب امیر معاویہ نے اسے دیکھا۔ تو اٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ یزید کہنے لگا۔ ہم آپ کے باہر تشریف لانے تک انتظار کرتے ہیں۔ دیکھ کر بعد امیر باہر تشریف لائے۔ اور ابن عامر نے وہی باتیں کہنا شروع کر دیں۔ جو پہلے کہیں تھیں امیر نے اس پر فرمایا۔ میں نے زیاد کو اپنے ساتھ ملا کر قلت کو کثرت نہیں بخشی۔ اور نہ ہی ذلت کو عزت دی۔ لیکن جب میں نے اللہ کا حق جان لیا تو اسے اپنے مقام پر رکھنے کا حکم دیا۔

توضیح:

ابن خلدون نے استلحاق زید کے واقعہ کو درست سمجھا۔ لیکن اہل تشیع کا اس واقعہ کو غلط رنگ دینا واضح کیا۔ بعد ائدین عامر نے جب اس استلحاق کے خلاف آواز اٹھائی۔ اور یہاں تک کہا کہ میں ایسی بیسیوں گواہیاں پیش کر سکتا ہوں۔ کہ ابوسفیان نے سمیہ نامی لونڈی کو نہیں دیکھا۔ تو اس پر جناب معاویہ نے کہا۔ بھائی دیکھو میں نے کسی طمع اور لالچ کے طور پر استلحاق نہیں کیا۔ بلکہ اللہ کا حق سمجھ کر اسے اپنا مقام دیا ہے۔ یعنی ابوسفیان نے سمیہ سے زنا نہیں بلکہ نکاح کیا اور اس سے زیاد پیدا ہوا ہاں یہ ٹھیک ہے۔ کہ قریش میں سے کسی معزز کا ایک لونڈی سے نکاح کو کتنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ لیکن حق، حق ہی ہے۔

کمال ابن اثیر:

فَقَالَ يَا ابْنَ عَامِرٍ أَمْتُ الْقَائِلِ فِي زِيَادٍ مَا قُلْتَ أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ
عَلِمْتَ الْعَرَبُ أَنِّي كُنْتُ أَجْزَمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَآتِ
الْإِسْلَامَ لَمْ يَزِدْنِي إِلَّا عِزًّا وَإِنِّي لَمْ أَتَكَلَّفْ بِنِ زِيَادٍ مِنْ
قِلَّةٍ وَلَمْ أَتَعَزَّزْ بِهِ مِنْ ذَلَّةٍ وَلَكِنْ عَرَفْتُ حَقَّالَهُ
فَوَضَعْتُهُ مَوْضِعَهُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ نَرْجِعُ
إِلَى مَا يَحِبُّ زِيَادٌ قَالَ إِذَا تَرَجَّعَ إِلَى مَا تَحِبُّ فَمَا تَحْرَجُ ابْنُ عَامِرٍ إِلَى زِيَادٍ
فَتَرَضَاهُ - (کمال ابن اثیر جلد سوم ص ۴۲۲ ذکر اسلحاق معاویہ ز یاد علیہ السلام)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا۔ اے ابن عامر! تو نے زیاد کے بارے میں
جو کچھ کہا۔ وہ ہم نے سُن لیا ہے۔ خدا کی قسم! تمام عرب اس بات کو جانتے
ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جاہلیت میں بھی عزت عطا فرمائی تھی۔ اور اسلام کے بعد
میری عزت میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ میں نے زیاد کو اپنے ساتھ ملا کر قلت
کو کثرت نہیں بخشی اور نہ ہی ذلت کو عزت بنایا۔ لیکن میں نے اس کا حق بات
ہوئے اُسے اُس کی جگہ پر مقرر کیا۔ یہ سُن کر ابن عامر نے کہا اے امیر المؤمنین
ہم اس بات کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور قبول کرتے ہیں۔ جو زیاد کو پسند ہے
امیر معاویہؓ نے فرمایا۔ اگر ایسا ہے تو پھر ہم بھی تمہاری پسند کی طرف رجوع
کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر عبداللہ بن عامر وہاں سے نکلا۔ اور زیاد کے پاس اگر
اُسے راضی کر لیا۔

تبصرہ:

ابن خلدون اور کمال ابن اثیر کی مذکورہ تحریر اس واقعہ کو بالکل صاف صاف بیان

کر دیتی ہے۔ کہ زیادہ کے بارے میں لوگوں کے اندر اگرچہ مختلف باتیں تھیں۔ کوئی اسے ابن سبیہ کہتا۔ کوئی ابن ابی اور کوئی کسی اور طرح انہیں بتاتا ہے۔ ایک طرف یہ اور دوسری طرف یہ حضرت معاویہ اپنی سابقہ عزت کا حوالہ دے کر اسلام کی وجہ سے اس میں اضافہ کی بات کرتے ہیں۔ اب ان دونوں باتوں کو ذرا باہم ملا کر دیکھیں۔ اگر زیادہ واقعی ولد الزنا تھا تھا۔ تو ایسے شخص کو اپنا بھائی بنانے میں عزت کا جنازہ نکلا کرتا ہے۔ یا اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ گویا امیر معاویہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگرچہ لوگوں میں زیادہ کے بارے میں کئی قسم کی باتیں مشہور ہیں۔ اور ایسے میں اسے اپنا بھائی بنانا نہایت ذلت کا باعث ہوگا۔ لیکن اس عارضی مخالفت کی بنا پر میں حقیقت سے منہ کیسے موڑ سکتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ زیادہ میرے والد کے لطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ اور وہ لطفہ حلال تھا۔ اس لیے حق جب یہ ہے۔ تو اسے اس کا مقام ملنا چاہیے۔ میرے سامنے احقاق حق ہے۔ یہ نہیں کہ مجھے اس کو ساتھ ملا کر کوئی مفاد حاصل کرنا ہے۔

اس مقام تحقیق پر ذہن دو باتوں کی طرف پلٹتا ہے۔ اول یہ کہ اگر زیادہ حقیقت میں ابن سفیان کا بیٹا تھا۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی توثیق کی بجائے اسے اپنا بیٹا کہہ کر حجاب کیوں دیا؟ دوسری یہ کہ سیدہ ام حبیبہ نے اس زیادہ سے پردہ کیوں کیا؟

ان دونوں باتوں کا ایک ہی جواب ہے۔ وہ یہ کہ سیدہ عائشہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما دونوں کے پاس اس بات کا ثبوت یقینی نہ تھا۔ کہ زیادہ واقعی ابوسفیان کے لطفہ حلال کی پیداوار ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے مبلغ علم کی بنا پر عمل کرتے ہوئے ایسے کیا۔ سیدہ عائشہ نے اسے اپنا بیٹا کہہ کر اس کی دلجوئی کی۔ اور ام حبیبہ نے یقینی محرم نہ ہونے کے علم کی بنا پر پردہ ایسے فریضہ اسلام پر عمل کیا۔ ان دونوں کے برعکس چونکہ امیر معاویہ کو حقیقت کا علم تھا۔ اس لیے انہوں نے زیادہ کے نسب کا اقرار کیا۔ اگرچہ لوگوں میں اس کے

غلات پر میگوئیاں موجود تھیں۔

فَاُخْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

جواب چہارم:

زیاد کے ابوسفیان کی جائز اولاد ہونے پر
شہادتیں

الاصابہ فی تمیز الصحابہ:

وَكَانَ اسْتِلْحَاقَ مُعَاوِيَةَ لَهُ فِي سَنَةِ آتَبِعِ
وَ أَرْبَعِينَ وَمَشِيْدَ يَدَ الْكَ زِيَادُ بْنُ أَسْمَاءَ الْحَرَمَازِي
وَمَالِكُ بْنُ رَبِيعَةَ السَّلُولِي وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ
فِي مَآذِ كَرَامَتِي بِأَسَانِيدِهِ وَزَادَ فِي الشُّهُودِ
جَوَيْرِيَّةُ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ وَالْمَسُورِيُّ بْنُ أَبِي قَدَامَةَ
الْبَاهِلِيَّ وَابْنَ أَبِي النَّصْرِ الشَّقْفِيَّ وَزَيْدَ بْنَ نَفِيلٍ
الْأَذْدِيَّ وَشُعْبَةَ بْنَ الْحَلْفَتِ الْمَازِنِيَّ وَرَجُلًا مِنْ
بَنِي عَمْرِو بْنِ شَيْبَانَ وَرَجُلًا مِنْ بَنِي الْمِصْطَلِقِ
شَيْدٌ وَكَتَبَهُمْ عَلَى أَبِي سُفْيَانَ أَنَّ زِيَادَ ابْنَهُ إِلَّا الْمُنْذِرُ
فَشَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ
قَالَ ذَاكَ فَخُطِبَ مُعَاوِيَةُ فَاسْتَلْحَقَهُ فَتَكَلَّمَ
زِيَادٌ فَقَالَ فَإِنْ كَانَ مَا شَيْدُ الشُّهُودِ حَقًّا

فَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَإِنْ يَكُنْ بِأَهْلٍ فَقَدْ جَعَلْتَهُمْ بَيْنِي
وَبَيْنَ اللَّهِ -

الاصابة في تمييز الصحابة جلد اول ص ۵۱ حرف الزاء

(القسم الثالث)

ترجمہ: استلحاق کا واقعہ ۳۳ھ میں ہوا۔ اس کی گواہی دینے والے یہ لوگ ہیں۔

زیاد ابن اسماء الحرمازی، مالک بن ربیعہ السلولی،
المنذر بن الزبیر۔ ان کا نام مائنی نے اپنی سندوں کے ساتھ
ذکر کیا۔ گواہوں میں ان لوگوں کا بھی ذکر کیا۔ جو یہ بنت ابی
سفیان، مسور بن ابی قدامہ الباہلی، ابن ابی النصر
الثقفی زید بن خفیل اذدی، شعبہ بن علقمہ مازنی
بن شیبان اور بنی عمرو بنی مصطلق کا ایک ایک آدمی۔ ان تمام نے ابوسفیان
کے متعلق گواہی دی کہ زیاد اس کا بیٹا ہے۔ صرف منذر نے یہ گواہی دی
کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ سے سنا ہے۔ وہ کہتے کہ۔ میں اس بات
کی گواہی دیتا ہوں کہ زیاد کو ابوسفیان نے اپنا بیٹا کہا ہے۔ ان گواہیوں
کے بعد حضرت معاویہ نے خطبہ دیا۔ اور زیاد کو اپنے نسب میں بلا بد
زیاد نے کچھ گفتگو کی۔ اور کہا کہ اگر ان گواہیوں کی گواہی حق ہے۔ تو اللہ کا
شکر اور اگر باطل ہے۔ تو میں نے اپنے اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ
کو رکھا۔

مَنْصَرَفٌ:

بخیرت گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر حضرت امیر معاویہ نے زیاد کو اپنا بیٹا
بنایا۔ اس حوالہ سے مدولہ الحرام، کی کہانی ختم ہو جاتی ہے۔ اور ان گواہیوں میں

مالک بن ربیع صحابی بھی بن محمد بن ہونے کی بنا پر غلط بیانی نہیں کر سکتے۔ اور جناب منذر نے تو حضرت علی المرتضیٰ کی گواہی پیش کی کہ انہوں نے ابوسفیان کی خود زبان سے زیاد کو بیٹا کہتے سنا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ سرچشمہ ولایت، خدا کی خدائی کے غیب دان ہیں۔ جب شیعہ انہیں ہر خفی و جلی کا عالم کہتے اور مانتے ہیں۔ تو پھر ان کے اس ارشاد کو تسلیم کیوں نہیں کیا جاتا؟ لہذا یہ کہنے والے کہ زیاد ولد الحرام ہے۔ جبکہ حضرت علی (سے حلال کہیں) خود اپنی غیر منائیں۔ ان حالات میں امیر معاویہ کا ان کو بھائی بنانا کوئی عجب کی بات نہیں۔ اسی لیے زیاد نے بھی ان شرعی شہادتوں پر اللہ کا شکرا دیا۔ کیونکہ ان کی وجہ سے ان کے متعلق مختلف لوگوں کی طرف نسبت کا معاملہ ختم ہو ہو جاتا ہے (فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب پنجم: حضرت علی زیاد کو والد الزنا نہیں سمجھتے تھے

گزشتہ حوالہ میں زیاد کے فرزند ابوسفیان ہونے کی گواہی دینے والوں میں جناب منذر بھی ہیں۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ کی گواہی نقل کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شہادت کا واقعہ اس دور کا ہے۔ جب فاروق اعظم زندہ تھے۔ اور انہوں نے زیاد کو یمن کے فتنہ کے خاتمہ کے لیے بھیجا تھا۔ جب زیاد کامیاب لوٹا۔ اور واپس آکر خطبہ دیا۔ تو عمرو بن العاص نے اس کے خطبہ کو سن کر کہا کہ اگر یہ نوجوان قریشی ہوتا۔ تو عرب کو اپنی لالچی سے ہانکتا۔ اس وقت ابوسفیان نے کہا تھا کہ میں اس لڑکے کے باپ کو جانتا ہوں۔ حضرت علی نے ابوسفیان سے پوچھا وہ کون ہے کہنے لگا۔ وہ میں ہوں۔ (الاستیعاب جلد اول ص ۵۶۹) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زیاد کو ولد الحرام نہیں سمجھتے تھے۔ اسی بنا پر خلافت فاروقی کے بعد دور عثمانی آیا اور گزر گیا۔ پھر جب حضرت علی المرتضیٰ کا اپنا دور آیا۔ تو آپ نے اسے

فارس کا گورنر مقرر کیا۔ اور شہادتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک زیادان کے ساتھ رہا۔

الِاسْتِيعَابُ،

ثُمَّ صَارَ زِيَادٌ مَعَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَسْتَعْمَلَهُ عَلَى
بَعْضِ أَعْمَالِهِ فَلَمْ يَزَلْ مَعَهُ إِلَى أَنْ قُتِلَ عَلِيٌّ
رَحِمَهُ اللَّهُ.

الاستيعاب ببرا لصابہ فی تمیز الصحابہ حرث الزیاد بطلول ص ۵۶۸
توجہ پھر دور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں زیاد حضرت علی کا ہمنا ہوا ہو گیا۔ آپ نے
اسے بعض اعمال پر عامل مقرر کر دیا۔ ان دونوں کی رفاقت، شہادت
علی تک رہی

خلاصہ کلام:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہ جنہیں ”ما فی الا رحام“ کا علم اہل تشیع ثابت کرتے
ہیں۔ وہ زیاد کو ولد الحرام نہیں کہتے۔ بلکہ اسے اپنے دور خلافت میں اہم و مرداریاں سونپتے
ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دور میں اس کی عزت افزائی کرتے ہوئے گورنری
تفویض کرتے ہیں۔ یمن کے فساد پر قابو پانے کے لیے اسے بھیجتے ہیں۔ دور امیر معاویہ
میں بہت سی شہادتیں ایسی موجود تھیں۔ جنہوں نے زیاد کے ابوسفیان کا بیٹا ہونا ثابت
کر دیا تھا۔ ان حالات میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم کرنا پڑا۔ کہ زیادان کا بھائی ہے
ورنہ کسی کو اپنے نسب میں شامل کرنے کے لیے سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں ہوتا۔ یہی
وجہ تھی کہ امیر معاویہ نے ان کے استلحاق کو ایک ”حق“ کے طور پر تسلیم کیا۔ نہ کوئی دوسری
غرض یا مقصد تھا۔ آگے چل کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسی زیاد کے بیٹے سے اپنی بیٹی کی
شادی کرتے ہیں۔ زَوْجٌ مَعَاوِيَةُ ابْنَتُهُ مِنْ ابْنِهِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي

ان تصریحات کے بعد مودودی وغیرہ کا کیچڑ اچھالنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ بڑی بے باکی سے لکھا۔ کہ امیر معاویہ کا ایسا کرنا اخلاقی طور پر مکروہ تھا۔ اور شرعی قانونی حیثیت سے یہ ایک سریخ ناجائز فعل ہے۔ لیکن صحابی رسول پر یہ الزام دھرتے وقت خود کس اخلاقی قدر کا اہتمام کیا۔ اور کون سے قانونی و شرعی نقطہ کو سامنے رکھ کر یہ لکھا۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ جو اخلاقی ضابطے اور قانون اصول مودودیت کے ہیں۔ وہ امیر معاویہ نے پورے نہیں کیے۔ اور یہی مودودیت ہے۔ کہ اکابر سلف کو اپنے ضابطوں کا مخالف بنا کر پیش کیا جائے۔ آگے سینے۔ کیا کہہ گئے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۲

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قانون کی بالادستی کا خاتمہ کر دیا

— مودودی —

خلافت و ملکیت:

سب سے بڑی مصیبت جو ملکیت کے دور میں مسلمانوں پر آئی وہ یہ تھی کہ اس دور میں قانون کی بالادستی کا اصول توڑ دیا گیا۔ حالانکہ وہ اسلامی ریاست کے اہم ترین بنیادی اصولوں میں سے تھا۔۔۔ یہ پالیسی حضرت امیر معاویہ کے عہد ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ امام زہری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چار خلفائے راشدین کے عہد میں سنت یہ تھی کہ نہ کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا تھا۔ نہ مسلمان کافر کا۔ حضرت معاویہ نے اپنے زمانہ حکومت میں مسلمانوں کو کافر کا وارث قرار دیا۔ اور کافر کو مسلمان کا وارث قرار نہ دیا۔ حضرت عمرو بن عبد العزیز نے اگر اس بدعت کو موقوف کیا مگر ہشام بن عبد الملک نے اپنے خاندان کی روایت کو پھر بحال کر دیا۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۱۲۹) حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ دیت کے معاملہ میں بھی حضرت امیر معاویہ نے بدل دیا سنت کو۔ سنت یہ تھی کہ معاہدہ کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو نصف کر دیا۔ اور باقی نصف خود یعنی شروع کر دیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۱۳۹) (خلافت و ملوکیت ص ۱۷۳)

جواب:

ماسب تصنیف خلافت و ملوکیت نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر دو الزام لگا کر ثابت کرنا چاہا۔ کہ انہوں نے اسلامی قانون کی برتری ختم کر دی تھی۔ الزام اول یہ کہ اسلامی قانون میں کافر و مسلمان ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ لیکن امیر معاویہ نے مسلمان کو کافر کا وارث بنانے کا قانون نافذ کیا۔ دوسرا الزام یہ کہ ذمی کے قتل پر دیت مسلمان کے قتل کے برابر تھی۔ لیکن امیر معاویہ نے ذمی کی دیت نصف کر دی۔

الزام اول کے لیے ثبوت مودودی نے امام زہری کی روایت بحوالہ البدایہ والنہایہ ذکر کر کے قارئین کو یہ تاثر دیا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ رویہ کو ابن کثیر اور امام زہری نے خلاف سنت کہا ہے۔ لیکن اس میں کمال چالاکی سے کام لیتے ہوئے حقیقت حال کو چھپانے اور اپنے لغبن کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ تسلیم کہ ابن کثیر نے امام زہری کی روایت البدایہ والنہایہ میں ذکر کی۔ لیکن یہ واقعہ نقل کرتے وقت ابن کثیر نے امیر معاویہ پر اسے طعن کے طور پر پیش نہیں کیا ہے۔ اور نہ ہی ان کی بدعات میں شمار کیا ہے۔ بلکہ بات یہ ذکر کر رہے تھے۔ کہ حضرت امیر معاویہ بھی اجتہادی صلاحیت کے مالک تھے۔ اور یہ واقعہ انہوں نے ان کی اجتہادی بصیرت کے ثبوت کے طور پر ذکر کیا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے۔

کہ ایک مجتہد کو جب وہ کسی نوپید مسئلہ میں اجتہاد کرتا ہے۔ تو اگر وہ صواب ہو۔ تو مجتہد مستحق اجر ان ہوتا ہے۔ اور اگر صواب نہ بھی ہو تو اس کی محنت رائے گاں نہیں جاتی۔ بلکہ ایک اجر کا حقدار ضرور ہوتا ہے۔ لیکن کیا کہیں کہ مودودی کو اپنی دشمنی نے بجائے

اس کے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اسے بصیرت اجتہادی نظر آتی۔ اسے یہ بات ان کی قانون شکنی کی سورت میں نظر آئی۔ اور اسے بدعات میں سے شمار کر دیا۔ اگر یہ واقعی قانون شکنی اور بدعت کے ذمے میں شامل ہے تو پھر اس کے مؤیدین حضرات کو بھی

انہی دو لفظوں سے یاد کرنا پڑے گا۔ جو ”منکر اسلام“ کی تکفیر و تدبیر کا شاہکار ہوگی۔ آئیے مسئلہ مذکورہ میں اختلاف کی بات اور اختلاف کرنے والوں کی نشاندہی بحوالہ دیکھیں۔

احکام القرآن

بَعْضٌ ذَٰلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَبَعْضُهُ مُخْتَلَفٌ فِيهِ فَمَا
اتَّفَقَ عَلَيْهِ إِنَّ الْكَافِرَ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمَ وَإِنَّ الْعَبْدَ
لَا يَرِثُ وَإِنَّ الْقَاتِلَ الْعَمْدَ لَا يَرِثُ وَقَدْ بَيَّنَّا مِيرَاثَ
هَٰؤُلَاءِ فِي سُورَةِ الْبَقَرَةِ مَا جُمِعُوا عَلَيْهِ مِنْهُ وَمَا
اخْتَلَفُوا فِيهِ وَاخْتَلَفَ فِي مِيرَاثِ الْمُسْلِمِ مِنَ الْكَافِرِ وَمِيرَاثِ
مِنَ الْكَافِرِ وَمِيرَاثِ الْمُرْتَدِّ فَأَمَّا مِيرَاثُ
الْمُسْلِمِ مِنَ الْكَافِرِ فَإِنَّ الْأَيْمَةَ مِنَ الصَّحَابَةِ
مُتَّفِقُونَ عَلَى نَفِي الثَّوَارِثِ بَيْنَهُمَا وَهُوَ قَوْلُ
عَامَّةِ التَّابِعِينَ وَفَقَهُاءِ الْأَمْصَارِ رَوَى شُعْبَةُ عَنْ
عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَكِيمِ عَنْ أَبِي بَابَاهُ عَنْ يَحْيَى ابْنِ
يَعْمَرَ عَنْ أَبِي الْأَسودِ الدَّوْلِيِّ قَالَ (مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قَالَ)
كَانَ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِالْيَمَنِ فَأَرْتَفَعُوا إِلَيْهِ فِي يَهُودِيًّا
مَاتَ وَتَرَ لَهَا آخَاهُ مُسْلِمًا فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْإِسْلَامُ بَيْنُ يَدٍ وَلَا يَنْقُصُ۔

راحکام القرآن جلد دوم ص ۱۰۰ باب من یحرر المیراث مع وجود النسب
ترجمہ: میراث کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن پر تمام کا اتفاق اور کچھ دوسری
مختلف فیہ ہیں۔ متفقہ صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان
فوت ہو جائے تو کافراس کا وارث نہیں ہوگا۔ دوسری صورت یہ کہ

غلام وارث نہیں ہوتا۔ اور تیسری یہ کہ غلام کا قاتل وارث نہیں ہوتا۔ ہم نے ان لوگوں کی میراث کا ذکر سورہ بقرہ میں کر دیا ہے۔ اور وہاں اجماعی اور اختلافی باتیں بھی ذکر کر دی ہیں۔ ان صورتوں میں سے کہ جن میں اختلاف ہے ایک یہ ہے کہ کافر مر گیا۔ تو اس کی وراثت مسلمان کو ملے گی؟ اور مرتد کی میراث ہو گی؟ بہر حال کافر کی میراث مسلمان کے لیے تو اس صورت پر ائمہ صحابہ کرام کا اتفاق ہے کہ دونوں طرف سے وراثت نہیں ہوگی۔ اور یہی عام تابعین اور ہر دور کے فقہاء کا قول ہے۔ شعبہ نے عمرو بن ابی الحکم انہوں نے ابی باباہ انہوں نے یحییٰ ابن یعمر انہوں نے اسود دولی سے روایت کی ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب مین کے قاضی (گورنر) تھے تو ان کے پاس ایک فیصلہ طلب لایا گیا۔ وہ یہ کہ ایک یہودی مر گیا ہے اور اس کا صرف ایک بھائی باقی ہے۔ اور وہ بھی مسلمان ہے۔ کیا اس یہودی کی میراث اس بھائی مسلمان کو ملے گی؟ حضرت معاذ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اسلام زیادہ دیتا ہے اور کمی نہیں کرتا۔

یعنی اسلام کی وجہ سے اس کے بھائی کو وراثت ملے گی۔

تفسیر مظہری:-

حُكِيَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَالنَّخَعِيِّ أَنَّهُ يَرِثُ الْمُسْلِمُ
الْكَافِرَ وَلَا عَكْسَ كَمَا يَرِثُ مَوْلَى الْمُسْلِمِ الْيَتَامِيَّةَ
مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ۔

تفسیر مظہری جلد دوم ص ۴۰۲ زیر آیت "وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ"

وَيَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ شَوْهًا نَسِيًّا (نہیر ۴۱)

ترجمہ: حضرت معاذ جبل، سعید بن المسیب اور امام نخعی سے منقول ہے کہ مسلمان
کافر کا وارث ہوگا۔ لیکن کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ایک مسلمان
کتابی عورت سے تو شادی کر سکتا ہے لیکن کتبی مرد مسلمان عورت سے
نکاح نہیں کر سکتا۔

توضیح:

دونوں حوالہ جات میں میراث کی ایک صورت کا ذکر کیا گیا۔ یعنی یہ کہ اگر کوئی کافر
مر جائے تو اس کے حمایت کرنے والوں میں حضرت معاذ بن جبل، سعید بن المسیب
امام نخعی، امام زین العابدین، مسروق، عبداللہ بن مغفل، امام شعبی، یحییٰ ابن معمر اور امام اسحاق
کے نام کتب متداولہ میں موجود ہیں۔ حوالہ کے لیے معنی جلد ۷ ص ۶۰ تا ۶۶ اور الام جلد ۲
ص ۷۳ ملاحظہ فرمائیں۔

اس حقیقت حال کے سامنے آنے کے بعد مودودی کا حضرت امیر معاویہ رضی
اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اس دور میں قانون کی بالائری کا اصول توڑ دیا گیا تھا،، ذرا ان سے یا
ان کے قائم مقام ابوالہوسوں سے پوچھا جاسکتا ہے۔ کہ وراثت کا مختلف فیہ مسئلہ،،
”قانون،، کی تعریف میں آتا ہے؟ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام بھی لگایا گیا کہ انہوں
نے ایسا اس لیے کیا تاکہ اپنی سیاسی اغراض پوری کر سکیں۔ پوچھا جاسکتا ہے۔ کہ
اس اجتہادی مسئلہ میں کون سی سیاسی اغراض تھیں۔ جو اس کے خلاف میں فوت ہونے
کا خطرہ تھا۔ امیر معاویہ کے دور مارت میں اس قسم کی باتیں بنانے والے خود
مواد اصول اسلامی،، کو پامال کر رہے ہیں۔ کیا مسئلہ مختلف فیہ کو مختلف فیہ کی دو قانون،،
بنا کر قارئین کرام کے سامنے پیش کرنا پرے درجے کی دہے ایمانی،، نہیں۔ اپنی اغراض
کی خاطر جلیل القدر صحابی کاتب وحی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب و مقبول،
کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کرتے شرم نہیں آتی۔

اس مسئلہ یعنی کافر کا وارث مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں کی تحقیق میں دونوں طرف کے دلائل موجود ہیں۔ اور دونوں طرف اکابر حضرات ہیں۔ اس معاملہ میں صرف تفسیر کبیر کا ایک حوالہ پیش کر دینا کافی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر کبیر:

حُجَّةُ الْوَلَيْنِ عَمُّومُ قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَتَوَارَثُ
 أَهْلُ مِلَّتَيْنِ وَحُجَّةُ الْقَوْلِ الثَّانِي مَا رَوَى أَنَّ مَعْلًا
 كَانَ بِالْيَمَنِ فَذَكَرُوا لَهُ أَنَّ يَلْمُودِيَّاتٍ وَ
 تَرَكَ أَخًا مُسْلِمًا فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يَقُولُ الْإِسْلَامُ يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ تَرَكَدُوا
 ذَلِكَ بَأَنَّ قَالُوا إِنَّ ظَاهِرَ قَوْلِهِ يُؤْصِيكُمْ اللَّهُ فِي
 أَوْلَادِهِ كَرِهَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنثِيَّانِ يَقْتَضِي
 تَوَرِثَ الْكَافِرِ مِنَ الْمُسْلِمِ وَالْمُسْلِمِ مِنَ الْكَافِرِ
 إِلَّا أَنَا خَصَّصْنَاهُ بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ
 مِلَّتَيْنِ لِأَنَّ هَذَا الْخَبْرُ اخْصُصَ مِنْ تِلْكَ الْآيَةِ وَالْخَاصُّ
 مُقَدَّمٌ عَلَى الْعَامِّ فَكَذَلِكَ هُمَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ اخْصُصَ مِنْ قَوْلِهِ لَا يَتَوَارَثُ
 أَهْلُ مِلَّتَيْنِ فَوَجَبَ تَقْدِيمُهُ عَلَيْهِ بَلْ هَذَا
 التَّخْصِصُ أَوْلَى لِأَنَّ ظَاهِرَ هَذَا الْخَبَرِ مَتَا كُنَّا بِمَعْنَى الْآيَةِ وَالْخَبَرِ الْأَوَّلِ
 لَيْسَ كَذَاكَ وَأَقْصَى مَا قِيلَ فِي جَوَابِهِ إِنَّ قَوْلَهُ
 (عَلَيْهِ السَّلَامُ) الْإِسْلَامُ يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ لَيْسَ
 نَصًّا فِي وَاقِعَةِ الْمِيرَاثِ فَوَجَبَ حَمْلُهُ عَلَى

سَائِرِ الْأَحْوَالِ -

د تفسیر کبیر جلد نہم ص ۲۹۹ زیر آیت یُوَصِّیْکُمْ اللّٰهُ.... الخ

ترجمہ:

وہ حضرات جو مسندِ میراث میں یہ کہتے ہیں کہ مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔ اور اللہ کے خلاف کہنے والوں (یعنی مسلمان، کافر کا وارث ہو سکتا ہے) کی دلیل یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب یمن میں گورز تھے۔ تو ان کے سامنے ایک یہودی کے مرنے اور اپنے پیچھے ایک مسلمان بھائی چھوڑنے کا ذکر ہوا۔ (اور پوچھا گیا کہ کیا مسلمان بھائی اس کا وارث ہو گا؟) آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ اسلام بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا۔ پھر اس کی ان حضرات نے تاکید کرتے ہوئے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یُوَصِّیْکُمْ اللّٰهُ فِیْ اَوَّلَادِکُمْ الخ۔ بظاہر یہ تقاضا کرتا ہے۔ کہ مسلمان اور کافر باہم وارث ہوں۔ مگر ہم نے اس عموم کی تخصیص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کی ہے۔ دو دو ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے، کیونکہ آپ کی یہ حدیث اس آیت سے خاص ہے۔ لہذا اس کی تقدیم بھی ضروری ہے۔ اسی طرح یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ وہ اسلام بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا، آپ کے سابقہ قول دو دو ملتوں والے باہم وارث نہیں ہوتے، سے خاص ہے۔ لہذا اس کی تقدیم ضروری ہے۔ بلکہ یہ دوسری تخصیص پہلی کی نسبت اولیٰ ہے۔ کیونکہ اس حدیث کا ظاہر، مذکورہ آیت

کے عموم سے تائید پاتا ہے۔ اور پہلی حدیث ایسی نہیں ہے۔
 اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و د اسلام بڑھاتا ہے کم
 نہیں کرتا، کے متعلق جو جواب میں کہا گیا ہے۔ وہ بالآخر یہ ہے کہ آپ کا
 ارشاد گرامی د اسلام بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا، کوئی میراث کے معاملہ میں بطور
 نص وارد نہیں ہوا۔ لہذا اس کا تمام احوال پر محمول کرنا ضروری ہوگا۔
 ان دلائل و حقائق کو پیش نظر رکھیں۔ اور پھر اس کے متعلق مودودی کا طرز
 تحریر سامنے لائیں معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ شیخ خواہ مخواہ حضرات صحابہ کرام
 کے درمیان غلط اور صحیح کا فیصلہ کرنے آن دہمکا ہے۔ اور یوں لگتا ہے
 کہ قارئین کو یہ تاثر دیا جا رہا ہے۔ کہ صحابہ کرام سے میں (مودودی) زیادہ
 عقل مند اور قوت فیصلہ کا مالک ہوں۔ اسی لیے اس کا گستاخانہ انداز
 اس عبارت کو لکھنے پر مجبور ہوا یہ میں نہیں کر سکتا کہ غلطی والے کی غلطی
 نہ کہوں، گویا جسے فکر مودودی کا طرز تحریر غلط سمجھا وہ غلط اور جسے صحیح گردانا وہ
 صحیح کم بختی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی یاد نہ رہی۔

مَنْ إِذَا هُوَ فَقَدْ إِذَا فِی وَ مَنْ إِذَا فِی فَقَدْ إِذَا فِی لَعَنَ اللَّهُ
 فِی الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

جس نے صحابہ کرام کو دکھ دیا۔ اس نے مجھ محمد رسول اللہ کو دکھ دیا۔ اور جس
 نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو رنج دیا۔ دنیا اور آخرت میں اس پر
 خدا کی پھینکار۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مسئلہ میراث جو مختلف فیہ تھا۔ اس کی حقیقت ہم نے واضح کر دی۔ اب الزام
 کے دوسرے حصہ کی طرف آئیے۔ وہ یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس

میں کیا کیا حیرت انگیز و غلطیوں کی دیکھیں۔ بعض معامد کی دست مسلمان کے بارے میں

انہوں نے اُسے نسبت کر دیا۔ اور باقی نصف خود اپنے لیے رکھ لی۔ مودودی نے اس الزام کو بھی ایسے انداز سے ذکر کیا۔ کہ قاری یہ سمجھ کر یہ الزام اس کا نہیں بلکہ ابن کثیر کا ہے اور مودودی اسے صرف نقل کر رہا ہے۔ اس الزام کی حقیقت یوں ہے۔ کہ حافظ ابن کثیر نے امام زہری کی روایت نقل کی ہے۔ اور اس روایت کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر صرح یا اعتراض کی نیت سے انہوں نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی اسے ذکر کرنے کے بعد ابن کثیر نے امیر معاویہ کو بدعتی وغیرہ الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ اس لیے اسے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام بنا کر پیش کرنے کی جسارت مودودی نے ہی کی ہے رہا اس الزام کا آخری حصہ کہ امیر معاویہ نے باقی نصف دیت اپنے لیے رکھ لی تھی۔ تو اس مفہوم و مراد کے لیے عربی لفظ "دینفسہ" مذکور ہے۔ یہ لفظ اپنے مفہوم کے لحاظ سے یہ احتمال بھی رکھتا ہے۔ کہ اس سے مراد مد اپنی ذات کے لیے) ہو۔ یعنی اپنے مصرف میں لایا جائے۔ کسی دوسرے کا اس میں تصرف و حق نہ رہے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ کسی شخص نے اُسے اپنے پاس رکھا ہو۔ لیکن اس کو خرج دوسرا پر کیا جائے۔ اور آپ اس کی نگرانی کی جائے۔ جس طرح بیت المال کی نگرانی اور حفاظت خلیفہ وقت کی ہوتی ہے تو اس طرح معنی یہ ہوا کہ حضرت امیر معاویہ نصف دیت بیت المال میں اپنی نگرانی میں جمع کرادیا کرتے تھے۔ اور پھر اسے اپنی صوابدید کے مطابق خرچ کیا کرتے تھے۔ ان دونوں معانی میں سے دوسرا معنی یہاں مراد ہے جس کی تصدیق البدایہ والنہایہ جلد دوم ص ۴۴ طبع ثالث مصر اور بیہقی شریف وغیرہ کتب کرتی ہیں۔ مؤخر الذکر کے الفاظ پیش خدمت ہیں۔

بیہقی شریف:

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَتْ دِيَّةُ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ

فِي نَفْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ دِيَّةِ الْمُسْلِمِ

وَإِنِّي بَخِيرٌ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَلَمَّا
كَانَ مَعَاوِيَةَ آتَى أَهْلَ الْمَقْتُولِ النَّصْفَ وَالْقَى
النَّصْفَ فِي بَيْتِ الْمَالِ - (بیہقی شریف جلد ۱ باب دینہ اہل
الذمہ ص ۱۰۲ مطبوعہ دکن)

ترجمہ: زہری سے روایت ہے۔ کہ یہودی اور نصرانی کی دیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے دور میں مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔ یہی طریقہ ابوبکر، عمر اور عثمان غنی
رضی اللہ عنہم کے دور میں رائج رہا۔ پھر جب امیر معاویہ خلیفہ بنے۔ تو آپ
نے اس پوری دیت کا نصف مقتول کے وارثوں کو دیا۔ اور بقیہ نصف
بیت المال میں رکھا۔

توضیح:

مودودی کی عبارت کے آخری حصہ کا رد امام بیہقی کے حوالہ سے آپ نے ملاحظہ
فرمایا۔ یہ کس قدر بددیانتی ہے۔ کہ جس لفظ کا مفہوم و مراد شارحین کرام ثقہ لوگوں سے متعین
کریں۔ مودودی اُسے تسلیم کرنے سے بھاگتا ہے۔ اور وہ مفہوم بیان کرتا ہے۔
جس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیڑا چھلانے کا بہانہ ملتا ہے۔ یہ بغض صحابہ
نہیں تو اور کیا ہے۔ ضمتاریہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ آپ نے نصف نہیں بلکہ دیت مکمل ہی رکھی
تھی۔ صرف مقتول کے ورثہ کو نصف دیتے تھے۔ بقیہ نصف بیت المال میں جمع کرتے
تھے۔ اسے اگر یوں بیان کیا جاتا۔ کہ امیر معاویہ نے معاہدہ کی دیت تو پوری وصول
کرتے تھے۔ لیکن مقتول کے ورثہ کو نصف دیتے تھے۔ تو کسی حد تک بات درست
ہوتی۔ لیکن بغض صحابہ کی وجہ سے بصیرت اندم ہو گئی تھی۔ اسے یہ کس طرح نظر آ
سکتا تھا۔

علاوہ ازیں امام زہری نے جو یہ کہا ہے۔ کہ معاہدہ کی دیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اور ابو بکر و عمر و عثمان کے دور میں مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔ یہ کوئی نص صریح نہیں پیش کر رہے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے بارے میں مختلف روایات موجود ہیں بعض روایات سے مساوی دیت اور بعض سے کم کا پتہ چلتا ہے۔ اسی اختلاف روایات کی وجہ سے عہد صحابہ سے فقہاء کرام اور محدثین کے دور میں اس بارے میں اختلاف منقول ہے۔ حضرت فاروق اعظم و عثمان غنی سے مروی ہے کہ انہوں نے نصف سے بھی کم دیت وصول کی۔ ایک مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم مقرر فرمائی۔ امام مالک نصف دیت کے قائل ابو حنیفہ مکمل کے قائل ہیں یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

احکام القرآن:

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَأَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدُ وَزُفَرُوعُثْمَانُ
وَسُفْيَانُ ثَوْرِيٌّ وَحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ دِيَّةُ الْكَافِرِ مِثْلُ
دِيَّةِ الْمُسْلِمِ وَقَالَ مَالِكُ بْنُ النُّزَيْدِ أَهْلُ الْكِتَابِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَّةِ الْمُسْلِمِ دِيَّةُ
الْمَجْجُوسِيِّ ثَمَانٌ مِائَةً دِرْهَمٍ وَدِيَّةُ نِسَائِهِمْ
عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ دِيَّةُ الْيَهُودِيِّ
وَالنَّصْرَانِيِّ ثَلَاثُ الدِّيَةِ..... وَقَدْ رَوَى عَنْ سَعِيدِ
بْنِ الْمُسَيْبِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ دِيَّةُ الْيَهُودِيِّ
وَالنَّصْرَانِيِّ أَرْبَعَةُ آلَافٍ دِرْهَمٍ وَدِيَّةُ الْمَجْجُوسِيِّ
ثَمَانٌ مِائَةً قَالَ السَّعِيدُ وَكَذَا عَثْمَانُ فِي دِيَّةِ
الْمُتَّحِدِ يَارْبَعَةَ آلَافٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَقَدْ رَوَى
عَنْهُمَا خِلَافٌ ذَلِكَ وَقَدْ ذَكَرْنَا مُبَاحْتِجَ الْمُتَخَالِفِ
بِمَارِئَةَ عُمَرَ وَبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ حَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ دَخَلَ
مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ قَالَ فِي خُطْبَةٍ وَدِيَّةُ الْكَافِرِ نِصْفُ
دِيَّةِ الْمُسْلِمِ وَمَا رَوَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا

ابن لميعة عن يزيد بن حبيب عن أبي الخير عن عتبة
بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دِيَّةُ الْمَجْرُومِ

ثَمَانُ مِائَةٍ - (احکام القرآن باب دیۃ اہل الکفر جلد دوم ص ۲۳۶-۲۳۷)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد، زفر عثمان، سفیان ثوری، حسن بن صالح نے

کافر کی دیت کو مسلمان کی دیت کے برابر قرار دیا۔ اور امام مالک بن انس نے

اہل کتاب کی دیت، مسلمان کی دیت کا نصف قرار دیا۔ اور

اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم تھی۔ اور ان کی عورتوں کی دیت اس کے نصف

کے برابر قرار دی۔ امام شافعی نے کہا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت ایک تہائی

ہے۔ سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر

بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم

ہے۔ اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ حضرت

عثمان نے قرطی کی دیت چار ہزار درہم مقرر کی۔ ابو بکر کہتے ہیں کہ حضرت

عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما دونوں سے اس کے خلاف بھی مروی ہے۔ ہم اسے

ذکر کر چکے۔ اور مخالف نے اپنی دلیل میں وہ روایت پیش کی جو عمر بن شعیب

نے اپنے باپ دادا سے روایت کی ہے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ

علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے فتح مکہ کے سال مکہ میں خطبہ دیتے

ہوئے فرمایا تھا ”کافر کی دیت“ مسلمان کی دیت کے نصف کے برابر

ہے، اس کے علاوہ ان کی دلیل عبد اللہ بن صالح کی روایت بھی ہے

وہ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں یزید بن حبیب نے ابوالخیر اور انہوں نے عقبہ بن عامر سے بیان کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے“

توضیح:

۱۔ احکام القرآن کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ۔
۱۔ معاہدہ اور کافر کی دیت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف روایات ملتی ہیں۔

۲۔ اس مسئلہ میں صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کا بھی اختلاف ہے۔
۳۔ یہودی، نصرانی کی دیت کی طرح مجوسی کی دیت میں بھی اختلاف ہے۔
۴۔ اختلاف کرنے والے دونوں دھڑوں کے پاس واضح دلائل ہیں۔
ان امور کے پیش نظر اس مسئلہ کو متفق علیہ قرار نہیں دیا سکتا۔ یہی ایک مغالطہ تھا جو قارئین کو مودودی نے دے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیچڑا اچھالا۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بدل ڈالا۔ صرف طریقہ یہ اختیار کیا گیا۔ کہ کمال جلال کی سے یہ الزام حافظ ابن کثیر کے نام سے لکھ کر اپنے آپ کو محفوظ کرنے کی دوا علی، کوشش کی گئی۔ حافظ ابن کثیر کا یہ قطعاً ارادہ نہیں۔ کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دوگستاخِ سنتِ رسول، کے طور پر پیش کریں۔ بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں دیت کا ذکر مسئلہ بکھنے کے بعد انہوں نے جو لکھا۔ وہ ان کی حیثیت اور مقصد کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔ جسے مودودی نے دیدہ دانستہ ہرپ کر لیا۔ اور اپنے بغض کو ظاہر کر کے دلی کدورت کی پیاس بجھائی۔

آئیے ابن کثیر کی عبارت دیکھیں:

البداية والنهاية:

قال أبو اليمان عن شعيب عن الزهري مَضَتْ السُّنَّةُ
 أَنْ لَا يَرِثَ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ وَلَا الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ
 وَأَوَّلُ مَنْ وَرَثَ الْمُسْلِمَ مِنَ الْكَافِرِ مَعَاوِيَةُ
 وَقَضَى بِذَلِكَ بَنُو أُمَيَّةَ بَعْدَهُ حَتَّى كَانَ
 عَمْرُو بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَرَاغَ السُّنَّةَ وَأَعَادَ
 هَتَامُ مَا قَضَى بِهِ مَعَاوِيَةُ وَبَنُو أُمَيَّةَ مِنْ
 بَعْدِهِ وَبِهِ قَالَ زُهْرِي مَضَتْ السُّنَّةُ أَنَّ
 دِيَّةَ مُعَاهِدِ كَدِيَّةِ الْمُسْلِمِ وَكَانَ مَعَاوِيَةُ
 أَوَّلَ مَنْ قَصَرَ هَذَا النِّصْفِ وَأَخَذَ النِّصْفَ لِنَفْسِهِ
 وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَأَلْتُ
 سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ
 لِي أَسْمَعْ يَا زُهْرِي مَنْ مَاتَ مُجَبًّا لِأَبِي بَكْرٍ وَعَمْرُو
 هُثَمَانُ وَعَلِيٌّ وَشَرِيذُ الْعَشِيرَةِ بِالْجَنَّةِ وَتَرَحَّوْا
 عَلَى مَعَاوِيَةَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يَنْاقِشَهُ
 الْحَسَابُ وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبَ الطَّلِيعِيُّ فِي سَمْعَتِهِ
 عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ يَقُولُ تَرَابٌ فِي أَفْئِ مَعَاوِيَةَ
 أَفْضَلُ مِنْ عَمْرُو بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَقَالَ مُحَمَّدُ
 بْنُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعَاوِيَةَ
 فَقَالَ مَا أَقُولُ فِي رَجُلٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمْدَهُ هَتَّالَ خَلْقَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

فَقِيلَ لَهُ أَيُّمَا أَفْضَلُ هُوَاؤُ عَمْرٍو بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ
فَقَالَ لَثَرَابٌ فِي وَتَعَرَّتْ مَعَاوِيَةُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ وَأَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو بْنِ عَبْدِ الرَّزِيقِ وَقَالَ
غَيْرُهُ عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ مَعَاوِيَةُ عِنْدَنَا مِثْنَةٌ
فَمَنْ رَأَى بَيْنَاهُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ شَذْرًا لَقَدْ مَنَّا عَلَى
الْقَوْلِ يَعْنِي صَحَابَةً وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
بْنُ عِمَارٍ الْمَوْصِلِيُّ وَغَيْرُهُ سَأَلَ الْمَعَاذِي بْنَ عَمْرٍو
أَيُّمَا أَفْضَلُ مَعَاوِيَةُ أَوْ عَمْرٍو بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ
فَغَضِبَ فَقَالَ لِسَائِلٍ أَتَجْعَلُ رَجُلًا مِنَ الصَّحَابَةِ
مِثْلَ رَجُلٍ مِنَ التَّابِعِينَ مَعَاوِيَةَ صَاحِبَهُ
وَصِفْرَهُ وَكَاتِبَهُ وَأَمِيْنَهُ عَلَى وَحْيِ اللَّهِ
وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَوَانِي
أَصْحَابِي وَأَصْهَارِي فَمَنْ سَبَّكُمْ فَقَلْبُهُ لَعْنَةُ اللَّهِ
وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ وَكَذَا قَالَ
الْفَضْلُ بْنُ عَثِيْبِهِ وَقَالَ أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ
نَافِعِ الْحَلَبِيِّ مَعَاوِيَةُ مِثْرٌ لَا صُحَابٍ مَحْمَدٍ فَإِذَا
كَشَفَتِ الرَّجُلُ السِّتْرَ أَخْبَرَ عَنْ عَلَى مَا رَوَاهُ
وَقَالَ الْمِصْمُوعِيُّ قَالَ لِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ يَا أَبَا الْحَسَنِ
إِذَا رَأَيْتَ رَجُلًا يَذْكُرُ أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ
بِسُوِّهِ فَأَتَاهُمُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَقَالَ الْفَضْلُ بْنُ زِيَادٍ
سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ يُسْأَلُ عَنْ رَجُلٍ يَقُصُّ مَعَاوِيَةَ

وَمَسْرُوبُ بْنُ الْعَاصِ أَيْتَالُ لَهُ دَافِضِي فَقَالَ إِنَّهُ
لَمْ يَجْشُرْ عَلَى عَالِيَيْهِمَا إِلَّا وَلَهُ نَخْبِيَّةُ الشَّوْرِ مَا
إِنْتَقَصَ أَحَدٌ أَحَدًا مِنْ الصَّحَابَةِ إِلَّا وَلَهُ
دَاحِلُكَ سُوءٌ وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
الْمُسْلِمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمَيْسَرَةِ قَالَ مَا دَافِضُ عُمَرُو
بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ ضَرَبَ إِنْسَانًا قَاطِئًا إِلَّا إِنْسَانًا شَتَمَ
مَعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ ضَرَبَهُ أَسْوَاطًا وَقَالَ بَعْضُ
السَّكَنَةِ بَيْنَمَا أَنَا عَلَى جَبَلٍ بِالشَّامِ إِذْ سَمِعْتُ
هَاقًا يَقُولُ مَنْ أَبْغَضَ الصِّدِّيقَ فَذَاكَ زُنْدِيقٌ
وَمَنْ أَبْغَضَ عُمَرَ فَإِلَى جَهَنَّمَ زَمْرًا وَمَنْ أَبْغَضَ عُثْمَانَ
فَذَاكَ الْخَصَمُ الرَّحْمَنُ وَمَنْ أَبْغَضَ عَلِيًّا فَذَاكَ الْخَصَمُ النَّبِيُّ
وَمَنْ أَبْغَضَ مَعَاوِيَةَ سَجَّتُهُ الرَّبَابِيَّةُ إِلَى جَهَنَّمَ
حَامِيَهُ يَرْحِي بِمِ فِي الْعَامِيَةِ الْمَاوِيَةِ -

دالبدایہ و النہایہ جلد ۱ ص ۱۳۹-۱۴۰ (۱)

ترجمہ:

زہری سے بواسطہ شعیب، ابوالیمان نے کہا یہ طریقہ اسلام میں چلا آتا ہے۔
کہ کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہ ہوتا تھا۔ اور سب سے پہلا
شخص کہ جس نے مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا۔ وہ امیر معاویہ تھے۔
بنو امیہ نے پھر ہی طریقہ اپناٹے رکھا۔ یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز
نے اپنے دور میں پھر وہی پہلی سنت کی طرف رجوع کر لیا۔ ان
کے بعد ہشام نے پھر سے حضرت معاویہ کے عمل کو اپنا لیا۔ پھر

بعد کے خلفاء میں یہی طریقہ معمول رہا۔ امام زہری نے یہ بھی کہا کہ معاہدہ کی دیت، مسلمان کی دیت کے برابر تھی یہی طریقہ پہلے سے چلا آ رہا تھا۔ اس کو سب سے پہلے نصف کرنے والے بھی امیر معاویہ تھے انہوں نے نصف مقتول کے ورثاء کو دیا۔ اور نصف اپنے لیے رکھ چھوڑا۔ زہری سے بواسطہ مالک ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں پوچھا کہ کہنے لگے اے زہری! غور سے سنو۔ جو شخص ابو بکر، عمر، عثمان و علی کا محب ہوتے ہوئے فوت ہو گیا۔ اور دسوں جنتی صحابہ کے جنتی ہونے کی گواہی پر فوت ہو گیا۔ امیر معاویہ پر رحمت کی دعائیں مانگتا فوت ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ایسے شخص کو حساب و کتاب میں نہ ڈالے۔ سعید بن یعقوب طالقانی کہتے ہیں۔ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے سنا۔ جو شخص عمرو بن عبد العزیز کو امیر معاویہ سے افضل کہتا ہے۔ وہ سن لے۔ کہ امیر معاویہ کی ناک کی گزند عمرو بن عبد العزیز سے افضل ہے۔ محمد بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ابن مبارک سے پوچھا گیا کہ معاویہ کیسے تھے؟ کہنے لگے۔ میں اس شخص کے بارے کیا کہہ سکتا ہوں۔ کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع اللہ لمن حمدہ کے جواب میں ربنا لک الحمد کہا پھر ان (عبد اللہ بن مبارک) پوچھا گیا کہ امیر معاویہ افضل ہیں یا عمرو بن عبد العزیز؟ کہنے لگے کہ امیر معاویہ کی ناک کی مٹی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میت میں پڑی ہو وہ عمرو بن عبد العزیز سے افضل ہے۔ اسی طرح معانی بن عمران نے اسی سوال کے جواب میں سائل پر غصے

ہو کر فرمایا۔ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کھ غیر صحابی (تابعی) کی طرح برابر کرتا ہے۔؟ حضرت معاویہ آپ کے صحابی، مالا، کاتب اور وحی کے امین تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما رکھا، کہ میرے صحابہ اور رشتہ دینے والوں کو برا بھلا مت کہو جو انہیں برا کہے گا۔ اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام انبیاؤں کی لعنت ہے اسی طرح فضل بن عتبہ نے ریح بن نافع سے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی پردہ پوشی کی ہذا جو شخص ان کی پردہ داری کرے گا۔ وہ دراصل ان روایات پر اعتراض کرتا ہے۔ جو ان کی پردہ پوشی کے متعلق آئی ہیں۔ مہمونی نے امام احمد بن حنبل سے بیان کیا کہ جب تجھے کوئی ایسا شخص نظر آئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو برائی سے ذکر کرتا ہو تو اس کے اسلام پر تہمت لگا دے فضل بن زیاد کہتے ہیں میں نے ابو عبد اللہ سے پوچھا کہ ایک شخص معاویہ اور عمر بن العاص کی تنقیص کرتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے۔؟ کیا اسے رافضی کہا جائیگا؟ فرمانے لگے ایسی جرأت وہی کرے گا جو بد باطن ہوگا۔ کوئی شخص کسی صحابی کی برائی بیان کرتا ہے تو وہ بد باطن ہے۔ ابن مبارک نے ابراہیم سے بیان کیا۔ کہ میں نے عمرو بن عبد العزیز کے ہاتھوں کسی کو مار کھاتے نہ دیکھا۔ مگر وہ شخص جس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہا تھا۔ آپ نے اسے ڈنڈے سے مارا۔ بعض سلف کا کہنا ہے۔ کہ ملک شام کے ایک پہاڑ پر تھا۔ کہ ہاتھ کی آواز سنائی دی۔ یہ کہا گیا۔ کہ جو شخص ابو بکر صدیق سے بغض رکھتا ہے۔ وہ زندیق ہے۔ جو عمر بن الخطاب سے بغض رکھتا ہے۔ تو جہنم اس کا مرجع ہے۔ اور جو عثمان سے بغض رکھتا ہے۔ اس پر خدائے برتر غصے ہے۔ جو علی المرتضیٰ سے بغض رکھتا ہو۔ وہ رسول اللہ کا دشمن ہے۔ اور جو امیر معاویہ سے بغض رکھتا ہو۔ دوزخ کے

دربان اسے داویہ میں ڈالیں گے۔ جو دوزخ میں سب سے نچلے طبقہ ہے۔

ملحد فکریہ:

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجتہادی بصیرت کے ضمن میں چند اجتہادی مسائل کا ذکر کیا ہے۔ ان مسائل کے ذکر کرنے سے ابن کثیر کی ہرگز وہ نیت نہ ملتی۔ جو مودودی کا ہے۔ اگر دونوں (ابن کثیر اور مودودی) کے مقاصد کا موازنہ کیا جائے تو مختصر طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔

۱۔ مودودی کے نزدیک سب سے پہلا شخص جس نے شریعت توڑی وہ امیر معاویہ ہیں۔

۲۔ اس ابتداء کے بعد پھر سے شریعت کو نافذ کرنے والے عمرو بن عبدالعزیز ہیں۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ عمرو بن عبدالعزیز کا مقام و مرتبہ زیادہ ہے۔

۳۔ ابن کثیر نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی بصیرت ذکر کرتے ہوئے دو مختلف فیہ مسائل میں ان کی رائے و اجتہاد کا ذکر کیا۔ لیکن مودودی اسے شریعت توڑنا کہتا ہے۔

۴۔ ان دونوں مسئلوں میں حضرات صحابہ کرام اور تابعین و ائمہ کا اختلاف منقول و مروی ہے۔ لیکن مودودی اسے دو اصول اسلام، قرار دیتا ہے۔

۵۔ ابن کثیر نے ان مسائل کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمتِ شان پر بہت سے اکابر کے اقوال نقل کیے۔ تاکہ ان کی شخصیت کے بارے میں رہبان کھولنے سے پہلے ان کے تمام مقام و مرتبہ کا خیال کر لیا جائے

ایسا اس لیے کیا کہ اس دور میں بھی کچھ ذہن گندگی سے بھرے ہوئے یہ سوچتے ہوں گے۔ کہ ایسا کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی بیخ کنی کی ہے۔ لیکن مودودی کو اگلی عبارت بھضم کرنا ہی مناسب نظر آئی۔ تم بھی گستاخانہ لہجہ اختیار ہو سکتا تھا۔ اگر وہ حوالہ جات اور اکابر کے ارشادات قارئین کی نظر کر دیتا۔ تو یہ پورا نہ ہوتا تھا۔ عمرو بن عبدالعزیز کی شخصیت قابل احترام و عقیدت ضرور ہے لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب تک ان کی رسائی نہیں۔ یہی عمرو بن عبدالعزیز ہیں۔ جن کو ڈرے مارتے ہوئے صرف اس حالت میں دیکھا گیا کہ ڈرے کھانے والے نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام تراشی کی ہوئی تھی۔ یہی موالوالاعلیٰ اگر حضرت عمرو بن عبدالعزیز کے دور میں ہوتا۔ اور پھر ایسی باتیں کہتا۔ جو خلافت و ملکیت میں اس نے امیر معاویہ کے متعلق کہی ہیں۔ اور ان سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے۔ کہ عمرو بن عبدالعزیز افضل ہیں۔ تو یہی عمرو بن عبدالعزیز اس کی لاطھیوں اور ڈنڈوں سے ایسی پٹائی کرتے۔ کہ وہ تجدید و احیائے دین کی عمارت و مہم سے نیچے آگرتی۔ ہم انشاء اللہ اگے ایک پوری فصل میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کریں گے۔ جہاں ابن کثیر کی بقیہ عبارت انشاء اللہ درج ہوگی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اَعْتَرَا ضَ سُوْر

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خاتمہ (مؤدودی)

خلافت و ملوکیت:

ملوکیت کا آغاز اسی قاعدہ کی تبدیلی سے ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت اس نوعیت کی خلافت نہ تھی کہ مسلمانوں کے بنانے سے وہ خلیفہ بنے ہوں۔ اور اگر مسلمان ایسا کرنے پر راضی نہ ہوتے تو وہ نہ بنتے۔ بہر حال وہ خلیفہ بننا چاہتے تھے۔ انہوں نے رط کر خلافت حاصل کی مسلمانوں کے راضی ہونے پر ان کی خلافت کا انحصار نہ تھا۔ لوگوں نے ان کو خلیفہ نہیں بنایا۔ وہ خود اپنے زور سے خلیفہ بنے۔ اور جب وہ خلیفہ بن گئے۔ تو لوگوں کے لیے بیعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اُس وقت اگر ان سے بیعت نہ کی جاتی۔ تو اس کا نتیجہ یہ نہ ہوتا کہ وہ اپنے مصلحت سے ہٹ جاتے۔ بلکہ اس کے معنی خونریزی اور برہنہ کی تھی۔ جسے امن و نظم پر ترجیح نہیں دی جاسکتی تھی۔ اس لیے امام حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری ربیع الاول ۴۰ھ کے بعد تمام صحابہ و تابعین اور مسلمانوں نے ان کی بیعت پر اتفاق کیا۔ اور اس کو عام الجماعت اس بنا پر قرار دیا۔ کہ کم از کم باہمی خانہ جنگی تو ختم ہوئی۔ حضرت معاویہ خود بھی اس پوزیشن کو اچھا طرح سمجھتے تھے۔ اپنے زمانہ خلافت کے آغاز میں انہوں نے مدینہ طیبہ

میں تقریر کرتے ہوئے خود فرمایا۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي وَاللَّهِ مَا وَكَيْتُ أَمْرَكُمْ حِينَ وَكَيْتُهُ
وَأَنَا أَعْلَمُ نَكْرًا لِقِسْرُونِ بَوْلَايَتِهِ وَلَا تَحِبُّونَهَا
وَأَنِّي لَعَالِمٌ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ مِنْ ذَلِكَ وَلَكِنِّي خَا
سَتُكُمْ بِسَيِّئِي هَذَا أَمَّا خَالِسَةً وَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي
أَقْوَامٍ بِحَقِّكُمْ كَلِمَةً فَارْتَضَوْا مِنِّي بِبَعْضِهِ -

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۳۲) وکھڑے ترجمہ معاویہ

ترجمہ یعنی بخدا میں تمہاری زمام کار اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اس بات سے
ناواقف نہ تھا کہ تم میرے برسرِ اقتدار آنے سے خوش نہیں ہو۔ اور
اسے پسند نہیں کرتے۔ اس معاملہ میں جو تمہارے دلوں میں تھا اسے
میں خوب جانتا ہوں۔ مگر میں نے اپنی اس تلوار کے دور سے تم
کو مغلوب کر کے اسے لیا ہے۔ اب اگر تم یہ دیکھو کہ میں تمہارا حق
پورا پورا ادا نہیں کر رہا ہوں تو تھوڑے پر مجھ سے راضی ہو۔

(خلافت و ملوکیت ص ۱۵۸ تا ۱۵۹)

تردیدِ اوّل

اس اعتراض میں چار امور اور ان کے ترتیب

جوابات

مذکورہ حوالہ سے دراصل چار باتیں ایسی ذکر کی گئیں۔ جن کے ذریعہ مودودی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو موردِ طعن ٹھہرایا ہے۔

امراؤل : امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافتِ لڑکر حاصل کی تھی۔

امردوم : ان کی بیعت عوام نے اس لیے کی تاکہ خون ریزی سے بچا جاسکے۔

امرسوم : آپ کے دورِ خلافت کو عام الجماعت اس لیے کہا گیا۔ کہ اس میں خانہ جنگی ختم ہوئی تھی۔

امرچہارم : لوگوں کی ناراضگی کا امیر معاویہ کو بھی علم تھا۔

جوابِ امراؤل :

”خلافتِ لڑکر حاصل کرنا، دراصل اس جملہ سے مودودی یہ کہنا چاہتا ہے

کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل نہ تھے۔ انہوں نے اپنی اہلیت لائٹھی

کے زور سے منوائی۔ اہلیت کا جہاں تک تعلق ہے۔ امیر معاویہ خلافت کے

ہر دور میں اس کا وہاں منوا چکے تھے۔ فاروقِ اعظم نے انہیں شام کا گورنر مقرر

کیا۔ دور عثمانی میں بدستور آپ شام کے گورنر رہے۔ گویا بیس سال تک یہ گورنری

کے عہدہ پر فائز رہے۔ اور ان کی برطرفی یا معزولی نہ ہوئی۔ نہ ہی ان کے خلاف عوام کی طرف سے کوئی ایسی شکایت سننے میں آئی۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دست برداری فرمائی۔ اس کے بعد سے بیس سال تک پوری مملکت اسلامیہ کے امیر و خلیفہ رہے۔ اگر لڑکر اپنی اہلیت ثابت کرتے تو اتنا طویل عرصہ امن و امان سے نہ گزرتا۔ آپ کے دورِ خلافت میں امن و انصاف کی حضرات صحابہ کرام نے بھی گواہی دی۔ ابن کثیر کے الفاظ سے سنئے۔

البدایۃ والنہایۃ:

قَالَ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا بِكَيْرٍ عَنْ بَشْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا بَعْدَ عُثْمَانَ أَقْضَى بِحَقِّ مَنْ صَاحِبَ هَذَا الْبَابِ يَعْنِي مَعَاوِيَةَ

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۱۳۳)

ترجمہ: حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عثمان غنی کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر صحیح فیصلہ کرنے والا نہیں دیکھا۔ خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کرنے کی کیفیت ابن کثیرؒ پر لوں بیان کی۔

وَاللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ مَا كُنْتُ لَأُخَيِّرَ بَيْنَ اللّٰهِ وَخَلْقِهِ
إِلَّا اِشْتَرْتُ اللّٰهَ عَلٰی خَلْقِهِ مَقَاسَ سَوَآءٍ۔

فدا کی قسم! جب بھی مجھے اللہ اور اس کے غیر کے درمیان فیصلہ کرنے کے بارے میں اختیار دیا گیا۔ تو میں نے غیر کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حق میں فیصلہ کرنا پسند کیا۔ یعنی کسی کی حق تلفی نہیں کی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات

کے مطابق فیصلہ کرتا رہا۔

مودودی نے خود دھوکہ کھایا۔ اور عوامِ قارئین کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی لڑائی ضرور ہوئی تھی۔ لیکن خلافت کے حصول پر نہیں بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلہ میں تھی۔ رافضی جو مودودی سے کہیں بڑھ کر امیر معاویہ کے دشمن ہیں۔ یہ اعتراض انہیں بھی نہ سوجھا۔ انہوں نے بھی لڑائی کی یہی وجہ بیان کی۔

انج البلاغہ وغیرہ کتب میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

نیرنگ فصاحت :-

اکثر شہروں کے معززین کو حضرت علی نے یہ خط تحریر فرمایا ہے۔ جس میں ماجرائے جنگ صفین کا بیان ہے۔ ہماری اس ملاقات یعنی لڑائی کی ابتداء جو اہل شام کے ساتھ واقع ہوئی کیا تھی۔ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک ہے۔ رسول ایک ہے۔ دعوت اسلام ایک ہے۔ جیسے وہ اسلام کی طرف لوگوں کو بلا تے ہیں۔ ویسا ہی ہم بھی خدا پر ایمان لانے اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے میں ان پر کسی فضیلت کے خواہاں نہیں۔ نہ وہ ہم پر فضل زیادتی کے طلب گار ہیں ہماری حالتیں بالکل یکساں ہیں۔ مگر وہ ابتداء یہ ہوئی۔ کہ خون عثمان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ حالانکہ ہم اس سے بری تھے۔ (نیرنگ فصاحت ص ۶۷ مطبوعہ یوسفی دہلی)

معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کے درمیان جو لڑائی ہوئی۔ وہ حصولِ خلافت کے لیے نہ تھی۔ بلکہ حضرت عثمان کے خون کے مطالبہ پر ہوئی تھی۔ اس میں حضرت امیر معاویہ کا مطالبہ تھا۔ کہ قاتلانِ عثمان کو اس ناحق قتل کی سزا فوراً ملنی چاہیے۔ لیکن حضرت علی کچھ مہلت دینے کو بہتر سمجھتے تھے

امیر معاویہ کی یہ اجتہادِ غلطی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بعض روایات کے مطابق وہ لوگ جو قاتلانِ عثمان میں سے تھے۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ کی فوج

میں تھے۔ بلکہ بعض کو بعد میں گورنری بھی دی گئی ہے۔ جیسا کہ مالک بن اشتر اور محمد بن ابی بکر ہیں۔ مودودی بھی تسلیم کرتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ پر دوسرے اعتراضات کے جوابات بن سکتے ہیں۔ لیکن ان دونوں کو گورنری سپرد کرنے کا اعتراض اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ گو بخود تسلیم ہے۔ کہ کچھ امور علی المرتضیٰ کے ایسے تھے جو مجھے سمجھ نہیں آئے۔ بہر صورت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن عاص اور طلحہ و زبیر ایسے حضرات کی رائے یہ تھی۔ کہ قاتلان عثمان سے فوراً قصاص لیا جائے اس بات پر لڑائی ہوئی۔ اس کے علاوہ اور کوئی لڑائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن کے وقت یا ان کے بعد یا ان سے پہلے لڑی ہو۔ تو اس کی نشاندہی مودودی کے ذمہ ہے۔ ایک لڑائی ہوئی تھی۔ اس کی وجہ شیعہ سنی دونوں کتب میں یہی ہے۔ کہ جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ محض فرضی باتوں سے ایک جلیل القدر صحابی پر اتہام ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

جواب امر دوم:

وہ لوگوں نے امیر معاویہ کی بیعت خونریزی سے بچنے کے لیے کی «نہایت قیمتی اور گندی ذہنیت کی عبارت ہے۔ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے جب تک امیر معاویہ کی بیعت نہ کی تھی۔ اس وقت تک کسی نے ان کی بیعت نہ کی۔ جب امام حسن کو واضح ہوا۔ کہ میرے شیعہ غدار ہیں۔ اور اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد پر بھی نظر تھی۔ کہ میرا یہ بیٹا دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ تو انہوں نے صلح و صفائی سے امیر معاویہ کی بیعت کر لی۔ اور اپنی خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ اگر امیر معاویہ کی سیرت اور کردار یزید کی طرح ہوتا۔ تو یہ دونوں بھائی اپنے ساتھیوں سمیت کبھی بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو کر ان کی بیعت نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ لوگوں کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے

بیعت کرنا کسی خون ریزی سے بچنے کی خاطر نہ تھا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حسنین کریمین نے ان کی بیعت کر لی تھی۔

بغض و حسد کی وجہ سے مودودی کا اپنا ذہنی توازن بھی درست نہ رہا۔ اور ایک ہی حملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، حضرت صحابہ کرام کی شخصیات اور امیر معاویہ ایسے جلیل القدر خلیفہ سے اپنا مخفی بے رنگ کالا۔ ابتداء میں یہ کہا۔ کہ لوگوں نے خون ریزی سے بچنے کی خاطر بیعت کی۔ یعنی وہ راضی نہ تھے۔ پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ..... تمام صحابہ و تابعین اور صلحا امت نے ان کی بیعت پر اتفاق کیا۔ گویا یہ بیعت اجماع امت کے طور پر تھی۔ اگر یہی بات درست مان لی جائے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ اس وقت کے موجود تمام صحابہ و تابعین اور صلحائے امت نے غلط بات پر اتفاق کیا۔ اور ان کا ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے خلاف ہو گا۔ آپ فرماتے ہیں: ”میری امت گمراہی پر اکٹھی نہ ہوگی“، اگر گمراہی پر اتفاق کیا جائے۔ تو صرف امیر معاویہ نہیں بلکہ اس وقت کے تمام اکابر مسلمانوں کو گمراہ کہنے کی جسارت کی جا رہی ہے۔ اور اگر ان کا اتفاق و اجماع صحیح تھا۔ تو پھر حضرت امیر معاویہ کی خلافت کو وہ اجماعی طور پر مستم خلافت تسلیم کرنا پڑے گا۔ جو مودودی کے لیے زہر قاتل ہے۔ صحابہ کرام کی گستاخی، تابعین سے بے باکی اور احادیث رسول کی بے ادبی سب منظور، لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام لگانے سے باز نہیں آئیں گے؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب امر سوم:

”عام الجماعت“، نام اس لیے رکھا گیا۔ کہ خانہ جنگی نہ ہوئی، یہ بھی سراسر دھوکہ اور کذب بیانی ہے۔ لوگوں کا ڈر کہ امیر معاویہ کی بیعت کرنا اس کا

جواب گزر چکا ہے۔ اس کا دوسرا حصہ کہ جب ڈر کے مارے بیعت ہو گئی تو خانہ جنگی نہ ہوئی۔ یہ اس کا نتیجہ ہے۔ جب دلیل ہی بے معنی اور غلط ہے تو پھر اس کا نتیجہ بھی ویسا ہی ہو گا۔ ”عام الجماعت“ کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ جس طرح پہلے خلفاء کے دور میں مسلمان متفق اور متحد ہو کر فتوحات کے دروازے کھول چکے تھے۔ درمیان میں کچھ روکاؤں میں آنے کی وجہ سے یہ سلسلہ رک گیا۔ اب جبکہ تمام مسلمانوں نے بالاتفاق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ تسلیم کر کے ان کی بیعت کر لی تھی تو اس اتفاق کی وجہ سے نظریہ اُربا تھا کہ فتوحات کا دور پھر شروع ہو گا۔ تو عام الجماعت اس لیے ہوا کہ اب تمام مسلمانوں کا اتفاق و اتحاد ہو گیا تھا۔ یہی بات ابن کثیر نے لکھی ہے۔

البدایۃ والنہایۃ؛

قَالَ أَبُو زُرْعَةَ عَنْ دَحْيَمٍ عَنْ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ
 بَنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ لَقِيَ قَتِيلَ حِثْمَانَ لَمْ
 يَكُنْ لِلنَّاسِ غَايَةٌ تَغْزُوا - حَتَّى كَانَ
 عَامَ الْجَمَاعَةِ فَأَغْزَا مَعَاوِيَةُ أَرْضَ الرُّومِ
 سِتَّةَ عَشَرَ عَزْرَةً.

البدایۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۱۳۳

ترجمہ: جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔ تو لوگوں میں جہاد کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اور کوئی لڑائی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ جب عام الجماعت آیا۔ تو حضرت امیر معاویہ نے ارض روم پر سولہ مرتبہ جہاد کیا۔

اسی بات کو بطریقہ احسن و اکمل علامہ زہبانی نے بیان کیا ہے۔

شواہد الحق:

وَمَعَاوِيَةَ مَعَ فَضْلِ الصُّعْبَةِ لَهُ حَسَنَاتٌ
كَثِيرَةٌ لَا تُعَدُّ وَلَا تُحَدُّ مِنْ أَنْجِدَهَا جِهَادُهُ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِمَّا بِنَفْسِهِ وَإِمَّا بِجَيْوشِهِ حَتَّى
فَتِحَتْ بِلَادٌ كَثِيرَةٌ وَصَارَتِ الدِّارُ إِسْلَامًا بَعْدَ
أَنْ كَانَتْ دَارَ كُفْرٍ وَبَسْبِهِ دَخَلَ إِلَى الْإِسْلَامِ
أَكْثَرُ أَكْثَرِ كَثِيرَةٍ مِمَّنْ اسْلَمُوا عَلَى يَدِهِ وَيَدِ
جَيْوشِهِ وَمِنْ ذَرَارِ يَوْمِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَهُ
مِثْلُ حَسَنَاتِهِمْ أَجْمَعِينَ۔

دشواہد الحق صفحہ نمبر ۱۳۵ فصل ۱۱۱ امیر معاویہ فی نہدینا مطبوعہ مصر
ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی ہونے کے علاوہ اور بہت سے
فضائل حاصل تھے۔ ان تمام میں سے عظیم کی جہاد تھا۔ آپ نے
بفہم بھی اور اپنے لشکر کے ساتھ دونوں طرح جہاد کیا۔ جس کی وجہ سے
بہت سے علاقہ جات فتح ہوئے۔ اور اب وہ دارالکفر کی بجائے
دارالاسلام کہلاتے لگے۔ اور ان کی وجہ سے لاکھوں کروڑوں افراد
علاقہ یگوش اسلام ہوئے۔ کچھ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اور کچھ
ان کے لشکریوں کے ہاتھوں پر۔ پھر ان کی اولاد اور اولاد قیامت
تک مسلمان چلے آ رہے ہیں۔ ان تمام کی مجموعی نیکیاں حضرت امیر معاویہ
کے نامہ اعمال میں ہوں گی۔

جواب امر چہارم:

”و لوگ امیر معاویہ کی بیعت پر خوش نہیں تھے، مودودی نے البدایہ والنہایہ کی عبارت درج کرتے وقت چالاکی یہ کی۔ کہ درمیان سے کچھ عبارت جان بوجھ کر چھوڑ دی۔ تاکہ جو مقصد اس کے سامنے تھا۔ اُسے ثابت کرنے میں آسانی ہے اگر یہ بددیانتی اور چالاکی نہ کی جاتی۔ تو وہ مفکر اسلام، کے لیے امیر معاویہ کی ذات پر الزام تراشی کرنے میں وقت محسوس ہوتی۔ ایسے اس ڈھول کا پول کھولیں۔ مکمل عبارت ملاحظہ ہو۔

البدایة والنهاية:

قال محمد بن سعد حدثنا خالد ابن مخلد
البحلي حدثنا سليمان بن بلال حدثني
علقمة ابن ابي علقمة عن امة قالت قدِمَ
معاوية ابن ابي سفيان المدينة فآوَسَلَّ اِلَى
عائشة عَنْ اَرْسَلِي بِاَنْبِجَانِيَّةٍ رَسُوْلُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَعْرِمَ فَأَرْسَلْتُ بِهِ
مَعِيْ اَحْمِلُهُ حَتَّى دَخَلْتُ بِهِ عَلَيْهِ حَتَّى
فَأَخَذَ الْاَنْبِجَانِيَّةَ فَاَلْبَسَهَا وَأَخَذَ شَعْرَهُ
فَدَغَابَ مَاءً فَغَسَلَهُ وَشَرِبَهُ وَأَفَانَا اِلَى جِلْدِهِ
وَقَالَ الْاَصْمَعِيُّ عَنِ الْهَزَلِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ لَمَّا
قَدِمَ مَعَاوِيَةُ الْمَدِيْنَةَ عَامَ الْجِسَاعَةِ تَلَقَّاهُ
رِجَالٌ مِنْ وَحْبُوْهُ قَرَأَتْ فِيْ قَمَائِكِهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي

أَخَذَ نَصْرَكَ وَأَعْلَى أَمْرِكَ فَمَارَدَ عَلَيْهِمْ حَقًّا أَبَا
حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ فَقَصَدَ الْمَسْجِدَ وَوَعَلَا
الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَاشْتَفَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَا بَعْدُ
..... إِلَى الْآخِرِ

(البداية والنهاية جلد ۷ ص ۱۳۲)

ترجمہ: علقمہ اپنی والدہ سے روایت کرتا ہے کہ میری والدہ نے بیان کیا۔
جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے سیدہ
عائشہ صدیقہ کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر
شریف اور آپ کے بال مبارک دیئے جائیں۔ تو مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا
نے میرے ہاتھ پر دو نوں امیر معاویہ کے پاس بھیجیں۔ جب میں ان کے
پاس پہنچی۔ تو انہوں نے چادر شریف لے کر تبرگہ اوڑھ لی۔ اور بال شریف
ہاتھ میں لیا۔ اور پانی منگوا کر اسے بال شریف سے متبرک کر کے غسل
کیا اور کچھ پی لیا۔ اور بقیہ جسم پر کل لیا۔ اُمّی نے ہزلی سے اور انہوں نے
شعبی سے بیان کیا ہے۔ کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ
تشریف لائے۔ وہ سال عام الجماعة کا تھا۔ تو انہیں قریش کے جانے
پہچانے افراد ملے۔

انہوں نے انہیں کہا۔ اس اللہ پاک کے لیے تمام تعریفیں جس نے
تمہاری مدد کی اور تمہارا معاملہ بلند کر دیا۔ یہ سن کر امیر معاویہ نے اُن کا
کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بعد
مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ یہاں منبر پر چڑھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی
حمد و ثناء کے بعد کہا۔ قارئین کرام یہ ہے پوری عبارت لہذا یہ

البدایۃ والنبایۃ کی پوری عبارت اس عبارت کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے۔ جو مودودی نے ذکر کی ہے۔ تو ایک عام آدمی بھی اس سے یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ اس عبارت سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عوام کے نہ چاہتے ہوئے زبردستی ان کے خلیفہ بن گئے۔ بلکہ اس کے خلاف یہ بات ماننے آتی ہے۔ کہ آپ کا منصب خلافت سنبھالنے کے بعد پہلی مرتبہ مدینہ منورہ تشریف لانا، اس پر اہل مدینہ کے مشاہیر نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اور آپ کی تعریف کی۔ اور آپ کی کامیابی یا خلافت ملنے پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ بھلا زبردستی خلیفہ بننے والا ان تعریفی کلمات کا مستحق ہوتا ہے؟ ہاں اگر یہ کہا جائے۔ کہ یہ تعریفی کلمات کہنے والے امیر معاویہ کے نزدیک تھے۔ منافق تھے۔ اور موقع پرست تھے۔ تو مودودی کی بات ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن ان قریشی مشاہیر کو پھر اسلام سے خارج کرنا پڑے گا۔ اور ان پر منافقت کا لیبل چسپاں کرنا پڑے گا۔ اور صحابیت و تابعیت کے اوصاف سے یکسر محروم کرنا پڑے گا۔ کیا بعید کہ مودودی اپنے مذموم مقاصد کی خاطر یہ سب کچھ مانتا ہو لیکن کہنے سے ڈرتا ہو۔ جب امیر معاویہ ایسے بزرگ صحابی کو وہ اپنی علمی طاقت سے لٹا ڈیا۔ تو پھر اس سے کیا بعید کہ ان سردارانِ قریش کے بارے میں وہ سب کچھ مان لے جو ہم نے ان کا ابھی بیان کیا۔ وسیع علما الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

راہی یہ بات کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زبردستی خلیفہ نہ بنے تھے۔ تو آپ نے دورانِ خطبہ یہ الفاظ کیوں کہے یہ میں جانتا ہوں۔ کہ تم میرے خلیفہ بننے پر خوش نہیں ہو رہے، تو اس کا جواب تو خود اسی عبارت کے اندر موجود ہے۔ وہ یہ کہ اگر ناخوش تھے۔ تو انہوں نے امیر معاویہ کے خلیفہ بننے پر اللہ کی حمد و ثنا کی صورت میں خوشی کا اظہار کیوں کیا۔؟ کیونکہ یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ

دو ذوں کا مطلب جو ملتا جلتا نکل سکتا ہے۔ وہ یہ کہ آپؐ نے اُن کی تعریفی باتیں سن کر فوراً اس کے بدلہ میں کوئی کلمہ نہ کہا۔ بلکہ مسجد نبویؐ میں منبر پر تشریف لا کر پھر اُن کے تعریفی کلمات کا جواب دیا۔ اس انداز کی تعبیر یہ ہے۔ کہ آپؐ نے ان کے ادا شدہ کلمات پر اعتماد اور اعتقاد کا موقعہ بہم کیا۔ کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا واقعی تم اس پر قائم ہو۔ اور میں واقعی ویسا ہوں۔ جیسا کہ تم سمجھتے ہو۔ جب اس کی تسلی ہو چکی۔ تو آپؐ نے مذکورہ کلمات کہے۔ ایسے حالات میں ایسے کلمات کہنا دراصل انکساری اور تواضع کا مظہر ہوتے ہیں۔ نہ کہ حقیقت مراد ہوتی ہے۔ اس کے کئی ایک شواہد قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ مودودی وغیرہ کو اس بارے میں وہ حدیث یاد کرنی چاہیئے تھی جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی وجہ سے فرمایا۔ جاؤ ابو بکرؓ کو کہو کہ وہ نماز پڑھاٹے۔ اس پر سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا۔ حضور جب وہ مصلیٰ کو آپؐ سے خالی پائیں گے۔ تو برداشت نہ کر سکیں گے۔ اس لیے آپؐ امامت کا حکم فاروقِ اعظمؓ کو دیں۔ تو اس سے اگر کوئی یہ معنی نکالے۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خود ان کی صاحبزادی اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہہ رہی ہیں۔ کہ وہ امامت نہیں کرا سکتے۔ یعنی وہ اس منصب کے اہل نہیں ہیں۔ تو اس سے بڑا بے وقوف اور نابالغ کون ہو گا۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا ایک مقصد یہ بھی تھا۔ کہ شاید کسی کے دل و دماغ میں یہ بات اُٹے۔ کہ ابو بکرؓ کو امامت کا حکم خواہ مخواہ دیا گیا۔ کوئی التزام اور تکرار نہیں تھا۔ اس لیے آپؐ نے دوبارہ عرض کی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ جاؤ! میرا حکم یہی ہے کہ ابو بکرؓ نماز پڑھاٹے۔ اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انکساری اور تواضع بجا لاتے ہوئے مذکورہ الفاظ کہے تھے۔ لیکن مودودی ان الفاظ کو ان پر الزام کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ اس خطبہ کے مخاطب جب ان الفاظ سے امیر معاویہؓ کی کمر نفسی سمجھ رہے ہیں۔ اور ان کی بعد میں بھی تعریفیں کر رہے ہیں۔ تو پھر کسی ایرے غیرے

و اپنی طرف سے مطلب، نکالنے کی کیا تکلیف تھی۔ حضرت سعد بن وقاص نے جو جیتے جی بنتی تھے۔ ان کے متعلق فرمایا۔ کہ حضرت عثمان کے بعد صحیح حتی دار فیصلہ کرنے والا امیر معاویہ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں دیکھا۔ قارئین کرام یہ تھی حقیقت اس خطبے کی جسے مودودی نے باعث الزام بنایا۔ اور ادھر ادھر کی لالچیں باتیں بنائیں۔

تردید دوم

ابن حجر مکی کے قلم سے

صواعق محرقہ،

و تَأَمَّلْ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَنَا بِمَا
يَأْتِيكَ بِمِلْكٍ وَأَمْرُهُ بِالْإِحْسَانِ تَجِدُ فِي الْحَدِيثِ
إِشَارَةً إِلَى صِحَّةِ خِلَافَتِهِمْ وَأَنَّهَا حَقٌّ بَعْدَ أَتَمِّ
مِثَالِهِ بِنَزْوِ لِلْحَسَنِ لَهُ عَنْهَا فَإِنَّ أَمْرَهُ
بِالْإِحْسَانِ الْمُرْتَبِعَ عَلَى الْمُلْكِ يَدُلُّ عَلَى حَقِيقَةِ
مَلِكِيَّةٍ وَخِلَافَتِهِمْ وَصِحَّةِ تَصَرُّفِهِمْ وَلِقُودِ
أَفْعَالِهِ مِنْ حَيْثُ بَصَحَّةِ الْخِلَافَةِ لَا مِنْ حَيْثُ
الْمُتَغَلَّبِ لِأَنَّ الْمُتَغَلَّبَ فَاسِقٌ مُعَاقَبٌ لَا يَسْتَحِقُّ
أَنْ يُبَشَّرَ وَلَا أَنْ يُؤْمَرَ بِالْإِحْسَانِ فِي مَا تَغَلَّبَ
عَلَيْهِ بَلْ إِنَّمَا يَسْتَحِقُّ الرِّجْزَ وَالْمَقْتِ
وَالْإِعْلَامَ بِقَبِيحِ أَعْمَالِهِ وَفَسَادِ أَحْوَالِهِ فَلَوْ كَانَتْ

مَعَاوِيَةَ مُتَغَلِّبًا لَا شَارَ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِلَى ذَاكَ أَوْ صَرَّحَ لَهُ بِهِ فَلَمَّا لَمْ يُشِرْ لَهُ فَضْلًا
عَنْ أَنْ يُصَرَّحَ إِلَّا بِمَا يَدُلُّ عَلَى حَقِيقَةِ مَا هُوَ
عَلَيْهِ عِلْمُنَا أَنَّهُ بَعْدَ نَزُولِ الْحَسَنِ لَهُ خَلِيفَةٌ
حَقٌّ وَإِمَامٌ صِدْقٍ وَيُشِيرُ إِلَى ذَاكَ كَلَامُ أَخِي
فَقَدْ أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ عَسَاكِرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ
سُوَيْدٍ الْأَرْمَنِ قَالَيْنِ قُلْتُ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ
مِنَ الْخُلَفَاءِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ
قَالَتْ فَمَعَاوِيَةُ قَالَ لَمْ يَكُنْ أَحَدًا أَحَقُّ بِالْخِلَافَةِ
فِي نَعْمَانٍ عَلِيٍّ مِنْ عَلِيٍّ فَأُفْهِمُكُمْ لِمَا إِنَّ مَعَاوِيَةَ بَعْدَ
زَمَانٍ عَلِيٍّ آتَى وَبَعْدَ نَزُولِ الْحَسَنِ لَهُ أَحَقُّ النَّاسِ
بِالْخِلَافَةِ - (صواعق محرقه ص ۲۱۹ مطبوعه

مصر ۱۳۸۵ھ ومن اعتقاد اهل السنة والجماعة)

ترجمہ: ذرا غور تو کر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ خبر دی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
حاکم بنیں گے۔ اور آپ نے انہیں احسان کا بھی حکم دیا۔ یہ حدیث
پاک تھی یہ بتلاتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت
”خلافت حقہ“ تھی۔ اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست بردار ہو
جانے کے بعد ان سے بڑھ کر امارت و خلافت کا اور کوئی حق دار
نہ تھا۔ کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں احسان کا حکم دینا
اور وہ بھی جو حکومت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس امر پر دلالت
کرتا ہے۔ کہ ان کی حکومت و خلافت حق تھی۔ اور ان کے تصرفات

بھی حق تھے۔ اور ان کے احکامات بھی خلافت کے صحیح ہونے کی وجہ سے صحیح تھے۔ یہ نہیں کہ آپ نے ان کی تعریف اس لیے فرمائی۔ کہ وہ بزورِ خلیفہ بن گئے۔ کیونکہ زبردستی خلیفہ دامیر بننے والا فاسق اور قابلِ سزا ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ اسے خوش خبری کا حق دار سمجھنا چاہیے۔ اور نہ ہی ایسے کو احسان کا حکم دیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ تو زجر اور سزا کا حق دار ہوتا ہے۔ اور بُرے کاموں اور کرتوتوں کی بنا پر اس کی تشہیرِ ضروری ہوتی ہے۔ لہذا اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زبردستی خلیفہ بنے ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف ضرور اشارہ فرماتے یا اس کی تصریح فرمادیتے۔ اور جبکہ آپ نے اس طرف اشارہ نہ فرمایا۔ چہ جائیکہ تصریح ملے بلکہ آپ نے ان کی خلافت کی حق ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ تو اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست بردار ہونے کے بعد وہی خلیفہ برحق اور امامِ صدق تھے۔ امام احمد کا کلام بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے بیہقی اور ابنِ عساکر نے ابراہیم بن سوید ارمینی سے بیان کیا کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا۔ خلیفہ کون کون تھے؟ کہنے لگے۔ ابو بکر، عمر، عثمان اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم میں نے پوچھا معاویہ؟ کہنے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ کے زمانہ میں علی المرتضیٰ سے بڑھ کر کوئی دوسرا خلیفہ بننے کا حق دار نہ تھا۔ تم احمد بن حنبل کی یہ بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ ان کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کے زمانہ یعنی امام حسن کی دست برداری کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی امامت و خلافت کے زیادہ حق دار تھے۔

وفکر یہ: ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ متدرجہ کے حوالہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امارت کو مدح و صدق ثابت کیا۔

حضور نے ان کے بارے میں ہادی اور مہدی بنائے جانے کی اللہ سے دعا کی تھی۔ اور آپ نے انہیں حاکم ہونے کی بشارت دی اور تاکید کی کہ احسان کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا منظور و قبول فرما کر امیر معاویہ کو ہادی اور مہدی بنایا۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے خیر بھی فرمائی۔ ان اور ان جیسی دیگر احادیث سے امیر معاویہ کی خلافت دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی اور دعاؤں کا نتیجہ تھی۔ اب مودودی وغیرہ سے کوئی پوچھے کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فاسق اور ظالم کے لیے بشارت دی۔ اور اس کے لیے ہادی اور مہدی ہونے کی دعائیں فرمائیں؟ ابن حجر مکی نے ان تمام باتوں کی تردید فرماتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو احادیث مصطفوی کا عملی نمونہ ثابت کیا۔ اور مودودی یہ کہہ رہا ہے۔ کہ زبردستی خلیفہ بن گئے تھے۔ لوگ ان کی خلافت پر ہرگز راضی نہ تھے وغیرہ وغیرہ۔ گویا مودودی نے سلف صالحین کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بھی کوئی اہمیت نہ دی۔ اور محض اپنے مذموم مقصد کے اثبات کے لیے ان تمام منکرات کا ارتکاب کیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض چہارم

امیر معاویہ نے آزادی رائے کا خاتمہ کر دیا
(مودودی)

خلافت و ملوکیت:

اس دور کے تغیرات میں سے ایک اور اہم تغیر یہ تھا۔ کہ مسلمانوں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آزادی سلب کر لی گئی۔ حالانکہ اسلام نے اُسے مسلمانوں کا صرف حق نہیں بلکہ فرض قرار دیا تھا۔ اور اسلامی معاشرہ و ریاست کا صحیح راستہ پر چلنا اس پر منحصر تھا۔ کہ قوم کا ضمیر دندہ اور اس کے افراد کی زبانیں آزاد ہوں۔ ہر غلط کام پر بڑے بڑے آدمی کو ٹوک سکیں۔ اور حق بات پر ملا کہہ سکیں۔ خلافت راشدہ میں لوگوں کی یہ آزادی پوری طرح محفوظ تھی۔ خلفائے راشدین اس کی نہ صرف اجازت دیتے تھے۔ بلکہ اس پر لوگوں کی ہمت افزائی کرتے تھے ان کے زمانے میں حتیٰ بات کہنے والے ڈانٹ اور دھمکی سے نہیں تعریف و تحسین سے نوازے جلتے تھے۔ اور تنقید کرنے والوں کو دبا یا نہیں جاتا تھا۔ بلکہ ان کو معقول جواب دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ لیکن دورِ ملوکیت میں ضمیروں پر غفل چڑھا دیئے گئے۔ اور زبانیں بند کر دی گئیں۔ اب قاعدہ یہ ہو گیا کہ مونہ کھولو تو تعزیر

کے لیے در نہ پتہ رہو۔ اور اگر تمہارا ضمیر ایسا ہی زوردار ہے کہ تم حق گوئی سے باز نہیں رہ سکتے تو قید اور قتل اور کوڑوں کے لیے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ جو لوگ بھی اس دور میں حق بولنے اور غلط کاریوں پر ٹوکنے سے باز نہ آئے ان کو بدترین سزائیں دی گئیں۔ تاکہ پوری قوم دہشت زدہ ہو جائے۔ اس نئی پالیسی کی ابتداء حضرت معاویہ کے زمانہ میں حضرت حجر بن عدی کے قتل سن ہجری ۱۵ سے ہوئی۔

(خلافت و ملوکیت ص ۱۶۳)

جواب :-

گزشتہ الزام کے تحت ہم ان احادیث کا اجمالاً ذکر کر چکے ہیں۔ جن سے حضرات ائمہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امارت کو مدعی صدق، ثابت کیا ہے۔ ان میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امیر معاویہ کے بارے میں ایک دعا بھی تھی۔ اے اللہ! اسے ہادی اور مہدی بنا۔ جب بات مودودی وغیرہ کو بھی تسلیم ہے۔ کہ آپ کی ذات مستجاب الدعوات تھی۔ اور یہ کہ مذکورہ دعا آپ کی اللہ نے قبول فرمائی۔ تو پھر خدا جانتے انہیں کیا سانپ سونگھ گیا ہے۔ کہ جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مودودی و مہدی،، فرمائیں۔ یہ انہیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا مخالف ثابت کریں۔ کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے روکنے والا ہادی و مہدی ہوتا ہے۔؟ لہذا معلوم ہوا۔ کہ مودودی کا یہ الزام احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتا ہے۔ اس لیے مردود و نامقبول ہے۔ اب دوسری طرف آئیے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے امیر معاویہ صیغہ خلیفہ ہو گئے۔ تو کیا ان کی زندگی مودودی اور مہدی،، کی نمونہ تھی؟ یعنی کیا انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنایا۔ یا بقول مودودی اس پر

بندش لگادی؟ اور یہ کہ کیا اپنے حق سننا موقوف کردیا۔ اور کسی کو حق بات کہنے کی اجازت نہ دی؟ دو تین حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

تطہیر الجنان:

مِنْهَا مَا جَاءَ بِسَنَدٍ رَجَالُهُ ثِقَاتٌ أَنَّهُ خُطِبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
فَقَالَ إِنَّمَا الْمَالُ مَا لَنَا وَالْفَيْ فَيُنَافِمَنْ شِئْنَا
مَعْنَاهُ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ ثُمَّ خُطِبَ يَوْمَ جُمُعَةٍ
الثَّانِيَةِ فَقَالَ ذَاكَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ أَيْضًا فَعَلَّ
فِي لُثَا لِيَةِ كَذَلِكَ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ
ذَلَا إِنَّمَا الْمَالُ مَا لَنَا وَالنَّبِيُّ فَيُنَافِمَنْ حَالِ
بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ حَاضِرًا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى بِأَسْيَافِنَا
فَمَضَى فِي خُطْبَتِهِ ثُمَّ لَمَّا وَصَلَ مَنَزِلَهُ أَرْسَلَ
لِلرَّجُلِ فَقَاتُوا أَهْلَكَ ثُمَّ دَخَلُوا أَفْوَ حَبْدُ وَهَجَالًا
مَعَهُ عَلَى سَرِيرٍ فَقَالَ لَهُمْ إِنَّ هَذِهِ أَحْيَا نِي أَحْيَا
اللَّهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ سَيَكُونُ مِنْ بَعْدِي أَمْرٌ يَقُولُونَ فَلَا يَرُدُّ
عَلَيْهِمْ يَتَنَاحَسُونَ فِي النَّارِ كَمَا تَنَاحَسُ الْقِرَدَةُ
وَإِنِّي تَكَلَّمْتُ أَوَّلَ جُمُعَةٍ فَلَمْ يُرَدَّ عَلَيَّ أَحَدٌ
فَخَشِيتُ أَنْ أَكُونَ مِنْهُمْ ثُمَّ رَفِيَ الْجُمُعَةِ الثَّانِيَةِ
فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ أَحَدٌ فَقُلْتُ إِنِّي مِنْهُمْ ثُمَّ
تَكَلَّمْتُ فِي الْجُمُعَةِ الثَّالِثَةِ فَقَامَ هَذَا الرَّجُلُ
فَرَدَّ عَلَيَّ فَأَحْيَا نِي أَحْيَا اللَّهُ تَعَالَى فَنَامَلُ

فق

ف

هَذِهِ الْمُنْتَبَهَةُ الْجَدِيلَةُ الَّتِي انْقَرَفَتْ بِهَا مُعَاوِيَةُ إِذْ لَمْ
يَرِدْ عَنْ أَحَدٍ مِثْلَهَا فَرَأَى أَنَّ أَخْلَصْتَ قَصْدَكَ
وَتَحَدَّثْتَ تَحْدِيثَكَ حَمَلَكَ عَلَى أَنَّكَ تَعْتَقِدُ كَمَا
لَهُ وَتَرْضَى عَنْهُ وَتَعْلَمُ أَنَّكَ كَانَتْ حَرِيصًا عَلَى الْعَمَلِ
لَمَّا سَبَعَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا أَمَرَكَ بِهِ وَإِنَّكَ كَانَتْ مِنَ الْخَائِفِينَ عَلَى
نَفْسِهِ أَنْ تُؤْخَذَ مِنْهُ أَوْ فِي أَفْرَطَتَا فَحَمَاهُ اللَّهُ
وَأَمَّنَهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ۔

(قطب الراجحان ص ۲۷ مطبوع مصر ۱۲۸۵ھ)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل میں سے ایک یہ
روایت جو ایسے راویوں کی سند کے ساتھ مروی ہے جو تمام ثقہ ہیں
واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک جمعہ کو خطبہ دیتے ہوئے یہ کہا کہ یہ
مال ہمارا مال اور یہ مال غنیمت ہمارا مال غنیمت ہے۔ لہذا جسے ہم چاہیں
اس سے منع کر دیں (ہمیں حق پہنچتا ہے) یہ سن کر کوئی اس کے خلاف
نہ بولا۔ پھر دوسرے جمعہ کو بھی آپ نے یہی کہا۔ اس واقعہ میں حاضرین
میں سے کوئی نہ بولا۔ تیسرے جمعہ کو جب ہی آپ نے کہا تو ایک آدمی
کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے کہا۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ یہ مال ہمارا سب کا
مال ہے۔ اور یہ مال غنیمت ہم تمام کا مشترک ہے۔ لہذا جو شخص ہمارے
ان حقوق کے درمیان خلل اندازی کرے گا۔ ہم اس کے خلاف
اللہ کے لیے تلواریں لے کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ آپ نے خطبہ مکمل
کیا۔ پھر جب گھر تشریف لے گئے۔ تو اس آدمی کو بلوا بھیجا۔ لوگوں

نے کہا۔ اب اس کی خیر نہیں۔ پھر جب لوگ امیر معاویہ کے پاس گئے تو دیکھا کہ آپ نے اُسے اپنے ساتھ تخت خلافت پر بٹھایا ہوا ہے آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اس شخص نے مجھے زندگی عطا کی۔ اللہ اسے زندگی دے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا۔ میرے بعد کچھ حکمران ایسے آئیں گے جن کی باتوں کو ٹکنے والا کوئی نہ ہوگا۔ وہ آگ میں ٹلے جائیں گے جیسے چھڑی آگ میں ٹلی جاتی ہے۔ میں نے پہلے روہ جمعہ کو گفتگو کی۔ اس کا کسی نے جواب نہ دیا۔ تو مجھے خوف ہوا۔ میں نے کہہیں میں بھی ان حکمرانوں میں سے تو نہیں ہوں؟ جب دوسرے جمعہ پھر وہی کچھ کہا۔ اور کوئی بھی نہ بولا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ میں انہی میں سے ہوں۔ پھر تیسرے جمعہ جب میں نے وہی کچھ کیا۔ تو یہ شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ اور میری بات کی تردید کر دی۔ سو اس نے مجھے زندگی دی۔ اللہ اسے بھی زندگی عطا کرے۔ اے پڑھنے والے! تو امیر معاویہ کی اس یکتا منقبت جلیلہ کو دیکھ کر۔ اور اس میں غور کر، تجھے معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنے میں کس قدر حریص تھے۔ اور وہ اپنی ذات کے بارے میں کس قدر خوف زدہ تھے۔ کہ کہیں اس سے کوئی معمولی سی زیادتی بھی سرزد نہ ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔ اور انہیں امن میں رکھا۔

توضیح:

یہ نا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں آزادی رائے اور اظہارِ حق کی یہ مثال تسمیر عظیم ہے۔ آپ ایسے دور میں اس بات کے لیے کوشاں تھے۔

کہ کہیں آزادی رائے کا سلب میرے دور میں نہ ہونے پائے۔ اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا مصداق نہ بن جاؤں۔ خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آزادی رائے کا اہتمام کرنے نظر آتے ہیں۔ اور لوگوں کو آزماتے ہیں۔ کہ کیا وہ اپنی رائے دینے میں ہچکچاہٹ تو محسوس نہیں کرتے۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہوا۔ کہ کچھ مردانِ خدا اب اعلانِ حق سے باز نہیں آتے۔ کہ وہ اپنی رائے دینے میں آزادی میں تو اسے اپنی زندگی قرار دیا۔ یہ واقعہ مودودی کی کج فہمی اور گستاخی کا منہ چڑا رہا ہے۔ امیر معاویہ ڈریں۔ اور مودودی ان پر وہی الزام دھرے۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کے مطابق کہ آزادی رائے سلب کرنے والے حکمران دوزخی ہیں کہ بخوبی (معاذ اللہ) مودودی کا عقیدہ یہ ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ نے اس کی ابتداء کر کے خود دوزخ کی راہ ہموار کی۔ اور بعد میں آنے والے تمام حکمرانوں (جہنہوں نے اس آزادی کو سلب کیے رکھا) کے لیے ایک بڑی مثال چھوڑنے کی وجہ سے ان تمام کا مجموعی گناہ بھی ان کے ذمہ ہے۔ آزادی رائے اور اظہارِ حق کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔

حلیۃ الاولیاء:

حدثنا احمد بن محمد بن محمد بن الفضل قال حدثنا
ابو العباس السراج قال حدثنا الزبير بن بكار
قال حدثنا عبد العزيز عن يسين بن
عبد الله بن عروہ عن ابي مسلم الخولاني
عن معاوية بن ابي سفيان انه خطب الناس
وقد حبس الخطاء شمرين او ثلاثه
فقال له ايؤم مسلم يا معاوية ان هذا المال ليس بملك ولا مال

أَبَيْكَ وَلَا مَالَ أَمِكَ فَأَشَارَ مَعَاوِيَةُ إِلَى النَّاسِ أَنْ
 امْكُثُوا وَنَزَلَ فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ يَا
 أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَبَا مُسْلِمٍ ذَكَرَ أَنَّ هَذَا الْمَالَ لَيْسَ بِمَالِي
 وَلَا بِمَالِ أَبِي وَلَا أُخِي وَصَدَّقَ أَبُو مُسْلِمٍ إِنْ سَمِعْتُ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقُولْ (الْغَضَبُ
 مِنَ الشَّيْطَانِ وَالشَّيْطَانُ مِنَ النَّارِ وَالْمَاءُ يُطْفِئُ
 النَّارَ فَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَغْتَسِلْ) أَغْدُوًا
 عَلَى عَطَايَاكُمْ عَلَى بَرَكَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ -

(حلیۃ الاولیاء جلد دوم ص ۱۳۰-۱۶۸، ابومسلم خولانی)
 ابومسلم خولانی بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہؓ نے دو تین ماہ تک لوگوں کے
 وظیفہ جات بند رکھے۔ ایک مرتبہ دورانِ خطبہ میں (ابومسلم خولانی) کھڑا
 ہو گیا۔ اور کہا۔ اے معاویہ! یہ مال نہ تیرا نہ تیرے باپ اور ماں کا
 ہے۔ یہ سن کر امیر معاویہؓ نے لوگوں سے کہا۔ اسے فرار وک رکھو۔
 اور تم خود خاموش ہو جاؤ۔ غصہ نہ کرو۔ پھر خود منبر سے اتر کر غسل کیا اور واپس
 آکر کہنے لگے۔ ابومسلم خولانی نے کہا ہے کہ یہ مال نہ میرا نہ میرے باپ
 کا اور نہ میری ماں کا ہے۔ سنو! اس نے سچ کہا ہے۔ میں نے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرمایا کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے
 اور شیطان آگ سے ہوتا ہے۔ اور پانی آگ کو بجھاتا ہے۔ لہذا جب
 تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے غسل کرنا چاہیے۔ جاؤ اپنے اپنے
 وظیفے لے لو۔ اللہ کی برکت تمہارے شامل حال ہو۔

توضیح: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امیر و خلیفہ تھے۔ ان کی موجودگی میں

بھرے مجمع میں ابومسلم خولانی نے جو کچھ کہا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ایسے الفاظ اگر مودودی کو کوئی کہتا۔ کہ امیر صاحب! لوگوں کی قربانیوں کی کھا لوں گا پیسہ، چندہ، سعودی حکومت کی مالی امداد اور دوسری مذاات سے حاصل ہونے والا پیسہ تمہارے باپ تمہاری ماں اور خود تمہارا نہیں بلکہ یہ دو ہمارا، ہے۔ کراتنی جرأت کرنے پر کسی کو معافی نہ ملتی اگر نہیں یقین آتا۔ تو ڈاکٹر اسرار، امین احسن اصلاحی اور کوثر نیازی وغیرہ مخربین کے اخراج کی وجوہات پوچھئے۔

البدایۃ والنہایۃ:

قال عبد الملك بن مروان يَوْمَ مَا ذَكَرَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ
مَا رَأَيْتُ مِثْلَهُ فِي حِلْمِهِ وَكَرَمِهِ وَقَالَ قُبَيْسُ
بن جابر مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْظَمَ حِلْمًا وَلَا أَكْثَرَ سَوَادًا
وَلَا أَبْعَدَ عِنَانًا وَلَا أَلْيَنَ مَخْرَجًا وَلَا أَزْهَبَ عَنْ
مُعَاوِيَةَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ أَسَمِعَ رَجُلًا مُعَاوِيَةَ كَلَامًا
سَيِّئًا شَدِيدًا فَقِيلَ لَهُ تَوَسَّطُوتَ عَلَيْهِ فَقَالَ
إِنِّي لَا سَتَجِي مِنَ اللَّهِ أَنْ يَضِيقَ حِلْمِي عَنْ ذَنْبِ أَحَدٍ
مِنْ رَحِيَّتِي وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا
أَمِيرَ السُّؤْمِيَّيْنِ مَا أَعْلَمُكَ فَقَالَ إِنِّي لَا سَتَجِي مِنَ اللَّهِ
أَنْ يَكُونَ جَوْمٌ أَحَدٍ أَعْظَمَ مِنْ حِلْمِي وَقَالَ
الاسْمَاعِيلِيُّ عَنْ الثَّوْرِيِّ قَالَ قَالَ مُعَاوِيَةُ إِنِّي لَا
لَا سَتَجِي أَنْ يَكُونَ ذَنْبٌ أَعْظَمَ مِنْ هَفْوِي أَوْ جَهْلٍ
أَكْبَرَ مِنْ حِلْمِي۔

توجہ: ایک دن معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذکر کے وقت عبدالملک بن مروان نے کہا۔ میں نے اُن جیسا بُرد بار اور کریم شخص نہیں دیکھا قیسہ بن جابر نے کہا کہ میں نے امیر معاویہ ایسا آدمی علیم اور تجتر سے دور نہیں دیکھا۔ وہ بہت بار عیب اور خداترس آدمی تھے۔ بعض بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ نے ایک شخص کے بارے میں سخت قسم کی باتیں سنیں۔ پھر کہا گیا۔ کہ اگر وہ آدمی تمہارے قبضہ میں آجائے؟ فرمایا۔ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے۔ کہ کہیں میری بردباری اور علم پر کسی کا گناہ غالب نہ آجائے ایک روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا۔ اسے امیر المؤمنین! آپ کتنے علیم ہیں۔ یہ سن کر آپ نے کہا۔ میں اللہ سے شرماتا ہوں کہ کسی کا جوہم میرے علم پر غالب نہ آجائے۔ سفیان ثوری بیان کرتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ کہا کرتے تھے۔ میں شرم کرتا ہوں کہ کہیں کسی کی غلطی میری معافی سے اور کسی کی نادانی میرے علم سے بڑھ نہ جائے۔

لحہ فکریہ:

بار بار خوفِ خدا کا اظہار اور اپنی رعایا کی غلطیوں کی وجہ سے غصہ کو پی جانا۔ اور لوگوں کو بھی اس کی تلقین کرنا ان باتوں کے ہوتے ہوئے آپ پر یہ الزام کراواٹی رائے سلب کر لی تھی۔ کس قدر بھیا تک الزام ہے۔ جس کا دل خوفِ خدا سے لبریز ہو۔ اور جو غلطیوں کو بھی معاف کر دینے والا ہو۔ بھلا وہ شخص اظہار حق پر ناراض ہوگا۔ اور خدا کے خوف کو رخصت کر دے گا۔ عقل کو ہتھ مارو۔ بغض کی بھی حد ہوتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دوسری نمایاں تبدیلی یہ تھی کہ دور ملوکیت کے آغاز ہی سے بادشاہ
قسم کے خلفاء نے قیصر و کسری کا طرز زندگی اختیار کر لیا۔ اور اس طریقہ
کو چھوڑ دیا۔ جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور چاروں خلفائے راشدین زندگی
بسر کرتے رہے۔ انہوں نے شاہی محلات میں رہنا شروع کر دیا۔
بادشاہی عرصہ (دربان) ان کے محلوں کی حفاظت کرنے اور ان
کے جلو میں چلنے لگے۔ حاجب اور دربان ان کے اور عوام کے درمیان
حائل ہو گئے۔ رعیت کا براہ راست ان تک پہنچنا اور ان کا خود رعیت
کے درمیان رہنا بہنا اور چلنا پھرنا بند ہو گیا۔ اپنے رعیت کے حالات
معلوم کرنے کے لیے وہ اپنے ماتحت کا پرہیزگاروں کے محتاج ہو
گئے۔ جن کے ذریعہ کبھی کسی حکومت کو بھی صحیح صورت حال کا علم نہیں
ہو سکا ہے۔ اور رعیت کے لیے بھی یہ ممکن نہ رہا۔ کہ بلا واسطہ ان تک
اپنی حاجات اور شکایات لے کر جاسکیں۔ یہ طرز حکومت اس طرز

کے بالکل برعکس تھا۔ جس پر خلفائے راشدین حکومت کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ عوام کے درمیان رہے۔ جہاں ہر شخص اُن سے آزادی کے ساتھ مل سکتا تھا۔ وہ بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ ہر شخص ان کا دامن پکڑ سکتا تھا۔ وہ پانچوں وقت عوام کے سامنے اپنی کی صفوں میں نمازیں پڑھتے تھے اور جمعہ کے خطبوں میں ذکر اللہ اور تعلیم دین کے ساتھ ساتھ اپنی حکومت کی پالیسی سے بھی عوام کو آگاہ کرتے تھے۔ اور اپنی ذات اور اپنی حکومت کے خلاف عوام کے ہر طرح کے اعتراضات کی جواب دہی بھی کرتے تھے۔ اس طرح کہ حضرت علی نے کوفہ میں اپنی جان کا خطرہ مول لے کر بھی آخر وقت تک نبھایا۔ لیکن ملوکیت کا دور شروع ہوتے ہی اس نمونہ کو چھوڑ کر ایران و روم کے بادشاہوں کا نمونہ اختیار کر لیا گیا۔ اس تبدیلی کی ابتداء حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں ہو چکی تھی۔ بعد میں برابر بڑھتی ہی چلی گئی۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۶)

مفصل جواب:

مودودی نے ان سطور میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو ایک وقت کئی امور کا ملزم بنا دیا۔ یعنی یہ کہ وہ خلفائے اربعہ کی بجائے قیصر و کسری کی زندگی اپنائے ہوئے تھے۔ وہ شاہی محلات میں رہتے تھے۔ ان کے محل کے باہر بیرہ دار کھڑے ہوتے تھے۔ اور عوام سے ان کے برابر ملنے سے منع ہو چکا تھا۔ لیکن ان امور میں سے کوئی ایک بھی امیر معاویہ کی سیرت میں نظر نہیں آتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رموز حکمرانی اور طریقہ ہائے خلافت میں اپنی مثال آپ تھے اور فوجی مظاہرہ میں قیصر و کسری اور مسبد و محراب میں عابدوں زاہدوں کو دیکھے چھوڑنے والے تھے۔

قیصر و کسری کا طرز زندگی کہاں کہاں میں پوچھ کر ملے گا؟

کی لاکھوں درہم کی بجائے چند درہم سے خریدے گئے کپڑے قیصر و کسری کی مشابہت تھے ؟ خدا گواہ ہے۔ تاریخ ہمیں ان کی سیرت اور زندگی کچھ اس طرح دکھاتی ہے کہ ان کے زیب تن کپڑوں میں پیوند لگے ہوتے تھے۔ اس پیوند لگے لباس کو ان کے گورنر اور وزرا بطور تبرک حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ انہی کتب کے حوالہ جات سے حضرت امیر معاویہ کی زندگی، سادہ اور بے تکلف نظر آتی ہے جن کا نام لے کر مودودی نے ان پر الزامات کی بوچھاڑ کر دی۔ ایک دو حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

البدایۃ والنہایۃ :

حدثنا عمرو بن واقد حدثنا يونس بن
 حليس قال سمعت معاوية على منبر دمشق
 يوم جمعة يقول أيها الناس اعقلوا قلوبكم
 فلن تجدوا أعلم بأمور الدنيا والآخرة
 مني أقيماً ووجوهكم وصفوفكم في الصلاة
 أو ليخالفن الله بين قلوبكم خدوا على
 أيدي سفهاءكم أو ليسلطن الله عليكم عدوكم
 فليسو منكم سوء العذاب تصدقوا ولا
 يعقبن الرجل في قتل فإن صدقة
 المقتل أفضل من صدقة الغني إياكم
 وخذت المعصنات وأن يقول الرجل سمعت
 وبلغني فلو قد أفادكم مرة
 على عهد نوح لسل عنها يوم القيامة وقال

ابو داود الطيالسي حدثننا يزيد ابن طهيمان الرقاشي
حدثننا محمد ابن سيرين قال كان معاوية
إذا أخذت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
لم يكتلم رورواه ابو القاسم البغوي عن سويد
بن سعيد . عن حمام بن اسماعيل عن ابي
قبيس قال كان معاوية يبعث رجلاً يقال
له أبو الجيوش في كل يوم فيدور على المجالس
يسأل هل ولد لأحد مؤد أو قدم
أحد من الوفود فإذا أخبر بذلك أثبت
في الديوان يعني ليجري عليه الرزق وقال
غيره كان معاوية متراضاً ليس له مجالس
الأكمجالد الصبيان التي يسمونها المتخاريق
فيضربها الناس وقال هشام بن عمار عن عمرو
بن واقد عن يونس بن ميسرة بن حليس قال
رأيت معاوية في سوق دمشق وهو مردود
قداءة و صفيّاً عليه قميص مرقوع الجيب
وهو يسير في أسواق دمشق وقال الأعمش
عن مجاهد قال نزل أيتوة معاوية لقلتم هذا
النهدى وقال هشيم عن العرام عن جيله
ابن شحيم عن ابن عمر وقال ما رأيت أحداً
أسود من معاوية قال قلت ولا غيره قال

كَانَ عُمَرُ خَلِيًّا مِنْهُ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ اسْوَدَ مِنْهُ رَوَاهُ
ابو سفيان البخيري عن العوام بن حوشب به وَقَالَ
مَا رَأَيْتُ أَحَدًا ابْعَدَ رَسُولِ اللَّهِ اسْوَدَ مِنْ
مُعَاوِيَةَ قِيلَ وَلَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُو
عُثْمَانُ خَلِيًّا مِنْهُ وَهُوَ اسْوَدُ وَرَوَى مِنْ طَرِيقٍ
. عن ابن عمر مثله وقال عبد الرزاق عن معمر
عن حماد سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ مَا
رَأَيْتُ رَجُلًا كَانَ أَخْلَقَ بِالْمَلِكِ مِنْ مُعَاوِيَةَ

البدایۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۱۳۲ تا ۱۳۵

ترجمہ: یس بن علبس کہتے ہیں کہ میں نے جمعہ کے دن دمشق کی جامع مسجد میں
منبر پر خطبہ دیتے ہوئے امیر معاویہ سے یہ سنا۔ لوگو! میری بات
سمجھو۔ تمہیں دنیا و آخرت کے امور کا مجھ سے زیادہ ماہر کوئی نہ
ملے گا۔ اپنے آپ کو درست کر لو۔ اور نماز میں صفیں سیدھی
رکھو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کا مخالف
کر دے گا۔ اپنے میں سے بے وقوفوں کے ہاتھ پکڑو۔ ورنہ
اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو تم پر مسلط کر دے گا۔ پھر وہ تمہیں سخت
سزا دے گا۔ میری باتوں کی تصدیق کرو۔ کوئی آدمی اپنے آپ کو
قلیل مال والا ہرگز نہ کہے۔ یقین رکھو کہ غریب اور نادار کا صدقہ، غنی کے
صدقہ سے بہتر ہے۔ خبردار۔ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت
لگانے سے بچو۔ یہ نہ کہو۔ کہ مجھے یہ بات پہنچی۔ یا میں نے ایسے ایسے
سنا۔ اگر تم میں سے کسی نے حضرت نوح کے زمانہ کی کسی عورت پر
تہمت لگائی۔ تو کل قنات کو اس سے اس بارے میں باز پرس ہوگی۔

ابو داؤد طلیسی بیان کرتے ہیں کہ محمد بن سیرین نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی بات بیان کرتے تو ان پر اس بارے میں کوئی تہمت نہ لگتی۔ اسی طرح ابوالقاسم بغوی نے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابوالجیس نامی شخص کی یہ ڈیوٹی لگا رکھی تھی۔ کہ مختلف محافل و مجالس میں جا کر یہ معلوم کرنے۔ کہ کسی گھر کوئی بچہ پیدا ہوا ہے یا کوئی نیا وفد آیا ہے۔ جب اس قسم کی کوئی خبر ملتی۔ تو اس کا ایک دستر میں اندراج کر لیتے۔ تاکہ ان کی خوراک کا بند و بست کیا جائے۔ ایک اور راوی بیان کرتا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت متواضع تھے۔ ان کے پاس معمولی سا گوڑا ہوتا۔ جیسا بچوں کے پاس کھیلنے کے لیے ہوتا ہے۔ آپ اس سے کسی کو سزا دینا چاہتے تو دیتے تھے۔ ہشام بن عمار نے بیان کیا ہے۔ کہ یونس بن مبرہ کہتے تھے۔ کہ میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کے بازار میں دیکھا۔ ان کے پیچھے ایک غلام ہوتا تھا۔ ان کی قمیص پوندگی ہوتی تھی۔ اور وہ وہی قمیص پہنے دمشق کے بازاروں میں گھومتے پھرتے تھے۔ امام اعظم، مجاہد سے بیان کرتے ہیں کہ اگر تم امیر معاویہ کو دیکھ پاتے تو کہتے کہ یہ تو امام مہدی ہے۔ ہشیم بن عوام نے ابن عمر سے بیان کیا۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ سے بڑھ کر حکمرانی کے معاملات میں باہر میں نے کوئی دوسرا نہ دیکھا۔ راوی کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کیا عمر بن خطابؓ بھی بڑھ کر ماہر تھے؟ کہنے لگے کہ عمر بن خطابؓ ان سے بہتر تھے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے سرداری کے رموز زیادہ جانتے تھے۔ عوام بن حوشب کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر رموز شاہی کو بلانے والا اور کوئی نہ دیکھا۔ کہا گیا۔ کیا ابو بکرؓ سے بھی بڑھ کر؟ ہنسنے لگے۔ ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ ان سے بہتر تھے۔ اور وہ بہر مال اعلیٰ حکمران تھے۔ ابن عمر سے بھی اسی طرح کی روایت آئی ہے۔

عبدالرزاق نے مہر عن حمام کے واسطے سے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے کوئی مرد
امیر معاویہ سے بڑھ کر حکومت کے معاملات کا ماہر نہ دیکھا۔ میں نے ان سے
بہتر کوئی شخص لائق حکمرانی نہیں دیکھا۔

العواصم من القواصم:

أَنَا قُلُ الْمُلُوكِ وَالْخِرَ خَلِيفَةُ عَنِ الزَّهْرَى أَنَّ
مُعَاوِيَةَ عَمَلَ سَنَتَيْنِ عَمَلَ عُمَرَ مَا يَخْرُمُ
فِيهِ وَقَدْ أَشْرْنَا هُنَاكَ إِلَى اخْتِلَافِ الْبَيْتِ فِي
أَنْظَمَةِ الْحُكْمِ بَلْ أَنَّ مُعَاوِيَةَ نَفْسَهُ ذَكَرَ
ذَلِكَ لِعُمَرَ لَمَّا قَدِمَ عُمَرُ الشَّامَ وَ تَلَقَّاهُ مُعَاوِيَةُ
فِي مَوْكِبٍ عَظِيمٍ فَاسْتَذَكَّرَهُ عُمَرُ ذَلِكَ
وَ اعْتَذَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِتَوَلَّيْنَاهُ إِنَّا بِأَرْضِ جَوَامِيسٍ
الْعَدُوِّ فِيهَا كَثِيرَةٌ فَيَجِبُ أَنْ نَظْهَرَهُ مِنْ عِزِّ السُّلْطَانِ
مَا يَكُونُ فِيهِ عِزُّ الْإِسْلَامِ وَ أَهْلِيهِ وَ تُرْهِبُهُمْ بِهِ
فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُرْفٍ لِعُمَرَ مَا أَحْسَنَ مَا صَدَرَ
عَمَّا أَوْ رَدُّتَهُ فِيهِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ عُمَرُ
مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ جَشَمْنَا مَا جَشَمْنَا وَ سِيرَهُ
عُمَرَ الَّتِي حَاوَلَ مُعَاوِيَةُ أَنْ يَسِيرَ عَلَيْهَا
سَنَتَيْنِ كَأَنَّكَ لَمْ تَكُنْ إِلَّا عَلَى قِيَّ بَيْتِهِ وَ كَانَ
يَزِيدُ يُحَدِّثُ نَفْسَهُ بِالْإِزَامِهَا رَوَى ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا
عَنْ أَبِي كَرِيمٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْهَمْدَانِيُّ الْحَافِظُ
عَنْ رَشَدِ بْنِ الْمَعْرِيِّ عَنْ عُمَرَ وَ ابْنِ الْحَارِثِ

الانصارى المصرى عن بكير بن الاشجع المغزومى
المدنى ثم المصرى أَنَّ مُعَاوِيَةَ قَالَ لِيَزِيدُ كَيْفَ
تَرَاكَ فَأَعْلَا إِنْ وَكَيْتَ قَالَ كُنْتُ وَاللَّهِ يَا أَبَةَ هَامِلًا
فِيهِمْ عَمَلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ
يَا بُنْتَى وَاللَّهِ لَقَدْ جَهَذْتُ عَلَى سِيرَةِ عُثْمَانَ فَمَا
أَطَقْتُهَا فَكَيْفَ بِكَ وَسِيرَةِ عُمَرَ -

ابن كثير جلد ۱ ص ۲۲۹ وَالَّذِينَ لَا يَعْرِفُونَ
سِيرَةَ مُعَاوِيَةَ يَسْتَغْرِبُونَ إِذَا قُلْتُ لَهُمْ
إِنَّهُ كَانَ مِنَ الزَّاهِدِينَ وَالصَّافِي وَالصَّالِحِينَ
رَوَى الْأَمَامُ أَحْمَدُ فِي كِتَابِ الزُّهْدِ ص ۱۸۲ طبع
مكة عن أبي شبل محمد ابن هارون عن حسن
بن واقع عن مُصَمَّرَةَ بْنِ رَبِيعِ الْقُرَشِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي
حَمَلَةَ عَنْ أَبِي قَالَ رَأَيْتُ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْمُنْبَرِ يَدُ مَشَقٍ
يَخْطُبُ النَّاسَ وَعَلَيْهِ كُوبٌ مَرْقُوعٌ وَخَرَجَ ابْنُ
كثير جلد ۱ ص ۱۳۲ عن يونس بن ميسرة الحميرى
الزاهد وهو من شيوخ الامام الاوزاعى قَالَ
رَأَيْتُ مُعَاوِيَةَ فِي سَوَاقِ الدَّمَشَقِ وَهُوَ مُزْدَفٌ
وَرَاءَهُ وَصِيْنًا وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ مَرْقُوعٌ الْجَبِيْبُ يَسِيرُ
فِي أَسْوَاقِ دِمَشْقٍ وَكَانَ قَرَّادُ مُعَاوِيَةَ وَكُنَّا
أَصْحَابُهُ يَسْتَهْذِفُونَ مَلَأْسَهُ لِلتَّبَرُّكِ دِيَاوَكَ
إِذَا احْضَرَا حُدَّ هُرَّ إِلَى الْمَدِينَةِ وَعَلَيْهِ هَذِهِ الْمَلَأْسُ

يَعْرِفُ ذَٰلِكَ وَيَتَعَالَوْنَ فِي اِقْتِنَاءِ مَا رَوَى الدارقطني
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ غَسَّانٍ أَنَّ الْقَائِدَ الشَّهِيدَ اِبْرَاهِيْمَ
بْنَ قَتَيْبِ الْفَرَجِيِّ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَآتَى الْمَسْجِدَ
فَضَلَّ بَيْنَ الثَّقَفِ وَالْمَنْبَرِ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ مَرْقُوعٌ
قَدْ اِنْتَدَى بِهِ مِنْ كِسْوَةٍ مُعَاوِيَةَ فَرَأَاهُ اَبُو اَلْحَسَنِ
الْبَرَاءُ فَعَرَفَ اَنَّهُ بُرْدُ مُعَاوِيَةَ -

(العواصم من القواصم ص ۲۰۸-۲۰۹)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں پہلا بادشاہ اور آخری خلیفہ
ہوں۔ زہری کہتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ نے دو سال تک بعینہ حضرت عمر
کی طرز پر حکومت کی۔ اس میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ ہم نے اس
اختلاف کی طرف اشارہ کیا۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتظام حکومت کی تاثیر
میں ہے بلکہ خواہ امیر معاویہ نے اسے ذکر کیا ہے۔ کہ جب حضرت فاروق اعظم
رضی اللہ عنہ شام آئے۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بہت بڑی
جماعت لے کر ان سے ملاقات کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اچھا
نہ جانا۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ عذر پیش کیا۔ کہ ہم ان لوگوں
کی سرزمین میں رہتے ہیں۔ جہاں دشمن کے جاسوس بکثرت ہیں۔ اس
لیے ہمارے لیے ضروری ہے۔ کہ ہم شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ ظاہر کریں۔ تاکہ
اسلام اور اہل اسلام کی عزت میں اضافہ ہو۔ اور دشمنوں کو ڈرائیں۔ یہ
سن کر عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کا طرز حکومت اور نظام کتنا درست ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ ہم نے اسی لیے دبدبہ بنایا ہے۔ (الہدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۲۲ تا ۲۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت جو دو سال تک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنائے رکھی۔ ودان کے دور کی اعلیٰ مثال ہے۔ یزید بھی اس کے التزام کا ارادہ رکھتا تھا۔ ابن دنیا سے مروی ہے۔ کہ امیر معاویہ نے ایک مرتبہ یزید سے پوچھا۔ کہ اگر تجھے امیر بنایا جائے۔ تو کس طرح نظام حکومت چلائے گا۔ کہنے لگا اس طرح جس طرح کہ فاروق اعظم نے کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے۔ سبحان اللہ! میں نے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سیرت اپنانے کی انتہائی کوشش کی لیکن اس پر بھی پورا نہ اتر سکا۔ اور تو اور سیرت عمر بن الخطاب؟ ابن کثیر نے اٹھویں جلد میں ص ۲۲۹ پر تحریر کیا ہے۔ کہ جو لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیرت کو نہیں سمجھتے۔ جب تو ان کے سامنے یہ کہے۔ کہ امیر معاویہ بڑے زاہد اور صالح تھے۔ تو انہیں یہ سن کر عجیب سا لگتا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کتاب الاذہم ص ۷۲ پر تحریر کیا کہ علی بن ابی حمزہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے دمشق کی جامع مسجد میں امیر معاویہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ اس وقت انہوں نے پیوند لگے کپڑے پہن رکھے تھے۔ ابن کثیر نے بھی جلد نمبر ۸ ص ۱۳۴ میں امام اوزاعی کے شیخ یونس بن میسر سے یہ بات نقل کی ہے کہ میں نے امیر معاویہ کو دمشق کے بازاروں میں دیکھا۔ کہ ان کے پیچھے ایک غلام ہے۔ اور آپ نے پیوند والی قمیص پہن رکھی تھی۔ آپ کے وزراء اور دیگر معززین حکومت آپ کے پیوند لگے کپڑے ماصل کرنا پاتے تھے۔ جب کبھی آپ کا وزیر مدینہ منورہ آتا۔ اور اس نے پیوند لگے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ تو لوگ فوراً انہیں پہچان لیتے۔ اور منہ مانگے مسے دے کر انہیں خریدنے پر تیار ہو جاتے۔ دارقطنی

نے محمد بن یحییٰ سے بیان کیا کہ ضحاک بن قیس ایک مرتبہ مدینہ منورہ آیا۔ اور مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور قبر خریف کے درمیان نماز پڑھی۔ اس پر ایک چادر تھی۔ جو پیوند لگی تھی۔ اور وہ حضرت امیر معاویہ سے لی ہوئی تھی۔ جب ابوالحسن براد نے دیکھا۔ تو فوراً پہچان لیا۔ کہ یہ چادر امیر معاویہ کی ہے۔

البدایۃ والہنایۃ اور العوام من القوام کے دونوں

حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو علوم دنیا و آخرت کا سب سے بڑا عالم مانتے تھے۔ اسی لیے کسی نے آپ کے اعلان پر اعتراض نہ کیا۔
- ۲۔ لوگوں تک احکام الہیہ پہنچانے میں آپ ہر ممکن کوشش کرتے۔ اور ان کی مخالفت سے ڈراتے تھے۔
- ۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی بات کے ذکر کرنے پر کبھی ان پر ہمت نہ لگی۔
- ۴۔ ہمانوں کی آمد اور نومولود کی خبر معلوم کرنے کے لیے آپ نے مستقل آدمی مقرر کر رکھے تھے۔
- ۵۔ آپ کے پاس سزا کے لیے کوڑا نہایت ہلکا پھلکا تھا۔ جیسا بچوں کے پاس کھیلنے کے لیے ہوتا ہے۔
- ۶۔ دمشق کے بازاروں میں ایک غلام کے ساتھ کھلم کھلا پھرا کرتے تھے۔
- ۷۔ آپ کی قمیص پیوند زدہ ہوتی تھی۔

۸۔ کوئی ابنی دیکھتا۔ تو گمان کرتا۔ کہ یہ مہدی ہیں۔

۹۔ سیاسی بصیرت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ اپنی مثل آپ تھے۔

۱۰۔ حکمرانوں میں سے آپ سا با اخلاق کوئی نہ تھا۔

۱۱۔ اگر شان و شوکت تھی تو وہ غیر مسلم بادشاہوں کو مرعوب کرنے اور مسلمانوں کی عزت افزائی کے لیے تھی۔

۱۲۔ فاروق اعظم کی سیرت آپ کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ تھی۔

۱۳۔ آپ کے زہد و تقویٰ کو سطحی نظر والے ایک عجیب سی بات سمجھتے تھے

۱۴۔ آپ کے زہد و تقویٰ اور انکساری کی وجہ سے آپ کے پیوند لگے کپڑے لوگوں کے لیے متبرک تھے۔

۱۵۔ آپ کے پیوند لگے کپڑے آپ کے وزراء، بطور تبرک حاصل کرتے۔

لوگ انہیں دیکھ کر پہچان جایا کرتے تھے۔ کہ یہ امیر معاویہ کے استعمال شدہ کپڑے ہیں۔

ملحد فکریہ:

مذکورہ امور کو پیش نظر رکھیں۔ اور مودودی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے

میں جو کچھ کہا۔ اُسے بھی دیکھیں۔ پھر مواد نہ کریں۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیصر و کسری

کا طرز زندگی اختیار کر کے خلفائے اربعہ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو

چھوڑ دیا تھا؟ کیا بازاروں میں آتے جاتے ان کے ساتھ حفاظتی دستے سوتے

تھے یا صرف ایک آدھ غلام؟ کیا ان کے لباس میں وہی شان و شوکت تھی۔

جو قیصر و کسری کے لباس میں تھی۔ یا وہ پیوند زدہ ہوتا تھا۔؟

کیا ان کے ٹوکنے والا سزا کا مستحق ہوتا تھا۔ یا اس کے ٹوکنے

پر آپ اس کا شکر یہ اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کیا کرتے تھے؟ کیا آپ کے ہاتھ میں مخالفین کے لیے جاری بھر کم ذرہ تھا یا معمولی سا ایک کوڑا جو بچوں کے پاس ہوتا ہے؟ کیا آپ کے زہد و تقویٰ اور سنت پیغمبر پر عمل کرنے کی وجہ سے لوگ ان کے زیب تن کئے ہوئے پیوند گئے پٹوں کو بطور تبرع حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے یا اس سے نفرت کا اظہار ہوتا تھا؟ لیکن مودودی کی آنکھوں پر نہیں بلکہ بصیرت پر بغض کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اور اضلہ اللہ علی علم و ختم علی قلبہ الخ کے مصداق وہ علم کی گمراہیوں میں اس قدر دور چلا گیا کہ جہاں سے واپس نہ آ سکا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر قیصر و کسری کی تقالی کا الزام دھرنے والے کو ان کی یہ عادت نظر نہ آئی کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت پر انہیں کس قدر غصہ آتا تھا۔

الْبَدَايَةُ وَالنَّهَايَةُ

قال احمد حدثنا مروان ابن معاوية الفزاري
حدثنا حبيب بن الشهيد عن ابي مجاهد قال
خرج معاوية على الناس فقاموا له فقال
سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول
من احب ان يتمثله الرجال قياما فليبتوا
مقعدا من النار انك كان معاوية جية السيرة
حسن التجاوز جميعا العنوا كثير اليستور رحم الله
تعالى

(البدایة و النہایة جلد ۱ ص ۱۲۶)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ باہر تشریف لائے تو لوگوں

نے دیکھتے ہی ان کے لیے قیام کیا۔ اس پر آپ نے کہا۔ کہ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ فرماتے ہیں۔ جو آدمی یہ کہتا ہو۔ کہ لوگ اس کا
کھڑے ہو کر استقبال کریں۔ اُسے اپنا ٹھکانا دوزخ کی آگ میں بنالینا
پا جائیے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہترین سیرت، خرمینورت درگزر
کرنے والے، اچھے انداز سے معاف کر دینے والے اور بڑے باحیا
تھے۔ اللہ ان پر رحم کرے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْإِبْصَارِ

اعتراض ششم

امیر معاویہؓ نے بیت المال کی حیثیت

تبدیل کر دی (مودودی)

خلافتِ ملوکیت:

بیت المال کا اسلامی تصور یہ تھا۔ کہ وہ خلیفہ اور اس کی حکومت کے پاس
خدا اور خلق کی امانت ہے۔ جس میں کسی کو من مانے طریقے پر تصرف کرنے
کا حق نہیں ہے۔ خلیفہ نہ اس کے اندر قانون کے خلاف کوئی چیز داخل
کر سکتا ہے۔ اور نہ قانون کے خلاف اس میں سے کچھ خرچ کر سکتا ہے
وہ ایک، ایک پائی کی آمد اور خرچ کے لیے جوابدہ ہے۔ اور اپنی ذات
کے لیے وہ صرف اتنی تنخواہ لینے کا محتار ہے۔ کہ جتنی ایک اوسط
درجے کی زندگی بسر کرنے والے کے لیے کافی ہو۔ دورِ ملوکیت میں
بیت المال کا یہ تصور اس تصور سے بدل گیا۔ کہ خزانہ بادشاہ اور شاہی
خاندان کی ملکیت ہے۔ رعیت، بادشاہ کی محض باجگزار ہے۔ اور
کسی کو حکومت سے حساب پوچھنے کا حق نہیں۔ اس دور میں بادشاہوں
اور شہزادوں کی بلکان کی ان کے گوزروں اور سپہ سالاروں تک کی
زندگی جس شان سے بسر ہوتی تھی۔ وہ بیت المال میں بے جا تصرف
کے بغیر کسی طرح ممکن نہ تھی۔ (خلافتِ ملوکیت ص ۱۶۱ مصنفہ مودودی)

مفصل جواب :

مودودی کا عبارت مذکورہ سے مقصد یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیت المال سے من مانے طریقے سے تصرف کرتے تھے۔ اور خلافتِ قانونِ اسلامی عمل کرنے والے تھے۔ اس بارے میں وہ بیت المال کو اپنی ملکیت جانتے۔ اور خود اپنی اپنے وزراء وغیرہ کی زندگی اسی مال سے عیش و عشرت کی بسر کرتے تھے۔ گویا مودودی اس سے ثابت یہ کرتا ہے کہ امیر معاویہ ایک ظالم حکمران اور عیش پسند امیر تھے۔ لیکن ان تمام خرافات کے ثبوت میں مودودی نے کوئی ایک مثال ایسی پیش نہ کی جس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شہیت۔ ایسی نظر آئے۔ جو اس کے ذہن میں ہے۔ یہ زید اور ولید کی مثالیں ہو سکتی ہیں۔ اگر پہلے ان پر بھی قیل و قال کی گنجائش ہے۔ لیکن زیر بحث حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ہے۔ مودودی کی تصویر کشی کے مقابلہ میں کتب تاریخ میں ایسی بہت سے مثالیں اور شہادتیں موجود ہیں۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدا ترسی اور بیت المال کے بارے میں شریعت کے کامل پیروی ثابت کرتی ہیں۔ اور آپ نے صاف صاف الفاظ میں بیت المال کو اپنا ذاتی نہیں بلکہ عوام کا مال فرمایا۔ جس پر دو عبارتیں پیش کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ابن تیمیہ کی عبارت [ابن تیمیہ نے منہاج السنہ جلد سوم ص ۸۵ پر لکھا

ہے۔ ایک مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا: لوگو! بیت المال سے تمہیں جو عطیات دیئے گئے۔ ان کی تقسیم کے بعد اب بھی وہاں بہت سا مال باقی وہ بھی عنقریب تم میں تقسیم کر دوں گا۔ اگر کوئی شخص وقت پر نہ آئے۔ اور اسے محرومی کا سامنا کرنا پڑے۔ تو اس کی سستی ہے۔ اس کا الزام مجھ پر نہیں۔ اس عام خطاب میں آپ نے فرمایا۔ بَيِّتُ مَالِكُمْ لَنْ يَسْبَحَ بِيَّ اِنْ شَاءَ مَا لَ اللّٰهُ۔

یعنی تمہارے لیے قائم کردہ بیت المال کا پیسہ تمہارے لیے ہی ہے۔ وہ میرا مال

نہیں، جتنے میں اللہ تعالیٰ اس کا مالک ہے۔ گویا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے

کی اشیاء کو اللہ کی ملکیت کے اعتبار سے خود کو اس کا نگران یا محافظ سمجھتے تھے۔ اور اس امانت کو مستحقین کے سپرد کرنے کا ذمہ دار سمجھتے تھے۔ ایک واقعہ بطور شہادت ہمیش خدمت ہے۔

امیر معاویہ بیت المال کی ایک ایک پائی

کا حساب لیا کرتے تھے

تاریخ طبری؛

كَانَ أَوَّلَ مَنْ اتَّخَذَ دِيَّوَانَ الْحَاكِمِ قَالَ وَكَانَ سَبَبُ ذَلِكَ أَنَّ مُعَاوِيَةَ أَمَرَ لِعَمْرٍو بْنِ زُبَيْرٍ فِي مَعُونَتِهِ وَقَضَاءِ دَيْنِهِ بِمِائَةِ أَلْفٍ دِرْهَمٍ وَكُتِبَ بِذَلِكَ إِلَى زِيَادِ بْنِ سَمِيَةَ وَمَوْعِلَى الْعِرَاقِ فَفَضَّ عَمْرٍو الْكِتَابَ وَصَيَّرَ الْمِائَةَ مِائَتَيْنِ فَلَمَّا رَفَعَ زِيَادُ حِسَابَهُ أَتَى مُعَاوِيَةَ فَأَخَذَ عَمْرٍو دِرْهَمًا وَحَبَسَهُ فَأَذَّاهَا عَنْهُ أَخُوهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَأَحْدَثَ مُعَاوِيَةَ عِنْدَ ذَلِكَ دِيَّوَانَ الْحَاكِمِ۔

ترجمہ: تاریخ طبری جلد ۶ ص ۸۲ اذکر بعض ما حضرنا

ترجمہ: سب سے پہلے دیوان الحاکم شروع کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ نے جناب عمرو بن زبیر کی معاونت اور ادائے قرضہ کے لیے ایک لاکھ درہم دینے کو کہا۔ اس بارے میں زیاد بن سمیہ کی طرف خط لکھا۔ جبکہ یہ عراق

کے گورز تھے۔ جب زیاد بن سمیہ نے رقعہ کھولا۔ تو ایک لاکھ کی جگہ دو لاکھ کر دیا۔ پھر جب زیاد نے حساب دیا۔ تو امیر معاویہ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ آپ نے ایک لاکھ واپس لیا۔ اور زیاد کو قید میں ڈال دیا۔ یہ ایک لاکھ عمر بن زبیر کی طرف جناب، عبداللہ بن زبیر نے ادا کیا تھا تو اس واقعہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے درویان الحاقم کا سلسلہ شروع فرمایا۔

اگر امیر معاویہ بیت المال میں غیر اسلامی تصرف

کرتے تھے تو ائمہ اہل بیت اور کبار صحابہ ان

کے عطیات کیوں وصول کیا کرتے تھے۔

ان دونوں حوالہ جات کے بعد مودودی کی الزام تراشی کا معاملہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ کہاں یہ کہنا کہ بیت المال کا کوئی حساب و کتاب نہ تھا۔ جو جی میں آتا کیا جاتا۔ اور کہاں اس کی پائی پائی کے لیے ایک علیحدہ محکمہ قائم کرنا۔ علاوہ ازیں اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیت المال میں غیر قانونی بلکہ غیر اسلامی تصرف کرتے تھے۔ تو یہ تصرف اہل بیت کے معزز ترین افراد پر بھی ہوتا تھا البدایہ والنہایہ کے علاوہ مقتل ابی مخنف وغیرہ کتب میں بالتصریح موجود ہے کہ آپ حسین کریمین کو ہر سال دس لاکھ سونے کے دینار دیا کرتے تھے۔ اور اس خطیر رقم کے علاوہ تحائف دہایا بھی پیش خدمت فرمایا کرتے تھے۔ اب کہنا پڑے گا۔

کہ اہل بیت کے یہ حضرات وہ مال قبول کیا کرتے تھے۔ جو ناجائز طور پر خزع کیا جا رہا ہے اور اسلامی شریعت کے مطابق اسے تصرف میں نہیں لایا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ شریعت کے ایسے ستون اس قسم کے مال کو قبول کرنے کی کبھی ہمت نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کے اعمال لوگوں کے لیے باعث تقلید ہوتے ہیں اس سلسلہ میں صرف ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

امام احمد بن حنبل نے مشکوک مال وصول کرنے

اور اسے تصرف میں لانے سے انکار کر دیا۔

الْبَدَايَةُ وَالنَّهَايَةُ:

وَ كَانَ الْخَلِيفَةُ يَبْعَثُ إِلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ مَائِدَةً
فِيهَا أَلْعَانُ الْأَطْعَمَةِ وَالْفَاكِهَةِ وَالشَّلْحُ مَمَّا يَوْمَ
مِائَةٍ وَعِشْرِينَ دِرْهَمًا فِي كُلِّ يَوْمٍ وَالْخَلِيفَةُ
يَحْسِبُ أَنَّهُ يَأْكُلُ مِنْ ذَلِكَ وَلَمْ يَكُنْ أَحْمَدُ يَأْكُلُ
شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ بِالْكُلِيَّةِ بَلْ كَانَ صَائِمًا يَطْوِي فَمَكَ
ثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ لَمْ يَسْتَطِعْ بِطَعَامٍ وَمَا ذَلِكَ هُوَ
مَرِيضٌ ثُمَّ أَقْسَمَ عَلَيْهِ وَلَدَهُ حَتَّى شَرِبَ قَلِيلًا
مِنَ التَّوَلُّوقِ بَعْدَ ثَمَانِيَةِ أَيَّامٍ وَجَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
يَعْنَى بْنُ خَافَاتٍ بِمَالٍ جَدِيدٍ مِنَ الْخَلِيفَةِ جَائِزَةً
لَهُ فَأَمْتَنَعَ مِنْ قَبُولِهِ فَالْتَمَسَ إِلَيْهِ الْأَمِيرُ فَلَمَّ

يَقْبُلُ فَاخَذَهُ الْأَمِيرُ فَقَرَّ قَبْلًا عَلَى بَيْنِهِ وَأَقْلَبَهُ
 وَقَالَ إِنَّهُ لَا يُمْكِنُ رَدُّهَا عَلَى الْخَلِيفَةِ وَكَتَبَ الْخَلِيفَةُ
 لِأَهْلِهِ وَأَوْلَادِهِ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ بِأَرْبَعَةِ أَلْفٍ دِرْهَمٍ
 فَمَا نَعِ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْخَلِيفَةُ فَقَالَ الْخَلِيفَةُ لَا بُدَّ
 مِنْ ذَلِكَ وَمَا هَذَا إِلَّا لِيَوْمَ لَدَيْكَ فَاْمَسَكَ أَبُو
 عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مُمَارَعَتِهِ ثُمَّ أَخَذَ يَلُومُ أَهْلَهُ
 وَعَمَّهُ وَقَالَ لِلْإِسْرَائِيَّةِ مَا بَقِيَ لَنَا أَيَّامٌ قَلِيلٌ وَ
 كَأَنَّا قَدْ نَزَلْنَا الْمَوْتَ فَاْتَا جَنَّةً وَأَمَّا إِلَيَّ نَارُ خُرُجٍ
 مِنَ الدُّنْيَا وَبُئِلُوا نُنَاقِدُ أَخَذَتْ مِنْ مَالِ هُوَلَاءِ
 فِي كَلَامٍ طَوِيلٍ يَعْظُمُ بِهِ فَاحْتَجُّوا عَلَيْهِ
 بِالْحَدِيثِ الصَّحِيحِ مَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَأَنْتَ
 غَيْرُ سَائِلٍ وَلَا مُسْتَشْرِفٍ فَعَلَّهُ إِنْ ابْنُ عَمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ
 قَبْلَاجُوا عِظَ السُّلْطَانِ فَقَالَ وَمَا هَذَا أَذَلِكَ سَوَاءٌ
 وَكُنْ أَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْمَالَ أُخِذَ مِنْ حَقِّهِ وَلَيْسَ يُطْلَمُ
 وَلَا جَفَرٍ لَكُمْ أَبَالٍ - (البداية والنهاية جلد ناص ۳۳۸ تا ۳۳۹)

ما كان من امر الامام احمد

ترجمہ: خلیفہ متوکل روزانہ امام احمد بن حنبل کے ہاں مختلف قسم کے پھل، کھانے اور
 برف وغیرہ بھیجتا تھا۔ جن کی قیمت تقریباً ایک سو بیس درہم کے برابر
 ہوتی تھی۔ اور خلیفہ کا یہ خیال تھا کہ وہ اسے کھا لیتے ہوں گے۔
 حالانکہ امام احمد نے بالکل اسے ہاتھ تک نہ لگایا ہوتا۔ بلکہ وہ روزہ
 سے ہوتے۔ اسی حالت میں وہ آٹھ دن متواتر کھائے پیے بغیر

آپ بیمار بھی نہ تھے۔ پھر اتنے دن گزرنے پر آپ کے بیٹے نے آپ کو
 قسم دی۔ کہ کھائیں نہیں۔ تو آپ نے اٹھ دنوں کے بعد تھوڑے سے ستنو
 استعمال کیئے۔ ایک مرتبہ عبید اللہ بن یحییٰ خلیفہ متوکل کی طرف سے مزید مال
 بطور انعام لے کر امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُسے قبول کرنے
 سے انکار کر دیا۔ پھر امیر نے اُسے قبول کر لینے کے لیے منت سماجت
 کی لیکن آپ نے قبول کرنے سے معذرت کر دی۔ امیر نے وہ مال
 لے کر آپ کے اہل و عیال پر تقسیم کر دیا۔ اور کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ
 مال واپس خلیفہ کے پاس لوٹایا جائے۔ خلیفہ نے امام کے اہل و عیال کے
 لیے چار ہزار درہم ہر ماہ دینے کا حکم کر دیا۔ ابو عبد اللہ نے خلیفہ کو ایسا
 کرنے سے روکا۔ لیکن خلیفہ نے کہا۔ کہ یہ ضرور ہو گا۔ کیونکہ یہ امام صاحب
 کی اولاد کے لیے ہے۔ اس پر ابو عبد اللہ چپ ہو گیا۔ اس کے روکنے سے پھر امام صاحب
 نے اپنے اہل و عیال کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا۔ ہماری زندگی چند
 دن کی ہے۔ ہم پر گویا موت آنا ہی چاہتی ہے۔ پھر یا تو جنت اٹھکانا ہو گا
 یا دوزخ۔ ہم دنیا سے جائیں گے اور حالت یہ ہو گی۔ کہ ہمارے
 پیٹ ان لوگوں کے مال سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ اس طرح ایک
 طویل کلام کے ذریعہ آپ نے انہیں نصیحت فرمائی۔ انہوں نے یہ مال
 قبول کرنے پر ایک حدیث سے استدلال کیا۔ وہ یہ کہ تمہارے پاس
 اگر کہیں سے مال آتا ہے۔ اور تم محتاج ہو۔ لیکن اس کی طرف امید لگانے
 والے نہیں ہو۔ تو اُسے لے لیا کرو۔ اور ابن عمر اور ابن عباس نے بھی حکم
 وقت کا وظیفہ قبول کیا تھا۔ امام احمد نے فرمایا۔ یہ اور وہ برابر نہیں۔ اگر مجھے
 علم ہو جائے۔ کہ یہ مال حق ہے اور ظلم سے بچا ہوا ہے تو میں اسے لے لیتا۔

ملحہ فکریہ:

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا تتویٰ اور اتباع شریعت کچھ حسین کریمین سے بڑھ کر نہیں۔ جب مشکوک مال کو اپنے تصرف میں لانے اور قبول کرنے سے امام احمد ایسے حضرات انکار کر رہے ہیں۔ تو قیاس کیسے کہ ایسے مال کو حسن و حسین رضی اللہ عنہما اپنی پاکیزہ شخصیات کس طرح قبول کرنے پر آمادہ ہوں گی؟ لیکن یہاں تو حسین کریمین نے بارہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تحفہ و ہدایا قبول کیے۔ خود خرچ کیے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ حضرات اس مال کو ناجائز یا حرام نہیں سمجھتے تھے۔ مختصر یہ کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بقول مودودی بیت المال کو بے جا تصرف کرنے والے اور اسلامی طریقہ کے خلاف استعمال کرنے والے تھے۔ تو پھر اس طریقہ کی تہمت کر کے امام حسن و حسین، عبداللہ بن عباس، جعفر بن عبداللہ، محمد بن حنفیہ اور عقیل بن ابی طالب ایسے حضرات کے بارے میں کیا کہو گے؟ لہذا یہ کہنا پڑے گا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیت المال میں تصرف شرعی اصول کے مطابق تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ جلیل القدر حضرات اُسے قبول کرنے میں کوئی باک محسوس نہ کرتے تھے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعترافِ مفہم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسئلہ دیت کو تبدیل کر دیا (مودی)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے جہاں اپنی اجتہادی صلاحیت کے زعم میں بہت سے اکابر صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذوات عالیہ پر تنقید کی۔ اور بے سرو پا اختراعی باتوں کو ان کی طرف منسوب کرنے میں ذرا بھر جھجک محسوس نہ کی۔ وہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مختلف پہلوؤں سے ان کی کمزوریوں بلکہ شریعتِ مطہرہ کی خلافت و رزیوں کو بھی بیان کیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر دودیت، کے مسئلہ میں مودودی صاحب رقم طراز ہیں۔

”و حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ دیت کے معاملہ میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنت کو بدل دیا۔ سنت یہ تھی کہ معاہدہ کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو نصف کر دیا۔ اور باقی نصف خود یعنی شروع کر دی“
(خلافت و ملوکیت ص ۱۴۳ تا ۱۴۴)

جواب: اس حوالہ میں مودودی صاحب نے کمال اجتہادی چالاک کی سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ اور قول سے ثابت کر دکھایا۔ کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ”سنت کے مخالفت“ تھے۔ مولانا موصوف کا اکثر طریقہ یہی ہے کہ وہ دوسروں کے کندھوں پر رکھ کر بندوق چلا تے ہیں۔ اور قارئین کو یہ باور کراتے ہیں کہ مجھ سے بڑھ کر الزام تراشی بلکہ اتہام میں کوئی بھی محتاط نہیں ہے۔ ذرا اپنی برائت اور پاکدامنی بلکہ بھولے پن کو خود ان کی ایک تحریر سے دیکھیں۔ دو تمام بزرگانِ دین کے معاملہ میں غموگا، اور صحابہ کرام رض کے معاملہ میں خصوصاً

میرا طرز عمل یہ ہے کہ جہاں تک کسی معقول تاویل سے یا کسی معتبر روایت کی مدد سے ان کے کسی قول یا عمل کی صحیح تعبیر ممکن ہو۔ اسی کو اختیار کیا جائے۔ اور اس کو غلط قرار دینے کی جسارت اس وقت تک نہ کی جائے جب تک کہ اس کے سوا چارہ نہ رہے۔
(خلافت و ملوکیت ص ۳۰۸)

اس موخر الذکر اقتباس کی روشنی میں ہم مودودی صاحب کی اس عبارت یا الزام کے بارے میں کچھ باتیں کہنا چاہتے ہیں تاکہ واضح ہو سکے کہ مودودی صاحب کا طرز عمل خود ان کے بیان کے مطابق کہاں تک درست ہے۔؟
دو حافظ ابن کثیر کہتے ہیں، ”یہ الفاظ صراحتہً بتا رہے ہیں کہ اگلی عبارت کے قائل حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ہیں جس کو اردو کے جامہ میں مودودی صاحب نے خلافت و ملوکیت میں پیش کیا ہے۔ ابن کثیر نے کیا کہا؟ ان کی اصلی عبارت ملاحظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ:

وَقَالَ أَبُو الْيَمَانِ عَنْ شُعَيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ مَضَتْ
السَّنَةُ أَنْ لَا يَرِثَ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ وَلَا الْمُسْلِمُ
الْكَافِرَ وَأَقُولُ مَنْ دَرَسَ الْمُسْلِمَ مِنَ الْكَافِرِ
مَعَاوِيَةَ وَقَضَى بِذَلِكَ بَنُو أُمَيَّةَ بَعْدَهُ
حَتَّى كَانَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَرَّاجَ
السَّنَةِ وَأَعَادَ هَشَامٌ مَا قَضَى بِهِ مَعَاوِيَةُ
وَبَنُو أُمَيَّةَ مِنْ بَعْدِهِ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَمَضَتْ
السَّنَةُ أَنْ دِيَّةَ الْمَعَاهِدِ كَدِيَّةِ الْمُسْلِمِ
وَكَانَ مَعَاوِيَةُ أَوَّلَ مَنْ قَصَرَ هَا إِلَى النِّصْفِ وَأَخَذَ

ترجمہ: ابو الیمان نے شعیب سے اور انہوں نے امام زہری سے

بیان کیا۔ کہ سنت (طریقہ دینی) یہ چلا آ رہا تھا کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا

اور کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہوگا۔ اور سب سے پہلے شخص

نے مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا۔ اور وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں

کے فیصلہ کے موافق بعد میں بنو امیہ بھی یہی فیصلہ کرتے رہے حتیٰ کہ جب

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دور خلافت آیا۔ تو انہوں نے

پھر سے سنت کی طرف رجوع کر کے اسے اپنا لیا۔ اور ان کے بعد

ہشام آیا۔ تو اس نے دوبارہ اسی طریقہ کو جاری کر دیا۔ جو حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ اور بنو امیہ کا رہا تھا۔ اور امام زہری نے اسی سند کے ساتھ

یہ قول بھی کیا ہے کہ سنت یہ چلی آ رہی تھی کہ معاہدہ کی دیت ایک مسلمان

کی دیت کے برابر ہے۔ اور اس کو نصف تک کم کرنے والے سب

سے پہلے شخص امیر معاویہ تھے۔ اور بقیہ نصف وہ خود لیا کرتے تھے۔

اصل عبارت اور اس کا ترجمہ ہم نے پیش کیا ہے۔ کیا اس عبارت میں ”و“

دیت کے معاملہ میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنت کو بدل دیا؟

یہ جملہ حافظ ابن کثیر نے کہیں کہا ہے۔؟ یا امام زہری نے اسے کہا ہے؟ خیانت

یا دھوکہ و فریب کا یہ عالم کہ جو بات مصنف نے کہی ہی نہیں۔ وہ کمال ڈھٹائی کے

ساتھ ان کی طرف دو ٹوک انداز میں منسوب کی جا رہی ہے۔ مودودی صاحب

پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات کا بھیکہ ”ملک غلام علی“ نے اٹھا رکھا ہے۔

وہ بھی اس بات کو گول بول کر گئے۔ بلکہ اس سے صاف کئی کترا گئے۔

علاوہ ازیں حوالہ مذکورہ ازاول تا آخر آپ ملاحظہ فرمائیں۔ صاحب البیاء اس

کے ناقل ہیں۔ یعنی اصل قول وہ امام زہری کا ہے۔ جو بواہر منظر شعیب اور ان سے

ابو الیمان کے ذریعہ حافظ ابن کثیر تک پہنچا۔ حافظ ابن کثیر کا یہ اپنا قول نہیں ہے۔ جب امام ابن کثیر رضی اللہ عنہما قائل اور اصل قائل امام زہری ہیں۔ تو پھر اس تمام مقولہ عبارت کو اصل قائل یعنی امام زہری کی بجائے حافظ ابن کثیر کا قول قرار دینا کہاں کا انصاف اور کہاں کی دیانت ہے۔؟ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اتنے بڑے دانش ور کو مقولہ اور نقل کا فرق معلوم نہیں ہوگا۔ لیکن مغالطہ ہو جاتا ہے۔ آخر انسان ہے۔ اس لیے اس کو تسلیم کر لینے میں کوئی خفت نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن ترجمان مودودی و ملک غلام علی صاحبؒ بھی چپ سا دھکے۔ نہیں نہیں وہ بولے بلکہ خوب بولے۔ لکھتے ہیں۔ کہ اس سے نفس مسئلہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا، یعنی چلو حافظ ابن کثیر کا قول نہ سہی امام زہری کا ہی سہی۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ اصل مسئلہ پھر ثابت ہی رہے گا۔ وہ یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مخالف سنت تھے، ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ کہ یہ ان کی خوش فہمی بلکہ کج فہمی ہے۔ کہ اس سے نفس مسئلہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ ملک صاحبؒ دراصل ایک معاصر کی (مولانا مودودی کی) مذکورہ عبارت پر تنقید کا جواب دے رہے ہیں۔ اور جواب میں وہ مصر ہیں۔ کہ البدایہ کی مذکورہ عبارت کے قائل امام زہری نہیں بلکہ حافظ ابن کثیر ہیں۔ یوں وہ مودودی صاحب کی تحریر دو حافظ ابن کثیر کہتے ہیں۔ کہ ”کو درست ثابت کرنے پر تیلے ہوئے ہیں۔ ملک صاحبؒ دوبہ قال الزہری“ کا معنی و مفہوم یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ کافر و مسلمان کا باہم وارث نہ بننا ہی سنتِ پہلی آرہی ہے۔ اور کافر کا مسلمان کو وارث بنانے کا معاملہ سب سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جاری کیا۔ اور ان کے بعد بنو امیہ ہی فیصلہ کرتے رہے۔ پھر عمر و بن عبد العزیز نے دوبارہ سنت پر عمل شروع کر دیا۔ لیکن ہشام نے اگر سنت کی بجائے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد آنے والے بنو امیہ کے فیصلہ کو ہی اپنایا۔ اور وہی امام زہری کا قول ہے گریا۔ ملک صاحبؒ کے نزدیک امام زہری کا قول وہی ہے جو ہشام وغیرہ فیصلہ کرتے

رہے۔ یعنی مسلمان کافر کا وارث بن جائے۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شروع کیا تھا۔ یہ وراثت درست ہے۔ اور میرا بھی یہی قول ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر اسی فیصلہ کے قائل امام زہری ہیں۔ تو یہ فیصلہ اُن کے نزدیک درست ہوا؛ لیکن طرفہ تماشایہ کہ ملک صاحب بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ امام زہری کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا توریت مسلم کے بارے میں فیصلہ و بدعت ہے۔ یہ خرابی اس وقت لازم آئی۔ جب ملک صاحب دوبہ قال الزہری، کے الفاظ سے قبل کی عبارت کو ابن کثیر کا منقول کہنے پر اصرار کیا۔ اور پھر اس عبارت میں درج مسئلہ کو امام زہری کا قول قرار دیا۔

بہر حال ما فظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری کا قول نقل فرمایا ہے مسئلہ زیر بحث چونکہ دو نصف دیت، کا ہے۔ اور ابدا یہ کی منقول عبارت کے آخر میں اسے بیان کیا گیا۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام زہری نے جو یہ الفاظ کہے۔ ”واخذ التصف لنفسه“ دیت کا نصف وہ خود لیتے تھے۔ یعنی مقتول کے ورثاء کو نصف دیت دیتے۔ اور بقیہ نصف خود لیتے دو خود لینے۔ سے مراد کیا ہے؟ کیا آپ اُس نصف دیت کو اپنے ذاتی یا گھریلو مصارف پر خرچ فرماتے یا اس کا کوئی اور طریقہ تھا؟ البدایہ میں یہ روایت اجمالاً مذکور ہے۔ اس کی تفصیل امام بیہقی نے ان الفاظ سے بیان فرمائی۔

بیہقی :

کان معاویۃ اعطی اهل المقتول النصف والقی

النصف فی بیت المال۔ (بیہقی جلد ۱ ص ۱۰۲)

باب دية اهل الذمه

ترجمہ ۱، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دیت کا نصف مقتول کے ورثہ کو دیتے تھے۔ اور دوسرا نصف بیت المال میں جمع کر لیتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بقیہ نصف دیت کو خود لینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سرکاری بیت المال میں جمع کرتے تھے۔ جو بہر مال خلیفہ وقت کے زیر نگرانی ہوتا ہے۔ آپ اسے ذاتی مصارف پر استعمال نہیں فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ بیت المال کے مصارف پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔

ملک غلام علی کی مودودی کی طرف سے عجیب وکالت

”واقعہ یہ ہے کہ مؤرخین نے دوسرے مقابلت پر بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے بنو امیہ کے عائد کردہ غنائم و محاصل کے لیے دونوں طرح کے الفاظ استعمال کیے ہیں ایک ہی واقعہ میں کہیں ”و لَنَفْسِهِ“ کا لفظ ہے اور کہیں ”بیت المال“ کا لفظ اب اگر بیت المال کی پوزیشن فی الواقع امیر معاویہ اور آپ کے جانشینوں کے زمانے میں وہی ہوتی جو عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں تھی۔ تب تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ ہر جگہ ”و لَنَفْسِهِ“ سے مراد ”بیت مال المسلمین“ ہے۔ لیکن بیت المال اگر ذاتی اور سیاسی مقاصد و اغراض کے لیے بلا تامل اور بے دریغ استعمال ہونے لگے فرمانروا کے صرف خاص اور قوم کے بیت المال میں عملاً کوئی فرق نہ رہے اور مسلمانوں کا امیر بیت المال کے آمد و خرچ اور حساب و کتاب کے معاملہ میں مسلمانوں کے سامنے جوابدہ نہ رہے۔ تو پھر صورت حال الٹ جاتی ہے۔ اس صورت میں ”اِخْذْ بِبَيْتِ الْمَالِ“ بھی ”اِخْذْ لِنَفْسِهِ“ بن کر رہ جاتا ہے۔

ملک صاحب نے ”وکالت“ کا حق ادا کر دیا۔ جو بیڑا ہی اس بات کا اٹھایا گیا۔ کہ مجھے بہر صورت تحریراتِ مودودی کو درست کر کے دکھانا ہے۔ تو پھر پیچھے ہٹنے کا کیا امکان؟ مودودی صاحب کی تحریر کی روشنی میں ان پر حرف نہ اُٹے۔ نہ ان کی کوئی غلطی ثابت ہوئے۔ اگر ان کی عبارت کی تصحیح کی خاطر کسی صحابی پر الزام آتا ہو۔ کسی تابعی کی توہین نہ لگتی ہو کسی صالح پر حرف نہ آتا ہو تو اس کی پروا نہیں، عبارت کو صحیح اور درست قرار دینا لازم ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ”دوبیت المال“ کو اپنے ذاتی مصارف اور سیاسی اغراض و مقاصد پر استعمال کرنے کا ملزم ٹھہرانا اگر بموجب حوالہ درست ہے۔ تو روافض کی کتب ان الزامات اور جرائم کے فہرست پیش کرنے میں کبھی نرم رویہ اختیار نہ کرتیں۔ کیا ملک صاحب تاریخ میں یہ اضافہ کریں گے۔ کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی تاریخی باتیں اور شواہد جمع کریں۔ جن سے یہ ثابت ہو جائے۔ کہ ان کے دور میں ”دوبیت المال“ دراصل خلیفہ کے اپنے مقاصد اور اپنی اغراض کے پورا کرنے کا ایک بینک ہوا کرتا تھا۔ غریبوں کے صرف تمام ہی تھا۔ جس طرح ان کی جماعت قربانی کی کھالیں اور دیگر عطیات نادار اور غریب طلباء کی ضروریات پورا کرنے کی غرض سے اکٹھا کر کے طلباء کو کتابوں کی بجائے کلاشنکوف اور دیگر مہلک اسلحہ خریدنے کے لیے دیتی ہے۔ شاید اسی پر قیاس کیا ہوگا۔

حاصل کلام؛ مودودی کے مذکورہ الزامات کا انداز مبتلا تھا ہے۔ کہ اس کے عقائد میں شیعیت کا خمیر ہے۔ اس کی تائید بہت سے علماء نے کی ہے۔ بالخصوص ان علماء نے اس بارے میں کھل کر اظہارِ خیال کیا۔ جنہوں نے اس کی تصنیف ”خلافت و ملوکیت“ کا رد کیا۔ ان میں سے ایک حافظ صلاح الدین یوسف بھی ہیں۔ جو وفاتی شرعی عدالت حکومت پاکستان کے مشیر بھی ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

حافظ یوسف صلاح الدین

اہل حدیث کا مودودی کی کتاب خلافت و لوکیت

کے متعلق نظریہ

خلافت و لوکیت کی شرعی و تاریخی حیثیت

مودودی صاحب نے کونسا طرز عمل اختیار کیا ہے۔ اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں۔ ہر صاحب علم و فکر خلافت و لوکیت کا غیر جانبدارانہ نقطہ نظر سے مطالبہ کر کے ہماری اس رائے سے اتفاق کرے گا۔ کہ اس کتاب کا منطقی نتیجہ دوسرے طرز عمل کا ہے جس پر بڑی سے بڑی وکالت بھی پردہ نہیں ڈال سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ایک طرف اس کتاب کے خلاف شدید اور ہمہ گیر غصہ و نفرت کی لہر اٹھی۔ اور ہر مکتبہ و فکر کے لوگوں نے اس کتاب کے خلاف شدید کراہت اور بیزاری کے جذبات کا اظہار کیا۔ اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس پر عملی انداز میں تنقید کی۔ تو دوسری طرف شیعہ حضرات کے ہاں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے اس کتاب کو صحابہ کے خلاف سب و شتم قرار دیا۔ جیسا کہ مولانا کے مضمون کی اشاعت شیعہ ہفت روزہ ”رضا کار“ میں اس کا اظہار کیا گیا تھا۔

(خلافت و لوکیت کی تاریخی و شرعی حیثیت ص ۵۵۹ مصنفہ حافظ یوسف صلاح الدین اہل حدیث)

خلافت و ملوکیت کی شرعی و تاریخی حیثیت

اس کتاب میں صحابہ کرام کے متعلق جو رویہ اختیار کیا گیا۔ حضرت عثمان غنی ہجرت امیر معاویہ حضرت عمرو بن العاص وغیرہم رضی اللہ عنہم جمیعین کے متعلق جو جو ناگفتی باتیں کہی گئیں۔ وہ خالص شیعہ مکتبہ فکر کی ترجمانی کرتی ہیں۔ جو اعتراض آج تک حضرات شیعہ جلیل القدر صحابہ پر کرتے آتے نہیں۔ وہی اعتراضات اس کتاب میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ چاندی کا خول چڑھا کر پیش کیے گئے ہیں۔ بنا براین شیعہ حضرات کے لیے نہ صرف اس میں کافی وکوشش پیدا ہو گئی۔ بلکہ صحابہ کرام کو نشانہ سب و شتم بنانے کے نیلے ان کے مؤثر ہتھیار بھی ان کے ہاتھ آ گئے۔

(خلافت و ملوکیت کی تاریخی و شرعی حیثیت ص ۵۷۲)

توضیح: حافظ صلاح الدین صاحب غیر مقلد مشیر شرعی عدالت پاکستان کی مذکورہ تحریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ۔

۱۔ مودودی صاحب کی تحریرات نہ تو تاریخی اعتبار سے درست اور نہ ہی شرعی حیثیت سے صحیح ہیں۔ بلکہ جھوٹوں کا پلندہ ہیں۔

۲۔ اس کتاب میں مودودی صاحب نے حضرات صحابہ کرام پر وہی اعتراض اٹھائے جو عمرہ سے اہل تشیع کا معمول ہے۔

۳۔ صحابہ کرام پر لگائے گئے اعتراضات پر اہل تشیع خوش ہیں۔ کیونکہ مودودی نے ان کے دل کی بات لکھ دی۔

اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مودودی صاحب کے عقائد میں شیعیت موجود ہے بایں وجہ ملائے اہل سنت میں ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔

فَاخْتَبِرُوا يٰۤأَوَّلِيَ الْاَلْبَصَارِ

گستاخِ سوم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ایک

دیوبندی مولوی عبدالقیوم کی گستاخانہ تحریر

تاریخ نواصب:

(عبدالقیوم مولوی فاضل وفاق المدارس ودارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کی تعینیت دو جلدوں پر مشتمل ہے)

مندرجہ بالا کلام کی روشنی میں یہ بات معلوم ہو گئی ہے۔ کہ بغضِ علی خلافتِ علی کا انکار اور علی علیہ السلام پر سب و شتم کرنا شاعرِ نواصب میں سے ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کا مبتدی اور بانی کون ہے۔ اس کا تفصیلی جواب ترجمہ دوم میں ہی آگے گلاہر دست اتنا بتا دیتا ہوں۔ کہ سب افعالِ شنیعہ اور عقائدِ قبیحہ کا بانی معاویہ بن ابی سفیان ہے جسے اہل سنت غیر شعوری طور پر حلیل القدر صحابی سمجھے بیٹھے ہیں۔ (تاریخ نواصب جلد اول)

جواب:

گزشتہ اوراق میں ہم نے مودودی کی گستاخانہ تحریرات اور ان کے جوابات ذکر کیے۔ ان کے بعد اس نئے فاضل و دشمنِ امیر معاویہ کی ہدایات کا جواب دینے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ مودودی اور مولوی کا ایک ہی نظریہ ہے۔ ہر دستِ یہاں اتنا بتلانا ضروری ہے۔ کہ کچھ دیوبندی قلاں بھی ایسے ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کو اہل سنت کا غیر شعوری عقیدہ قرار دیتے ہیں۔

اور یہ کتنے ظلم کی بات ہے۔ کہ جمہور اہل سنت کا یہ عقیدہ یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
محبوب رسول ہیں۔ کتنا واضح اور روشن ہے۔ اس کا مات مات انکار کیا جا رہا ہے۔
اور اس جمہوری اور اجتماعی عقیدہ کو ”اہل سنت کا غیر شعوری“ عقیدہ کہا گیا ہے۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان قبول کیا، آپ کے حکم سے وحی کی کتابت پر ہمارے
ہوئے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں یہ دعا فرمائی۔ ”اے اللہ!
معاویہ کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا“ (یہ روایت امام احمد
اپنی سند میں عرب بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کی۔ مکتوبات النابیہ مولفہ صاحب نبراس ص ۱۶) صحیح بخاری
میں دعائیہ الفاظ لکے ہیں۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًا وَ اَهْدِ النَّاسَ - اے اللہ!
اسے ہادی اور مہدی بنا۔ اور لوگوں کو اس کے ذریعہ ہدایت عطا فرما۔ مذکورہ دونوں
احادیث پیش نظر رکھ کر غور کیا جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو مستجاب الدعوات ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ہادی، مہدی
دوزخ سے بچنے اور لوگوں کے پیشوا ہونے کی دعا فرمائی۔ اور کتاب و حساب
کی مہارت مانگی۔ ایک طرف یہ دعا اور دوسری طرف ”علوی“ کا انہیں سرے سے
مسلمان ہی نہ سمجھنا ان دونوں میں سے کس کی بات وزنی ہے۔ یقیناً سرکارِ دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلنے والے کلماتِ تعریف ہی وزنی ہیں۔
لہذا علوی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا منکر ہوا اور امیر معاویہ
کی گستاخی کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا مرتکب ہوا۔ اور
ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ اللہ الخ کے مطابق ملعون قرار
پایا۔ قارئین کرام اس قسم کے گستاخوں سے باخبر ہیں۔ آخر میں علوی وغیرہ کو بھارا
چیلنج ہے۔ کہ جس طرح ہم نے شانِ امیر معاویہ پر احادیثِ صحیحہ پیش کی ہیں۔ اسی طرح

موی ان کے خفاق۔ دوزخی ہونے پر کوئی ایک آدمی صحیح حدیث پیش کر کے
میں ہزار انعام وصول کرے۔ مذکورہ دوا حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی
روایات ہم دمع کرچکے ہیں۔ جس میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی رسول ہونا
مذکور ہے۔ انہیں دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ

— — — — —

گستاخ چہارم

طاہر القادری کی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں
دو عدد تنقیصی عبارات

۱۔ شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب آید
تو انہوں نے اس خواہش کے پیش نظر کہ یہ حکومت اور خلافت میرے ہی خاندان
میں رہے۔ اپنی زندگی میں یزید کو ولی عہد نامزد کر دیا اور اس کی تخت نشینی کے لیے
لاہ ہموار کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

میں سمجھتا ہوں اور بلا تامل اس بات کا اقرار اور اعلان کرتا ہوں کہ سیدنا حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ دوسری زبردست لغزش اور ہولناک سیاسی خطا، تھی جس
نے تاریخ اسلام پر بڑے دور رس نتائج مرتب کیے اور امت مسلمہ کے سیاسی
تشخص کو خلافت سے الٹا کر طو کیت کی گود میں دھکیل دیا۔ ہم ان دونوں غلطیوں
کو شرفِ مصابیت کے حوالے سے اجتہادی غلطیاں تسلیم کرتے ہیں۔

(شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ اول مصنفہ طاہر القادری ص ۱۱۳)

(۲) محبتِ امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ ان کے دورِ حکومت کی نسبت ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
صحابی ہونے کی وجہ سے حیا، کوا اور خاموشی کو فرض جانتے ہیں اور زبان کھولنے کو پسند
نہیں کرتے ہیں۔ اور گناہ سمجھتے ہیں لیکن آگے جب یزید کا باپ آتا ہے تو یزید پر ہزار بار
لعنت بھیجتے ہیں جو کچھ میں نے عرض کیا۔ اہل سنت کی عقائد کی تمام کتابوں میں اور
ائمہ تاریخ ہمیشہ بیان کرتے چلے آئے ہیں سیاست معاویہ کا فتنہ آغا پیدا ہوا ہے

فقط اہل بیتِ پاک اور حسین کو یحییٰ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خلاف بغض رکھنے کے لیے اس فتنے کو اُٹھا کر کیا گیا ہے

(۱) محبت حسین اور شہادتِ امام حسین رحمہ اللہ طاہر القادری ص ۱۵ تا ۱۶)

طاہر القادری کی مذکورہ دو وعد عبارت کا تنقیدی جائزہ

طاہر القادری کی مذکورہ دو وعد عبارت سے واضح طعن پر نظر ہوتا ہے کہ اگر طاہر القادری کو یہ خوف نہ ہو کہ مجھے علماء اہل سنت شیعہ اور افضی کی طرف منسوب کریں گے تو وہ کھل کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرتا جیسا کہ اس کی دو وعد مذکورہ عبارت اس کی شاہد ہیں کہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں وہی اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کر رہا ہے کہ جو مودودی نے اپنی کتاب سیاست و ملکیت میں ظاہر کیا ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امت مسلمہ کے سیاسی تشخص کو خلافت سے الٹا کر ملکیت کی گود میں دھکیل دیا ہے۔ جس کی تردید ہم بالتفصیل کر چکے ہیں۔ اور طاہر القادری تو مودودی سے بھی بڑھ کر زبان کھول رہا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست ایک فتنہ تھی جس کا واضح معنی یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست اگر فتنہ ہے تو پھر امیر معاویہ اس کے ساتھ موصوف جیسے کیونکہ صفت موصوف کے بغیر وجود نہیں رکھتی۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو فتنہ کہنا یہ انتہائی جرأت ہے۔ اور جریر بار بار کہہ رہا ہے۔ کہ امیر معاویہ بڑے خلافت زبان کھولنے سے صرف اس لیے حیا آتی ہے کہ انہیں صحابی کہا جاتا ہے۔ تو یہ اس کا کہنا بھی بے معنی ہے۔ جبکہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو فتنہ کہہ رہے ہیں۔ تو پھر کون سی حیا باقی رہ گئی ہے۔ اور پھر واضح الفاظ میں کہہ رہے ہیں۔ کہ میں بلا تامل اس بات کا اقرار اور اعلان کرتا ہوں۔ کہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہولناک سیاسی غلطیاں کی ہیں لیکن مجھے انتہائی افسوس ہے کہ کاشم طاہر القادری سلف صالحین اور اپنے اکابر شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مجدد الف ثانی وغیرہ کی تحریرات جو کہ انہوں نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تحریر کی ہیں۔ ان کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی اتباع کرتے۔ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان و مناقب تحریر کرتے۔ کہ ان کی شان میں طعن و تنقیص کرتے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب احکام شریعت حصہ اول ص ۵۵ کو اگر طاہر القادری صاحب پڑھ لیتے اور پھر اعلیٰ حضرت سے جو وہ اپنی عقیدت کا اظہار اور دعویٰ کرتے ہیں۔ پھر یہ سیدنا امیر معاویہ کی ذات میں طعن و تنقیص نہ کرتے۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت نے اس جگہ یوں لکھا ہے۔
وَمَنْ يَكُونُ يُطْعِمُ فِي مَعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَذَاكَ مِنَ كَلَابِ الْهَٰوِيَّةِ۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتاب ہے۔ اور فقیر کے شیخ کمال پیر طریقت رہبر شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب نشین سجادہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف کی زبان اقدس سے میں نے کئی مرتبہ سنا ہے۔ کہ جو آدمی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرنے والا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ ولایت عطا نہیں کرتا۔ یہ بات وہ سنی ہوئی نہیں فرماتے بلکہ وہ اپنی خواب کا واقعہ ذکر فرماتے ہیں۔ کہ جس کو میں پہلے تحفہ جعفریہ جلد اول میں نقل کر چکا ہوں۔ لیکن اس جگہ پھر وہاں نقل کر دیتا ہوں کیونکہ وہ واقعہ انتہائی نصیحت آمیز اور صراطِ مستقیم کے لیے رہنما ہے۔ ملاحظہ ہو۔

غوثِ وقت قبلہ سیدی وسندی و مرشدی

سید محمد باقر علی شاہ صاحب

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیدیا نوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

روحانی اور سچا خواب

ایک دن بندہ مصنف حضرت کیدیا نوالہ شریف میں حاضر تھا۔ رات گئے تک صبح چند علماء کرام حضرت قبلہ صاحب کے پاس حاضر تھے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو کے دوران ایک عالم صاحب کہنے لگے کہ سادات میں سے عوام تو کیا بعض پیرانِ عظام بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہیں۔ اس پر قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا۔ آپ لوگ ہشانِ امیر معاویہ کتب سے بیان کرتے ہیں۔ اور اس پر دلائل قائم کرتے ہیں لیکن میں اپنی پستہ متی اور خود پروردہ کی بات بتلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ایک دن دس بجے دن ایک آدمی سے میں نے دورانِ گفتگو کہا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بخیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مقابلہ کیا۔ اس میں انہوں نے بڑی زیادتی کی۔ اتنا کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرے دل میں خیال آیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں میں نے غلط الفاظ کہے ہیں۔ اور مٹا اس کے ساتھ میرا روحانی فیض بند ہو گیا۔ سارا دن پریشانی میں گزرا۔ جب رات پڑی اور میں سو گیا۔ خواب میں پرانی بیٹھک شریف دیکھی۔ قبلہ والدی ماجدی حضرت خواجہ نور الحسن شاہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت شیر ربانی قبلہ میاں شیعہ شریعت پوری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام زندگی اسی بیٹھک شریف میں روحانی سلسلہ جاری رکھا۔ اور یہیں وصال فرمایا۔ اچانک خواب میں ہی کسی نے بیٹھک شریف کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کدھکا دے کر کھولا۔ تو اچانک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے۔ آپ کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور

ان کے پیچھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ تینوں حضرات اس طرح کھڑے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاموش کھڑے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ناراضگی میں مجھے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: ”تھیکڑا میرا اور امیر معاویہ کا تھا۔ اس میں تمہیں دخل دینے کا کیا حق حاصل ہے؟“ آپ نے یہی جملہ تین مرتبہ فرمایا۔ میں نے معافی مانگی۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ پھر تینوں حضرات تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کے چھ ماہ بعد تک ز تو حضرت قبلہ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اور نہ ہی قبلہ والدی و مرشدی سرکار حضرت کیدیا نواز شریف کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور ہر قسم کا روحانی فیض بند رہا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور فیض کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

مذکورہ واقعہ سے ان سیدزادوں پیروں اور علماء کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو اہل سنت کے مقتداء کہلانے کے باوجود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے ہیں۔ ایسوں کو روحانی فیض کیا مل سکتا ہے۔ اور پھر مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ طاہر القادری کہ جو روحانی مقتداء کہلاتے ہیں ان کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات فتنہ اور فحش خطاؤں سے ملوث تو نظر آئی ہے مگر خود دشمن صحابہ خمینی ہے۔ اس میں طاہر القادری کو کوئی نقص نظر نہیں آیا۔ اور اس کی تعریف میں لوائے وقت بروز جمعرات ۳ ذی القعدہ ۱۴۱۸ھ ۸ جون ۱۹۹۷ء میں اس عنوان کے ساتھ خمینی کی تعریف کی دو امام خمینی کا جینا علی کی طرح اور مزنا حسین کی طرح ہے۔

قارئین کرام طاہر القادری کے مذکورہ عنوان کو پڑھ کر سمجھنے والا یہ ہی سمجھتا ہے کہ میں طرح اسلام میں حضرت علی المرتضیٰ کے ارنامے ہیں۔ جو نصوص سے ثابت ہیں اور ان کی تائید بحوث احادیث و آثار سے ہوتی ہے۔ اس طرح خمینی کے بھی

اسلام میں عظیم کارنامے ہیں۔ لہذا وہ بھی انہی فضائل و مناقب کا حق دار ہے۔ اور جس طرح امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر جام شہادت نوش فرمایا اسی طرح خمینی بھی اسلام زندہ رکھنے کے لیے شہادت سے سرفراز ہوا۔ تو جس طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اعلیٰ درجہ کے شہید تھے اسی طرح خمینی بھی عظیم شہید ہے جسے طاہر القادری دو امام، کہہ رہا ہے۔ اور جس کی شان میں مذکورہ الفاظ کہے۔ یہی وہ خمینی ہے۔ کہ جس نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کرتے ہوئے یوں کہا ہے۔ جو جتنی قربانیاں میرے ماننے والوں نے دی ہیں۔ یہ قربانیاں صحابہ رسول بھی نہیں کر سکے، بلکہ اس نے اپنی مشہور کتاب کشف الاسرار ص ۲۱ میں ہرقاری کو یہ مشورہ دیا ہے۔ کہ حق و باطل کے امتیاز کے لیے ملاحظہ مجلی کی کتب کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس نے اسی صغیر پر دو حق الیقین، کا بار بار ذکر کیا۔ کہ حق و باطل کے امتیاز کے لیے ملاحظہ مجلی کی کتاب دو حق الیقین، کا مطالعہ ضروری ہے۔ حالانکہ اسی کتاب میں حق الیقین کا بار بار حوالہ دیا گیا۔ ان میں سے ایک جگہ لکھا۔ کہ امام قائم (امام مہدی) جب دنیا میں آئیں گے۔ عائشہ راز نہ کو نہ تارا اور احمد بن محمد۔ یعنی حضرت عائشہ کو دوبارہ زندہ کر کے ان پر حد جاری کریں گے۔ (ص ۲۱۹ باب پنجم در بیان اثبات رجعت)۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا۔ ابو بکر و عمر اس امت کے فرعون و ہامان ہیں۔ جنہوں نے آل محمد کا حق غصب کیا۔ ان کو بھی امام مہدی زندہ کریں گے۔ اور قتل کریں گے۔ اور عذاب دیں گے۔ (باب پنجم ص ۲۱۶)

قارئین کرام! خود فیصلہ کریں۔ کہ یہی وہ خمینی ہے۔ جو شیعہ عقیدہ رجعت کا معتقد ہے۔ اور اس کا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ امام مہدی دوبارہ آئیں گے۔ اور اکرام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کو زندہ کرنے کے ان پر حد لگائیں گے۔ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اس امت کے فرعون و ہامان ہیں۔ اس خمینی کہ طاہر القادری

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولایت کا وارث کہہ رہا ہے۔
 طاہر القادری نے خمینی کی مذکورہ تعریف کر کے کیا امام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ
 رضی اللہ عنہا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دل نہ دکھایا۔
 اور ان کی ناراضگی مول نہ لی۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ان حضرات کو اذیت و دکھ پہنچانا اصل
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانا
 اللہ تعالیٰ کو تکلیف دینا ہے۔ تو جس نے اللہ اور اس کے رسول کو دکھ دیا۔ اس کا
 حشر کیسا ہوگا؟ تو معلوم ہوا کہ طاہر القادری کا جو عنوان (امام خمینی کا جینا علیٰ اوردننا
 حسین کی طرح ہے) وہ اس قدر گستاخی پر مبنی ہے۔ کہ جس کی وجہ سے اس کے سارے
 اچھے اعمال اکارت گئے۔ اور آخرت بھی برباد کر بیٹھا۔ اور بارگاہِ صدیقی، فاروقی اور
 نبوی سے مردود ہو گیا۔

یہ نہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی محبت اور وقار و عظمت سے درحقیقت
 طاہر القادری کا سینہ بالکل خالی ہے۔ بلکہ اس کی جگہ عداوت و کدورت اور بغض
 سے اس کا دل بھرا پڑا ہے۔ بعض علماء اہل سنت کی گرفت کا خوف اسے زبان کھولنے
 سے روک رہا ہے۔ ورنہ وہ بے لفظوں دل کی بات کہہ گیا ہے۔ جیسا کہ اس کی کتاب
 ”شہادت حسین“، گواہی دے رہی ہے۔ اور ہمارے خیال کی تائید کرتی ہے۔

شہادت حسینؓ

جب ہم واقعہ کربلا کا تصور کرتے ہیں تو ہمیں معاویہ یاد آ جاتا ہے۔ (شہادت حسینؓ)

ص ۵۲ مصنفہ طاہر القادری

اب یہی بات کہ واقعہ کربلا کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یاد
 آ جانا کس نوعیت کا ہے۔ اندازِ تحریر بتا رہا ہے۔ کہ ان کی یاد ایک مجرم اور شہادت
 امام حسین رضی اللہ عنہ کا اصلی سبب کے طور پر آتی ہے۔ لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

کر بلا کے ساتھ تصور کسی عزت و احترام اور عظمت کے طور پر نہیں بلکہ ایک سازشی، دشمن اہل بیت اور فاسق و فاجر کے طور پر آتا ہے۔ طاہر القادری کی یہ تحریر یہ اس بات کی واضح نشاندہی کرتی ہے۔ کہ اس کے دل میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قطعاً ادب و احترام نہیں۔ اسی لیے اس کا یہ کہنا کہ ”شرف صحابیت ہمیں مانع ہے، یہ بھی ایک عذر رنگ سے کم نہیں۔ اگر شرف صحابیت واقعی ان کی توہین سے مانع ہوتا تو وہ شہادت حسینؑ نامی کتاب کی مذکورہ عبارت لکھتے وقت اس شرف کا لحاظ و خیال کدھر گیا۔

قارئین کرام! حضرت عمرو بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ایسی شخصیت جو عظیم الشان ہے۔ انہوں نے بھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی گستاخی یا ریادتی کی نشاندہی نہ کی۔ بلکہ گستاخانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کوڑے لگوائے۔ ان کا یہ طرزِ عمل بتاتا ہے اور واضح شہادت دیتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ قریب ہونے کے باوجود انہیں تو کوئی عیب یا گستاخی نظر نہ آئی۔ اور چوداں سو سال کے لگ بھگ گزرنے کے بعد جن لوگوں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخیاں نظر آنے لگیں۔ اور تحریر و تقریر میں ان کی شان میں نازیبا اور گستاخانہ انداز اپنایا۔ کیا ان لوگوں کی بات کا کوئی وزن ہو سکتا ہے؟ اور کیا ان کے بغض و عداوت سے میرے الفاظ اس کی دلیل بن سکتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کیا جانا درست ہے۔؟ ہر ذی عقل اور ہر ذی علم اس کے خلاف فیصلہ ہی کرے گا۔ اور قرآن و حدیث کی روش سے وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ جنتی قرار دے گا۔ جیسا کہ اس سے پہلے اگلے تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ آپ ایسی شخصیت کے خلاف نازیبا الفاظ اور گستاخانہ طرز اختیار کرنا اپنی قسمتی بلکہ ازلی بدبختی کی علامت ہی ہو سکتا ہے۔

خلاصہ کلام:

طاہر القادری اہل سنت اور اسی طرح وحید الزمان اہل حدیث اگرچہ اپنے آپ کو محب صحابہ رضہ کہلاتے ہیں۔ مگر ان کے دلوں میں حضرت امیر معاویہ رضہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغض و عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ جس کا واضح ثبوت خود ان کی تحریرات سے ملتا ہے۔ لکھتے ہیں: "ان کا صحابی ہونا مانع ہے کہ ہم ان کے حق میں کچھ کہیں، مطلب یہ کہ آپ کا صحابی ہونا ہمیں زبان کھولنے سے روک رہا ہے۔ اور لعن طعن کرنے سے صرف صحابیت اڑے آرہی ہے۔ ورنہ ہم وہی کچھ کہتے۔ جو دشمن کہا کرتے ہیں گویا ان کے سینوں میں عداوت کی آگ جل رہی ہے۔ جبکہ طاہر القادری نے شہادت حسین ص ۵۲ پر لکھا ہے کہ جب ہم واقعہ کربلا کا تصور کرتے ہیں تو ہمیں معاویہ یاد آ جاتا ہے۔ یعنی ہمیں اس قدر غصہ آ جاتا ہے کہ گویا قاتل معاویہ ہی میں یاد ہے کہ انا اہلسنت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا دشمن اور گستاخ دوزخی کتا ہے۔ یہ فتوے خاص کر طاہر القادری کو پڑھنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا اہل سنت کا فرد ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ فیصلہ مجدد الف ثانی کا بھی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرام سے عداوت اور بغض سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

گستاخ پنجم

فَحِيدُ الزَّمَانِ

المحدث کی امیر معاویہؓ کی شان میں تنقیص

تفسیر الباری؛

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام مخزوم بن حویر بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف
ان کے والد ابوسفیان تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے جنگ
کرتے رہے۔ آخر میں مجبور ہو کر مسلمان ہو گئے۔ وہ اویسؓ آنحضرت کے فتنی
بھی تھے۔ ۶۵ھ میں دمشق میں مرے۔ بیانی رالی کا عمر پانچ ماہ بخاری
نے اور بابوں کی طرح یوں نہ کہا کہ معاویہؓ کی فضیلت۔ کیونکہ ان کی فضیلت
میں کوئی حدیث صحیح نہیں آئی۔ امام نسائی اور اسحاق بن راہویہ نے ایسا
نہی کہا۔ مترجم کہتا ہے۔ صحابیت کی اور ہم کو اس سے مانع ہے کہ ہم
معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کچھ کہیں۔ سچا بات یہ ہے کہ ان کے دل
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی الفت اور محبت نہ تھی۔
جب امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ تو کیا کہنے لگا۔ ایک انگارہ تھا

جس کو اللہ نے بجا دیا۔ ان کا باب ابوسفیان ساری عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتا رہا یہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑے۔

(یتیم اباری شرح البخاری مصنفہ وحید الزمان غیر مقلد جلد سوم ص ۵۸۷ پارہ چودھواں کتاب المناقب باب ذکر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

تقریب:

وحید الزمان کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں یہ اصول حدیث کے اعتبار سے بالکل بے معنی اور فضول کلام ہے۔ کیونکہ فضائل کے لیے صحیح حدیث، کا ہی ہونا کس نے ضروری قرار دیا ہے؟ ہم اسی کتاب میں یہ امر واضح کر چکے ہیں کہ فضائل میں ”ضعیف حدیث“ بالاتفاق معتبر ہوتی ہے۔ اس کے خلاف تنقیص اور جرح کے لیے صحیح حدیث کا ہونا ضروری ہے۔ اب اس قاعدہ کو پیش نظر رکھا جائے۔ تو وحید الزمان کی یہ عبارت ”وہ سچی بات یہ ہے کہ ان کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی الفت اور محبت نہ تھی۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو کیا کہنے لگا کہ ایک انگارہ تھا جس کو اللہ نے بجا دیا، کون سی صحیح روایت سے ثابت ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے لیے صحیح حدیث نہ ہونے کا بہانہ ذکر کیا اور آپ کی اہل بیت سے الفت و محبت کی نفی پر جو جرح کے ضمن میں لایا ہے۔ کوئی صحیح حدیث پیش نہ کرنا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کا بغض اور آپ کی دشمنی کوٹ کوٹ کر ہماری ہوئی ہے جس کی وجہ سے اسے
 فضائل میں تو کوئی صبیح حدیث نظر نہ آئی۔ مختصر تفسیر میں ایک بے اصل روایت
 بطور محبت و دلیل پیش کر دی۔ اس روایت سے یہ ثابت کیا گیا کہ حضرت
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کی محبت
 والفت بالکل نہ تھی۔ بلکہ ان کے آپ دشمن تھے۔ خود و حید الزمان کا اندازہ علم
 ملاحظہ ہو۔ وہ ان کا باپ ابوسفیان ساری عمر آنحضرت سے لڑتا رہا؟ کاش اس
 نام نہاد سنی اور غیر مقلد کے ذہن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلنے
 الفاظ کا پاس ہوتا۔ تو کبھی بھی یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں
 یوں ہرزہ سرائی نہ کرتا۔ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔
 ”اسلام ان تمام گناہانِ سابقہ کو مٹا دیتا ہے۔ جو اسلام لانے سے قبل سرزد ہوئے ہوں۔“
 اس ارشاد گرامی کے ہوئے ہوئے پھر حضرت ابوسفیان اور ان کے فرزند جلیل حضرت
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے پچھلے افعال کو کریدنے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر اسلام
 لانے سے قبل کے حالات کو دیکھا جائے۔ تو بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام
 ایسے ہیں جنہوں نے اپنے زمانہ کفر میں دل بھر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت
 کی۔ حضرت خالد بن ولید ایسے نامور سپہ سالار کا مانی کتابوں میں محفوظ ہے۔
 غزوہ احد میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے
 دندانِ مبارک کے ٹکستہ ہونے کا سبب بھی یہی بنے تھے۔ بلکہ شتر کے قریب
 صحابہ کرام کی شہادت ان کے حملہ کی وجہ سے ہوئی تھی۔ تو کیا ان کی ان سابقہ
 باتوں کو تیرے نظر رکھ کر حید الزمان ان کے متعلق بھی یہ کہے گا۔ کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے دشمن تھے۔ اسی طرح حضرت وحشی۔ نیم امیرِ مہزور رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ پھر
 مشرقتِ باسلام ہوئے۔ ان کے بارے میں حضرت مجددِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ ان اوسے صحابی کے درجہ کو حضرت اوس قرنی نہ پہنچ سکے۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب ہم کتب احادیث و سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے ان کے لیے یہ دعا مانگی ہوئی ملتی ہے۔ **اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَمُهْدِيًا۔ اے اللہ!** امیر معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا۔ علاوہ ازیں کثیر روایات آپ پڑھ چکے ہیں جن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو این "قرار دیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ امیر معاویہ کو وحی کی کتابت پر مامور کرو۔ کیونکہ وہ امین ہیں۔ ان تمام فضائل کو الگ رکھیں۔ اور عرف فاتح قبریں اور قسطنطنیہ ہونا ہی سامنے رکھیں۔ اور پھر حدیث نبوی میں اس معرکہ اور جہاد کے متعلق جو شان بیان ہوئی اسے سامنے رکھا جائے۔ تو بالکل عیاں ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اقدس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کیا مقام و مرتبہ تھا۔

فتح قبرص کے متعلق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی پیش گوئی

فتح قبرص کو فتح قسطنطنیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہی معرکہ ہے جس کے متعلق سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے۔ کہ جو اس معرکہ میں شامل ہوگا۔ اس ہر غازی کے لیے جنت واجب ہے۔ اس کو فتح کرنے والے لشکر کے سپہ سالار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس لیے ان کے جنتی ہونے کا فیصلہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا۔ صحیح بخاری میں اسنادِ صحیحہ کے ساتھ اس کو امام بخاری نے یوں ذکر

کیا ہے۔

بخاری شریف:

حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ
أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعُسَيْبِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ
أَتَى عِبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ
فِي سَاحِلِ حَمُصَ وَهُوَ فِي بَنَاءٍ لَهُ وَ
مَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ قَالَتْ عُمَيْرُ فَحَدَّثَنَا
أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ
الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ أَنَا فِيهِمْ قَالَ أَنْتِ فِيهِمْ۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۴۰۹، ۴۱۰)

باب ما قيل في قتال الروم - بارہ

مطبوعہ: مطبع المصالح کراچی

ترجمہ:

بمذمت اسناد) عمیر بن اسود عسبی بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ حضرت عبادہ
بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت
عبادہ ساحل حمص پر واقع اپنے مکان میں قیام پذیر تھے۔ ان کے ساتھ
ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمیر کہتے ہیں۔ ہمیں جناب ام حرام نے
حدیث سنائی۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے

سنا۔ کہ میری امت کا سب سے پہلا شکر جو دریا کی لڑائی لڑے گا۔ ان سب کے لیے جنت واجب ہو چکی ہے۔ ام حرام کہتی ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں بھی اس لشکر میں ہوں گی فرمایا ہاں تو بھی اس میں ہوگی۔

مذکور حدیث کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں :-

عمدة القاری :

قَوْلُهُ (أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ) أَرَادَ بِهِ جَيْشَ مُعَاوِيَةَ وَقَالَ الْمَهْدِيُّ مُعَاوِيَةُ أَوَّلُ مَنْ غَزَا الْبَحْرَ وَقَالَ ابْنُ جَرِيرٍ قَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ ذَلِكَ فِي سَنَةِ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَهِيَ غَزْوَةُ قَبُوحٍ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَقَالَ التَّوَائِدِيُّ كَانَ ذَلِكَ فِي سَنَةِ ثَمَانٍ وَعِشْرِينَ وَ قَالَ أَبُو مَعْشَرَ غَزَاهَا فِي سَنَةِ ثَلَاثٍ وَ ثَلَاثِينَ وَ كَانَتْ أُمْرٌ حَرَامٍ مَعَهُمْ وَقَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي جَامِعِ الْمَسَانِيدِ أَنَّهَا غَزَتْ مَعَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَتَوَقَّسَتْهَا بَقْلَةً وَ شَهْبَاءُ فَتَوَقَّعَتْ فَمَاتَتْ وَقَالَ هِشَامُ بْنُ

عَمَّارٍ رَأَيْتُ قَبْرَهَا وَقَفْتُ عَلَيْهِ
بِالسَّاحِلِ بِغَاقِيسٍ :
قَوْلُهُ (قَدْ أَوْجَبُوا) قَالَ بَعْضُهُمْ أَيْ وَجَبَتْ
لَهُمُ الْجَنَّةُ قُلْتُ هَذَا الْكَلَامُ لَا يَقْتَضِي
هَذَا الْمَعْنَى وَإِنَّمَا مَعْنَاهُ أَوْجَبُوا اسْتِحْقَاقَ
الْجَنَّةِ .

دعوتِ القاری شرح صحیح البخاری

جزء ۱۴ صفحہ نمبر ۱۹۸ / مطبوعہ بیروت

طبع جدید

ترجمہ :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ ”سب سے پہلا لشکر جو
دریا کی لڑائی لڑے گا، آپ کی مراد اس سے حضرت معاویہؓ کا لشکر ہے
بہلبل کہتے ہیں۔ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے شخص ہیں۔
جنہوں نے دریا کی لڑائی لڑی۔ ابن جریر کہتے ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا
ہے۔ کہ یہ لڑائی ۲۷ ہجری میں ہوئی۔ اور یہی غزوہ قبرم ہے۔ جو حضرت
عثمانؓ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں واقعہ ہوا۔ واقعہ میں نے کہا کہ
یہ جنگ ۲۸ ہجری میں ہوئی۔ ابوہریرہؓ کے قول کے مطابق یہ سن ۳۲ ہجری
میں لڑی گئی۔ ام حرام رضی اللہ عنہا اس لشکر کے ساتھ تھیں۔ ابن
الجوزی نے جامع المسند میں کہا۔ کہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے حضرت
عباد بن الصامت رضی اللہ عنہ کی مصیبت میں جنگ لڑی۔ چو نے
انہیں نیچے گرا دیا۔ اور وہ گرتے ہی انتقال کر گئیں۔ ہشام ابن عامر
کہتے ہیں۔ میں نے ام حرام رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت کی۔ وہاں

کچھ دیر کھڑا بھی رہا۔ وہ فاقیس کے ساحل پر واقع ہے۔
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ”ان کے لیے واجب ہو گیا“
 بعض حضرات نے اس کی تشریح میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان کے لیے جنت واجب ہو گئی ہے
 میں (علامہ عینی) کہتا ہوں۔ کہ یہ کلام اس معنی کا تقاضا نہیں کرتا۔
 بلکہ معنی یہ ہے۔ کہ وہ لوگ لازمی جنت کے حق دار ہو گئے۔

تلخیص کلام:

جنگِ قبرص یا قسطنطنیہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک عام فوجی
 کی حیثیت سے شریک نہ ہوئے۔ بلکہ اس جنگ کے شرکاء کی کمان حضرت
 حضرت امیر معاویہ کے ہاتھ میں تھی۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی اور بچے بھی تھے۔ کیونکہ قبرص
 پر حملہ کرنے کے لیے جب انہیں مشروط اجازت دی گئی۔ تو اس شرط کے مطابق بال بچے بھی
 آپ کے ہمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دریائی اور سمندری لڑائی کی ابتداء کے لیے جس شخصیت کو
 منتخب کیا۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ اس فتح سے کثیر تعداد میں مالِ غنیمت
 اور بہت سے غلام وغیرہ ہاتھ آئے۔ اور بہت سا جزیرہ ملکاتِ اسلامیہ کو وصول ہوا۔
 حدیث مذکور میں جب جنگِ قبرص میں ہر شریک کے لیے جنت کا وجوب یا استحباب
 وجوب کا مراد سنایا گیا۔ اور وہ بھی اس زبانِ اقدس سے کہ جن کی زبان سے وحی بولتی
 ہے۔ تو اس جنگ کے فوجیوں کے سپہ سالار کے لیے کون سی کسر روہ جائے گی۔ کہ انہیں ان
 سب سے علیحدہ کر کے جنتی ہونے سے محروم کیا جاسکے۔ تو جب حضرت امیر معاویہ رضی
 اللہ عنہ اس حدیث کے بموجب جنتی ٹھہرے۔ اور انہی کی بدولت وہ علاقہ زیر نگین آیا۔ ایسے شخص کے
 ایمان اور جذبہٴ جہاد کے متعلق کسے شک ہو سکتا ہے۔
 اس واقعہ کی تفصیل شیخ مؤرخ لسان الملک مرزا تقی کی کتاب تاریخ التواریخ ملاحظہ فرمائیں۔
 ناسخ التواریخ: معاویہ بن ابی سفیان بسوئے عثمان مامور و گزولایت روم باشام

چنان نزدیک است که باد اداں از دوسو مئے بانگ خروسان و آواز
مرغان شنوده شود و اینک آب دریا از موج بہمناک باز نشسته و از جنبش
ہائی ساکن گشتہ اگر خست رود بجانب جزیرہ قبرص کفنی کنم و آن محال
کہ از مال و مویشی آگندہ است فرو گیرم عثمان و پاسخ نوشت کہ عمر بن
الخطاب ہم گزاجازت نمیکرد کہ مسلمانان آب دریا عبرہ کنند مرا نیز کرامت
می آید اگر تو را این کار موافق افتادہ و سلامت این سفر را ثقی می باشی زن
و فرزند خود را نیز با خوشتن در کشتی حمل میدہ مصلحت عقیدت تو مرا کمشوف افتد
چوں معاویہ این پاسخ بشنید فتح قبرص را تصمیم عزم داد و عبداللہ بن
قیس را با گروہی

بفرمود کشتیہا در عکہ فراہم آوردند و لشکر را وجیبہ بداد و بازن و فرزند بعد آمد
دو روز در آنجا بود و روز سیم بعد از نماز جمعہ کشتی در رفتند اما عبداللہ بن قیس
کہ از پیش در آب راندہ بود از کشتی بساحل دریا بیرون شد تا گراز اراضی روم
خبری باز دانند زنی را نگریست کہ بادریوزگی روز گزارد و او را درمی چند عطار
کرد و آن زن برفت بمیان وہ مردم را آگہی برد کہ این مرد کہ با لشکر دریامی نورد
و اینک بکنار بحر ایستادہ گروہی بشتاب تا ختن کردند عبداللہ را مجال
بدست نشد کہ کشتی بگریزد و او را بگریزند و بکشند۔

این خبر را بمسلمان بردند معاویہ بدان نگر بست ہم چنان بازن
و فرزند و تمامت سپاہ بادولیت و بست کشتی و زورق طے طریق میکرد
تا گاہ بادی مخالفت جنبش کرد دریا مضطرب شد و زور قہا و کشتیہا از
یکہ یگرد و رفتاد زن معاویہ سخت ترسید و کلمہ می ملاح را بخواند
و گفت اسے کیا کشتی را نجاتی نگاہار کہ مرا تاب و طاقت رفتہ است

قیل بخندید و گنت اے زن دریا فرمان کس نبرد و ہنر خداے را بدین
کار دست نہ باشد۔ صبر میکن کہ جزول بر مصوری نہادن چارہ نیست۔

بالجملہ باد باستان و مویج بنشست و مسلماناں بسلامت شدند و ایں
ہنگام زودتی چند پدیدار شد۔ کہ فرما گزار جزیرہ قبرص قسطنطین ہدیہ میفرستاد
معاویہ فمودتا جملہ را بگرفتند و در آن زور قہا کینز کان پری چہرہ و جامہ ہائے
و بیاد نفائس اشیاء فراوان یافتند و از آنجا بجزیرہ قبرص درآمدند۔۔
و بے توانی دست بہمب و غارت گشودند و بسیار از قریہ ہا آبا و بینہارا
بنہیر پی سپردند و غلامان و کینز کان فراوان اسیر گرفتند و اموال و ائصال از نفائس
اشیاء برہم نہادند۔ و ایں جملہ را بکنار بحر آوردہ کشتیہا را بیا کنندند۔

فرما گزار جزیرہ را چنان ہول و ہراسی فرو گرفتہ بود کہ خیال مدافعہ در
خاطرش عبور نہداشت تنہی کشید و خدائی نگشاہ کس بنزدیک معاویہ فرستاد
و خواستار مصالحت گشت۔ بشرطیکہ ہر سال ہفت ہزار دویست دینار
زد میفرستد معاویہ مسئلہ اورا با جابت مقرون داشت و برای جملہ شیعہ
نوشت و مراجعت نمود چوں از دریا بیرون شد بفرمود تا غنائم را فراہم آوردند
و طریقت و طیبہ بزر برہم نہادند۔ کینز اں و غلاماں را بحساب گرفتند۔ از وہ
ہزار افزوں بشمار آمد از جملہ ہفصد تن دختران و دویست ہزار ہفت ہفت غنائم
را بیرون کرد و بانامہ فتح و بانامہ فتح بسوئے عثمان فرستاد و دیگر را بر لشکر

بخش نمود۔ (ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۳ ص ۱۲۹ تا ۱۴۱ و قائل سال ۶۳۵ و ہشتم مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ ۱۔ حضرت امیہ معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک خط
تحریر کیا۔ کہ رومی کی سلطنت ملک شام سے اس قدر نزدیک ہے کہ صبح
کے وقت دونوں طرف سے مرغ کی اذان اور دیگر پرندوں کے چہچہانے

لی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور اس وقت دریا کا پانی خطِ ناک موجوں اور تباہ کن حرکات سے بالکل خاموش ہے۔ اگر اجازت عطا فرمائیں۔ تو قبرص جزیرہ کی طرف بڑھوں۔ اور ان مقامات کو جو کہ مال و مولیٰ شی سے پُر ہیں۔ ان پر قبضہ کر لوں حضرت عثمانؓ نے جواب دیا۔ کہ حضرت عمر بن الخطابؓ رضی اللہ عنہ اس امر کی بہ گز اجازت نہ دیتے تھے۔ کہ دریا کو عبور کیا جائے اس لیے مجھے بھی ایسا کرنا اچھا نہیں لگتا۔ اگر تم اس کام کو بہتر سمجھتے ہو۔ اور اس سفر میں سلامتی کا تمہیں یقین ہے۔ تو پھر اپنی بیوی اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں سوار کرو۔ تاکہ تمہاری نیت کب بختہ اور سچا ہونے کا مجھے علم ہو جائے۔

جب حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ نے یہ جواب سنا۔ تو قبرص کی فتح کا پختہ ارادہ کر لیا۔ عبداللہ بن قیس کو ایک گروہ کے ساتھ دریا میں کشتی کے ذریعہ ابتدائی طور پر بھیجا۔ اور حکم دیا۔ کہ دریا کو عبور کر کے عکہ نامی جگہ پر کشتیوں کو جمع کر دیا جائے۔ اور معاویہؓ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو مناسب سامان دیا۔ بعد میں خود اپنے بیوی بچوں سمیت عکہ پہنچے۔ دو دن قیام کرنے کے بعد تیسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد کشتی میں سوار ہوئے۔ ادھر عبداللہ بن قیس جو پہلے ہی روانہ ہو چکا تھا۔ کشتی سے نکل کر پہلے ساحل پر اتر گیا تاکہ رومی علاقہ کی کوئی خبر وغیرہ دستیاب کرے۔ اس دوران ایک بھکارن دیکھی۔ اُسے چند درہم دیئے۔ وہ عورت چلی گئی۔ اور گاؤں میں جا کر یہ بات پھیلا دی۔ کہ یہ آدمی ایک لشکر لے کر دریا کے ساحل پر اتر رہا ہے۔ یہ سن کر اس گاؤں والے جلد حملہ آور ہوئے۔ عبداللہ کو کوئی ہمت نہ دی۔ کہ وہ کشتی میں سوار ہو کر بھاگ سکے

لوگوں نے پُر کر اسے قتل کر ڈالا۔ یہ خبر مسلمانوں تک پہنچی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا۔ اپنے بال بچوں اور پوری فوج کو لے کر بیس بائیس چھوٹی بڑی کشتیوں کو لے کر اس طرف روانہ ہوئے اچانک مخالفت ہو اچل پڑی۔ دریا میں طغیانی آگئی۔ کشتیاں ایک دوسرے سے دُور دُور ہو گئیں۔ حضرت معاویہ کی بیوی سخت گھبرا گئی۔ کشتی کے طاح کو بلا کر کہا۔ کہ چند لمحوں کے لیے کشتی کو روک دو۔ کیونکہ میری طاقت جواب دے گئی ہے۔ طاح نے ہنس کر جواب دیا۔ اسے عورت! دریا کسی کا حکم نہیں مانتا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔ تم صبر کرو۔ کیونکہ دل کو صبر کی تلقین کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ مخالفت ہو ابند ہو گئی۔ اور وہیں ختم ہو گئیں مسلمان امن میں ہو گئے۔ اس دوران چند کشتیاں دُور سے دیکھیں دیں۔ جن میں قبرص جزیرہ کے فرمانروائے قسطنطین کی طرف تحفہ جات بھیجے تھے حضرت امیر معاویہ نے فرمایا۔ ان تمام کشتیوں کو پکڑ لیا جائے۔ ان کشتیوں میں خوبصورت کینزین، ریشمی کپڑے اور بہت سی عمدہ چیزیں موجود تھیں۔ یہ سب کچھ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اس کے بعد جزیرہ قبرص کی طرف چلے۔ اور بے صبری سے اس کے مختلف دیہات کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ یہاں سے بہت سی اونڈیاں اور غلام قبضہ میں لیے۔ کثیر مال، ساز و سامان اور قیمتی اشیاء کو لوٹ مار کا نشانہ بنایا۔ ان تمام اشیاء کو لے کر دریا کے کنارہ اپنی کشتیوں پر واپس آگئے۔ جزیرہ قبرص کے فرمانروا کو اس قدر دہشت اور خوف نے آگھیرا کہ دفاع کا خیال تک نہ آیا۔ طواغیت نہ اٹھا سکا۔ تیر تک نہ چلا سکا کسی

شخص کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بخاطر صلح بھیجا۔ اور شرط یہ مانی۔ کہ ہر سال سات ہزار اور دو دینار سونے کے دوں گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شرط کو قبول کیا۔ اور اس کی تحریر لکھ لی۔ اور واپس لوٹ آئے۔ جب دریا سے خشکی میں اترے۔ تو حکم دیا۔ کہ تمام مال غنیمت اکٹھا کیا جائے۔ اور اس تمام سامان کو جہازوں پر لاداجائے۔ لونڈیوں اور غلاموں کی گنتی کی گئی۔ ان کی تعداد دس ہزار سے بھی بڑھ گئی تھی۔

ان تمام میں سات سو ایسی لڑکیاں بھی تھیں۔ جو زوجہ ال اور کنواری تھیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کیا۔ اور فتح کی خوشخبری کے ساتھ یہ سب کچھ حضرت عثمان کی خدمت میں بھیجا۔ بقیہ مال غنیمت فوجیوں میں تقسیم کر دیا۔

اس کی تائید سنی مؤرخ ابن اثیر سے ملاحظہ فرمائیں

کامل ابن اثیر؛

ذِكْرُ فَتْحِ قَبْرِ صَ كَانَ فَتْحَ قَبْرِ صَ
عَلَى مَعَاوِيَةَ قِيلَ فِي سَنَةِ تِسْعٍ وَ
عِشْرِينَ وَقِيلَ سَنَةٌ ثَلَاثٌ وَ ثَلَاثِينَ ، وَقِيلَ
إِنَّمَا عُنْزِيَتْ سَنَةٌ ثَلَاثٌ وَ ثَلَاثِينَ لِأَنَّ أَهْلَهَا
عَدُّوا عَلَى مَا نَذَرُوا . فَغَزَاهَا الْمُسْلِمُونَ وَ
لَمَّا غَزَاهَا مُعَاوِيَةُ هَذِهِ السَّنَةُ غَزَاهَا مَعَهُ
جَمَاعَةٌ مِنْ الصَّحَابَةِ فِيهِمْ أَبُو ذَرٍّ وَعُبَادَةُ بْنُ

الصَّامِتِ وَمَعَهُ زَوْجَتُهُ أُمُّ حَرَامٍ وَآبُو الذَّرْدَاءِ -

(تاریخ ابن کامل ص ۹۵ ثم دخلت سنة ثمان وعشرين)

توجہ قبرص کی فتح کا ذکر کیا گیا ہے جو امیر معاویہ کے ہاتھ پر فتح ہوئی یہ جنگ ۲۹ ہجری میں لڑی

گئی۔ ایک اور قول کے مطابق ۲۲ ہجری کا یہ واقعہ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی

کہ اہل قبرص نے دھوکا دیا۔ جس کا ہم تفصیلی ذکر کریں گے۔ تو مسلمانوں نے ان قبرصیوں

کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت امیر معاویہ نے جب ان سے جنگ لڑی

تو ان سلمان مجاہدین میں صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی تھی جس میں حضرت ابوذر

عباد بن صامت ان کی بیوی ام حرام اور ابوذر داری رضی اللہ عنہم تھے۔

ابن اثیر نے اس کے بعد لکھا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے

اس بات پر بہت اصرار کیا۔ کہ مجھے سمندر پار لڑائی کرنے کی اجازت دی جائے۔ مگر انہوں

نے اجازت نہ دی۔ اس کے بعد جب خلافت عثمانیہ کا زمانہ آیا۔ تو امیر معاویہ نے اس مرتبہ بھی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اسی جنگ کی اجازت مانگی۔ حضرت عثمان نے انہیں

اجازت دے دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے ایک بھاری لشکر تیار کیا۔ اور

اس لشکر کی معیت میں قبرص پر چڑھائی کر دی۔ اور قبرصیوں نے رٹنے کی بجائے صلح صفائی

کو بہتر سمجھا۔ اور جزیرہ دے کر امن مانگ لیا۔ اور اطاعت قبول کر لی۔ ابن اثیر ذرا آگے

چل کر کہتے ہیں۔ کہ اس غزوہ میں حضرت عبادہ کی زوجہ ام حرام فوت ہوئیں۔ کینز کو اپنی

سواڑ پر چڑھتے ہوئے گر گئی تھیں۔ ان کی وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد

کی تصدیق تھی۔ جو کہ آپ نے یوں فرمایا تھا۔ کہ ”ام حرام، اس جنگ میں شریک ہوں گی۔“

(۱۔ الکامل فی التاریخ (ابن اثیر) جلد ۲ ص ۹۶ ثم دخلت في سنة ثمان وعشرون)

(۲۔ تاریخ التواریخ (ابن اثیر) جلد ۲ ص ۱۴ مطبوعہ تہران جدید)

قارئین کرام! بخاری شریف میں مذکورہ واقعہ کے بارے میں پیش گوئی موجود ہے۔

اس پیشگوئی کے بدرجہ اتم و اکمل مصداق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بنتے ہیں۔ لہذا
 زبانِ وحی سے ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ اس سے بڑھ
 کر آپ کی فضیلت اور کیا ہوگی۔ پھر آپ نے بہت سی جنگیں لڑیں۔ کہ جن کی وجہ سے
 لاتعداد افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ جیسا کہ صاحب شواہد الحق علامہ یوسف نبہانی
 نے اسی کتاب کے ص ۵۲۰-۵۲۱ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضور جن الفاظ
 سے عقیدت کا اظہار فرمایا۔ انہیں پڑھ کر ہر قاری کا ایمان تازہ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں

لَهُ حَسَنَاتٌ كَثِيرَةٌ لَا تَعْدُ وَلَا تَحُدُّ مِنْ أَجْلِهَا

جِهَادُهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِذَا مَا بِنَفْسِهِ وَ إِذَا مَا بِجُيُوشِهِ

حَتَّى فَتَحَتْ بِلَادَ كَثِيرَةٍ وَ صَارَتْ دَارَ السَّلَامِ

بَعْدَ أَنْ كَانَتْ دَارَ الْكُفْرِ وَ السَّيِّئَةِ دَخَلَ إِلَى

الْإِسْلَامِ الْوُفُؤُ أَكْثَرُ مِنْ كَثِيرَةٍ مِمَّنْ اسْلَمُوا

عَلَى يَدِهِ وَ يَدِ جَيْشِهِ وَ مِنْ دُورِ رِثْمِهِ إِلَى

يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَهُ مِثْلُ حَسَنَاتِهِمْ أَجْمَعِينَ

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بکثرتِ خوبیوں کے مالک تھے۔

جن کا شمار کرنا ناممکن ہے۔ ان میں سے ایک عظیم اور حبیب القدر خوبی

اور فضیلت یہ ہے کہ آپ نے جہاد کیے۔ کچھ تو بذاتِ خود اور بعض

اپنے لشکر سمیت جہاد کیے۔ جس کے نتیجے میں بہت سے علاقہ جات

آپ نے فتح کیے۔ اور وہ اسلامی مرکز بنے۔ جبکہ اس سے قبل وہ کفر

کے گڑھ تھے۔ اور آپ کے وسیع سے لاکھوں افراد حلقہ بگوش

اسلام ہوئے۔ اور آپ کے دستِ اقدس پر اسلام لائے۔ اور

آپ کے لشکریوں کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔ پھر ان مسلمانوں کی

اولاد تا قیامت مسلمان رہے گی۔ اور ان تمام کی انفرادی نیکیوں کے برابر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو محمدی نیکیاں ملیں۔ لیکن اس کے باوجود ایک منہور غیر مقلد و حیدان زمان نے لکھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی فضیلت و تعریف کے سلسلہ میں کوئی ایک صحیح حدیث نہیں آئی۔ ہم اگرچہ اس موضوع پر بہت سی روایات اور احادیث ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن چند ایک کا ذکر کرنا یہاں ہم نے ضروری سمجھا۔ تاکہ محبت تمام ہو جائے۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم: امیر معاویہؓ کی شان میں

تاریخ اسلام: ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے اور امیر معاویہؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے فرمایا۔ اے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ! تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے جسم کے ساتھ مل رہا ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرا پیٹ اور سینہ آپ کے جسم مبارک سے ملا ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ نے جواب میں دعا دی اللھم املأه علیمًا۔ یعنی اے اللہ اس کو علم سے بھر دے۔ (تاریخ اسلام مصنفہ حافظ ذہبی جلد دوم صفحہ نمبر ۳۱۹۔ اس کے علاوہ جب امیر معاویہؓ کے والد گرامی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ تو جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے اسلام لانے سے قبل مسلمانوں کو لڑائی میں بہت زیادہ دکھ پہنچائے۔ بہت سے مسلمانوں کو شہید کیا۔ اب آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں کہ میں کافروں سے لڑوں۔ اور ان کو تہ تیغ کروں۔ اس کے جواب میں سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں ضرور جہاد کرو۔ چنانچہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اور آپ کے صاحبزادے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بہت

سے غزوات میں شرکت کی۔ اور آخر دم تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے جبکہ دوسرے صحابہ کرام شکست کی وجہ آپ سے قدرے دور ہو گئے۔ اور یہی آپ کا خصوصی مرتبہ اور مقام ہے انہوں نے سخت ترین مقام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا اور ان کے والد کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا تعلق اور ان کا مقام صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اب چند روایات ایسی ملاحظہ فرمائیں۔ جن سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نظر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔

فرمانِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ: (امیر معاویہ رحمہ کی شان میں)
اَلَا سَتِيْعَابٌ؛ وَ ذَمُّ مُعَاوِيَةَ عِنْدَ عُمَرَ يَوْمَ مَا قَالَا
دَعَوْ نَا مِنْ ذَمِّ قُرَيْشٍ مَنْ يَضْحَكُ فِي الْغَضَبِ
وَلَا يَنَالُ مَا عِنْدَهُ اِلَّا عَلَى الرِّضَا وَلَا يُوْخَذُ مَا
فَوْقَ رَاسِهِ اِلَّا مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْهِ۔

الاستيعاب جلد سوم ص ۳۹۰ بر حاشیہ اصابع

فی تمیز الصعابہ حرم علم۔ قسوا قول

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حضور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت کی گئی۔ جس پر آپ نے فرمایا: ہمیں اس قریشی زجران کی مذمت سے معذور سمجھو۔ اور تم خود بھی ایسے کی مذمت مت کرو۔ جو غضب کی حالت میں بھی مسکراتا رہتا ہے۔ اور جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے۔ وہ اس کی رضا مندی کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ (یعنی کوئی طاقت و اس پر غالب نہیں آسکتا) اور اس کے سر پر رکھی چیز اس کے قدموں پر سر رکھے بغیر حاصل نہیں کی جاسکتی۔ (یعنی وہ

بہت بڑا قوی اور شجاع ہے)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے لوگو! تم قیصر و کسریٰ کی اور ان کی سیاست و حکومت کی تعریف کرتے نہیں تھکتے۔ حالانکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تم میں موجود ہیں۔ نیز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کے انتقال کے بعد ملک شام کا انہیں گورنر مقرر کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات اور اس تعلق سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ کس قدر تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے اپنے دور خلافت میں جس کو بھی گورنری وغیرہ کوئی اہم منصب دیا اس میں آپ بہت محتاط تھے۔ اور تقرری کے بعد لگاتار ان کی نگرانی فرماتے۔ اگر کسی میں مطلوبہ قابلیت نہ پاتے۔ تو اسے فوراً معزول کر دیتے۔ ہم جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس احتیاط و سخت پابندی کو دیکھتے ہیں۔ اور ادھر یہ دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر مقرر کرنا اور تا دم آخر اس احتیاط و سخت پابندی کو دیکھتے ہیں۔ اور ادھر یہ دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر مقرر کرنا اور تا دم آخر اس منصب پر انہیں مقرر کیے رکھنا۔ اس سے صاف واضح کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی شخصیت پر مکمل اعتماد رہا۔ یہی اعتماد دو دشمنانی میں بھی نظر آتا ہے۔ حضرت عثمان اہم امور میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے رائے طلب فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شام کے ساتھ ساتھ اردن، فلسطین اور حمص وغیرہ کو بھی آپ کی گورنری کے ماتحت کر دیا تھا۔

فرمان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں)
البدایۃ والنہایۃ:

أَمَّا الْإِمَامُ أَبُو بَكْرٍ هُوَ أَمَانَةُ مَعَاوِيَةَ فَإِنَّكُمْ

لَوْ فَقَدْ تَمَّوْهُ - رَأَيْتُمْ لَرَوْسُ تَنْدِرُ عَدُوَّ
 كَوَاهِلَهَا كَانَتْهَا الْحَنْظَلُ - (البداية والنهاية
 جلد ۳ ص ۱۳۱) هذه ترجمه معاویة

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب جنگ صفین سے واپس
 پلٹے تھے تو فرمایا لوگو! تم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت و
 گورزی کو بُرا مت جانو۔ دیکھو اگر تم نے انہیں کھو دیا۔ تو تم اپنے
 سروں کو اپنے شانوں سے کٹ کٹ کر اس طرح گرتے دیکھو گے
 جس طرح حنظل تہاں کا پھل (پک کر اپنی میل سے) گرتا ہے۔

خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ دیگر جلیل القدر صحابہ کرامؓ
 بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہایت محترم سمجھتے تھے۔ اور ان کے نزدیک
 ان کی قدر و منزلت بہت تھی۔ مثلاً ایک دفعہ کسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
 سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کسی مسئلہ میں شکایت کی۔ تو آپ نے فوراً فرمایا
 فرمان ابن عباس رضی اللہ عنہ:

إِنَّهُ فَيِّقُهُ وَفِي رَوَايَةٍ أَنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - (الاصابة في تميز الصحابة
 جلد سوم ص ۳۲۲ حرف میم قسم اول)

ترجمہ: وہ بہت بڑے فقیہ ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ وہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں۔

یعنی اسے معترض اور شکایت کرنے والے! انہوں نے مسئلہ مذکورہ میں
 جو کچھ فرمایا ہوگا۔ وہ اپنی فراست و فقاہت سے فرمایا ہوگا۔ اور وہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والے ہیں۔ اس لیے ان کے بارے میں بدگمانی اور
 شک و شبہ درست نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر گامہ الکاوش و

صحبت کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ وہ عظمت ہے۔ کہ کوئی دوسری عظمت اس کی ہم پلہ نہیں ہو سکتی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ ذکر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک آزاد کو وہ غلام نے جس کا نام کریم تھا۔ آپ سے شکایت کی۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تین رکعت وتر کی بجائے صرف ایک رکعت پڑھی ہے۔ انہوں نے یہ کیا کیا؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس پر فرمایا۔

أَصَابَ أَحَدَ بَنِي لَيْسَ أَحَدٌ مِنَّا أَعْلَمُ مِنْ مُعَاوِيَةَ۔

(بیہقی جلد سوم ص ۲۶ باب العترة)

ترجمہ: بیٹے! انہوں نے جو کیا وہ درست کیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم والا ہم میں کوئی بھی نہیں ہے۔

قرآن و حدیث اور اسلامی احکام میں اللہ تعالیٰ نے جو بصیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی آپ سن چکے جن کے بارے میں ابن عباس ایسا نظریہ رکھتے ہوں۔ وہ کس مرتبہ و مقام کا آدمی ہوگا۔ شرعی احکام میں تفقہ کے ساتھ ساتھ امور مملکت اور سیاست میں جو سمجھ بوجھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی اس کے ان الفاظ سے قائل ہیں۔

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا خَلَقَ لِلْمَلِكِ مِنْ مُعَاوِيَةَ۔ لَابِدَايَةِ

والنہایہ جلد ۱ ص ۱۳۵ ترجمہ معاویہ)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر امور مملکت کو زیادہ جاننے والا میں نے نہیں دیکھا۔

البدایۃ والنہایۃ کے مذکور مقام میں حافظ ابن کثیر نے دیگر صحابہ کرام کے تعریفی و توصیفی کلمات ذکر کیے ہیں۔

۱۔ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو جب حضرت عمر بن خطابؓ نے حمص کی گورنری سے معزول کر دیا۔ تو کچھ لوگوں نے ان کی جگہ امیر معاویہؓ کی تقرری پر اصرار دھر کی باتیں کیں۔ اس پر معزول ہونے والے گورنر نے ان لوگوں سے کہہ

فرمان عمیر بن سعد رضی

لَا تَذْكُرُوا مَعَاوِيَةَ إِلَّا بِعَيْنِي فَإِنِّي سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ
أَمْدِدْ بِهِ۔

ترجمہ: معاویہؓ کا تذکرہ صرف خوبصورت اور تعریفی الفاظ سے ہی کرو

کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں یہ سن رکھا ہے۔ اسے اللہ! اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی اور کو میں نے حکومت کے لائق نہ پایا۔

۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا کہنا کرتے تھے۔

فرمان سعد بن ابی وقاص رضی

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَبْعَدَ عَثْمَانَ أَقْضَى بِحَقِّ مَنْ
صَاحِبِ هَذَا الْبَابِ يَعْنِي مَعَاوِيَةَ (البدایۃ والنہایۃ
جلد ۱ ص ۱۳۳ ترجمہ امیر معاویہ)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد میں نے کسی اور کو امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حق کا فیصلہ کرنے والا نہیں پایا۔

۴۔ قصہ بن ہار فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْظَمَ حِلْمًا، وَلَا أَكْثَرَ سَوْدًا
وَلَا أَبْعَدَ أَنَاةً وَلَا أَلْيَنَ مُخْرِجًا وَلَا أَرْحَبَ
بَاعًا بِالْمَعْرُوفِ عَن مَّعَاوِيَةَ۔

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ صاحبِ علم، عظیم
سیاست دان و سیاست کار، اعلیٰ وقار کا حامل، نہایت نرم دل
اور نیک کاموں میں انتہائی فراخ دل کسی کو نہ دیکھا۔

نوٹ:

یہ سب روایات البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵ پر درج

ہیں۔

ان چند روایات سے ہم بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کا اپنے ہم عصر حضرات صحابہ کرام میں کیا مقام و مرتبہ تھا۔ اور جلیل القدر صحابہ کرام کی ان
کے بارے میں کیا رائے تھی؟ اب ہم چند روایات ایسی پیش کرتے ہیں جن میں
حضرات تابعین کرام کے نزدیک ان کی اہمیت و حیثیت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تابعین کی نظر میں:

۱۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ایسے مرنجاں مرنج غلیفہ تھے کہ آپ نے
اپنے دورِ خلافت میں کوڑوں کی سزا کسی کو نہ دی۔ مگر ایک ایسا شخص اس
سزا سے نہ بچ سکا جس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں
کچھ غلط باتیں کیں۔ بلکہ الزام تراشی کی۔ آپ نے اس کے بارے میں

کوڑے لگائے جانے کا حکم صادر فرمایا۔

(۱) الاستیعاب جلد سوم ص ۲۰۳ بر حاشیہ الاصابة

حرف میم قسم اول)

۲۔ مشہور تابعی حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے کسی نے امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے

فرمایا: ”میں ایسے شخص کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں جس نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ

علیہ وسلم کی امامت میں نمازیں ادا فرمائیں۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

رکوع سے اٹھتے ہوئے سَمِعَ اللہُ مِنَّ حَمْدِہُ کہا۔ تو اس نے رَبَّنَا

لَكَ الْحَمْدُ کہا ہو۔“

(البدایۃ و النہایۃ جلد نمبر ۸ ص ۱۳۹)

۳۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ دونوں میں افضل و بہتر

کون ہے؟ سائل کا یہ سوال سن کر آپ کو غصہ آگیا۔ اور فرمانے لگے۔ تم دونوں

میں افضل کے بارے میں پوچھتے ہو؟ بخدا! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناک میں

بلانے والی وہ مٹی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کرتے ہوئے چلی گئی تھی۔ وہ

عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

(البدایۃ و النہایۃ جلد نمبر ۸ ص ۱۳۹)

یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ سائل نے چوں کہ ایک طرف ایک صحابی اور دوسری

طرف ایک جلیل القدر تابعی کو رکھا۔ صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہ جن

کے بارے میں مختلف قسم کی چہ میگوئیاں موجود تھیں۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کی

عظمت اور جلالت شان امت میں مسلم تھی۔ لیکن اس کے باوجود مقام صحابیت کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کو سائل پر غصہ آگیا۔ جس سے صاف عیاں کہ ان کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ کیا تھا۔ ۴۔ ایسا ہی سوال ایک دفعہ معافی بن عمران رضی اللہ عنہ سے بھی ہوا تھا۔ انہوں نے بھی اس پر غصہ کھایا۔ اور فرمانے لگے۔

ایک تابعی خواہ کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہ ہو۔ وہ کیونکر ایک صحابی کے برابر ہو سکتا ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں ان کی ہمیشہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی وحی کی کتابت فرمائی۔ اور اس طرح اس کی حفاظت کی۔ لہذا ان کے مقام و مرتبہ کو کوئی تابعی کیسے پاسکتا ہے؟ اور پھر آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پڑھ سنائی۔ جو جس نے میرے صحابہ اور قرابت والوں کو برا بھلا کہا۔ اس پر اللہ کی لعنت ہو، - (البیہ والنبایہ جلد ۸ ص ۱۳۹ مذہ لہ ترجمہ معاویہ)

۵۔ جناب احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ زیادہ صاحب علم کون ہے آپ یا حضرت معاویہؓ؟ آپ چونکہ لوگوں میں انتہائی بردبار مشہور تھے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا۔ خدا کی قسم! تم سے بڑا جاہل کوئی نہ دیکھا۔ میں بردباری کرتا ہوں جبکہ میں اس خلافت کی قدرت نہیں رکھتا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بردباری اس عالم میں ہوتی ہے۔ کہ وہ اس کے خلافت کی قدرت رکھتے ہوئے ایسے کرتے ہیں اس لیے میں، ان کی بردباری کو کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ اور میں ان کی اس وصف میں برابری کیسے کر سکتا ہوں؟

قارئین کرام! ان تمام احادیث و روایات کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم وحید الزمان غیر مقلد و غیرہ کی تحریرات کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں یہی نتیجہ ملتا ہے کہ عقل کے ان اندھوں کی آنکھیں بھی ماری گئیں۔ عداوت و بغض معاویہ کی وجہ سے نہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ایسا ارشاد نظر آتا ہے۔ نہ حضرات صحابہ کرامؓ کا اور نہ ہی تابعین حضرات کا کہ جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و محاسن بیان ہوئے ہیں۔ اور اگر کہیں بھولے سے نظر پڑ جاتی ہے۔ یا کوئی دکھا دیتا ہے۔ تو پھر اس کی لالینی تاویلات اور دو راز کار تشریحات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ یوں انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی کا ارتکاب کر کے اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائی۔ اور آخرت برباد کر لی۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

اس کے بعد وحید الزمان نے جو یہ بکھا۔ کہ ان کا باپ ابو سفیان ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتا رہا۔ اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ یہ دونوں باپ بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔

کاش کہ وحید الزمان اہل حدیث حسد و بغض کی عینک اتار کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت پر نظر انصاف ڈالتا تو ان گستاخانِ صحابہ رضی اللہ عنہم رافضیوں سے کیا گزرا نہ ہوتا۔ کیونکہ شیعہ مؤرخین نے جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسن سیرت کو حق پایا تو پھر قلم کو روک نہ سکے۔ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے چوبیس گھنٹوں کے معمولات من و عن نقل کیے۔ جیسے کہ حقیقت میں تھے۔ اب دو عدد شیعہ مؤرخین کی عبارات نقل کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شب و روز کے نیک اعمال کی تصدیق ایک شیعہ مؤرخ کے قلم سے

أَنَّهُ كَانَ يَأْذِنُ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ خَمْسَ مَرَّاتٍ كَانَ إِذَا أَصَنَّهُ
 الْفَجْرَ جَلَسَ لِلْقَاضِ حَتَّى يَفْرَغَ مِنْ قِصَصِهِ ثُمَّ يَدْخُلُ
 بُيُوتَهُ مَمْضِيَةً فَيَقْرَأُ آخِرَاءَ شَعْرَةٍ يَدْخُلُ إِلَى مَنْزِلِهِ
 فَيَأْمُرُ وَيَنْهَى ثُمَّ يَصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الْمَجْلِسِ
 فَيَأْذِنُ الْخَاصَّةَ الْخَاصَّةَ فَيُحَدِّثُهُمْ وَيُحَدِّثُونَهُ وَ
 يَدْخُلُ عَلَيْهِ وَرِثَاءُ كَفِيلَتُونَهُ فَيَأْمُرُ يَدُونَهُ مِنْ
 يَوْمِهِمْ إِلَى النَّسَبِ ثُمَّ يَوْمُ الْبَاغِدَاءِ الْأَصْفَرِ وَهُوَ
 فَضْلُهُ عَشَائِهِ مِنْ جَدِي بَارِدٍ وَفَرَجٍ وَمَا يُشَبِّهُهُ
 ثُمَّ يَتَحَدَّثُ طَوِيلًا ثُمَّ يَدْخُلُ مَنْزِلَهُ لَمَّا آرَأْتُمْ
 يَخْرُجُ فَيَقُولُ يَا غُلَامُ أَخْرِجِ الْكُرْسِيَّ فَيَخْرُجُ إِلَى الْمَسْجِدِ
 فَيُوضِعُ فَيَسْنُدُ ظَهْرَهُ إِلَى الْمُقْصُورَةِ وَيَجْلِسُ عَلَى
 الْكُرْسِيِّ وَيَقُومُ الْأَحْرَاسُ فَيَتَقَدَّمُ إِلَيْهِ الضَّعِيفُ وَ
 وَالْأَعْرَابِيُّ وَالصَّبِيُّ وَالْمَرَأَةُ وَمَنْ لَا أَحَدَ لَهُ فَيَقُولُ عَزَّوَجَلَّ
 وَيَقُولُ عُدِّي عَلَى فَيَقُولُ أَلْعَنُوا مَعَهُ وَيَقُولُ صَبْرِي فَيَقُولُ
 انْظُرُوا فِي أَمْرِهِ حَتَّى إِذَا الْمَرْيُوقُ أَحَدٌ دَخَلَ فَجَلَسَ عَلَى
 السَّرِيرِ ثُمَّ يَقُولُ أَتَذُنُّونَ النَّاسَ عَلَى قَدَرٍ مَنَازِلِهِمْ
 وَلَا تَشْغُلُونِي أَحَدٌ عَنْ تَرَدِّدِ السَّلَامِ فَيَقَالُ كَيْفَ أَهْبَاءُ
 أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَطَالَ اللَّهُ بِقَائِهِ فَيَقُولُ بِنِعْمَةٍ مِنْ
 اللَّهِ فَإِذَا اسْتَوَوْا جُلُوسًا قَالَ يَا هَؤُلَاءِ إِنَّمَا مَتَيْتُمْ
 أَشْرَافًا لَا تَكُمُ شَرْفُكُمْ مِنْ دُونِكُمْ بِهَذَا الْمَجْلِسِ ارْقَعُوا إِلَيَّ
 حَوَائِجَكُمْ مَنْ لَا يَمِيلُ إِلَيْنَا فَيَقُولُ الرَّجُلُ فَيَقُولُ اسْتَشْهِدْ

فَلَا تَقُولُ افْرِضُوا لَوْلَدِهِ وَتَقُولُ اخْرُغَابَ فَلَانٌ عَنْ أَهْلِهِ
 فَيَقُولُ تَعَاهِدُوهُمْ أَعْطَوْهُمْ اِقْضُوا حَوَائِجَهُمْ خُدُّوهُمْ
 ثُمَّ يُؤْتِي بِالنَّعْدَاءِ وَيَحْضُرُ الْكَاتِبُ فَيَقُومُ عِنْدَ رَأْسِهِ وَ
 يَقْدُمُ الرَّجُلُ فَيَقُولُ لَهُ اِحْدِسْ عَلَى انْمَايْدَةِ فَيَجْلِسُ
 يَمْدِيدُهُ فَيَأْكُلُ لُقْمَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَالْكَاتِبُ يَقْرَأُ كِتَابَهُ
 فَيَأْمُرُ فِيهِ بِأَمْرِهِ فَيَقَالُ يَا عَبْدَ اللَّهِ اَعْشَبْ فَيَقُومُ وَيَتَقَدَّمُ
 اخْرُجْ حَتَّى يَأْتِيَ عَلَى أَصْحَابِ الْحَوَائِجِ كُلِّهِمْ وَرُبَّمَا قَدِمَ
 عَلَيْهِ مِنْ أَصْحَابِ الْحَوَائِجِ أَرْبَعُونَ أَوْ نَحْوَهُمْ عَلَى قَدْرِ
 النَّدَاءِ وَيَقَالُ لِلنَّاسِ احْبِزُوا فَتَنْصَرِفُونَ فَيَدْخُلُ مَنْزِلَهُ
 فَلَا يَطْعَمُ فِيهِ طَائِعٌ حَتَّى يَنَادِيَ بِالظَّهْرِ فَيُخْرِجُ فَيُصَلِّيُ
 ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيُ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيَأْذُنُ الْخَاصَّةَ
 الْخَاصَّةَ فَإِذَا كَانَ الْوَقْتُ وَقْتُ شَتَاءٍ تَأْمُرُ بِزَادِ الْحَاجَةِ
 مِنَ الْأَخْيَصَةِ الْيَابِسَةِ وَالْخَشْكَنَاتِ وَالْأَقْرَامِ
 الْمَعْجُونَةِ بِاللَّبَنِ وَالشَّكْرِ وَدَقِيقِ السَّمِيدِ وَالْكَعْكِ
 الْمُسَمَّنِ وَالْفَنَوكِ الْيَابِسَةِ وَالذُّجُوجِ وَإِنْ كَانَ وَقْتُ
 صَيْفٍ آتَاهُمْ بِالْفَنَوكِ الرُّبْبَةِ وَيَدْخُلُ إِلَيْهِ وَنَرَاهُ
 فَيُؤَامِرُ فِيهِ فَيَمَّا احْتَأَجُّوا إِلَيْهِ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ وَيَجْلِسُ
 إِلَى الْعَصْرِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيُ الْعَصْرَ ثُمَّ يَدْخُلُ إِلَى مَنْزِلِهِ
 فَلَا يَطْعَمُ فِيهِ طَائِعٌ حَتَّى إِذَا كَانَ فِي آخِرِ أَوْقَاتِ الْعَصْرِ
 خَرَجَ وَجَلَسَ عَلَى سَرِيرِهِ وَيُؤْذَنُ لِلنَّاسِ عَلَى مَنَازِلِهِمْ
 فَيُؤْتِي بِالْعَشَاءِ فَيَقْرَأُ مِنْهُ مِقْدَارَ مَا يَنَادِي بِالنَّغْرِ

فَيَخْرُجُ فَيُصَلِّيُهَا ثُمَّ يَصَلِّيُ بَعْدَهَا اَرْبَعَةَ رَكَعَاتٍ يَقْرَأُ
 فِي كُلِّ رَكْعَةٍ خَمْسِينَ آيَةً يَجْهَرُ قَارِءٌ وَيَخَافِتُ اخْرَى ثُمَّ
 يَدْخُلُ مَنْزِلَهُ فَلَا يَطْعَمُ فِيهِ طَامِعٌ حَتَّى يَنَادِيَ بِالْعِشَاءِ
 الْاُخْرَى فَيَخْرُجُ فَيُصَلِّيُ ثُمَّ يُؤْذَنُ لِلْخَاصَّةِ وَخَاصَّةِ
 الْخَاصَّةِ وَالْوَزَرَءِ وَالْحَاشِيَةِ فَيُؤَامِرُهُ الْوَزَرَءُ
 فِيمَا ارَادُوا صَدْرًا مِنْ لَيْلَتِهِمْ وَيَسْتَمِرُّ اِلَى ثَلَاثِ
 اللَّيْلِ فِي اَخْبَارِ الْعَرَبِ وَاَيَامِهَا وَالْعَجَبِ وَمُلُوكِهَا
 وَسِيَاسَتِهَا لِرَعِيَّتِهَا وَسِيرِ مُلُوكِ الْأُمَمِ وَحُرُوبِهَا
 وَمَكَائِدِهَا وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنْ اَخْبَارِ الْأُمَمِ السَّابِقَةِ
 ثُمَّ تَأْتِيهِ الظُّرُفُ الْغُرَبِيَّةُ مِنْ عِنْدِ نِسَائِهِ مِنَ الْخُلُوصِ
 وَغَيْرِهَا مِنَ الْمَاكِلِ الْتَطِيفَةِ ثُمَّ يَدْخُرُ فَيَنَامُ ثَلَاثَ
 اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُومُ فَيَقْعُدُ فَيَحْضُرُ لَدَقَائِرِ فِيهَا سِيرَ
 الْمُلُوكِ وَآخْبَارُهَا وَالْحُرُوبِ وَالْمَكَائِدِ فَيَقْرَأُ
 ذَلِكَ عَلَيْهِ غُلَمَانٌ لَهُ مَرْتَبُونَ وَقَدْ وَكَّلُوا
 بِحِفْظِهَا وَقَدْ آتَاهَا فَتَمُرُّ بِسَمْعِهِ كُلُّ لَيْلَةٍ
 جَمَلٌ مِنَ الْأَخْبَارِ وَالسِّيَرِ وَالْأَشَارِ وَ
 أَنْوَاعِ السِّيَاسِيَّاتِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيُ
 الصُّبْحَ ثُمَّ يَمُودُ فَيَفْعَلُ مَا وَصَفْنَا فِي
 كُلِّ يَوْمٍ .

روح النصب من جلد ۲ من اخلاق معاويه وعادته

زبیر: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخلاق و عادات۔ امیر معاویہ
 رضی اللہ عنہ کا حسن سلوک ایسا تھا۔ کہ آپ جو بیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ
 اذن ملاقات دیتے۔ نماز صبح ادا کرنے کے بعد قعدہ گو سے قصہ جات
 سنتے جب وہ مکمل کر لیتا۔ تو گھر سے منگوا کر قرآن پاک کے کچھ حصہ کی
 تلاوت فرماتے۔ پھر گھر تشریف لے جاتے۔ اور امرونی کرتے۔ پھر
 چار رکعت (اشراق، چاشت) نفل ادا کر کے مجلس خانہ میں تشریف
 لاتے۔ آپ کے خاص خاص آدمی اگر کچھ سنتے مٹاتے۔ آپ کے وزیر
 بھی اس دن کے شام تک کے پروگرام پر گفتگو کرتے۔ اس کے بعد
 رات کے کھانے سے کچھ بچی ہوئی اشیاء بکا پھلکا ناشتہ کرنے کے لیے
 لائی جاتیں۔ بس میں بکری یا سی پرند۔ یا سی ایسے حلال جانور کا
 گوشت ہوتا۔ بس کی طبیعت سرد ہوتی۔ پھر مزاد پر گفتگو جاری رہتی
 پھر جب دل چاہا۔ گھر تشریف لے جاتے۔ پھر واپس آکر غلام کو کرسی
 لانے کا کہتے مسجد میں گھر کی طرف پشت کر کے کرسی پر بیٹھ جاتے
 اس پاس محافل کی خوانی میں آپ کے پاس ضعیف، دیہاتی
 بچے، عورتیں اور بے سہارا لوگ حاضر ہوتے کوئی کہتا مجھ پر ظلم ہوا۔
 آپ فرماتے اس کی مدد کرو۔ کوئی اپنے اوپر زیادتی کی شکایت کرتا
 تو اس کے ساتھ آدمی بھیجنے کا حکم دیتے۔ دھوکہ دہی ہوتی۔ تو اس پر
 غور کرنے کا فرماتے جب سائل کوئی نہ رہتا۔ تو آپ اپنی نشست گاہ پر
 بیٹھ جاتے۔ لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق بلایا جاتا۔ آپ فرماتے
 تم میں سے کوئی بھی مجھے کسی سلام دینے والے کا جواب دینے
 میں رد کا وٹ نہ بنے۔ لوگ دریافت کرتے۔ امیر المومنین نے صبح

کیسی کی؟ اللہ ان کی عمر دراز فرمائے۔ جواباً فرماتے۔ اللہ کی نعمتوں میں صبح کی۔ جب سب مٹھن ہو کر بیٹھ جاتے۔ تو فرماتے۔ تم اس مجلس میں آنے کی وجہ سے بوجہ ممتاز ہونے کے ذی شرف ہو۔ جو ہم تک نہ پہنچ سکیں۔ ان کی حاجات کا پہنچانا تمہارا کام ہے۔ ایک شخص کھڑے ہو کر کہتا۔ فلاں شہید ہو گیا۔ آپ اس کی اولاد کا وظیفہ مقرر فرمادیتے۔ دوسرا کہتا۔ فلاں آدمی گھر سے غائب ہو گیا۔ آپ اس کے گھر والوں کی امداد و حفاظت کا کہتے۔ حاجات کی برآری اور خدمت کا حکم دیتے۔ پھر کھانا لایا جاتا۔ کاتب آپ کے سر کی طرف کھڑا ہوتا۔ ایک آدمی کو لایا جاتا۔ اُسے فرماتے۔ کھانا بھی کھاؤ اور اپنی حاجت بھی بیان کرو۔ دو تین قلمے کھانے تک کاتب اس کے بارے میں آپ کا حکم لکھ لیتا۔ پھر اُسے پیچھے کر کے دوسرے کو بلایا جاتا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے لوگ آتے رہتے اپنی حاجات بیان کرتے۔ بعض دفعہ ان اکا دکا آنے والوں کی تعداد چالیس تک ہو جاتی۔ کھانا اٹھایا جاتا۔ لوگوں سے اجازت لے کر آپ اپنے گھر واپس آ جاتے۔ حتیٰ کہ کوئی سائل باقی نہ رہتا۔ ظہر کی اذان ہوتی آپ گھر سے نکل کر نماز ادا فرما کر باقی چار رکعت گھر پہ ادا فرماتے۔ پھر در مجلس تفسار، برپا ہوتی۔ خاص الخاص لوگوں کو طلب کر لیا جاتا موسم سرما میں حاج کے کھانے یعنی خشک مٹھائیاں، حبشکنج، دودھ شکر میں بھگوئی ہوئی روٹی، میدے اور گھی سے بنے کیک اور دیگر خشک پھل لائے جاتے۔ موسم گرما میں ترمبوے اور پھل لائے جاتے۔ اس دوران وزراء آتے۔ اور باقی ماندہ دن کے بارے میں احکامات وصول کرتے۔ عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ نماز عصر پڑھ کر آپ گھر

تشریف لے جاتے اس وقت تک کوئی حاجت مند باقی نہ رہتا۔
 عصر کے آخری وقت پہر گھر سے نکلتے نشست گاؤ پر جلوہ فروز ہوتے۔
 حسب حیثیت لوگوں کو بلایا جاتا۔ شام کا کھانا حاضہ کیا جاتا۔ اذان
 مغرب تک مجلس قائم رہتی۔ لیکن اس نشست میں حاجت مندوں کو نہ بلایا
 جاتا۔ کھانے کے بعد اذان مغرب ہوئی۔ اور نماز کے بعد چار رکعت
 نفل (ادائیں) ادا کرتے۔ ان چار رکعتوں میں سے ہر ایک کے اندر
 تھوڑا بچا کس آیات کثرت ذلت۔ قرأت بھی بلند اور کبھی آہستہ
 فرماتے۔ پھر گھر تشریف لے جاتے۔ اب کوئی انتظار کرنے والا
 باقی نہ رہتا۔ اذان حلد ہوئی۔ نماز پڑھنے سے فراغت کے بعد
 غامس اور غامس الخاص کوٹوں۔ دوسرا اور۔ باریوں کو بلایا جاتا۔ یہ
 لوگ رات کی تہائی حصہ تک آپ سے احکامات لیتے۔ رات کے
 تیسرے پہر مردم و مجرم کے بادشاہوں۔ ان کی ملکی سیاست پہلے
 بادشاہوں کے احوال۔ ان کی تئیں۔ ان کا۔ مایہ سے سلوک اور دیگر
 داستانیں سنی جاتیں۔ پھر گھر کے مغربی دروازے سے ملکی
 اور مٹھی غذا لائی جاتی۔ اس کے بعد آپ گھر تشریف لے جاتے۔
 ایک تہائی رات آرام فرماتے۔ پھر اٹھ بیٹھتے۔ دفاتر لائے جاتے۔
 جن میں بادشاہوں کے حالات، سیرت، جنگی تدابیر کو چند کاغذ سے
 پڑھ کر سناتے۔ یہی لوگ ان دفاتر کی حفاظت اور پڑھائی کے ذمہ دار
 تھے۔ یہ نہیں ہر روز بادشاہوں کی سیرت۔ حالات زمانہ۔ ان کی جنگی
 تدابیر اور داخلی پالیسیوں کا کچھ حصہ آپ کو سنایا جاتا۔ پھر اٹھ کر نماز
 فجر ادا فرماتے۔ اسی طرح آپ کی روزمرہ زندگی کا معمول تھا۔

خلاصہ کلام :-

جس شخص کے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف چار گھنٹے اپنی ذات کے لیے اور
 بیس گھنٹے مخلوق خدا کی داد رسی، نماز و تلاوت قرآن میں صرف ہوتے ہوں۔ امور
 ملکیت سرانجام دینے میں بسر ہوتے ہوں۔ لازم ہے کہ وہ شخص حقیقت میں خون خدا
 سے سٹھار اور علم قرآن سے بہت زیادہ واقف ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت کا
 ارشاد ہے۔ "إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ" حقیقت میں علماء کو ہی
 خشیت الہی حاصل ہوتی ہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان اوصاف سے کیوں کر
 متصف نہ ہوں۔ جب کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔
 "اللہم علمہ الكتاب"، گویا رحمت و وعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت
 ہمیں امیر معاویہ کے دور خلافت کے شب و روز بسر کرنے میں نظر آتی ہے۔ اور ان
 کا قرآن و سنت کے مطابق عدل و انصاف اس کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔
 یہی وجہ ہے کہ جب ایک مرتبہ کسی نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
 سے شکایت کے رنگ میں امیر معاویہ کے بارے میں کہا کہ وہ وتر کی ایک رکعت
 پڑھتے ہیں۔ تو عبد اللہ بن عباس نے فرمایا۔ "دع فانه فقیہ"، چھوڑو وہ قرآن و حدیث
 کی سوجھ بوجھ رکھنے والے ہیں۔ تو جس شخصیت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو امت کا بہت
 بڑا مجتہد "فقہ" کہے۔ اس کی فتاہت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ گویا ان کی فتاہت
 بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر تھی۔

ہم شیوخ حضرات سے انصاف کے نام پر پیل کرتے ہیں کہ جس مرد کامل کے
 لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "علم کتاب" کی دعا مانگی۔ دنیا و آخرت کی دو معافی،
 طلب کی دو کاتب وحی، ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جلیل القدر صحابی نے "فقہ"۔

کالقب مطافرایا۔ پھر شیعہ مؤرخ نے اس کے چوبیس گھنٹے گزرنے کی جو تصویر کھینچی
ایسی شخصیت کے بارے میں لعن ملعن کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ ان عبادت کو غور سے
اور بار بار پڑھو۔ اور عمل کرنے کی کوشش کرو۔ شاید دل کے حجاب اٹھ جائیں۔ اور قبر و حشر
کا معاملہ درست ہو جائے۔ اور اللہ اس کے رسول اور تمام مومنین کی لعنت سے
پھٹکارا حاصل ہو جائے۔ **وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ**

ناسخ التواریخ :

مختبین بامدادان کہ نماز صبح می گذاشت گوش فرامیداشت و اخبار و احادیث
ممالک را اصفی نمود آنگاہ لختی از کتاب خدای قرائت می کرد و زمانی
بامرو نہی مملکت می پرداخت پس چہار رکعت نماز مستحب می گذاشت
و در مجلس خاص می نشست و خامان حضرت را حاضر می ساخت و با ایشان
گوناگون سخن می کرد و ہم در این وقت پیش کاراں در گاہ و وزرای کار آگاہ
حاضر می شدند و از مل و عقد مملکت آنچه در آن روز باید فیصل داد بعضی
میرسانیدند و خطر جواز گرفته مراجعت می کردند آن ہنگام۔ بجای لقمۃ الصبح
از فضول اغذیہ شبانہ طبع بزغالہ و مرغ کباب کرده و امثال آن حاضر
می ساختند و با گل آن اشیایا می پرداخت و فراوان از ثغور ممالک و
احادیث بلاد قصد می کرد۔

و از پس آن بسرای خویش در میرفت و بکار ہائی درونی می پرداخت
آنگاہ غلام خویش را بانگ می زد و فرماں می داد کہ کرسی مرا بجانب مسجد
حمل میدہ پس کرسی او را بجانب مسجد می بردند و در مقصورہ مسجد جای می دادند
و مویہ اندر مسجد بر فراز کرسی می نشست و عارسان و عوانان در برابر او صف زدہ
بر پای ایستادہ می شدند و او را در این مجلس حاجی و در بانی نبود مردم

مسکین و ضعیف و اعرابی و زنان و طفلان و غریبان و بیگسایان و ماضی
شدند هر کرا حاجتی بود و بیجا جزای بعضی میسرسانید آن کس که می گفت من مظلوم
فرمان می کرد که فسخ کنید و کس با اتفاق او رواں کنید تا ظالم را حاضر کند بدینگونه
یک یک را پیش می کرد و حاجت روائی ساخت.

آنگاه داخل می شد بدارالاماره و بر سر ریخولش می نشست و مردم را می گفت
یک یک مرا سلام دهید و بجواب سلام مهمل و مشغول مکنید پس آنگاه که همگان
حاضر می شدند بیک سخن می کرد و می گفت کیف اُصبح امیر المؤمنین و معاویه در پاسخ می
گفت بنعمه من الله آنگاه هر کس باندازه منزلت و مکانت بجای خویش
می نشست پس معاویه روی بایشان می آورد و می گفت شما در شمار اشرافید
زیرا که شما را بدخول این مجلس تشریف کرده اند از بهر آنکه حاجت آنان را که
بدین مجلس راه ندارند بعضی رسانید پس مردی بر می خاست و در اسعاف امر
حاجت مندی سخن می کرد و از معاویه پاسخ می گرفت بدین گونه مطالب و آرزو
مردم را اصفای نمود تا سخن بیای میرفت.

آنگاه فرمان می کرد تا خورش و خوروفی حاضر می ساختند و مائده می نهادند
و کتاب را می فرمود تا بر سر او ایستاده می شدند و جماعتی را که اسعاف
حاجت بعد از مناشیر مربوط بود و مردی آوردند مردی را فرمان می کرد که بر سر
مائده بنشین و با کل طعام مشغول باش آن مرد می نشست با کل طعام می
پرداخت و کاتب منشور او را قرائت می کرد و مطالب او را معروض میداشت
و پاسخ می گرفت چون امر او بانجام میرسید او را خطاب می کردند که واپس
نشین و دیگری بجای او می نشست و کاتب بکار او می پرداخت بدینگونه
چندانیکه مائده در مجلس بود و معاویه کار اکل و شرب می کرد چهل کس را پیش

و کم حاجت رومی ساخت -

آنگاه مردم را رخصت انصراف میداد و خود بسرای خویش در می رفت و
هیچکس را قدرت اظهار حاجت نبود چوں بانگ ظهر بر میخواست حاضر
مسجد می شد و نماز می گذاشت و بی توانی باز سرای می شد و چهار رکعت نماز
مستحب می گذاشت و می نشست و خاماں خویش را طلب می کرد اگر
زمستان بود با شیار گرم و خشک مانند بالونج و فواکه خشک و نان شیر و
شکر و اخبیه (۱) یا لبه و امثال آن ایشان را دعوت می کرد و اگر تابستان
بود فواکه رطبه و میوه هائی بارده ماضی ساخت و دیگر با و در حاضر می شدند
و اموری که در آن روز واجب بود بعرض میرسانیدند و فیصل میدادند -

این وقت هنگام نماز عصر فرامی رسید پس بر میخواست و نماز عصر می گذاشت
و بسرای خویش در می رفت و همبکسر قدرت سخن نبود تا نزدیک بنماز
مغرب پس بیرون می شد و بر سر پر خویش می نشست و هر کس را باندازه
مقدار اداذن جلوس میداد و غذای عشا طلب می کرد و مشغول با کل و شرب
بود تا گاه نماز مغرب فرامی رسید و مردمان حاضر بودند و هیچکس را نیروی
اظهار حاجتی و مطلبی نبود پس نماز مغرب می گذاشت و ادیس آن ادای چهار
رکعت نماز مستحب می نمود و در هر رکعتی پنجاه آیت بجهرب یا اخفات قرائت
می کرد و دیگر باره بسرای در می رفت و هنگام نماز عشا بیرون می شد و نماز
می گذاشت -

و این وقت و تیره گان درگاه و نزدیکان حضرت و وزرای بزرگ را طلب می
فرمود و احکام آن شب را تا بروز بلاط میداد آنگاه بتذکره تواریخ میبرد و
یک شلث شب را اصغای اخبار عرب و ایام ایشان و قصهای عجم و ملوک

ایشان و مکائد ایشان را در جنگها و سیاست ایشان را در نظم می نمود پس از سرای درونی نسواں او طبقہای علو و خور و نہیهای لطیف بیرون میفرستادند تا خود می خورد و با اہل مجلس می خوراند آنگاہ بوشاق خواب در می رفت و یک ثلث شب می خفت پس برمیخاست و چند تن از غلامان خود را فرمان کرده بود کہ از اخبار پیشینیان و ملوک پیشین زبان و تدبیر ایشان در کار ملک و مملکت از بر کرده بودند پس ایشان را طلب می کرد تا آن حکایت را از بر قرائت می کردند تا گاہی کہ سفیدہ صبح بر میدید پس بر می خاست و نماز بامدادان می گذاشت و عادات روز گذشتہ را عادت می کرد۔

(ناسخ التواریخ جلد اول ص ۱۰۳ تا ۴۰۳ زندگانی امام حسن رضی اللہ عنہ ذکر رکعت معاویہ بن ابی سفیان مصنفہ لسان الملک مرزا محمد تقی مطبوعہ ایران) ترجمہ: نماز صبح ادا کرنے کے بعد سب سے پہلا جو کام کرتے وہ یہ کہ مختلف ممالک کے حالات و واقعات سنتے۔ پھر کچھ وقت قرآن کریم کی تلاوت فرماتے۔ اور پھر کچھ وقت امور حکومت میں بسر فرماتے۔ اس کے بعد چار رکعت مستحب (نماز چاشت) ادا فرماتے۔ اور خاص مجلس میں تشریف لاتے۔ اور خاص خاص لوگوں کو بلواتے۔ ان سے طرح طرح کی گفتگو فرماتے۔ اسی وقت میں حکومت کے وزراء اور اہل کار بھی حاضر ہوتے کہ جن کے سپرد امور مملکت ہوتے۔ اور جو کچھ اس دن کرنا ہوتا اس کے احکام صادر فرماتے۔ اور اجازت نامہ حاصل کر کے اپنی اپنی ذمہ داری نبھانے واپس چلے جاتے۔ اس کے بعد صبح کے ناشتہ کے لیے رات کی بچی ہوئی خوراک مثلاً بٹنا ہوا بجری کا گوشت اور مرغ کے کباب وغیرہ لائے جاتے۔ انہیں آپ تناول فرماتے۔ اور مختلف ممالک

کے قلعہ جات اور ان کی آبادیوں کے واقعات قصہ جات بیان کرتے
اس کے بعد آپ اپنے دولت کدہ میں تشریف لے جاتے اور
کھربو کام سرانجام دیتے۔ پھر اپنے غلام کو آواز دیتے۔ اور فرماتے کہ میری
کرسی اٹھاؤ۔ اور مسجد کی طرف لے چلو۔ وہ آپ کی کرسی مسجد کی جانب لے
جاتا۔ اور مسجد کی ایک اونچی جگہ پر جا کر رکھ دیتا۔ اور حضرت امیر معاویہ مسجد میں
اس کرسی پر بیٹھتے۔ اور چوکیدار و دیگر معاونین آپ کے بالکل سامنے
قطاریں باندھے کھڑے ہو جاتے۔ آپ کا اس مجلس میں نہ تو کوئی دبان
ٹھکا اور نہ ہی کوئی پہرہ دار۔ غریب، مسکین، ضعیف، دیہاتی، عورتیں
بچے اور بے کس لوگ حاضر ہوتے جس کی جو مشکل ہوتی۔ وہ بغیر کسی سواٹ
کے عرض کرتا۔ جو کہتا کہ میں مظلوم ہوں۔ اس کے بارے میں حکم دیا جاتا۔
کہ اس کی تحقیق و تفتیش کرو۔ اور کسی کو اس کے اتفاق سے اس شخص کے
لانے کے لیے بھیجا جاتا۔ جس نے اس پر ظلم کیا ہوتا۔ اس طرح آپ ایک
ایک آنے والے کامنڈ پوچھتے۔ اور اس کی پریشانی کو دور فرماتے۔
پھر آپ ”دارالامارۃ“، تشریف لاتے۔ اور اپنے تخت پر جلوہ افروز
ہوتے۔ اور لوگوں کو ارشاد فرماتے۔ کہ ایک ایک کر کے مجھے سلام کرنے
نہ آئے۔ اور اس طرح سلام کے جواب دینے میں مجھے دوسرے اہم
کاموں سے مشغول نہ کرو۔ پھر جب سب آنے والے آ جاتے تو
ان میں سے ایک سلسلہ کلام یوں شروع کرتا۔ کہ اے امیر المؤمنین! آپ
نے صبح کیسی کی؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں فرماتے
”اللہ تعالیٰ کی نعمت میں“ پھر ہر آنے والا اپنے اپنے مقام و مرتبہ
کے مطابق نشستگاہ پر بیٹھ جاتا۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ان کی طرف متوجہ ہوتے۔ اور فرماتے۔ دیکھو! تمہارا شمار معززین و اشراف میں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ تمہیں اس مجلس میں آنے کی اجازت دی گئی۔ اور یہ اس لیے کہ تم یہاں اگر ان لوگوں کی حاجات و مشکلات مجھ تک پہنچاؤ جو یہاں نہیں آسکتے۔ پھر ایک شخص کھڑا ہوتا۔ اور ایک ضرورت مند کی ضرورت پورا کرنے کے بارے میں کچھ معروضات پیش کرتا۔ اور آخر میں حضرت امیر معاویہ سے اس کی حاجت برآری کا پروانہ لیتا۔ اس طریقہ سے آپ اپنی رعایا کی مشکلات اور ضروریات سنتے۔ تاکہ بات مکمل ہو جاتی۔

پھر حکم دیتے کہ کھانا وغیرہ لایا جائے۔ اور دسترخوان بچھانے کا حکم دیتے۔ اور اپنے تمام منشیوں کو فرماتے۔ کہ وہ آپ کے بالکل قریب کھڑے ہو جائیں۔ اور ان لوگوں کے بارے میں احکامات لکھیں۔ جنہیں عوام کی ضروریات پورا کرنی ہیں۔ ایک شخص کو حکم دیتے۔ کہ دسترخوان پر بیٹھ جائے۔ اور کھانا کھانے میں مشغول ہو جائے۔ وہ بیٹھ جاتا اور کھانا کھانے میں مشغول ہو جاتا۔ اور منشی حکمنامہ پڑھ کر سناتا۔ اور اس کی گزارشات پیش کرتا۔ اور پھر آپ سے اس بارے میں کوئی حکم وصول کرتا۔ جب اس کا معاملہ پورا ہو جاتا۔ تو اس کو ارشاد فرماتے۔ کہ جاؤ واپس چلے جاؤ۔ اور کسی دوسرے کو اس کی جگہ بٹھالیتے۔ اور منشی اس کی گزارشات لکھنے لگتا۔ اس طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کھانا تناول فرمانے کے دوران تقریباً چالیس حاجت مندوں کی حاجت پوری فرماتے۔

اس کے بعد آپ لوگوں کو واپس چلے جانے کی اجازت دیتے اور خود اپنے دولت کردہ میں تشریف لے آتے۔ اب کسی کو بھی اپنی

مجبوری یا ضرورت پیش کرنے کی اجازت نہ ہوتی۔ جب ظہر کی اذان ہوتی۔
 آپ مسجد میں تشریف لاتے۔ اور نماز ادا کرتے۔ اور مزید ظہر کے بغیر آپ
 واپس گھر تشریف لا کر چار رکعت مستحب ادا فرماتے۔ اور بیٹھ جاتے۔ اور
 اپنے غامی اومیوں کو بلواتے۔ اگر سردی کا موسم ہوتا۔ تو گرم اشیاء و خشک
 میوہات مثلاً خشک بھل، شیر و شکر کی روٹی، حلوا خشک اور ان جیسی دیگر اشیاء
 کے ساتھ حاضرین کی دعوت فرماتے۔ اور اگر گرمی کا موسم ہوتا۔ تو تر میوہات
 اور ٹھنڈے مشروبات حاضر ہوتے۔ اس کے بعد وزراء کو بلوایا جاتا۔ اور
 جو کام اس دن کے ضروری ہوتے وہ فیصلہ کر کے ان کے احکام ان وزراء
 کے سپرد کیے جاتے۔

اس دوران نماز عصر کا وقت ہو جاتا۔ آپ اٹھتے اور نماز ادا فرماتے۔ اور
 اپنے دولت کدہ واپس تشریف لے آتے۔ نماز مغرب تک اب کسی کو
 گفتگو کرنے کی اجازت نہ ہوتی۔ نماز مغرب کے قریب آپ باہر تشریف
 لاتے۔ اور اپنے تخت پر جلوہ افروز ہو جاتے۔ اور پھر شخص کو اس کے
 مقام و مرتبہ کے مطابق بیٹھنے کی اجازت ملتی۔ رات کا کھانا منگوایا جاتا۔
 اور کھانے پینے میں مشغول ہو جاتے۔ اب نماز مغرب کا وقت ہو جاتا۔
 لوگ حاضر ہوتے۔ اور کسی کو بھی اپنی ضرورت و حاجت کے بیان کرنے
 کی طاقت نہ ہوتی۔ پھر نماز مغرب ادا فرماتے۔ اس کے بعد چار رکعت
 مستحب ادا فرماتے۔ اور ہر رکعت میں پچاس آیتیں بلند آواز سے تلاوت
 فرماتے۔ یا اہستہ پڑھتے۔ اب دوبارہ دولت خانہ میں تشریف لے جاتے۔ اور نماز
 عشاء کے وقت باہر تشریف لاتے۔ اور نماز ادا فرماتے۔

اس وقت آپ دربار کے مخصوص افراد اور اپنے نزدیک لوگوں اور اہم

وزیروں کو بولواتے۔ اور اس رات کے صبح تک کے احکامات صادر فرماتے۔ پھر آپ تواریخ پڑھنے میں مشغول ہو جاتے۔ اور رات کا ایک تہائی حصہ عرب لوگوں کے واقعات اور ان کے حالات، عجم کے رہنے والوں کے قصہ بات اور ان کے بادشاہوں کے حالات۔ ان کے جنگوں میں مختلف دائرہ کی اور ان کی سیاست کو وہ اپنی رعایا کو کس طرح نظم و ضبط سے رکھتے تھے۔ ان باتوں کے سننے میں مشغول ہو جاتے۔ اس کے بعد دولت کردہ کے اندر سے آپ کی گھر یلو مستورات ملوہ کے تھال اور دوسری عمدہ خوردنی اشیاء باہر بھیتیں۔ تاکہ خود بھی آپ تناول فرمائیں اور دیگر اہل مجلس کو بھی کھلائیں۔ پھر آپ سونے کی تیاری فرماتے۔ اور رات کا ایک تہائی حصہ آرام فرماتے۔ پھر اٹھ بیٹھتے۔ اور اپنے چند غلاموں کو حکم دے رکھاتھا۔ کہ وہ گزرے ہوئے بادشاہوں، ان کی حکومتی تدابیر اور ان کے حالات زندگی یاد کر رکھا کریں۔ اب انہیں طلب فرماتے۔ تاکہ وہ اگر مذکورہ باتیں آپ کو سنائیں۔ یہ سلسلہ صبح صادق تک چلتا۔ پھر آپ اٹھتے اور نماز صبح ادا فرماتے۔ اور پھر آج کے دن کی مصروفیات اسی طرح پوری کرتے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

قارئین کرام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ وہ سیرت ہے کہ جس کو ہر منصف آدمی یکجہ کر بلا تامل کہہ اٹھے گا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک اعلیٰ درجے کے عابد اور عادل حاکم تھے۔ اور وہ اس حدیث کے مصداق تھے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں عادل حاکم کو اللہ تعالیٰ عرض کے سایہ میں جگہ دے گا۔ اور پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال شریف کے وقت وصیت کی۔ کہ میرے پاس سرکارِ ابد قرار ملی اللہ علیہ وسلم کے ناخن شریف ہیں۔ ان کو میری آنکھوں پر رکھ کر دفن کر دنا۔ اس کا حوالہ

گزر چکا ہے۔ ان تمام باتوں کا کیا بنے گا؟

نبی پاک علیہ السلام سے ابوسفیان کی عداوت کے الزام کی تردید

حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کا یہ مسئلہ انتہائی جہالت بھرا الزام، درجہ

احادیث میں صاف صاف موجد ہے۔ کہ اسلام قبول کرنے سے سابقہ تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔ اور خود احادیث میں موجود ہے۔ کہ حضرت ابوسفیان کو دورِ کفر میں جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت تھی۔ اسلام لانے کے بعد اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ آپ کے ساتھ نہیں جھگڑ سکتا۔ مگر یہی محدثین کرام نے مناقب ابوسفیان پر مستقل باب باندھے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کے مناقب کے متعلق المستدرک حاکم نے حضرت ابوسفیان کے مناقب میں ایک مستقل باب باندھا ہے جس کی چند احادیث نقل کی جاتی ہیں۔ لیکن ان احادیث کے نقل کرنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا ابتدائی دور بلا شک اسلام اور صاحب اسلام کی مخالفت میں گزرا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں دولت ایمان و اسلام عطا فرمائی۔ تو پھر آپ ایمان میں دیگر صحابہ کرام کی طرح بڑے پتے اور مضبوط تھے۔ اسلام کے لیے ان کی قربانیوں کا تذکرہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ آخر میں ہم ایک ایسے شخص کی زبانی جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل نقل کر رہے ہیں جس میں کچھ تشیع موجود ہے۔ ہماری مراد صاحب المستدرک امام ابو عبد اللہ رضا الحاکم نیشاپوری۔ ”میزان المکتب“ میں ہم نے ان میں تشیع کے موجود ہونے کو کتب اسما و رجال اور دیگر معتبر کتابوں سے بحوالہ ثابت کیا ہے۔ جن میں تشیع پایا جاتا ہے وہ اکثر طور پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے فضائل و مناقب لکھنے سے پہلو تھی کرتے ہیں۔ اس کنجوسی کے باوجود ابو عبد اللہ حاکم نے مستدرک میں جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بہت سے مناقب تحریر

ابوسفیان کا مقام نبی علیہ السلام کی نظر میں

۱۔ مستدرک: قال۔ ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب بن ہاشم و کان آنحار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الرضاعة وابن عمہ ارضعته حلیمۃ ایتامافکان یاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلکما بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عادۃ و ہجاء و ہبلی اصحابہ فمکث عشرين سنۃ مغاضبا لیرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتخلف عن موضع سیر فیہ قرکین لقتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلکما ذکر شخوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی مکۃ عام الفتح الفی اللہ عز وجل فی قلبہ السلام فتکفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل نزولہ الی البواء فاسلم هو وابنه جعفر و خرج مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فشهد فتح مکۃ و حنینا قال ابو سفیان کما لقینا العد و یحنین اقتحمت عن فرسی و یدرجی السیف صلیا و اللہ یعلم انی اریدا الموت دونه و هو یظن انی فقال العباس یا رسول اللہ هذا اخوک و ابن عمک ابوسفیان بن الحارث فارض عنه قال قد فعلت یغفر اللہ لہ کذلک و قد

عَادَاتِهَا ثُمَّ التَفَّتْ إِلَى فَقَالَ أَخِي لَعَمْرِي فَقَبِلْتُ رَجُلَهُ
 فِي الرِّكَابِ قَالُوا وَمَاتَ أَبُو سَفْيَانَ بْنِ الْحَارِثِ
 بِالْمَدِينَةِ بَعْدَ أَخِيهِ نُوْفَلِ بْنِ الْحَارِثِ بِأَرْبَعَةِ
 أَشْهُرٍ إِلَّا ثَلَاثَةَ عَشَرَ لَيْلَةً يُقَالُ فَقَالَ مَاتَ سَنَةً
 عِشْرِينَ وَصَلَّى عَلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَكَفَّرَ
 فِي دَارِ عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ بِالْبَقِيعِ وَهُوَ الَّذِي
 حَفَرَ قَبْرَ نَفْسِهِ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِثَلَاثَةِ
 أَيَّامٍ۔ (المستدرک جلد سوم ص ۲۵۴ ذکر مناقب

ابی سفیان مطبوعہ حیدرآباد دکن)

ترجمہ: ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ اور بھتیجے بھی۔ انہیں سیدہ
 حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کئی دن دودھ پلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں
 بہت محبت اور الفت تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان
 نبوت فرمایا۔ تو ابوسفیان نے آپ کی اور آپ کے صحابہ کی جی بھر کر
 عداوت و مخالفت کی۔ متواتر بیس سال تک مخالفت میں گزارے
 اور قریش جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آتے۔ تو یہ ہر
 مرتبہ ان کے ساتھ ہوتے۔ پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کا فتح کے سال مکہ شریف میں تشریف لانا بیان کیا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ
 نے ان کے دل میں اسلام ڈال دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام
 البواد میں تشریف فرما ہونے سے قبل ہی آپ سے یہ ملے تو خود اور
 اپنے بیٹے جعفر سمیت اسلام لائے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی معیت میں فتح مکہ میں حاضر ہوئے۔ اور حنین میں بھی موجود تھے۔
 ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب حنین میں دشمن سے ہمارا
 مقابلہ ہوا تو میں اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ اور شنگی تلوار میرے ہاتھ
 میں لٹھی۔ خدا جانتا ہے۔ کہ میں آپ کے سامنے شہید ہونا چاہتا تھا آپ
 نے مجھے دیکھا۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ!
 یہ آپ کا بھائی اور بھتیجا ہے۔ اس کا نام ابوسفیان بن حارث ہے۔
 آپ اس سے راضی ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں راضی ہو گیا ہوں! اللہ تعالیٰ
 اس کی وہ تمام عداوتیں معاف کرے جو اس نے مجھ سے کیں۔ پھر آپ
 میری طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا۔ اے بھائی! مجھے اپنی عمر کی قسم! میں نے
 آپ کے پاؤں کا رکاب میں ہی بوسہ لے لیا۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ
 حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا۔ آپ اپنے
 بھائی نوفل بن حارث سے چار ماہ سے تقریباً تیرہ دن کم زندہ رہے
 میں ہجری میں انتقال ہوا۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی
 نماز جنازہ پڑھائی۔ اور عقیل بن ابی طالب کے مکان واقع بقیع میں دفن
 کیے گئے۔ یہ وہی ہیں۔ جنہوں نے اپنی موت سے تین دن قبل اپنی
 قبر تیار کر لی تھی۔

۲۔ مستدرک؛

عن هشام بن عروہ عن ابيه أن أباسفيا بن الحارث
 بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ كَانَ أَحَبَّ قُرَشٍ
 إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ شَدِيدًا
 عَلَيْهِ فَلَمَّا أَسْلَمَ كَانَ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْهِ۔

ترجمہ: ہشام بن عروہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت سفیان بن عارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تمام قریش میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زیادہ محبوب تھے۔ ابتداء میں آپ کے سخت مخالف تھے۔ پھر جب مشرف باسلام ہوئے۔ تو محبوب ترین ہو گئے۔

۳۔ مستدرک؛

عَنْ ابْنِ حَبِيبٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو سَفْيَانَ بْنِ الْحَارِثِ خَيْرُ أَهْلِ صَحِيحٍ عَلَى شَرِّ مُسْلِمٍ وَلَمْ يَنْخَرْ جَاهٌ۔

ترجمہ: ابو حبيب بدری کہتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوسفیان بن عارث میرے بہترین رشتہ دار ہیں۔ امام مسلم کے شروط پر یہ روایت صحیح ہے۔ لیکن امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

۴۔ مستدرک؛

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ فَتْيَانِ الْجَنَّةِ أَبُو سَفْيَانَ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ حَلَقَهُ الْخَلَّاقُ بِمِثْنَى وَفِي رَأْسِهِ ثَوْنٌ ثَوْلٌ فَقَطَعَهُ فَمَا كَفَرَ فَيَرَوْنَ أَنَّكَ شَهِيدٌ۔

ترجمہ: ہشام بن عروہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ جناب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوسفیان بن حارث منقی نوح جان کا سردار ہے۔ راوی نے کہا۔ کہ منیٰ میں حجام ان کے سر کے بال مونڈے اور ان کے سر میں مسکلا مہکا تھا! اسی کٹ جانے سے ان کی موت واقع ہو گئی۔ لوگ آپ کو شہید سمجھتے تھے۔

۵۔ مستدرک:

عن الزہری عن کثیر بن العباس ابن عبد المطلب عن ابيه قال شهدت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم حنين فلقذ رأيتُه وملمعُه إلا أنا و ابو سفيان بن الحارث بن عبد المطلب وهو اخذ بلبجام بقلعة رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو راكبا و ابو سفيان لا يأكو أن يسرع نحو المشركين۔ صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه۔

ترجمہ: جناب زہری حضرت کثیر بن عباس سے وہ اپنے باپ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ میں غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا۔ آپ کے ساتھ اس وقت میں اور ابوسفیان تھے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔ حضور اس پر سوار تھے۔ اور ابوسفیان بغیر پرواہ کیے مشرکین کی طرف آگے بڑھ گئے۔ امام بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق یہ روایت صحیح ہے۔ لیکن ان دونوں نے اسے ذکر نہیں کیا۔

۶۔ مستدرک؛

حدثنا مصعب بن عبد الله بن الزبير قال وحدثني
صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم
ولد الحارث بن عبد المطلب أبو سفيان
بن الحارث بن عبد المطلب وقال له رسول الله
صلى الله عليه وسلم إِنَّهُ مِنْ خَيْرِ أَهْلِي وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صلى الله عليه وسلم إِنَّهُ سَيِّدُ فَتَيَانِ أَهْلِ الْجَنَّةِ
وَصَكَّرَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ
خَنْبَيْنِ فَأَبْصَرَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم
فِي حِمَايَةِ الصُّبْحِ فَقَالَ مَنْ هَذَا قَالَ ابْنُ
أُمِّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَقَالَ حَلَقَهُ الْحَلَّاقُ فَتَقَطَّعَ
قَتُولًا مِّنْ رَّأْسِهِ فَلَمْ يَرُقْ عَنْهُ الدَّمُ حَتَّى مَاتَ
وَذَلِكَ فِي سَنَةِ عِشْرِينَ وَصَلَّى عَلَيْهِ عُمَرُ
بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ تَلَقَّى رَسُولَ اللَّهِ
صلى الله عليه وسلم بِبَعْضِ الطَّرِيقِ وَرَسُولُ اللَّهِ
صلى الله عليه وسلم خَارِجٌ إِلَى مَكَّةَ لِلْفَتْحِ
فَأَسْلَمَ قَبْلَ الْفَتْحِ۔

المستدرک جلد سوم ۲۵۹۲۲۵۲ ذکر مناقب ابی

سفيان مطبوعه حیدرآباد دکن

ترجمہ: جناب مصعب بن عبد اللہ بن الزبیر کہتے ہیں کہ حارث بن
عبد المطلب کے بیٹوں میں سے جس کو صابیت رسول اللہ ملی ہو

ابوسفیان بن حارث ہیں۔ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بہترین گھر کے آدمی ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈٹ جانے والوں میں سے ایک تھے۔ خوب روشنی ہونے پر آپ نے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ عرض کیا۔ کہ آپ کی ماں کے بیٹے ہیں۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ حجام نے ان کے سر کے بال کاٹتے وقت آپ کے مکے کو کاٹ دیا۔ جس کا خون نہ رگ سکا۔ یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ میں ہجری کی بات ہے۔ ان کی نماز جنازہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اس وقت راستہ میں ملے تھے۔ جب آپ فتح مکہ کے سال مکہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے اور فتح سے قبل ہی مسلمان ہو گئے تھے۔

قارئین کرام! ہم نے چند احادیث و آثار نقل کیے ہیں۔ جن میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جنہیں صاحب مستدرک نے امام بخاری و مسلم کی شروط پر و صیح، کہا۔ اور کچھ پر یہ لفظ نہیں ذکر کیا۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ وہ روایات جن کے آخر میں ”و صیح“ نہیں لکھا۔ وہ من گھڑت ہیں۔ کیونکہ ان پر ضعیف ہونے کا حکم لگانا درست نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض انہیں ضعیف ہی مان لیا جائے۔ تو حدیث ضعیف بالاتفاق فضائل و مناقب میں مقبول ہوتی ہے۔ موضوعات کبیر میں اس کی تصریح موجود ہے۔ علاوہ ازیں مستدرک کے تحت اس کی تلخیص ایک ایسے نقاد نے کی ہے۔ جس کی تنقید کا معیار بڑا سخت اور بے دھڑک ہے۔ یعنی علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ مستدرک کی کسی روایت کو اگر مشکوک پایا۔ تو اس پر کھل کر جرح کی۔ لیکن امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایات بغیر جرح کے

ذکر کر کے یہ بتایا کہ یہ ضعیف بھی نہیں ہیں۔ اور ہر قسم کے ٹکوک و شبہات سے خالی ہیں۔ بہر حال ان احادیث صحیحہ اور روایات کو لکھے بغیر تردید نہ رہے۔ ان روایات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو (بلکہ تین) رشتے تھے۔ ایک یہ کہ آپ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ وہ اس طرح کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبد اللہ اور ابوسفیان کے والد عمارت دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ اور ان دونوں کا باپ عبدالمطلب ہے۔ دوسرا رشتہ یہ کہ ابوسفیان نے سیدہ حلیمہ کا دودھ پیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نوش فرمایا۔ لہذا دونوں رضاعی بھائی بھی ہیں (تیسرا رشتہ یہ کہ ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھیں۔ جس کی بنا پر ابوسفیان سر اور حضور ان کے داماد ہوئے۔ یہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہم شیرہ ہیں۔

۲۔ بعثت نبوی کے بعد ابوسفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور جب مشرف باسلام ہوئے۔ تو اس میں بھی نہایت پختہ اور مضبوط تھے۔ جتنی کہ غزوہ حنین میں جہاں صحابہ کرام کو امتحان میں ڈالا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثبات قدمی دکھانے والوں میں جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

۳۔ غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جام شہادت نوش فرمانے کا عزم کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی طرف نہایت محبت سے دیکھا۔ تو حضرت عباس نے موقعہ دیکھ کر عرض کی۔ حضور! ابوسفیان کو جو حالت کے دور کی تمام عداوتیں معاف فرما دیں۔ آپ نے حلف فرمایا

میں نے معاف کر دیا۔ اُسے اللہ تعالیٰ بھی مغفرت عطا کرے۔ وہ میرا بھائی ہے۔

۴۔ حضرت ابوسفیان نے فرطِ محبت میں غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کو چوم لیا۔

۵۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوسفیان میرے بہترین گھروالوں میں سے ہے۔

۶۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کا سردار ہے۔

۷۔ لوگ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کو شہادت کی موت کہتے تھے۔

ان فضائل و مناقب کو سامنے رکھتے ہوئے اگر افضی ان کی شان میں گستاخی کریں۔ تو وہ اُن کا دیرینہ شیوہ ہے۔ کیونکہ اُس سے اس کے خلاف کی توقع بیکار ہے۔

یہی محدث ہزاروی ایسا بد بخت سنی مسلمان کہلانے والا اگر حضرت ابوسفیان

رضی اللہ عنہ پر لعنت کرے۔ اور انہیں صحابی تسلیم نہ کرے۔ تو یہ اس کے ازلی مردود

ہونے کی علامت ہے۔ یہ حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے مطابقت

ثابت ہے۔ کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جنتی ہی نہیں بلکہ جنتی نوجوانوں کے

سردار ہیں۔ اوصاف کے اہل و عیال کے بہترین فرد ہیں۔ اور غزوات میں شرکت

فرما کر آپ نے دور جاہلیت کی دشمنی دھو ڈالی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان کی خطائیں معاف فرمادیں۔ اب اس کے بعد اُن کو برا بھلا کہنے کا کیا جواز

باقی رہ جاتا ہے۔ اس لیے حضرت ابوسفیان کی شان میں گستاخی کرنے والا

اپنی آخرت تباہ و برباد کرنے پر تکا ہوا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ مَن

اِذَا هُمْ فَقَدْ اِذَا نِي وَمَنْ اِذَا نِي فَقَدْ اِذَا نِي اللہ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

باب سوم

مشہور نعت خواں

صائمِ حقیقی

فیصل آبادی مؤ

کے

باطل نظریات کا رد

باب سوم

گستاخ ششم: مشہور نعت خصال

صائم فیصل آبادی کے باطل نظریات کا رد

جب کہ سم نے گستاخان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تردید پر قلم اٹھایا تو ان میں دیوبندی مودودی اہل حدیث اور بنام سنی سب کی اصل عبارات اور ان کی دندان شکن تردید کی۔ لیکن اسی ضمن میں یہ خیال ہے کہ چلتے چلتے ایسے نام نہاد سنی علماء اور بنے بنائے محققین کا ہندو ہوجائے جنہوں نے اپنی مختلف تصانیف میں اہل سنت کے متفق علیہ عقائد کے خلاف اور اہل تشیع کے حق میں کچھ باتیں درج کیں ہیں۔ ثنائی اس سے ان کی یہ خواہش ہو کہ اس طرح کرنے سے رافضیت کو فروغ ہوگا۔ بہر حال فروغ ہو یا نہ ہو لیکن اتنا ضرور ہوا کہ اہل تشیع نے ان لوگوں کی کتب میں مذکورہ باتوں کو اپنے حق میں بطور دلیل پیش کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ کہہ کر کہ وہ فلاں سنی عالم، محقق اور مولوی نے اپنی فلاں کتاب میں یہ بات لکھی ہے، اپنے مسلک کے حق ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی سلسلہ میں ہم نے ابوالاعلیٰ مودودی، اہل تشیع دیوبندی اور محمود شاہ محدث ہزاروی کی تحریرات اور ان کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ چونکہ دور حاضر میں زیادہ تر ان چند کھوٹے سکوں نے اپنا بازار گرم کرنے کی سعی لا حاصل کی تھی تو اس کے بعد ہم نے ایک نئے موضوع پر کچھ کام شروع کر دیا۔ وہ یہ کہ ہر کار دو عالم علی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین جنتی ہیں، مسلمان ہیں۔ ابھی اس

موضوع پر تصویب اس کام کیا گیا تھا۔ کہ ایک مخلص دوست حضرت مولانا عبدالغفور چھوڑی
 فرزند مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر چھوڑی مرحوم نے میری توجہ اس طرف مبذول کرائی اور
 پر زور اصرار کیا۔ کہ مودودی اور محدث ہزاروی وغیرہ کی طرح صائم فیصل آبادی کا بھی رد ہونا
 چاہیئے۔ کیونکہ وہ اپنی کتاب ”مشکل کشا“ میں اپنا تعارف فاضل جامعہ رضویہ لاہور اور
 مداح اہل بیت مصطفیٰ کے پر فریب جملوں سے کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ
 اس کی تحریرات میں شیعیت کے حق میں کافی مواد ہے۔ جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ
 اہل سنت کے غلات اور شیعیت کے حق میں بطور دلائل پیش کیا جا کرے گا۔ پھر اس
 بات کی تصدیق بھی مجھے ہو گئی۔ کہ ایسا کیا جانے لگا ہے۔ چنانچہ کوئٹہ ٹیوٹنل مافظ آباد ضلع
 گوجرانوالہ کے خطیب — مولوی اشیار صاحب کا کہنا ہے کہ ”مستند مولوی دس محرم
 کو ایک شیعہ مقرر نقوی لقب والا یہ کہتا پایا گیا۔ کہ فلاں فلاں بات میں اپنی طرف یا کسی
 اپنی کتاب سے پیش نہیں کر رہا۔ بلکہ سنیوں کے ایک مستند مولوی کی کتاب سے پیش کر رہا
 ہوں۔ اس مستند مولوی سے مراد وہ صائم فیصل آبادی، تھا۔ مولوی اشیار صاحب نے
 یہی اس کی تردید پر زور دیا۔ اس لیے ہم نے پہلا موضوع سر دست وہیں بند کر کے اس محاذ
 پر قدم اٹھایا۔ آئیے صائم فیصل آبادی کی تصنیف ”مشکل کشا“ کے چند عنوانات
 دیکھیں۔ آپ کو ان سے اس کے سنی مخالفی ہونے کا علم ہو جائے گا۔

”مشکل کشا“ نامی کتاب کے چند زندیقانہ عنوانات

- ۱۔ علماء، انبیاء کے ہم مرتبہ (۲) اولیاء میں صحابہ کرام جیسے کمالات (۳) ان
 اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے۔ (۴) امت مصطفیٰ کا وہ کمال جو انبیاء کو نہیں
 لا۔ (۵) امتی کے وسیلہ سے حضور کو کمال حاصل ہوا۔ (۶) کمالات انبیاء سے الحاق

یعنی امتی میں انبیاء جیسے کمالات (۷) حضرت ملی علیفہ بلا فصل ہیں۔ (۸) علی کیوں رقم امت سے، افضل نہیں؟ (۹) غیر نبی کو نبی پر فضیلت۔

نوٹ:

مندرجہ بالا عنوانات کتاب مشکل کشا سے من و عن نقل کیے گئے ہیں۔ ان عنوانات سے ہی مصنف کے نظریات کا علم ہو جاتا ہے۔ اور پھر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ان عنوانات کی افادیت کے پیش نظر یہاں تک جسارت کی کہ یہ سب مجدد الف ثانی کی تحریرات ہیں۔ گویا بندوق کی گولی چلائی لیکن کندھا مجدد الف ثانی صاحب کا استعمال کر کے ایسا کیا۔ پھر مزید لکھا۔

معاندین بھی ہوتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ امام ربانی کی ان تصریحات کے باوجود بھی کچھ لوگ اس استدلال کو مسترد کر دیں اور یہ تصور کر لیں کہ ان عبارتوں سے خدا تعالیٰ جل مجدہ الحکیم کے جلیل القدر پیغمبروں کی اہانت اور توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ مگر مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ارفع و اعلیٰ اور جلال علمی کے سامنے ان لوگوں کی حیثیت ہی کیا ہے۔ اور کس بد نصیب کو مجال زدنی ہے۔ کہ اس مقبول بارگاہ اور صاحب استقامت بزرگ کے ارشادات عالیہ سے اختلاف کر کے ناقابل معافی جرم کامرکب ہونے کی جرأت کرے۔ (مشکل کشا مصنفہ صائم فیصل آبادی ص ۱۰۵)

ضروری گزارش:

صائم فیصل آبادی کی اپنی تحریر میں اسے ملاحظہ کر چکے ہیں کہ اس نے اپنی تمام تر تحریرات و عنوانات کو مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات و ارشادات پر مبنی

قرار دیا۔ اور مجدد صاحب کی علمی اور روحانی حیثیت بیان کر کے ان کی مخالفت کرنے پر نامیابل معافی جرم کا اعلان بھی کیا ہے۔ اس سے اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ میری تحریکات و عنوانات پر نقص و اعتراض بھرا نہیں۔ بلکہ براہ راست جناب مجدد علیہ الرحمۃ پر ہو گا لہذا یہ ڈراودا سے کہ قارئین کو اپنی تحریکات ماننے اور تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ راقم چونکہ خود اسی خانوادے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور سلسلہ بیعت۔ قدوة السالکین، حجتہ الاولیٰ صلیں حضرت خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلیاں زادہ شریف سے ہے۔ جو نقشبندی مجددی کہلاتے ہیں۔ جہاں تک قبلہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریکات و ارشادات کا معاملہ ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ”صائم نعت خوان“ کو ان کا لفظی ترجمہ بھی شاید نہ آئے۔ تو اس بے مانگی کے ساتھ اُسے خود مجدد ہونے کا شوق بھی ہے۔ یہ تو آئندہ ادراک ہی گواہی دیں گے۔ کہ صائم کی تحریکات و عنوانات کی جناب مجدد صاحب کہاں تک تائید کرتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ بھرپور تقابل بیان کریں گے۔ سیر دست یہ گزارش کرنا ہے۔ کہ جب ایک نظریہ و عقیدہ دماغ میں بیٹھ جاتا ہے۔ (چاہے وہ غلط ہو یا صحیح) تو آدمی اس کے اثبات و تائید کی خاطر قرآن و حدیث کے مطالب کو اپنے حق میں پھیرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر صائم ایسا خالی نعت خواں اپنے رفض و تشیع کو مجدد صاحب کی عبارات سے ثابت کر کے دکھائے۔ تو اس پر کوئی تعجب نہیں۔ آخر افضی بھی تو ائمہ اہل بیت کی امامیہ اور اپنے قرآن سے اپنا مسلک ثابت کرتے ہیں۔ مرزائی بھی یہی طریقہ اپناتے ہوئے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہم مجدد صاحب کو اہل سنت اور صائم نعت خوان کے عقائد کے مابین ”حکم“ بنا کر قارئین کرام کے سامنے بات واضح کرنا چاہتے ہیں۔ چند باتیں مجدد صاحب کی علمی اور روحانی بلندی کے بیان میں عرض ہیں۔ تاکہ قارئین کرام کو ”ثالث“ کے مقام و مرتبہ کا مزید اندازہ ہو سکے۔ اور پھر ان کے ارشادات دل کی گہرائیوں میں اتر سکیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا

مقام و مرتبہ

مکتوبات امیر ربانی:

بعد الحمد والصلوات و تبلیغ الدعوات میرزاوند کہ صحیفہ شریفہ کہ از روئے کم
نامزد این حقیر ساخته بودند بہ مطالعہ آن مشرف گشت جزا کہم اللہ
سبحانہ خیرا، از انعامات حق جل سبحانہ چہ لو رسید و چہاں شکر آن
نماید علوم و معارفیکہ افافہ می شود و بتوفیق خداوندی جل شانہ اکثر آن در
قید کتابت می آید و بسع اہل و نا اہل میرسد، اما اسرار و دقائق کہ بآن متمیز است
شمہ آن بظہور نمی تواند آورد و بلکہ بر مز و اشارت نیز از آن مقولہ سخن نمی تواند کرد۔
فرزند می حزری کہ مجموعہ معارف فقیر است و نسخہ مقامات سلوک و جذبہ روضہ
از این اسرار دقیقہ نمی آرد و شیخ تمام در استقار آن می کشد بآنکہ می داند کہ فرزند می
از محرم اسرار است و از خط و غلط محفوظا ما چہ کند وقت معافی زبان را میگیرد
و لطافت اسرار بہار می بندد و یقین صدیقی و کائنات لسانی نقد و وقت
است آن اسرار از آن قبیل اند کہ در بیان نیایند بلکہ در میاں نمی آرند۔
فرمانہ حافظ این ہمہ آخر پرزده نیست۔ ہم قصہ غریب و حدیث عجیب بہت
این دولت کہ مادر است تا راں می کشیم مقتبس از مشکوٰۃ نبوت انبیاء است
علیہم الصلوات والتسلیمات و ملائکہ ملا اعلیٰ علی نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات
شریک این دولت اند و از متابعان انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات
ہر کہ باین دولت مشرف سازند۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ اول)

ترجہاں، حمد و صلوٰۃ اور تسبیح دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا صحیفہ شریف
 جو از روئے کرم اس حقیر کے نام لکھا ہوا تھا۔ اس کے مطالعہ سے مشرف
 ہوا۔ جزاکم اللہ الخ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ یہ فقیر حق بل سبحانہ
 کے انعامات کیا کیا لکھے۔ اور ان کا کیا شکر ادا کرے۔ وہ علوم و معارف جن
 کا فیضان ہوتا ہے۔ خداوند جل سبحانہ کی توفیق سے ان میں سے اکثر لکھے
 جاتے ہیں۔ اور ہر اہل و نا اہل کے کانوں تک پہنچتے رہتے ہیں۔ لیکن وہ خاص
 اسرار و قاتی جن کے ساتھ یہ فقیر متمیز ہے۔ ان کا قہوڑا سا حصہ بھی ظہور
 میں نہیں لاسکتا۔ بلکہ رمز و اشارہ کے ساتھ بھی اس مقولہ کی نسبت گفتگو نہیں
 کر سکتا۔ بلکہ اپنے فرزند عزیز کے ساتھ بھی جو فقیر کے معارف کا مجموعہ اور
 مقامات سلوک و جذبہ کا نسخہ ہے۔ اس اسرار و قاتی کی کوئی رمز بیان
 نہیں کرتا۔ اور ان کے پوشیدہ رکھنے میں بڑی کوشش کرتا ہے
 حالانکہ فقیر جانتا ہے۔ کہ فرزند عزیز محراب اسرار سے ہے۔ اور خطا
 و غلط سے محفوظ ہے لیکن کیا کرے کہ معافی کی دقت اور باریکی زبان
 پکڑ لیتی ہے۔ اور اسرار کی لطافت لبوں کو بند کر دیتی ہے۔ وَ
 یَضِیْقُ صَدْرُی الخ۔ میرا سینہ بند ہو جاتا ہے۔ اور میری زبان
 نہیں چلتی۔ نقد و قوت ہے۔ اور وہ اسرار اس قسم کے نہیں ہیں۔ کہ فقیر ان کو
 بیان نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ایسے ہیں۔ کہ بیان میں لائے ہی نہیں جاسکتے۔
 فریاد حافظ ایں ہمہ بہرہ نیست۔ ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست
 حافظ کی یہ تمام فریاد بے فائدہ نہیں۔ دراصل قصہ بھی عجیب اور
 حالت بھی عجیب ہے۔ یہ دولت جس کے چھپانے میں ہم کوشش کرتے

ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے چراغ نبوت سے متشبیہ ہیں۔
 اور ملائکہ ملائکہ علی نبینا وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات بھی اس دولت
 میں شریک ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے تابعداروں
 میں سے جس کو اس دولت سے مشرف فرمائیں وہ بھی اس دولت
 میں شریک ہے۔

مکتوبات امارت بانی،

بمولانا صالح کولابی در اسرار مراد و مرید حضرت ایشاں تذللہ
 العالی۔ الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ من ہم مرید اللہ جل جلالہ و ہم
 مراد اللہ عز و شانہ سلسلہ ارادت من بے توسط بہ اللہ متصل است تعالیٰ وید من نائب مناب ید اللہ است
 سبحانہ۔ ارادت من محمد صلی اللہ علیہ وسلم بواسطہ کثیرہ است و در طریقہ نقشبندیہ بیست و یک واسطہ در میان
 است و در طریقہ نائب مناب ید اللہ است سبحانہ۔ ارادت من محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم بواسطہ کثیرہ است و در طریقہ نقشبندیہ بیست و یک
 واسطہ در میان است و در طریقہ قادریہ بیست و پنج و در طریقہ چشتیہ
 بیست و ہفت و ارادت من بہ اللہ تعالیٰ قبول و ساطت نمی نماید چنانچہ
 گزشتہ پس من ہم مرید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام و ہم ہم پیرو
 پس رواد بلاخران این دولت ہر چند طفیلی ام اما خواندہ نامہ ام و ہر چند تابع
 ام اما از اصالت بے بہرہ نیم و ہر چند اہتمام الشریک دولت نہ شرکت
 کہ ازاں دعویٰ ہم سری خیزد کہ اں کفر است بلکہ شرکت خادم است بہما
 مخدوم تانہ طلبیدہ اند بر سفرہ این دولت حاضر نشدہ ام و تا نخی استہ اند
 دست بایں دولت دوازہ کردہ ام ہر چند اولیسی ام اما مربی مافرو
 ناظر و ام ہر چند و در طریقہ نقشبندیہ پیر من عبد الباقی است۔ اما متکفل

تربیت من اللہ باقی است من بفضل تربیت یافتہ ام وبراہ اجتہاد رفتہ سلسلہ
من سلسلہ رحمانی است کہ من عبد الرحمن ام چہ رب من رحمن است و مرئی
من ارحم الرحمین و طریقہ من طریقہ سبحانی است۔

(مکتوبات دفتر سوم حصہ نہم مکتوب نمبر ۲۳ تا ۲۴) اکیڈمی لاہور
ترجمہ: مولانا صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا۔ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کی مری

ومریدی کے اسرار کے بیان میں۔ الحمد للہ و سلام علی عباد
الذین اصطفیٰ۔ میں اللہ تعالیٰ کا مرید بھی ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مراد

بھی۔ میری ارادت کا سلسلہ بلا واسلہ اللہ تعالیٰ سے متصل ہے۔ اور میرا

ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے قائم مقام ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے میری ارادت بہت سے واسطوں سے ہے۔ طریقہ نقشبندیہ میں

اکیس واسطے ہیں۔ طریقہ قادریہ میں پچیس اور طریقہ چشتیہ میں ستائیس۔ اور

میری اللہ تعالیٰ سے جو ارادت ہے وہ واسطے کو قبول نہیں کرتی۔ جیسا کہ پہلے

گوچر چکا ہے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرید بھی ہوں۔ اور ان کا تتبع

ہم پیر بھی ہوں۔ اس دولت کے دسترخوان پر اگرچہ میں امتی ہوں۔ لیکن

دولت میں شریک ہوں۔ لیکن وہ شریک نہیں جس سے ہم ساری کا دعویٰ

پیدا ہو۔ کہ وہ کفر ہے۔ بلکہ یہ شرکت خادم کی اپنے مخدوم کے ساتھ شرکت

ہے۔ مجھے جب تک بکایا نہیں گیا۔ میں اس دسترخوان پر حاضر نہیں ہوں۔

ہوں۔ اور جب تک انہوں نے نہیں چاہا۔ میں نے اس دولت کی

طرف ہاتھ نہیں بڑھایا ہے۔ اگرچہ میں ایسی ہوں لیکن میں اپنا خادم و نافر

مربی رکھتا ہوں۔ اگرچہ طریقہ نقشبندیہ میں میرا پیر عبدالباقی ہے لیکن میری

ترتیب کا کفیل خود اللہ باقی ہے۔ میری تربیت اللہ تعالیٰ

کے فضل سے ہوئی ہے۔ اور میں اہتہاد کی راہ چلا ہوں۔ میرا سلسلہ سلسلہ
رحمانی ہے۔ کہ میں عبد الرحمن ہوں۔ کیونکہ میرا رب رحمان ہے۔ اور میرا ربی
ارحم الراحمین اور میرا طریقہ طریقہ سہانی ہے۔

مکتوبات، اماں ربانی،

در بیان احوال عروج و نزول وغیر اُن نیز بہ پیر بزرگوار خود نوشتہ اند
عرضداشت احقر الطلبة آئکہ نوازش نامہ مولانا علاؤ الدین رسانید در کشف
ہر یک از مقدمہ مذکورہ بمقتضائے وقت مسودہ کردہ شد بعضی مکتوبات و
مکملات اُن علوم مسطورہ نیز منظور شدہ فرصت تحریر انہا نشد کہ حامل
عرضداشت را ہی شد انشاء اللہ تبارک و تعالیٰ متعاقب بخدمت خواہد
فرستادہ الحال رسالہ دیگر کہ بہ بیاض رسیدہ بود فرستاد اُن رسالہ بالتماس
بعضی یاراں میسر شدہ التماس نمودہ بودند کہ نصاب بنویسید کہ در طریقہ نافع
باشد بمقتضائے اُن زندگانی کردہ شود۔ الحق رسالہ غیر مکرر کثیر البركات
انست بعد از تحریر اُن چنان معلوم شد کہ حضرت رسالت غایتیت علیہ
الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ باجمع کثیر از مشائخ امت خود حاضر اند و میں رسالہ
را در دست مبارک خود دارند از کمال کرم خویش اُن را بوسہ میکند و بہ
مشائخ می نمایند کہ ایں نوع معتقدات می باید حاصل کرد و جامعہ کہ باین علوم
مستعد گشتہ بودند نورانی و ممتاز باند و عزیز الوجود و بروئے اُن سرور
علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ایستادہ اند و القصۃ بطول بہا و مدہاں مجلس
باشاعت ایں واقعہ حقیر را مفر فرمودند۔ م باکیاں کار ہا دشوار نیست
(مکتوبات، امام ربانی دفتر اول حصہ اول مکتوب ۱۵ ص ۲۴)

ترجمہ:۔ احقر طلبہ کی عرضداشت یہ ہے کہ مولانا علاؤ الدین نے اپنے کے
 نوازش نامے پہنچا دیے۔ ان نوازش ناموں کے ہر ایک مقدمہ کی وضاحت و
 شرح وقت کے مطابق کی گئی ہے۔ ان تحریر شدہ علوم کے بعض متمات
 بھی دل میں آئے۔ ان کی تحریر کی فرصت نہ ملی۔ میری طرف سے عریضہ
 لانے والا صرف عریضہ لے کر ہی روانہ ہو گیا۔ انشاء اللہ بعد میں جلد ہی خدمت
 اقدس میں ارسال کیے جائیں گے۔ اس وقت وہ رسالہ جو تیار ہو چکا تھا
 ارسال خدمت کیا ہوا ہے۔ اور وہ رسالہ بعض دوستوں کی فرمائش پر
 میسر آیا ہے۔ ان دوستوں نے فرمائش کی تھی کہ بعض ایسے نصاب
 لکھو جو اس طریقہ میں نفع مند ثابت ہوں۔ اور ان کے مطابق زندگی بسر
 کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسالہ ہذا بے نظیر اور کثیر البهرہ
 ہے۔ رسالہ ہذا کی تحریر کے بعد یوں معلوم ہوا کہ حضرت رسالت خاتمت
 علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کے مشائخ کی جماعت کثیرہ کے ساتھ تشریف
 فرما ہیں۔ اور رسالہ دست مبارک میں پکڑا ہوا ہے۔ اسے بوسہ دے
 رہے ہیں۔ اور مشائخ کو دکھا رہے ہیں کہ اس طرح کے عقائد رکھنے
 چاہئیں۔ اور مشائخ کی وہ جماعت جو اس رسالہ کے علوم سے سعادت مند
 تھی۔ وہ بہت نورانی اور ممتاز تھی۔ اور نادرا و نادر تھی۔ اور حضور اقدس
 صلی اللہ علیہ وسلم والتحیت کے روبرو کھڑی ہے۔ یہ قصہ بہت دراز ہے
 اور اسی مجلس میں اس واقعہ کی اشاعت کا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے اس احقر کو حکم دیا۔

ۛ

باکریاں کار بادشوار نیست

ترجمہ: کریم لوگوں کے لیے کوئی کام مشکل نہیں۔

خلاصہ:

د۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ مکتوبات سے معلوم ہوا کہ آپ ایسے علوم و معارف کے امین تھے جو عام و خاص کی دسترس سے باہر تھے۔

ب۔ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مرید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہوں۔

ج۔ اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرتا ہوں۔ لیکن انبیاء کرام سے ہمسری نہیں بلکہ ان کے خادم ہونے کی حیثیت سے بارگاہِ خداوندی میں رسائی حاصل ہے۔

د۔ یہ تحریر کردہ رسالہ گویا سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہے اور آپ اسے چوم رہے ہیں۔ اور لوگوں کو تعلیمات پر عمل کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔

ر۔ اولیاء امت کو فیضانِ مجددِ وقت کے توسط سے ملتا ہے۔

مکتوباتِ امام ربانی:

وازمین الیقین وحق الیقین چہ گوید و اگر گوید کہ فہم کند و کہ دریا بدو چہ دریا بدو ایں معارف از حیطہ ولایت خارج است ارباب ولایت در رنگ علماء ظواہر و در ادراک آن عاجز نہ و در درک آن قاصر ایں علوم مقبض از مشکوٰۃ انوارِ نبوت اند علی اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کہ بعد از تجدید الف ثانی بہ تبعیت و وراثت تازہ گشتہ اند و بطراوت ظہور یافتہ صاحب ایں علوم و معارف مجددِ الین است کَمَا لَا يَخْفَى عَلَى النَّاظِرِينَ فِي عُلُومِهِ وَمَعَارِفِهِ الَّتِي تَتَعَلَّقُ بِالذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَالْأَفْعَالِ وَتَتَلَبَّسُ بِالْأَسْوَالِ وَالْمَوَاجِبِ

وَالْتَجَلِيَّاتِ وَالظُّهُورَاتِ فَيَعْلَمُونَ أَنَّ هَؤُلَاءِ الْمَعَارِفِ
وَالْعُلُومِ وَرَاءَ عُلُومِ الْعُلَمَاءِ وَوَرَاءَ مَعَارِفِ الْأَوْكِيَاءِ
بَلْ عُلُومٌ هَؤُلَاءِ بِالنَّسْبَةِ إِلَى تِلْكَ الْعُلُومِ قَشْرٌ وَتِلْكَ
الْمَعَارِفُ لَبٌّ ذَلِكَ الْعَشْرِ وَاللَّهُ سُبْعَانَهُ الْمَاهِدِي
وہدایت کے برسر ہر مائتہ مجدد سے گزشتہ است اما مجدد مائتہ دیگر است
و مجدد الف دیگر چنانچہ در میان مائتہ والہ فرق است۔ در میان
مجددین اینہا نیز ہماں قدر فرق است بلکہ زیادہ از اُن مجددانست کہ ہرچہ
در اُن مدت از فیوض بامتناں برسد بتوسط او برسد اگرچہ اقطاب
و ادماذ اُن وقت بودند و بدلائل و نبی باشند۔ خاص کنندہ مصلحت عام را۔
و الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالتَّزَمَ مَتَابَعَةَ
الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ الْعُلَى
وَعَلَى جَمِيعِ اخْوَانِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ
وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَهَبًا وَاللَّهُ الصَّالِحِينَ
أَجْمَعِينَ۔

(مکتوبات امام ربانی و فتروم حصہ اول مکتوب ص ۲۰-۲۱ ،

رؤف الیڈمی لاہور)

ترجمہ :- اور یہ فقیر عین الیقین اور حق الیقین کے متعلق کیا عرض کرے
اور کچھ عرض کرے بھی تو اسے کون سمجھے گا اور کون پائے گا۔ یہ معارف دائرہ
ولایت سے خارج ہیں۔ اور باب ولایت علماء ظواہر کی طرح ان کے
ادراک سے عاجز ہیں۔ اور ان کے حاصل کرنے سے کام نہیں۔ یہ
علوم انوار نبوت علی اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتبجیۃ کے سینہ

سے اخذ کیے گئے ہیں۔ جو دوسرے ہزار کے آثار کے بعد بمعیت اور
 وراثت کے طور تازہ ہوئے اور پوری تازگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے
 ان علوم و معارف والا اس ہزار سال کا مجدد ہے۔ جیسا کہ اس کے علوم
 میں معارف میں جو ذات و صفات اور افعال سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جو
 احوال و مواجید تجلیات اور ظہورات سے متعلق ہیں۔ دیکھنے والوں پر
 پوشیدہ نہیں تو صاحبِ نظر لوگ جانتے ہیں۔ کہ یہ معارف اور علوم، علماء
 کے علوم اور اولیاء کے معارف سے وراہ میں۔ بلکہ ان کے علوم ان
 علوم کی نسبت چمکاک ہیں اور وہ معارف اس چمکاک کا مغز ہیں۔ اور اللہ سبحانہ
 ہی ہدایت دینے والا ہے۔ اور جان لیں کہ ہر سو سال پر ایک مجدد گذر
 ہے۔ لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور۔ جس طرح سو
 اور ہزار میں فرق ہے ان دونوں مجددوں میں بھی اسی طرح فرق ہے۔
 بلکہ اس سے زیادہ اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ فیوض و برکات میں سے جو کچھ
 اس مدت میں امتیوں کو پہنچتا ہے۔ اس کے واسطے سے پہنچتا ہے اگرچہ
 اس وقت کے قطب اور اوتاد ہوں۔ اور ابدال و اولیاء ہوں مصلحت
 کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو خاص کر لیتا ہے۔

خلاصہ:

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام علم و عرفان اس قدر بلند و بالا ہے کہ اولیاء
 علماء کی اس تک رسائی ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ فیض کی حصولی حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص معیت اور امت کے اولیاء، اقطاب و اوتاد پر فیوض الہیہ
 کی تقسیم ایسا منصب عظیم اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا۔ اور پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے جب ان کی کتاب کو منظور فرما کر اسے ذریعہ ہدایت و نجات فرمایا۔ تو ہمیں بھی اپنے

نظریات و عقائد کو مجدد صاحب کی تعلیمات کے مطابق ڈھالنا چاہیئے۔ یہی بات صائم نعمت خوان نے کہی ہے۔ اس لیے جب ہمارا اور صائم کا حضرت مجدد کی تعلیمات کے اوپر اتفاق ہے اعتماد ہے تو پھر بات ایک طرف اگر ختم ہو جائے گی۔ ہم آئندہ سطور پر صائم نعمت خوان کی کتاب کے دیئے گئے عنوانات (جو اس کے بقول تعلیمات مجدد پر مشتمل ہیں) لکھ کر پھر حضرت مجدد صاحب کی تحریرات بمعہ ترجمہ پیش کریں گے تاکہ قارئین کرام خود کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں۔ اور انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ صائم نے اپنی غلط تاویلات کی بنا پر مجدد صاحب کی جہارات کو اپنے حق میں بنانے کا کوشش کی ہے۔ اور یہ کوشش اس چیز کی آئینہ دار ہے کہ صائم اہل سنت میں سے نہیں۔ بلکہ ممکن ہے کہ مکتوبات و تحریرات مجاہد کے مطابق اس کا اسلام ہی ختم ہو جائے۔ عنوانات صائم اور پھر ان کا تفصیلی جواب سپردِ قلم ہے

وباللہ التوفیق

مُشْکَلُ کُشَا

انبیاء کرام کے ہم مرتبہ۔ ابو العزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیائے کرام اور اہل عظام مبعوث ہوتے تھے۔ چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ و تبدیلی سے محفوظ ہے۔ اس لیے حضور کی امت کے علماء کو انبیاء کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد کیا گیا۔

(مکتوبات جلد ۱ ص ۲۶۲ مکتوبات ۲۰۹)

صحابہ کرام جیسے کمالات:

حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور کی امت کے جو اولیاء ظاہر ہوں گے۔ اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے

غلام یہ ہے۔ کہ اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات اصحاب کرام رضوان اللہ عنہم کے کمالات جیسے ہوں گے۔

ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے،

اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے بعد فضیلت اور بزرگی اصحاب کرام کے لیے ہے۔ لیکن یہ مقام ہے۔ کہ کمالِ مشابہت کے باعث ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتے۔ مکتوبات ۲۰۹۔ (مشکل کشا ص ۹۹ مطبوعہ چشتی کتب خانہ لاہور)

جواب:

چونکہ مندرجہ بالا تینوں عنوانات ایک ہی مکتوب کے تحت لکھے گئے ہیں۔ اس لیے ہم سب سے پہلے مکتوب ۲۰۹ دفتر اول حصہ اول کی پوری عبارت ترجمہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اور پھر اس کے بعد ان تینوں عنوانات پر مکتوبات کے حوالے بحث کی جائے گی۔ تاکہ مجددِ صاحب کا نظریہ اور صائمِ نعمت خوان کا مقصد واضح ہو سکے۔

مکتوبات شریف:

چوں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزولِ خواہد فرمود متابعتِ شریعتِ خاتمِ الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام خواہد نمود از مقامِ خود عروجِ فرمودہ بر تبعیتِ بمقامِ حقیقتِ محمدی خواہد رسید و تقویتِ دینِ او علیہا الصلوٰۃ والسلامیات خواہد نمود از اینجا است کہ نقل می کنند از شرائع ما تقدم کہ بعد از ہزار سال انزالِ تحالِ پیغمبرِ اولی العزم ادا نبیاء کرام در سلِ عظامِ مبعوث می شدند کہ تقویتِ شریعتِ اُن پیغمبر فرمائید و اعلاء کلمہ او نمایند و چون

دورہ دعوتِ شریعتِ اوتامام می شد پیغمبرِ اولی العزم دیگرے مبعوث می گشت و تجدیدِ شریعتِ خود بہ فرمودہ و چون شریعت

خاتم الرسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات از نسخ و تبدیل محفوظ است علماء امت
اور احکم انبیاء دادہ کار تقویت شریعت و تائید ملت را بایشان تفویض
فرمودہ مع ذاک یک پیغمبر ولی العزم را متابع او ساختہ ترویج شریعت
او نمودہ است۔ قال اللہ سبحانہ و تعالیٰ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا
الَّذِیْ خَرَقَ اِنَّا لَکَ لِحَافِظُوْنَ۔ بدانند کہ بعد از ہزار سال انزال حال
خاتم الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیاء امت او کہ بظہور آیند ہر چند اقل
باشند اکل بوند تا تقویت این شریعت بروجہ اتم نمایند حضرت مہدی
کہ خاتم الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام از قدم مبارک او بشارت فرمودہ
اند بعد از ہزار سال بوجود خواہد آمد و حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام خود
نیز بعد از ہزار سال نزول خواہد فرمودہ بالجملہ کمالات اولیاء این طبقہ شبیبہ بکمالات
اصحاب کرام است ہر چند بعد از انبیاء بفضل مرا صاحب کرام راست علیہم الصلوٰۃ
والسلام اتا جائے اُن دارد کہ از کمال تشابہ یکے را برویگرے فضل نتوان
داد از اینجا تو اند بود کہ آن سرور فرمودہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام
لا یدری اولہم خیر ام اخرہم۔ نہ فرمودہ لا ادری
اولہم خیر ام اخرہم لعلمہ بعالم کل من
الفریقین لهذا قال خیر القرون قرن فی اماچوں از کمال
مشابہت جائے ترقی بدوہ فرمود لا یدری اگر پرسند کہ اُن سرور
علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام بعد از قرن اصحاب قرن تابعین را خیر ساختہ
است و بعد قرن تابعین قرن تبع تابعین را پس غیریت این دو قرن نیز
برایں طبقہ متعین باشد پس تشابہ این طبقہ در کمالات با صاحب کرام چو خواہ
بود۔ در جواب گوئیم تو اند بود کہ غیریت اُن دو قرن بریں طبقہ باعتبار کثرت

ظہور اولیاء اللہ باشد و کملت وجود اہل بدعت و نعدت ارباب فسق و معصیت قہراً لا ینافی کتبت بعض الآخر اد من اولیاء اللہ فی ہذہ الطبقة خیرا من اولیاء ذینک القرنین کحضرت المہدیؑ مثلاً فیض روح القدس از باز مدد فرماید۔ دیگران بکنند اچھے سیما می کرد۔ اما قرن اصحاب از جمیع وجہ غیر است انجا سخن کردن از فضولی است سابقان سابقان اند و در حجت نعیم مقربان الیہاں اند کہ اتفاق کوہ فہمب دیگران بعد شعیب الیہاں ترسد۔ واللہ ینحصر بین حقیقتہ من یکنشاد۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۰۹ حصہ سوم ۱۰۵ تا ۱۰۷ رؤف الکیدمی لاہور)

ترجمہ : جب حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نزول فرمائیں گے تو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے۔ اور اپنے مقام سے عروج فکرتبعیت کے طور پر حقیقت محمدی کے مقام پر پہنچیں گے۔ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دین کی تقویت کریں گے۔ گزشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا۔ کہ اولوالعزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیاء کرام اور رسل عظام مبعوث تھے تو ان پیغمبروں کی شریعت کو تقویت دیتے تھے۔ اور ان کے حکم کو بلند کرتے تھے۔ اور جب پیغمبر اولوالعزم کی دعوت و شریعت کا دورہ تمام ہو جاتا ہے۔ تو دوسرا اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہو جاتا ہے اور نئے سرے سے اپنی شریعت ظاہر کرتا ہے۔ اور چونکہ خاتم الرسل علیہ الصلوۃ والسلام کی شریعت نسخ و تبدیل سے محفوظ ہے۔ اس لیے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء کو انبیاء کے قائم مقام جمیع کامزبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا۔ بلکہ ایک اوالعزم پیغمبر کو حضور کا تابعدار بنا کر حضور کی شریعت کو ترقی بخشی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ اِلَیْهِمْ نَزَّلْنَاهُ بِحَقِّ الْقُرْآنِ فَذُكِّرُوا بِهِ۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اور جاننا چاہیے۔ کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رطلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور کی امت کے اولیاء جو ظاہر ہوں گے اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے۔ تاکہ اس شریعت کی تقویت پورے طور پر کر سکیں۔

حضرت مہدی جن کی تشریف آوری کی نسبت حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت فرمائی ہے۔ کہ ایک ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات صحابہ کرام کے کمالات کے مانند ہیں۔ اگرچہ انبیاء کرام کے بعد فضیلت صحابہ کرام کے لیے ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا مقام ہے۔ کہ کمال مشابہت کے باعث ایک دوسرے پر دراثے اور قیاس کے ساتھ فضیلت نہیں دے سکتے اور ہو سکتا ہے۔ کہ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو۔ لَا یَدْرِی اَوَّلُ لَہُمْ اَلَمْ یُنہِیْ عَلٰی مَا یُنہٰی عَنْہُ لَہُمْ اَوَّلُ زَمَانٍ اَوْ اٰخِرُ زَمَانٍ۔ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے اول کے بہتر ہیں یا آخر زمانے کے۔ اور یہ نہیں فرمایا۔ لَا اَدْرِی۔ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے اول کے بہتر ہیں یا آخر کے۔ کیونکہ فریقین میں سے ہر ایک کا حال آپ کو معلوم تھا۔ اسی واسطے حضور نے فرمایا ہے۔ غیر القرون قرنی۔ سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ لیکن چونکہ کمال مشابہت

کے باعث تردد کا مقام تھا۔ اس لئے لایدری فرمایا۔ اگر کوئی سوال کرے
 کہ آنحضرت نے اصحاب کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو
 اور تابعین کے زمانہ کے بعد تبع تابعین کے زمانہ کو بہتر فرمایا ہے
 تو یہ دونوں قرن بھی یقیناً اس گروہ سے بہتر ہوں گے۔ پھر یہ طبقہ کمالات
 میں صحابہ کرام کے ساتھ کیسے مشابہ ہو گیا۔ اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ
 ہو سکتا ہے۔ اس قرن کا اس طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ اولیاء اللہ
 کا ظہور کثرت سے ہو گا اور بدعتیوں اور بدکاروں اور گناہ گاروں کا وجود کم
 ہو گا۔ اور یہ امر ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ اس

طبقہ کے اولیاء میں سے بعض افراد ان دونوں قرنوں کے اولیاء سے بہتر
 ہوں۔ جیسے کہ مہدی۔ روح القدس کا فیض اگر دوبارہ دور فرمائے۔ تو دوسرے
 بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح کرتے تھے۔ لیکن اصحاب کا زمانہ ہر لحاظ
 سے بہتر ہے۔ اس کی نسبت گفتگو کرنا فضول ہے۔ سابق سابق ہی ہیں
 اور جنت النعیم میں مستقر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دوسروں کا پہاڑ جتنا سونا
 خروج کرنا ان کے ایک سیر خجہ خروج کرنے کے برابر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ
 جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے فاصل کرتا ہے۔

توضیح:

مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کے بعض نکات کی توضیح و تشریح یہ ہے
 کہ انبیائے سابقین میں سے اگر کوئی اول العزم پیغمبر انتقال فرما جاتے۔ تو ان پر نازل
 شدہ شریعت کی ایک ہزار سال بعد تک آنے والے نبی تبلیغ کرتے رہتے جتنی کہ
 جب آیا اول العزم نبی تشریف لاتا۔ تو پہلی شریعت منسوخ ہو جاتی۔ گویا یہاں صاحب
 شریعت کے وصال کے بعد کوئی نبی اس فریقہ کو سرانجام دیتا رہا۔ جب سرکار دوم عالم

صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الرسل بن کر مبعوث ہوئے۔ تو آپ کے بعد کسی نئے اولوالعزم کے نہ آنے کی توقع اور نہ ہی آپ کو عطا کردہ شریعت کی تنسیخ ہو سکتی ہے۔ لیکن اس شریعت کی تاقیامت تبلیغ کا اہتمام تو ہونا چاہیے تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے وصال شریف کے بعد ایک ہزار سال کے عرصہ دراز میں شریعت کے اندر پائی جانے والی افراط و تفریط سے آگاہ کرنے کے لیے کچھ ایسے لوگ پیدا فرمائے ہیں۔ جن کے کمالات، حضرات صحابہ کرام جیسے ہوں گے۔ یہاں جناب مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے امام مہدی کی مثال پیش فکر مسئلہ کی حقیقت واضح کی اس مقام پر ایک سوال ابھرتا تھا کہ کیا ایک ہزار سال بعد آنے والے مخصوص حضرات بمع مہدی موعود صرف کمالات میں صحابہ کرام کی طرح ہیں۔ یا مقام و مرتبہ میں بھی ان کے برابر ہیں؟ اس بارے میں مجدد صاحب کا کہنا ہے۔ کہ اگرچہ ان مخصوص حضرات کے کمالات واقعی صحابہ کرام سے ملتے جلتے ہیں۔ لیکن کمال مشابہت کی بنا پر قیاس و رائے کو یہاں فیصلہ کرنے کی ہمت نہیں۔ کوئی شخص از خود اپنے قیاس سے ان میں سے کسی کو افضل یا غیر افضل قرار نہیں دے سکتا۔ اس کی تصریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ لَا يَذْرُؤُا ہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں اس امتیاز کے نہ ہونے کی نسبت لَا اَدْنٰی کہہ کر ہمیں فرمائی۔ کیونکہ آپ کو افضل و غیر افضل کا اللہ تعالیٰ اعلم عطا فرما دیا تھا۔ اس علم کی بنا پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ «خیر القرون قرنی» میرا زمانہ سب زمانوں سے بہتر ہے۔ گویا واضح کر دیا۔ کہ میرے دور کے مسلمان و حضرات صحابہ کرام آنے والے سب مسلمانوں سے افضل ہیں۔ جب یہ سب افضل ہیں۔ تو ان مخصوص حضرات سے بھی افضل ہوئے۔ لہذا صحابہ کرام سے مقام و مرتبہ میں برابری کوئی دوسرا امتی نہیں کر سکتا۔ اس پر ایک سوال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ صحابہ کرام کے زمانہ کو خیر القرون فرمایا۔ اسی حدیث میں آپ نے اپنی بعد کو زمانوں کو زمانہ

تابعین اور تبع تابعین) کو بھی بالترتیب بہتر فرمایا۔ تو پھر لازم آئے گا کہ وہ مخصوص حضرات تابعین و تبع تابعین سے افضل نہ ہوں۔ جب ان سے افضل نہ ہوئے۔ تو کمالات میں صحابہ کرام کے مشابہ کیسے ہو گئے؟ مجدد صاحب اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تابعین اور تبع تابعین کے دور کی افضلیت شاید اس بنا پر ہو کہ ان کے دور میں اللہ والوں کی بہتات

اور فساد و فساد کی تعداد بہت کم ہوتی تھی۔ جب افضلیت اس بنا پر ہو۔ تو عین ممکن کہ وہ مخصوص حضرات باوجود اس کے کہ ان کے دور میں اللہ والوں کی تعداد کم اور منافرانوں کی زیادہ ہو اپنے ذاتی کمالات کی بنا پر تابعین و تبع تابعین سے افضل ہوں کیونکہ ان (تابعین و تبع تابعین) کی افضلیت ذاتی نہ تھی۔ بلکہ عرضی تھی۔ اس احتمال پر کوئی یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ پھر بھی احتمال دور صحابہ میں بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا ان پر بھی افضلیت کا راستہ کھل گیا۔ تو مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ احتمال فضول اور اس میں گفتگو کرنا بھی فضول ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت نعیم کا وعدہ فرمایا۔ وہ اس کے مقربین میں شامل کر لیے گئے۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں ارشاد گرامی یہ ہے کہ ان کا ایک سیر جو فی سبیل اللہ خرچ کرنا دوسروں کے اصد پہاڑ برابر ہونا خرچ کرنے سے افضل ہے۔ اور ان کا یہ مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے اس کی بے پایاں رحمت کی وجہ سے ہے۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ مجدد صاحب رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کی بقدر ضرورت تفسیر کے بعد اس کا مفہوم قارئین کرام پر واضح ہو چکا ہو گا۔ اب ہم ان عنوانات کی طرف آئے ہیں جو سائیں نعت خواں نے جناب مجدد کے اس مکتوب سے اخذ کیے۔ تاکہ حقیقت حال کھل کر سامنے آجائے۔

عنوان اول:-

(انبیائے کرام کے ہم مرتبہ)

”صائم نعت خوان“ نے اس عنوان کے لیے مجدد صاحب کی جو عبارت پیش نظر رکھی۔ وہ یہ ہے۔ ”علماء امت اور احکام انبیاء وادہ“ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مبلغین شریعت محمدیؐ کو انبیاء سابقین کا حکم دیا گیا۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ مجدد صاحب نے یہ جملہ اس بارے میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت آوری سے قبل کبھی اولوالعزم پیغمبر کے انتقال کے بعد اس کی شریعت کی تبلیغ کے لیے اللہ تعالیٰ اور نبی بھیج دیا کرتا تھا۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو آپ کی شریعت تاقیامت جاری رکھنے کے لیے اس کی تبلیغ کا انتظام آپ کی امت کے علماء کے سپرد کیا گیا۔ اب وہی کام جو پہلے اولوالعزم رسولوں کے انتقال فرمانے پر نبی کیا کرتے تھے وہی کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے پر آپ کی امت کے علماء و صلحاء سرانجام دے رہے ہیں۔ اسی مضمون کو خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل۔ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں یعنی جو کام بنی اسرائیل کے پیغمبر سرانجام دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہی کام میری امت کے علماء کے سپرد فرمایا۔ اس سے یہ مفہوم اخذ کرنا کہ علماء کا مرتبہ انبیاء کرام کا سا ہو گیا۔ اور مرتبہ و مقام میں دونوں برابر ہو گئے۔ صرف صائم نعت خوان کے

دستِ انوارِ سعادت کا یہ باب
 باہل ذہن کی اختراع ہے۔ جناب مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہرگز ہرگز کسی عالم کو کسی پیغمبر
 کے ہم مرتبہ نہ مانتے ہیں۔ اور نہ ایسا سمجھتے ہیں۔ اُن کی اس جہالت کا یہ مفہوم لے کر
 تعلیمات مجدد کو غلط انداز میں پیش کیا گیا۔ آئیے مجدد صاحب سے اس بارے میں
 مزید کچھ سنیں۔

عنوانِ اول کی تردید

امتی کو نبی کے ہم مرتبہ کہنے والا کافر کذاب ہے

زندیق ہے (مجدد الف ثانی)

مکتوباتِ امام ربانی۔

انہیں بیانِ لالچ گشت کہ پہنچ فروے اناست اگرچہ در کمالات
 بدرجہ علیا برسد پیغمبر خود مساوات پیدا نہ کند زیرا کہ ایں ہمہ کمالات کہ
 اورا حاصل شدہ است بواسطہ متابعت شریعت اُن پیغمبر است
 علیہ الصلوٰۃ والسلام پس ایں ہمہ کمالات مرآت پیغمبر را نیز ثابت باشند
 بالکمالات متابعان دیگر و کمالات مخصوصہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وہم جہیں
 اُن فرد کمال برتر پہنچ پیغمبرے نہ رسد اگرچہ اُن پیغمبر را پہنچ یکے متابعت
 نہ کردہ باشند و دعوت او قبول نمودہ بود چہ ہر پیغمبر بالامالت صاحب
 دعوت است و بتبلیغ شریعت امور انکلا امتثال در دعوت و
 تبلیغ قصود پیدا نہ کند و پُر ظاہر است کہ پہنچ کمالے برتر پہنچ دعوت و
 تبلیغ نہ رسد۔

۷۱۰

د مکتوباتِ امام ربانی دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۵۵ (صفحہ ۳۱)
 ترجمہ: اس بیان سے ظاہر ہوا کہ اس امت کا کوئی فرد بھی خواہ

وہ کمالات میں کتنے ہی بلند مقام پر پہنچ چکا ہو۔ اپنے پیغمبر کے ساتھ برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ تمام کمالات جو اسے حاصل ہوئے ہیں۔ اس پیغمبر علیہ السلام کی شریعت کی متابعت سے حاصل ہوئے ہیں۔ پس یہ تمام کمالات اس پیغمبر کے حاصل ہیں اور دوسرے پیرو کاروں کے کمالات بھی۔ اور اسی طرح وہ فرد کمال کسی اور پیغمبر کے بھی مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ اس پیغمبر کی کسی نے بھی پیروی نہ کی ہو۔ اور اس کی دعوت کو قبول نہ کیا ہو۔ کیونکہ ہر پیغمبر بالاصل صاحب دعوت ہے اور تبلیغ دعوت کا امور۔ اور امتوں کا انکار و عُدُو تبلیغ میں کوئی قصور پیدا نہیں کرتا۔ اور یہ تو بالکل ظاہر ہے۔ کہ کوئی کمال بھی دعوت و تبلیغ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

ملحدانِ فکریہ:

صائم نعتِ خوان نے اپنی تصنیف ”مشکل کشا“ میں دو لوگ انداز میں لکھا ہے کہ جناب مجدد صاحب کی تعلیمات کی مخالفت کرنے والے بد نصیب اور ناقابل معافی مجرم ہیں۔ آپ نے مسئلہ زیر بحث میں مجدد صاحب کے ارشادات ملاحظہ کیے۔ صائم کہتا ہے۔ کہ علماء کرام انبیاء عظام کے ہم مرتبہ ہیں۔ اور یہ مجدد صاحب نے کہا ہے۔ اور مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ امتی نہ اپنے پیغمبر کا ہم مرتبہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی دوسرے پیغمبر کا۔ انبیاء کرام کا مخصوص مرتبہ ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ صائم نعتِ خوان نے جناب مجدد پر افتراء باندھا۔

کوئی امتی، کسی صحابی کے مقام و نسب کو نہیں

پاسکتا۔ نبی کے مقام و نسب تک سائی

کیسے ممکن

مکتوبات اماراتی:

جماعہ کو در صحبت اولیائے امی است ز مدگانی می نمایند از این رذائل
نجات می یابند جمع کو در صحبت افضل الرسل علیہ علیہم الصلوٰت و التسلیمات عمر
خود را صرف کرده باشند و از برائے تائید و نصرت دین اور بذل اموال
و النفس نموده بودند چه احتمال دارد کہ ای ذمام و رحتی شان تو ہم نموده آید مگر
آنکہ عظمت و بزرگی غیر البشر علیہ و آله الصلوٰة والسلام و التیمار از نظر ساقط شود عیاذ
باللہ سبحانہ و صحبت اولیہ و آله الصلوٰة والسلام از صحبت ولی امت ناقص تر
متوہم گردد لغو و باللہ سبحانہ منہ و مال آنکہ مقرر است کہ زیج ولی امتی بمرتبه مصابی
آل امت زسد فکیف یہ نبی آل امت -

(مکتوبات مکتوب ۲۴ و فرسوم حصہ ہشتم ص ۷۰)

ترجمہ: وہ لوگ جو اس امت کے اولیاء کی صحبت میں اپنی عمر کو صرف کرتے ہیں
وہ بھی ان رذائل سے نجات پا جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے افضل
الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اپنی عمر کو صرف کیا دین کی مدد اور
تائید میں اپنی جانوں اور مالوں کو خرچ کیا۔ ان میں یہ احتمال کیسے ہو سکتا ہے

کہ بڑے اخلاق ان میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ شانِ امان کی نگاہوں سے
 خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی و عظمت ساقط ہو چکی ہے۔ اس سے خدا کی
 پناہ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ولی کی صحبت سے ناقص تر تصور
 ہوگی۔ اس سے اللہ کی پناہ) اور حال یہ ہے کہ کسی امت کا کوئی ولی بھی
 اس امت کے صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ پھر اس امت کے نبی
 کے درجہ کو کیسے پہنچے گا۔

ملحہ فکریہ:

مجدد صاحب کی اس تصریح سے ثابت ہوا کہ کوئی ولی اپنے پیغمبر کے کسی صحابی
 سے ہرگز ہرگز افضل نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ صحابی نے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس
 اور صحبت میں رہ کر اپنے آپ کو رفاضل سے نجات دلا دی۔ اسی طرح ولی بھی اپنے
 مرشد کی صحبت سے رفاضل سے نجات پالیتا ہے۔ لیکن دونوں کا مقام و مرتبہ برابر
 ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تو جب ایک ولی اور عالم کا مقام صحابی کے مقام و مرتبہ کے برابر نہیں
 ہو سکتا۔ تو نبی کے مقام و مرتبہ کی اہم سہری کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ مجدد صاحب کا
 نظریہ ہے اور صائم نے مجدد صاحب کے حوالہ سے ان کا نظریہ یہ دکھایا کہ علماء کا مقام و
 مرتبہ نبیوں کے برابر ہے۔ کیا یہ جناب مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پوچھوٹ نہیں
 بندھا گیا۔ لہذا مجدد صاحب کی تعلیمات کو غلط رنگ میں پیش کر کے ان کی مخالفت ہی
 نہیں۔ بلکہ ان کی تعلیمات کو مستح کیا گیا ہے۔ اس لیے صائم کی (اپنے قول کے مطابق)
 یہ جرات ناقابل معافی ہے۔ اور وہ بارگاہِ مجددیت کا مجرم ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک پیغمبر کے

نچلے درجے کے بھی نیچے ہے

مکتوبات امام ربانی،

کَمَلُ تَابِعَانِ أَنْبِيَاءِ عَظِيمِ الصَّلَاتِ وَالسَّلَامَاتِ بِجَهْتِ كَمَالِ مُتَابَعَتِ وَفَرَطِ
 مَحَبَّتِ بَلْكَ بِحُضْرِ عَنَانِ مَحَبَّتِ وَمَوْجِ مَحَبَّتِ جَمِيعِ كَمَالَاتِ أَنْبِيَاءِ مَتَّبِعِي خُودِ رَاغِبِ فِي تَمَازُ
 بِكَلِيَّتِ بَرْكَ اِشْأَالِ مَنْصِبِ مِي گِرْدَنِ حَسِّي كَرَفَقِ نَمِي مَانْدُورِ مِيَانِ مَقْبُورِ عَمَانِ وَتَابِعَانِ
 اَلَا بِاِلْصَاقِ وَالتَّبَعِيَّةِ وَالاُولِيَّةِ وَالْاٰخِرَةِ بِدَةِ مَعَ خَالِكِ
 بِسَبْحِ تَابِعِي اَكْرَمِ اَزْ تَابِعَانِ اَفْضَلِ الرُّسُلِ بِاَشَدِّ مَرْتَبَةٍ بِسَبْحِ نَبِي اَكْرَمِ اَدْوَانِ اَنْبِيَاءِ بِاَشَدِّ
 زَرْدِ - لِهَذَا حَضَرَتْ مَدِينَةُ اَكْبَرِ كَرَفَقِ اَفْضَلِ بَشَرِ اسْتَبَدَّ اَعْدَا اَزْ اَنْبِيَاءِ سِرَاوِ هِمِيشَةِ زِيَرِ قَدَمِ
 بِسَبْحِ نَبِي اَكْرَمِ اَشَدِّ اَوْ اَيَا اَيَّامِ تَرْجَمِيعِ بِسَبْحِ اَنْبِيَاءِ اسْتَبَدَّ اَعْدَا اَزْ اَنْبِيَاءِ سِرَاوِ هِمِيشَةِ زِيَرِ قَدَمِ
 جَمِيعِ اَنْبِيَاءِ اَوْ اَيَا اَيَّامِ تَرْجَمِيعِ بِسَبْحِ اَنْبِيَاءِ اسْتَبَدَّ اَعْدَا اَزْ اَنْبِيَاءِ سِرَاوِ هِمِيشَةِ زِيَرِ قَدَمِ
 اَزْ مَالِ وَسَافِلِ اَوْ اَيَا اَيَّامِ تَرْجَمِيعِ بِسَبْحِ اَنْبِيَاءِ اسْتَبَدَّ اَعْدَا اَزْ اَنْبِيَاءِ سِرَاوِ هِمِيشَةِ زِيَرِ قَدَمِ
 اَلْاٰخِرَةِ بِدَةِ مَعَ خَالِكِ
 اَللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ
 اِنْ هُمْ اِلَّا لَكُمْ الْمُنصُورُونَ وَاِنْ جُنَدُ نَا لَكُمْ اِلَّا الْغَالِبُونَ
 وَانْ كُنْتُمْ اَعْدَا اَزْ اَنْبِيَاءِ سِرَاوِ هِمِيشَةِ زِيَرِ قَدَمِ
 وَكَمَلُ تَابِعَانِ اَنْبِيَاءِ عَظِيمِ الصَّلَاتِ وَالسَّلَامَاتِ بِجَهْتِ كَمَالِ مُتَابَعَتِ وَفَرَطِ

را از آن تجلی نصیب است نہ بآن معنی است کہ تجلی ذات نصیب انبیاء است
و بتبعیت نصیب کل است حاشا و کلامن ان یتصور هذا
المعنی فان فیہ مزیة اولیاء علی الانبیاء بلکہ مخصوص
بودن آن تجلی بآن سرور بآن معنی است کہ دیگران لاحصول ان تجلی
بطفیل و تبعیت اوست علیہ الصلوٰۃ والسلام و کل اولیاء ایں امت را بتبعیت
او علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ انبیاء برخوان ایں نعمت عظمیٰ جلیس طفیلی او نذر علیہم
الصلوات والتحمیات و اولیاء خادم آتش خور او، از جلیس طفیلے تا خادم آتش
خور فرق بسیار است۔ ایں مقام از مظلالت اقدام است

در مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۴ ص ۴۹-۵۰

ترجمہ:

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تا بعد اہ کمال متابعت اور
زیادہ محبت کے باعث بلکہ محض عنایت و بخشش سے اپنے مقبوع انبیاء
کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں۔ اور پورے طور پر ان کے رنگ
میں رنگے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ تابعون اور مقبوعون کے درمیان سوائے کمالات
اور تبعیت اور اہلیت و آخریت کے کچھ فرق نہیں رہتا۔ باوجود اس امر
کے کوئی تا بعد اگرچہ افضل المرسل کے تا بعد اہل سے ہو کسی نبی کے
مرتبہ کو اگرچہ وہ تمام انبیاء سے کم درجہ کا ہو نہیں پہنچ سکتا۔ یہی وجہ ہے
کہ حضرت صدیق اکبر جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں
سے افضل ہیں۔ ان کا سر ہمیشہ اس پیغمبر کے قدموں کے نیچے رہتا
ہے۔ جو تمام پیغمبروں کے نیچے درجے کا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے
کہ تمام انبیاء اور ان کے ارباب کے تعینات کے مبادی مقام

اصل سے ہیں۔ اور تمام اعلیٰ و اسفل امتوں اور ان کے ارباب کے مبادی،
تعیینات اس اصل کے ظلال کے مقامات سے اپنے اپنے درجہ کے
موافق ہیں۔ پھر اصل وظل کے درمیان کس طرح مساوات ہو سکتی ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ بے شک ہمارے مرسل بندوں کے لیے ہمارا
وعدہ ہو چکا ہے۔ کہ وہ فتح یاب ہیں۔ اور ہمارا یہی لشکر غالب ہے۔ اور جو
یہ کہتے ہیں کہ تجلی ذاتی جو تمام انبیاء کے درمیان حضرت خاتم الرسل سے
مخصوص ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل تابعداروں کو بھی
اس تجلی سے حصہ حاصل ہے۔ وہ اس معنی کے لحاظ سے نہیں کہ تجلی
ذات انبیاء کے نصیب نہیں ہے۔ اور تابعداری کے سبب ان کے
کاملوں کو نصیب ہے۔ حاشا وکلا کہ اس سے یہ مطلب تصور کرے۔
کیونکہ اس میں اولیاء کی انبیاء پر زیادت ہے۔ بلکہ اس تجلی کا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہونا اس معنی کے اعتبار سے ہے کہ دوسروں
کو اس کا حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل اور تبعیت سے ہے
یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تسلیات کو اسی تجلی کا حاصل ہونا آنحضرت
کے طفیل ہے۔ اور اس امت کے کامل اولیاء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی تابعداری کی وجہ سے ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی نعمت عظمیٰ کے دسترخوان پر ان کے طفیلی اور جلس ہیں۔ اور اولیاء
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم پس خوزدہ کھانے والے۔ اور جلس
طفیلی اور خادم پس خوزدہ کھانے والے کے درمیان بہت فرق ہے تدوین کے پھیلنے کی بجائے

توضیح:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کچھ لوگوں کے ایک وہم کو دور فرمانے کے لیے

ارشاد فرماتے ہیں کہ تجلی ذات جو صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور آپ کے طفیل آپ کی امت کے کاٹین کو حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے سوا دوسرے کسی بھی پیغمبر کو حاصل نہیں اس لیے یہ کہا جائے کہ آپ کی امت کے کاٹین، مقام و مرتبہ کے اعتبار سے تمام انبیاء کرام سے افضل والے ہیں۔ دصائم نعمت خوان بھی یہی وہم رکھتا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام کو بھی وہ تجلی ذات حاصل ہے۔ اور وہ تمام حضرات اس نعمت عظمیٰ کے حصول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیلی اور مجلس ہیں۔ بقیہ کاٹین امت خادم مجلس اور اس نعمت کے کھانے والوں سے بچا ہوا کھانے والے ہیں۔ اس لیے بہتری تو کجا یہ کاٹین اُن انبیاء کرام کی برابری تک بھی نہیں پہنچ پاتے۔ امتیوں میں سب سے افضل و اعلیٰ ابو بکر صدیق ہیں۔ اور وہ باوجود اتنی افضلیت کے کسی نبی سے برابری نہیں بلکہ سب سے نچلے درجے والے کے پاؤں میں ان کا سر مبارک ہے۔

فرمانِ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ امتی کی افضلیت جو نبی پر مانی جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی پناہ کی دوا مانگتے ہیں۔ یہ پناہ مانگنا ان کے نظریہ کی وضاحت کرتا ہے۔ یعنی تجلی ذات کے حصول کے اعتبار سے کسی کامل امتی کو کسی نبی سے افضل کہنا شیطانی و سوسہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس دوسرے کے بارے میں پناہ طلب کرتا ہوں۔ امام ربانی پناہ مانگ رہے ہیں۔ اور دصائم نعمت خواں اسی بات کو ان کی طرف نسبت کر رہے امام ربانی نے صرف پناہ مانگنے کے الفاظ و مانیہ ذکر فرما کر اس سے نفرت کا اظہار ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس عقیدہ کے قائل کو زندیق و کافر تک کہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوباتِ امام ربانی؛

بمیر محمد نعمان صدور یافتہ در جواب سوالہائے گزردہ برونہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ پر سیدہ بوردند کہ گاہ است کہ سالک در وقت طریح خود در مقامات اصحاب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتہیات کہ با جماع از و افضل اندی یا بریکہ بسات کہ غلط در مقامات انبیاء علیہم السلام میباید حقیقت ایں معاملہ چیست بعضی مردم از اینجا مساوات اَل سالک باراب اَن مقامات تو ہم می کنند و شرکت اورا در ین مقامات با بالی اَل مقامات در تحصیل می آرند و بایں تو ہم تمخیل رو و طعن اومی نمایند و زبان ملاست و شکایت در حق اورا ز می کنند کشف غطا از روئے ایں معما باید نمود۔ جوابش آنست کہ وصول اِسافل بمقامات اعلیٰ گاہ است کہ از قبیل وصول فقر و محتاجان بود کہ با ابواب اصحاب دول و بامکنہ خاصہ ارباب نعم میسر گرد و تا ازہ نجا، حاجتہ خواہند و از دول و نعم ایشان در ویزہ نمایند و دراز کار بود کہ ایسے وصول را مساوات و شرکت فہم۔۔۔۔۔ اگر اعتقاد دارند کہ صاحب ایں حال معتقد شرکت و مساوات است باراب اَل مقامات عالی پس اورا کافر و زندیق تصور می کنند و از زمرہ اہل اسلام می بر آرند چہ شرکت در نبوت و مساوات با نبیاء علیہم الصلوٰۃ والتہیات کفر است۔

(مکتوبات امام ربانی و فقر دوم حصہ ہفتم مکتوب ۹ ص ۱۲۲ تا ۱۲۵)

مطبوعہ استنبول۔ مڈف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا۔ ان کسوالوں کے جواب میں جو انہوں نے پوچھ بھیجے تھے۔ مجدد فرمایا آپ نے پوچھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عروج کے وقت سالک اپنے آپ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے مقام پر پاتا ہے۔ جو کہ بالا جماع اس سے افضل ہیں۔ بلکہ کئی دفعہ تو ایسا ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے اس معاملہ کی حقیقت کیا ہے۔ بعض آدمی اس وجہ سے اس سالک

کی ان مقامات کے اہل سے مساوات کا وہم کرتے ہیں۔ اور ان کی ان مقامات والوں سے شرکتِ خیال میں لاتے ہیں۔ اور اس تخیل و وہم کی بنا پر اس کی تردید کرتے ہیں اور اس پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ اور اس کے حق میں زبانِ ملامت و شکایت دراز کرتے ہیں اس معما کے چہرہ سے پردہ ہٹا دینا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ نچلے لوگوں کا اوپر والوں کے مقامات پر پہنچنا کبھی تو اس طرح ہوتا ہے۔ کہ جیسے فقیر اور محتاج جو کہ دولت مندوں کے دروازے پر دربابِ نعمت کی خاص جگہوں پر اس لیے جاتے ہیں۔ کہ وہاں سے حاجت چاہیں۔ اور ان نعمت اور دولت سے گدائی کریں۔ اور جو اس وصول کو مساوات اور شرکت سمجھتا ہے۔ وہ بے ہودہ آدمی ہے۔۔۔۔۔ اگر وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اس حال والا وہ ان مقامات والوں سے شرکت اور برابری کا معتقد ہے۔ اس کو ہم کافر اور زندقہ تصور کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی جماعت سے اُسے خارج کرتے ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتحيات کے ساتھ شرکت اور مساوات کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

ملحد فکریہ:

”علماء انبیاء کے ہم مرتبہ ہوتے ہیں“ صائم نعت خوان کا یہ عنوان اور پھر اس کی تائید کے طور پر مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لینا کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ جناب مجدد تو کاملین کو حضراتِ انبیاء کے کرام کے گدا اور منگتے فرمائیں۔ اور برابری و مساوات کے قائل کو کافر و دین اسلام سے خارج کہیں۔ اور صائم نعت خوان ان کا نام لے کر قارئین کو یہ تاثر دے کہ یہ عقیدہ اور نظریہ میراث نہیں بلکہ مجدد الف ثانی کا ہے۔ جو گویا بحوالہ مذکورہ ایک تو خود اپنے آپ کو مذکورہ عقیدہ رکھنے کی بنا پر (بحکم مجدد الف ثانی) دارِ اسلام

خارج کر رہا ہے۔ اور دوسرا خود مجدد صاحب کو ان کے قول کے مطابق معاذ اللہ کافرو
زندہ بنانے پر تلا ہوا ہے۔ ہذا جہتان عظیم۔
نوٹ: جناب مجدد صاحب کے مذکورہ مکتوب سے یہ تو واضح ہو گیا کہ کوئی کامل اتھو
حضرات انبیاء کرام کے مقام و مرتبہ کے مساوی نہیں ہو سکتا۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ اتھو
کا عروج مقام انبیاء تک ہو؟ اس کا جواب خود مجدد الف ثانی صاحب دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو
مکتوبات امام ربانی:

ارباب معقول گفتہ اند کہ دغان مرکب از اجزائے ارضی و اجزائے ناریت
و قیقہ دغان صعود نماید اجزائے ارضی بمصاحبت اجزائے ناری بالا
خواہند رفت و بموصول قسراً سر عروج خواهند نمود گفتہ اند اگر دغان قوی باشد
عروج او تا کرہ نار متحقق میشود دریں صعود اجزائے ارضی بمقامات اجزاء
آبی و اجزاء ہوائی کہ بالطبع تفوق دارند خواہند رسید و از آنجا
عروج نموده بالا خواہند رفت دریں صورت نمی توان گفت کہ مرتبہ

اجزائے ارضی بلند تر است از مرتبہ

اجزائے آبی و ہوائی چہ آں تفوق باعتبار قاسر بودہ است نہ باعتبار
ذات و بعد از وصول بکہ نار چوں آں اجزاء ارضی بہبوط نمایند و بمکہ طبعی خود
برسند ہر گاہیکہ مقام ایں ہا فروتر از مقام آب و ہوا نخواہد بود پس در انھن
فیہ عروج آں ساک از آں مقامات باعتبار قاسر است کہ آں قاسر فراط
جہارت محبت است و قوت جذب عشق باعتبار ذات مقام او تحت

آں مقامات است (مکتوبات امام ربانی دفتر اول جلد سوم مکتوب نمبر ۲۰۸ ص ۱۲ تا ۱۰۲)
ترجمہ: مستولی یعنی اہل فلسفہ نے کہا ہے کہ دھواں خالی اور آتش اجزاء

سے مرکب ہے جس وقت دھواں اوپر کو جاتا ہے۔ تو خاکی اجزاء
آتشى اجزاء کے ہمراہ اوپر چلے جاتے ہیں۔ اور قاسر کا قسر حاصل ہونے
سے عروج کر جاتے ہیں۔ اور انہوں نے کہا ہے۔ کہ اگر دھواں قوی
ہو تو وہ کرہ نارتک پڑھ جاتا ہے۔ اس وقت اجزائے خاکی، اجزائے
آبی اور اجزائے ہوائی کے مقامات میں جو بالطبع فوقیت رکھتے ہیں۔
پہنچ جائیں گے۔ اور وہاں سے عروج کر کے اوپر چڑھ جائیں گے۔

اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اجزائے خاکی کا مرتبہ اجزائے ہوائی
کے رتبہ سے بلند تر ہے۔ کیونکہ وہ فوقیت باعتبار قاسر کے ہے
نہ باعتبار ذات کے۔ اور کرہ نارتک پہنچنے کے بعد جب وہ اجزائے
خاکی نیچے گریں گے۔ اور اپنے اصل مرکز پر پہنچیں گے۔ تو بے شک ان
کا مقام آب و ہوا کے مقام سے نیچے ہو گا۔ پس بحث مذکورہ میں
اس سالک کا عروج بھی ان مقامات سے باعتبار قاسر کے ہے۔ اور
وہ قاسر سرگرمی محبت کی زیادتی اور جذبہ عشق کی قوت ہے۔ اور ذات
کے اعتبار سے اس کا مقام ان مقامات سے بہت نیچے ہے۔

جناب مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کا خلاصہ یہ کہ کسی سالک
کی مقام انبیاء تک رسائی یوں ہے۔ کہ جیسا اجزائے ارض کو اپنی ذاتی
قوت سے اجزائے ناری اوپر لے گئے۔ یا جس طرح کسی چڑیا کو باز نے
اپنے پنجوں میں پکڑا۔ اوپر بہت اوپر لے گیا۔ نہ اجزائے ارضی باعتبار اپنی
ذات کے اوپر گئے۔ نہ چڑیا کو اتنی بلندی میسر۔ تو اسی طرح سالک کی کیا مجال
کہ از خود ان مقامات انبیاء تک رسائی پاسکے۔ پس کسی نے اچھا لا۔ اوپر بیچکا
تو وہاں ہاتھ لگ گیا۔ جب کسی کے زور کا اثر ختم ہوا۔ تو پھر اپنی طبعی و ذاتی

حالت پر آگیا۔ خود مجدد صاحب اپنے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ مجھے بھی حضور
سور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مقامات پر لے گئے۔ جو میرے ذاتی نہ تھے
بہر حال ان مقامات کی حقیقت صاحب مقامات ہی جانیں۔ لیکن جنہیں علم نہیں
یا کچھ دور سے ایک کامل امتی اور کسی پیغمبر کو ایک جگہ ایک مقام پر کسی نے دیکھ
لیا۔ تو یہ خیال نہ کرے۔ کہ دونوں کا مقام برابر ہو گیا۔ جیسا کہ صائم نعت خوان
نے محض عبارت (اور وہ بھی ایک جگہ کی) کو دیکھ کر دونوں کا مقام ایک کہہ دیا
حضرت مجدد ایسے نظریہ والے کی تردید فرماتے ہیں۔ اور اسے کافر تک قرار
دیتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ولایت کو نبوت پر ترجیح دینا یوں ہے

جیسا کہ کفر و اسلام سے افضل کہنا ہے

مکتوبات امام ربانی،

فقیر در کتب و در رسائل خود زشتہ است و تحقیق نموده کہ کمالات نبوت
حکم دریائے محیط دارد و کمالات ولایت در جنب آن قطر مالیت
محققہ اما چہ تراں کر و جمع از نار سائی بحالات نبوت گفتہ اندہ ولایت
افضل من النبوة و جمع دیگر در توجہ بہ آن گفتہ اند کہ ولایت نبی افضل
است از نبوت او۔ ای ہر دو فرقی حقیقت نبوت را نادانستہ
حکم بر غائب کردہ احمد نزدیک بایں حکم است حکم ترجیح سکر بر محو۔ اگر
حقیقت محو را می دانستند ہرگز سکر را بہ محو نسبت نمی دادند۔
چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک مانا کہ محو خواص را مائل محو محام مانستہ سکر را
براں ترجیح دادہ اند کاش سکر خواص را نیز مائل سکر محوام دانستہ جوأت
بایں حکم می نمودند۔ چہ مقرر عقلا ما است کہ محو بہتر است از سکر اگر محو
سکر مجازی است ایں حکم ثابت است و اگر حقیقی است نیز ایں حکم
ثابت ولایت را از نبوة افضل گفتی و سکر را بر محو ترجیح دادن سنگ
آنست کہ کسے کفر را بر اسلام ترجیح دہد۔ و حیل را از علم بہتر دانند۔
د مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۶۸

ترجمہ :- فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے۔ اور تحقیق کی ہے۔ کہ کمالاتِ نبوت دریا ئے محیط کا حکم رکھتے ہیں۔ اور کمالاتِ ولایت ان کے مقابلہ میں ایک قطرہ ناچیز کا حکم رکھتے ہیں۔ لیکن کیا کریں۔ جن لوگوں کو کمالاتِ نبوت تک رسائی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔ ولایتِ نبوت سے افضل ہے۔ اور ایک جماعت نے ان کے قول کی یہ توجیہ کی ہے۔ کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ ان دونوں گروہوں نے نبوت کی حقیقت کو نہ سمجھا اور غائب پر حکم لگا دیا ہے۔ صحر پر سکر کو ترجیح دینے کا حکم بھی اسی حکم کے نزدیک ہے۔ اگر صحر کی حقیقت کو جانتے ہرگز سکر کو صحر کے ساتھ نسبت نہ دیتے خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت ہے۔ جن لوگوں نے خواص کے صحر کو عوام کے صحر کی مانند سمجھ کر سکر کو اس پر ترجیح دی ہے۔ کاش کہ خاص کے سکر کی طرح سمجھتے۔ اور اس حکم پر جرات نہ کرتے۔ کیونکہ علماء کے نزدیک یہ ثابت و مقر ہے۔ کہ صحر سکر سے بہتر ہے۔ اور صحر و سکر مجازی ہے۔ تو پھر یہ حکم مجازی ہے۔ اور اگر حقیقی ہے تو پھر ولایت کو نبوت سے افضل کہنا اور سکر کو صحر پر ترجیح دینے کا حکم ایسا ہے۔ جیسے کوئی کفر کو اسلام پر ترجیح دے۔ اور جہل کو علم سے بہتر جانے۔

صائم نعمتِ خزان کے عنوان اول کی تردید خود جناب مجدد الف ثانی کے اقوال و ارشادات سے آپ نے ملاحظہ کی۔ وہ تو ولی کو نبی سے یا ولایت کو نبوت سے افضل ماننے والے پر اظہارِ افسوس فرماتے ہیں۔ اور اسے ان دونوں کی حقیقت سے نا آشنا بتا کر فرماتے ہیں۔ کہ یوں ہوگا۔ کہ کوئی شخص کفر کو اسلام سے افضل کہے تو میں اس کی بات اس کے منہ پر دے مارنے کے قابل ہے۔ اسی طرح ولایت

کہ نبوت سے افضل قرار دینے والا بھی انتہائی جاہل بے علم بلکہ دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔ لہذا ان تحریرات وارشادات کی روشنی میں ”صائم نعت خوان“ اپنے گریبان میں منہ جھانک کر دیکھے۔ کہ جناب مجدد کیا فرماتے ہیں۔ اور میں نے اُن کا نام لے کر ان کا کیسا نظریہ بیان کیا؟

نوٹ:

صائم نعت خوان نے اس گفتگو کے دوران لکھا ہے۔ کہ فاضل بریلوی جناب اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے تفضیلی لوگوں کو رافضی نہیں کہا۔ یعنی جو لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تمام صحابہ کرام سے افضل ہونے کے قائل ہیں۔ انہیں شیعہ رافضی نہیں کہا۔ اس سے دراصل وہ قارئین کو باور کرانا چاہتا ہے۔ کہ اگرچہ میں (صائم) علی المرتضیٰ کی افضلیت کا قائل ہوں لیکن بقول اعلیٰ حضرت اس عقیدہ والا رافضی نہیں۔ اس لیے مجھے اس عقیدہ کی بنا پر رافضیوں میں کہیں شامل نہ کر دینا۔ ہم نے ضروری سمجھا۔ کہ اس مغالطہ کو بھی ساتھ ہی ساتھ دور کر دیا جائے۔ لہذا ہم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ مبارکہ سے آپ کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ رضویہ:

أَجْعَلْ كَلَّ كَمَامِ رَافِضِي مُتَكِرَانِ ضُرُورِيَّاتِ دِينِ أَوْرِيَا لِجَمَاعِ امْتِ كِفَارِ
مُرْتَدِّينَ هِيَ - حَكْمًا حَقَّقْنَاهُ فِي فِتَاوَانَا فِي الْمَقَالَةِ
الْمُسْفَرَةِ عَنْ أَحْكَامِ الْبِدْعَةِ الْمَكْفُورَةِ - طَلَاوَهُ أَوْرَكْفِيَّاتِ
كَهْ دَوَكْفَرْتُوَانِ كَهْ عَالَمِ وَجَاهِلِ مَرُوعِدَتِ سَبْ كُشَالِي هِيَ - مَوْلَا عَلِي
كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ كُزَانِيَا نَعْنِي سَابْقِيْنَ طَيِّبِيْنَ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ سَعْنِيْ فَاخْصِلْ مَا نَبَا.

اور جو کوئی کسی غیر نبیؐ کو کسی نبیؐ سے افضل کہے کافر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ حصہ دوم کتاب النکاح ص ۱۱۵ مکتبہ نبویہ لاہور)

خلاصۃ کلام:

مجدد الوالت ثانی اور مجدد مائتہ حاضرہ دونوں نے کسی غیر نبیؐ کو نبیؐ پر افضل کہنے والے کو کافر کہا۔ اسلام سے خارج کہا۔ اور صائم نعمت خوان کو اصرار ہے۔ کہ دو علما مانبیاء کے ہم مرتبہ ہیں۔ اور پھر اس نظریہ کو مجدد الوالت ثانی کا نظریہ بتا کر پیش کیا گیا جب صائم نعمت خوان ان دونوں بزرگوں کی قدر و منزلت تسلیم کرتا ہے۔ تو پھر ان کے ارشادات کو اپنے معتقدات کیوں نہیں سمجھتا۔ شائد یہ بھوت سوار ہو کہ وہ دونوں حضرات تشریف لے گئے۔ اب میں اپنی دو کانداری چمکاؤں۔ اور مجدد کہلاؤں۔ اگر اس کا شوق ہے۔ تو شرم کس چیز کی۔ لوگ جھوٹے پیغمبر بننے سے نہ شرمائے۔ فرشتوں تک ہونے کا دعویٰ کیا۔ کسی نے اُن کا کیا بگاڑ لیا۔ ہم اس موقع پر یہی مشورہ دیتے ہیں۔ کہ ابھی دیر تو رہ کھلا ہے۔ اور ہر گناہ کی معافی مل سکتی ہے۔ اس لیے اولین فرصت میں مراطہ مستقیم کی طرف صائم کو واپس آجانا چاہیئے۔ اور رافضیوں کی خوشی کے اسباب مہیا کرنے کی بجائے اپنی آخرت کی بہتری کے اسباب مہیا کیے جائیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عنوان دوم: اولیاء میں صحابہ کرام جیسے کمالات: **عنوان سوم:** ان اولیاء پر

صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے۔

ان دونوں عنوانوں کے تردید۔

عنوان ثانی ”صحابہ کرام جیسے کمالات اور عنوان ثالث ”ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے“ ان دونوں کا مقصد تقریباً ایک ہی ہے۔ وہ یہ کہ مخصوص اولیاء کرام کہ جن کو صحابہ کرام جیسے کمالات عطا ہوئے۔ وہ اور صحابہ کرام فضیلت میں مساوی ہیں صحابہ کرام کو فضیلت نہیں دی جاسکتی۔ اس غلط نظریے کی تردید ہم شروع میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب سے کر چکے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ کاہن اولیاء کے کمالات اگرچہ حضرات صحابہ کرام جیسے ہی۔ لیکن قیاس اور رائے کے ذریعہ یہاں فضیلت کا تعین نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی نفرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کے الفاظ ”لا یدری“، دلالت کرتے ہیں۔ چونکہ لا ادری نہیں فرمایا۔ اس لیے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کمال تشابہ کے ہوتے ہوئے ان میں سے افضل کا علم عطا فرما دیا ہے۔ سو آپ خدا داد علم کی بدولت فرماتے ہیں۔ کہ خیر القرون قرنی۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام کے مراتب کسی دوسرے امتی کو حاصل نہیں۔ اس لیے ان کی فضیلت مقرر ہے۔ جناب مجدد صاحب اسی فضیلت کو دو ٹوک انداز میں ایک اور مکتوب میں ذکر فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوب امام ربانی:

بالجملہ مدارا فادہ واستفادہ ایں طریقہ بر صحبت است۔ یگفتن و نوشتن کفایت نمی شود۔ حضرت خواجہ نقشبند فرمودہ اند قدس سرہ کہ طریقہ صحبت است و اصحاب کلام بدولت صحبت خیر البشر علیہ الصلوٰت

والقیسات از اولیاء امت افضل آمدند کہ تیج ولی برتر بہ صحابی نرسد اگرچہ
اولیں قرنی باشد۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم حصہ ہشتم ص ۱۸۹ مطبوعہ رؤف
ایڈمی لاہور)

ترجمہ کا مختصر یہ کہ اس طریقہ میں افادہ اور استفادہ کا دار و مدار صحبت پر
ہے۔ کہنا اور لکھنا کافی نہیں ہوتا۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے
فرمایا۔ کہ ہمارا طریقہ صحبت ہے۔ اور اصحاب کرام صحبت خیر البشر علیہ
علیہ وسلم کی وجہ سے ہی اولیاء امت سے افضل ہیں۔ کہ کوئی ولی کسی صحابی
کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ وہ اویس قرنی ہی کیوں نہ ہوں۔
ملحد فکریہ:

اس مکتوب میں مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غیر صحابی یعنی امت کے اولیاء کرام
میں سے ہر ایک کے بارے میں واضح ارشاد فرمادیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
ایسی سعادت ہے۔ کہ کوئی بھی اس درجہ کو نہیں پاسکتا۔ حضرت اویس قرنی کی مثال
پیش فرمائی۔ یہ وہ بزرگ ہیں۔ کہ جن کی شفاعت سے ہزاروں گناہ گاروں کا کام بن
جائے گا۔ جیسا کہ کتب اعدیث میں ہے۔ اور خود مجدد صاحب بھی اس سلسلہ سے
متعلق ہیں۔ گویا حقیقت بیان کرتے وقت مجدد صاحب نے اپنے آپ یا اپنے سلسلہ
کے مورث اعلیٰ کی بھی کوئی رعایت نہ کی۔ یہ تو تھا مجدد صاحب کا نظریہ۔ ماسم نعمت
خوان ان کی طرف سے جس نظریے کی تبلیغ کر رہا ہے۔ وہ اس کا اپنا بنایا ہوا ہے
صرف اس میں قوت پیدا کرنے کے لیے مجدد صاحب کا نام استعمال کیا گیا ہے
حالانکہ مجدد صاحب کئی ایک مقامات پر اپنے نظریے کی تشریح فرما چکے ہیں۔
ان کے نزدیک قائمہ یہ ہے۔ کہ فضائل و مناقب کی بنیاد نبی اور اعلیٰ کافرق

نہیں۔ کیونکہ اس سے بہت سے امتی اپنے نبی سے بڑے ہو گئے نظر آئیں گے۔
جس کی بنا پر امتی کو فضل

کہنا پڑے گا۔ اور یہ ہرگز درست نہیں۔

مکتوبات امام ربانی:

مجھے نظر بر کثرت فضائل و مناقب دیگران انداختہ درافضیت او
توقف می نمایند میدانند اگر سبب افضلیت کثرت فضائل و مناقب
بود بساعت کہ بعضی از اعا دامت کہ این فضائل دارند از نبی خود افضل
باشند کہ این فضائل نہ دارد۔

مکتوبات امام ربانی۔ حصہ ہفتم دفتر دوم مکتوب نمبر ۹ مطبوعہ روض
الکبیر می لاہور

ترجمہ: ایک جماعت نے دوسرے لوگوں کے کثرت فضائل و مناقب
پر نظر رکھی ہے۔ اور ان کی افضلیت میں توقف کرتے ہیں۔ وہ نہیں
جانتے کہ اگر افضلیت کا سبب کثرت فضائل و مناقب ہوتا تو ایسا
بھی ہوتا کہ بعض اعا دامت جو یہ فضائل رکھتے ہیں اپنے نبی سے بھی
افضل ہو جاتے جو یہ فضائل نہ رکھتا۔

مائمعت خوان بھی اسی جماعت کا ایک فرد نظر آتا ہے۔ جو فضائل و مناقب
کو وجہ افضلیت قرار دیتی ہے۔ مجدد صاحب نے ایسی جماعت کو حقیقت سے
بے علم فرمایا۔ اور ساتھ ہی اس نظریہ کی نتیجہ کے طور پر تردید و تغلیط فرمائی۔ وہ
یہ کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر کسی امتی کا اپنے پیغمبر سے افضل ہونا بھی ثابت
ہو گا۔ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب سے کتب بھری پڑی ہیں
ادھر امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل ”وحشی“ کے بارے میں آنے فضائل و مناقب

مذکور نہیں۔ لیکن اس کے باوجود صحبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے "وحشی" کو افضل فرمایا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مکتوبات امام ربانی،

نیز بخان اعظم صدور یافتہ در مداحی طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہ تعالیٰ اسرار ہم و مناسب ایں طریق بطریق اصحاب کرام علی صاحبہم علیہم الصلوٰۃ والسلام و بیان افضلیت اصحاب کرام بر دیگران اگرچہ او سقرنی باشد یا علم مروانی۔ الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ طریق حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم مبنی بر اندراج نہایت در بدایت است۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمودہ اند کہ ما نہایت را در بدایت درج می کنیم و ایں طریقہ بعینہ طریق اصحاب کرام است رضی اللہ عنہم۔ چہ ایں بزرگواراں را در اول صحبت آن سرور علیہ و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اُن میسر می شود کہ اولیاً امت را در نہایت انسانیت شمره ازاں کمال دست می دهد لہذا وحشی قاتل حمزہ علیہ الرحمۃ کہ یک مرتبہ در بدو اسلام خود لبشر صحبت سید اولین و آخرین علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات و التبیات مشرف شدہ بود از او سقرنی کہ غیر التابعین است افضل آمد و آنچه وحشی را در اول صحبت خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ و الصلوٰۃ والسلام میسر شد او سقرنی را با آن خصوصیت و رانتہا میسر نہ شد لاجرم بہترین قرن اصحاب گشت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شمر کار دیگران را در پس انداخت و اشارت بہ بعد درج نمود شخصی از عہد اندوخی مبارک قدس سرہ سوال کرد۔ اَیْہَا

أَفْضَلُ مَعَاوِيَةَ أُمِّ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ
الْغُبَارُ الَّذِي دَخَلَ آتَتْ فَرَسٌ مَعَاوِيَةَ مَعَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ مِنْ عُمَرَ
بن عبد العزيز كذا مرة.

رمکتوبات امام ربانی حصہ دوم دفتر اول مکتوب ۶۷
صفحہ ۴۷ مطبوعہ رٹون اکیڈمی لاہور

ترجمہ: حضرت خواجگان نقش بند یہ قدس سرہ تعالیٰ کا طریقہ نہایت کی ابتداء
میں اندراج پر مبنی ہے۔ اور یہ طریقہ بعینہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے
کیونکہ ان بزرگوں یعنی صحابہ کرام کو حضور کی پہلی ہی صحبت سے وہ کچھ میسر
آگیا۔ جو کہ اولیاء امت کو نہایت انسانیت میں بھی جا کر اس کمال کا تھوڑا
ساحصہ ملتا ہے۔ لہذا وحشی رضی اللہ عنہ قاتل امیر حمزہ جسے ایک
ہی مرتبہ ابتداء اسلام میں صحبت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم
کا شرف حاصل ہوا۔ اویس قرنی سے جو کہ خیر التالبعین ہیں۔ فضل قرار
پایا۔ اور وحشی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اول صحبت میں جو کچھ میسر آیا۔
اویس قرنی کو اپنے خصوصیات کے باوجود انتہاء میں میسر نہ ہوا۔ لازمی
طور پر زمانوں میں بہترین زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ کمرہ ثمن نے
دوسروں کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ اور ان کے درجہ کی دوری کی طرف
اشارہ کرتا ہے۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے سوال
کیا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحبت میں امیر معاویہ کے گھوڑے کی
ہاک میں داخل ہوا تھا۔ وہ کئی مرتبہ عمر بن عبدالعزیز سے افضل و بہتر ہے

ملحہ فکریہ:

حضرت مجددِ ملت ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مسلک کس واضح انداز میں ذکر فرمایا۔ اور اس کی دو مثالیں بھی بطور شواہد ذکر فرمائیں۔ جس کا خلاصہ یہی ہے۔ کہ حضراتِ صحابہ کرامؓ کی جو صحبت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم میسر ہوئی۔ کوئی انصافیت و تقبوت اس کا بدل نہیں یا مقابل نہیں ہو سکتی۔ یہ حضرات صحبت محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تمام امت کے کاملین سے افضل و بہترین۔ اولیں قرنی رض کے فضائل بے شک بکثرت اور وحشی کے قبل اسلام بے شک گناہ بہت بڑے لیکن ایک کو صحبت نہ ملی تو باوجود کثرتِ فضائل کے دوسرے صحبت پانے والے کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔ بلکہ کسی صحابی کو رسولِ خدا کی معیت میں رہ کر جو گرد و غبار اس پر یا اس کی سواری پر پڑا۔ مجددِ صاحب کے نزدیک غیر صحابی اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ اب صائمِ نعتِ خوان سے کوئی پوچھے۔ تم نے مجددِ صاحب کا نظریہ جو بیان کیا ہے۔ وہ کہاں سے لیا ہے؟ معلوم ہوا۔ کہ فریبی نے قارئین کو دھوکہ دے کر اپنا مقصد پورا کرنے کی سعی لا حاصل کی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عنوان چہارم

(۱) امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کمال جو انبیاء

گو نہیں ملا۔

مُشکل کشا

سوال: وہ کون سا کمال ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے وابستہ ہے اور وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو باوجود نبی ہونے کے نہ ملا۔

جواب: وہ کمال حقیقۃً الحقائق سے وصول و اتحاد ہے۔ جو کہ تبعیت اور وراثت سے وابستہ ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے کمال فضل پر موقوف ہے۔ جو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اخص الخواص کا حصہ ہے۔ اور جب تک امت میں سے نہ ہو اس دولت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور توسط کا حجاب نہیں اٹھ سکتا۔

جو کہ اتحاد کے وسیلہ سے میسر ہوتا ہے۔ شائد اللہ تعالیٰ نے اسی لیے فرمایا ہے
کنتم خیر امۃ الخ۔ مکتوبات حصہ دوم دفتر سوم ص ۱۴۸ مکتوب نمبر ۱۲۲

(۲) امتی پیغمبر سے اوپر جا سکتا ہے

اگر امتوں میں سے کوئی فرد اپنے پیغمبر کی تبعیت کے طفیل سے بعض پیغمبروں کے اوپر بھی چلا جائے۔ تو خادمیت اور تبعیت کے عنوان سے ہو گا۔ مکتوب
۱۲۲ ص ۱۴۸ مشکل کشا تصنیف مائت نعت خوان فیصل آبادی ص ۳۳ مطبوعہ حیدرآباد

عنوان چہارم کے تحت میں دونوں ذیلی عنوانوں کی تردید

عنوان چہارم کے تحت جو باتیں صائم نعمت خوان نے ذکر کیں۔ اگرچہ وہ الفاظ جناب مجدد و صاحب کی فارسی عبارت کا ترجمہ تو بنتے ہیں۔ لیکن صائم نعمت خواں اور جناب مجدد و حمزہ اشدر علیہ دونوں کے اس عبارت سے مقاصد و مطالب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ صائم کے پیش نظر یہ بات ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح ایسی عبارات کا سہارا لے کر قارئین پر یہ ثابت کیا جائے۔ کہ کچھ امتی ایسے بھی ہیں۔ جن میں نبیوں سے بھی زیادہ فضائل موجود ہیں۔ لہذا وہ امتی۔ نبی سے بڑا ہو سکتا ہے۔ جب یہ قاعدہ اور اصول طے پا گیا۔ تو اب اگر یہ کہا جائے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرات انبیائے کرام سے افضل ہیں۔ تو اس پر اعتراض کیوں؟ لیکن کمال چالاکی سے صائم نے مجدد و صاحب کے مکتوب میں سے کچھ عبارت چھوڑ کر اقول و آخر کو کیا۔ اور درمیان سے چھلانگ لگائی۔ تاکہ مجدد و صاحب کا اپنا نظریہ لوگوں کے سامنے نہ آ سکے۔ اس لیے ہم اسی مکتوب کی پوری عبارت درج کر رہے ہیں۔ جس کو بنیاد بنا کر عنوان چہارم اختراع کیا گیا۔

مکتوبات :- سوال :

ازیں بیان لازم می آید فضل خواص ایں امت را بر انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات؟

جواب :

بہتے لازم نمی آید ایں قدر ثابت شد کہ خواص ایں امت با انبیاء و اولی

دولت شرکت دارند مع ذالک کمالات دیگر بسیار است کہ انبیاء را
 بآن مزیت و اختصاص است علی نبینا و علیہم الصلوٰات والتسلیمات
 اخف خواص ایں امت اگر بسیار ترقی نماید سر او تا پاسے پیغمبر سے
 کہ او دن پیغمبر ایں است نہ رسد۔ مساوات و مزیت چہ گنجائش دارد
 قال اللہ تعالیٰ ولقد سبقتم کل امتنا لعبادنا المرسلین
 علیہم الصلوٰات والتسلیمات و اگر فردا ز امتاں بطفیل و
 تبعیت پیغمبر خدا از بعض پیغمبر ایں بالا رود بعنوان خادمیت و تبعیت
 خواہد بود معلوم است کہ خادم ما با بندگان مردم خیر از خادمیت و تبعیت
 چہ نسبت خواہد بود کہ خادم طفیل در برہ وقت طفیل است۔
 دکتوبات امام ربانی حصہ ہم دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۲۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ
 روٹ اکیڈمی لاہور

ترجمہ: سوال:

اس بیان سے لازم آتا ہے کہ اس امت کے خواص انبیاء علی نبینا و
 علیہم الصلوٰة والسلام سے افضل ہیں۔

ترجمہ: جواب:

یہ بالکل لازم نہیں آتا۔ صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اس امت
 کے خواص اس دولت میں انبیاء کے ساتھ شرکت رکھتے ہیں۔ اور اس
 کے باوجود دوسرے کمالات بہت ہیں کہ انبیاء کمان کے ساتھ
 برابری اور خصوصیت ہے علی نبینا و علیہم الصلوٰة والسلام کہ اس امت
 کے خواص اگر بہت ترقی بھی کریں گے۔ کمان کا سر کی اودنے
 پیغمبر سے قدم تک نہیں پہنچے سکتا۔ مساوات اور برتری کی یہ گنجائش۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ
 کہ ہماری بات اپنے پیغمبر بندوں کے لیے پہلے گزر چکی ہے۔
 اگر امتوں میں سے کوئی فرد اپنے پیغمبر کی تبعیت اور طفیل میں بعض پیغمبروں
 سے اوپر بھی چلا جائے تو وہ خادمیت اور تبعیت کے عنوان سے ہو
 گا۔ اور معلوم ہے کہ خادم کو اپنے مخدوم کے ہمسروں سے سوائے
 خادمیت اور تبعیت کے اور کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ کہ خادم اور طفیل
 ہر وقت خادم اور طفیل ہی ہے۔

فَاِخْتَارُوا لِأُولَى الْأَبْصَارِ

مشکل کشا: تا جدار سلطنت نقشبندیہ امام ربانی مجدد الف ثانی مندرجہ بالا عبارت کے بعد مزید دقیق نقطے بیان کرنے کے بعد اپنے مقصد کی کھلے طور پر وضاحت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ۔ اب ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس دائرہ کا محیط وہ محبوبیت ہے اور محبت سے ملا ہوا ہے۔ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے افراد میں سے کسی فرد کی ولایت کا انشاء ہے اور اس کے کمالات کو بھی حاصل کیا ہے۔ اور معلوم ہوا کہ دولت ثانی اس کو ولایت موسوی سے حاصل ہوئی ہے اور وہ دو عظیم ولایتوں کے لطیف سے مرکز و محیط کے کمال کا جامع ہوا۔ اور یہ نو طے شدہ بات ہے۔ کہ ہر وہ کمال جو امت کو میسر آتا ہے۔ وہ کمال اس امت کے نبی کو بھی حاصل ہے۔ بحکم مَوْجِ مَسْبُوحِ مَبْنُوعِ حَسَنَةِ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس فرد کے ذریعہ سے اس دائرہ کے محیط کے کمالات حاصل ہوئے۔ (مشکل کشا مصنفہ مائتہ و چھیلت خوات فیصل آبادی ص ۱۰۸ مطبوعہ چشتیہ کتب خانہ جھنگ بازار فیصل آباد)

غنوان پنجم کی تردید:

موت نعت خوان صائم علیہ ما علیہ نے مندرجہ بالا عنوان اس لیے باعتراف
ثابت کیا جس کے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے کمالات

کسی امتی کے وسیلہ اور سبب سے حاصل ہوئے۔ آپ کی ذات مقدسہ میں بالاصل نہ تھے۔ کچھ ایسی ہی مذہب و قبیح عبارت دیوبندیوں نے بھی لکھی ہے۔ یہ عنوان اور موضوع کس قدر بڑا اور قابلِ مذمت ہے۔؟ اسی لیے شیخ الحدیث قسطلانی نے نبی سے بڑھ جاتا ہے) اس کے معانی تو معانی ہے دیکھئے الفاظ کتنے خبیث ہیں۔ بہر حال جس خبیث نظریہ اور مفہوم کو مائٹم نے مذکور عنوان سے ظاہر کیا ہے۔ اس کی خباثت ظاہر و برہا ہے۔ اسی طرح اس عنوان سے جو مقصد اور مطلب اخذ کرنا جاتا ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ اخبث ہے۔ کیونکہ ثابت یہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں سے ایک امتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ اور بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں سے ایک امتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ اور بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کمالِ ان کے سبب سے حاصل ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ”پیغمبروں سے افضل ہونے“ کا عقیدہ شیعہ رافضیوں کا ہے۔ اہل سنت کا نہیں۔ اس لیے شیعہ عقیدہ کو مائٹم نے اہل سنت کے ایک عظیم علمی و روحانی پیشوا کی عبارت سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ جس سے نہ صرف مائٹم نے اپنا اتو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ بلکہ تاجدارِ سلطنت نقشبندیہ کو بھی بدنام اور اہل سنت سے خارج کر کے شیعہ ثابت کر دیکھانے کی مذہب و جسارت کی۔

مجدد صاحب علیہ رحمۃ اللہ نے اپنے مخصوص انداز میں ولایتِ ابراہیمی کو مباحث اور ولایتِ محمدی کو مباحث سے تعبیر کیا ہے۔ پھر اس کی وضاحت

بھی فرمائی۔ لیکن اس دقیق اور علمی مقام کو سمجھنا صائم ایسے نعت خوان کے بس کی بات نہیں۔ مجدد صاحب کی اصل عبارت اگر صحیح ترجمہ بھی نہیں کر کے تو غنیمت ہے رہا اس کے مفہوم و مطلوب تک کی رسائی تو یہ کسی صاحب بصیرت کا کام ہے کہ باطن اسے کیا سمجھے گا۔ ہم ابھی یہ بتائیں گے۔ کہ صائم نے اپنے مذہب و عنوان کے تحت مجدد صاحب کی جس عبارت سے استدلال کیا۔ ان دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ عنوان کچھ اور ہے اور عبارت مجدد کچھ اور مقصود کھتی ہے۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

صائم نعت خوان نے مذکورہ عبارت سے جو اخذ کیا۔ وہ مفہوم خود مجدد صاحب نے اسی عبارت (جو کہ صائم نے نقل کی۔) کے بعد اس کی وضاحت خود فرمائی۔ فرماتے ہیں۔

”کوئی جاہل آدمی یہ نہ سمجھے کہ نبی نے اس فراغت سے کمال حاصل کیا ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس فرد نے وہ کمال درحقیقت نبی سے حاصل کیا ہے۔“

پھر مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے اس بارے میں ایک دو مثالیں بھی بیان فرمائیں۔ مثلاً فرماتے ہیں۔ کہ کوئی بادشاہ اپنے لشکر اور اپنی فوج کی مدد سے کسی ملک کو فتح کرتا ہے۔ یا کسی قلعہ پر قبضہ کر لیتا ہے۔ تو اس میں بادشاہ کی اس مدد لینے سے فوج کو بادشاہ پر نفیلت حاصل نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ اس فوج نے لڑائی وغیرہ کے ذریعہ جو فتح حاصل کی۔ وہ دراصل اسی بادشاہ کے ساز و سامان ہوتا کرنے کی وجہ سے تھی۔ اس ساز و سامان کی وجہ سے فوج کو کامیابی ہوئی۔ یہ کمال دراصل بادشاہ کے احسان کا نتیجہ تھا۔ اسی طرح ایک اور مثال دیکھیں۔ کہ اگر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام کو ساتھ لے کر جنگیں لڑیں۔ تو اس کا مطلب یہ

نہیں کہ نبی میں وہ کمال نہیں جو اس نے صحابہ سے حاصل کیا۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام میں جو بھی کمال پیدا ہوا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اور آپ کے ہی وسیلہ سے پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے وسیلہ اور واسطہ سے لوگوں تک اپنا پیغام۔ اس کے رسولؐ نے جہاد کیا۔ اور لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے وسیلہ واسطہ کے بغیر لوگوں کو ایمان و اسلام نہیں دے سکتا۔ اور اپنے بندوں کو اپنی بارگاہ میں لانے کے سلسلہ میں وہ محتاج ہے؟ جو یہ کہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی بارگاہ میں لانے میں رسولوں کا محتاج ہے۔ وہ کافر اور دائرہ ایمان سے خارج ہے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ یہ ہے۔ کہ وہ اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنے بندوں کو دعوت دیتا ہے۔

اگر صائم میں تلاشِ حقیقت، دیانتداری اور ایماننداری ہوتی۔ تو مجددِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ عبارت کے ساتھ ان کی وضاحت والی عبارت بھی ذکر کرتا۔ تاکہ قارئین کو جناب مجدد صاحب کے ارشادات کا صحیح مفہوم معلوم ہو جائے لیکن ایسا کرنے سے صائم کی اپنی مراد اور من گھڑت رافضی نظریہ مجدد صاحب کی عبارت سے ثابت نہ ہو سکتا تھا۔ یعنی یہ کہ وہ تمام انبیاء کرام، حضرت علی المرتضیٰؑ سے فیض لیتے ہیں، قارئین کرام کے لیے حقیقت واضح کرنے کی خاطر ہم ذیل میں حضرت مجددِ ثالث ثنائی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عبارت درج کر رہے ہیں۔ جو صائم کی منقولہ عبارت کے بعد آپ نے تحریر فرمائی ہے۔

مکتوبات امام ربانی:

الانقص آں نبی ازیں لا: لازم نیامدوآں فردا مزیتے بایں توسط
برآں نبی حاصل نہ شود چه آں فردا بایں کمال لا بتماثلت آں نبی

یافتہ است وہ طفیل او بایں دولت رسیدہ پس اَل کمال فی الحقیقت
از اَل نبی است و نتیجہ متابعت اوست و اَل فرد بیش از خادم
اونیست کہ از خزائن او خرج کردہ لبا سہائے مزین و فرشبائے
مزین تیار کردہ می آرد کہ باعث مزید حسن و جمال مخدوم میگردد و در
عظمت و کبریائے اومی افزائند این جا کلام نقص مخدوم است
و کلام مزینت خادم۔

د مکتوبات امام ربانی حصہ نہم دفتر سوم مکتوب ۹ ص ۶۶ مطبوعہ
رؤف اکیڈمی لاہور

ترجمہ: لیکن اس طرح سے نبی میں کوئی نقص لازم نہیں آتا اور اس
فرد کو اس وسیلہ بننے سے نبی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوتی
کیونکہ اس فرد نے اس کمال کو اس نبی سے ہی حاصل کیا ہے۔ اور
اسی کے طفیل سے اس دولت تک پہنچا ہے۔ پس حقیقت میں وہ
کمال اسی نبی کی ملکیت ہے اور اسی کی متابعت کا نتیجہ ہے۔ اور
وہ فرد اس کا خادم ہونے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اس نے اسی
کے خزانوں سے خرچ کیا۔ اور خوش تما لبا س اور قیمتی فرش
تیار کر کے لایا ہے جو کہ مخدوم کے حسن و جمال میں مزید اضافہ کا باعث
ہیں۔ اور اس کا عظمت و کبریائی بڑھاتا ہے۔ اس جگہ مخدوم کا نقص کیا
ہے۔ اور خادم کی کون سی فضیلت ہے؟

ملحد فکریہ:

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عبارت اور اپنے مافی الضمیر کا مفہوم
مطلب جماعۃ الفاظ میں بیان فرمایا۔ اس کی صائم نعمت خواں کے قائم کردہ

عنوان سے کوئی مناسبت و مطابقت نہیں۔ کیونکہ صائم کا مقصود اس کے مفروضہ عنوان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ”نبی بعض کمالات میں امتی کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اس احتیاجی کی وجہ سے امتی مرتبہ میں ممتاز و بلند و بالا ہو جاتا ہے“ مجدد صاحب نے اس مفہوم کی صاف صاف تردید فرمائی۔ اور اس صاحب کو نبی کا خادم اور نبی کا ہی سرسبز بیان کیا۔ کہاں خادم و مخدوم؟ اور کہاں مالک و امانت دار؟ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقصود کو مزید واضح کرتے ہوئے ایک اور مثال بھی ذکر فرمائی۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرکب سفینۃ یومئذ یخرج بجمع الیک النہال جریج، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم غریب مہاجرین کے وسیلہ سے فتح طلب فرمایا کرتے تھے۔ کیا اس کا یہ معنی ہے کہ جو کمالات ان غریب مہاجرین میں تھے ان سے اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم خالی تھے؟ نہیں نہیں بلکہ اس کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ جن غریب و مسکین مہاجرین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے انہیں جو شان و عظمت عطا فرمائی اُسے وسیلہ بنایا جا رہا ہے۔ جو درحقیقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کمال ہے۔ مہاجرین کا ذاتی نہیں بلکہ عطاء شدہ کمال ہے۔ دیکھیے! مجدد صاحب نے کتنی مہارت و وضاحت کے ساتھ مثالیں پیش فرما کر اپنی عبارت کا صحیح اور صلی مفہوم سمجھایا۔ لیکن صائم نعت خواں اپنے مذہب و قبیح مقصد کو ثابت کرنے کے لیے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناکام کوشش کرنا نظر آ رہا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عنوانِ ششم

مکالماتِ انبیاء سے الحاق مُشکل کُشا

تبعیت کے طور پر یہ دولت زیادہ تر انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات و
 والتیمات کے اکابر صحابہ میں پائی جاتی ہے۔ اور قلت و ندرت کے طور پر غیر
 اصحاب میں بھی متمتع ہے۔ اور فی الحقیقت یہ شخص بھی گروہ صحابہ میں شامل اور مکالمات
 انبیاء علیہم الصلوٰت والبرکات سے ملتی ہے۔ شاملیہ ہی شخص کے حق میں
 حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ نے فرمایا ہے۔ لا یدری اولہم غیلام اخرہ صریحاً
 معلوم نہیں کہ کیا جاسکتا ہے۔ کہ ان کے پہلے بہتر میں یا پچھلے۔ (مکتوب نمبر ۳۹ و ۴۰)
 دوم حصہ اقل ص ۱۰۴۷
 تاجدار سرہند شریعت حضرت مجدد الف ثانی کی ان توجیہات کو جان لینے

کے بعد اگر کوئی شخص یہ گمان کرتا ہے۔ کہ انبیاء سابقین کے کمالات سے اس امت کے کلمات کا موازنہ کرنا غلط ہے۔ اور یہ امر عقیدہ اہل سنت کے مطابق نہیں تو اس کے اپنے فوق کی بات ہے۔ ہم تو اس بات پر مرت ہی ایک راز منکشف کرنے پر اکتفا کریں گے

۵

ہیں وہ دیوانے جو دیوانہ سمجھتے ہیں مجھے
ٹھو کریں دو چار دانستہ بھی کھا لیتا ہوں میں
دمشک کٹام ۱۰۹ مطبوعہ حقیقی کتب خانہ فیصل آباد

عنوان ششم کی تردید

انبیاء کرام اور غیر انبیاء کو کمالات میں ہم وزن قرار دینا اور وہ بھی تبعیت کے ساتھ تفصیل طلب ہے۔ ہم اس سلسلے میں گزارش کر چکے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین (جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے گا۔ وہ ہمیت میں ان لوگوں کی معیت پائے گا۔ جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام

ہوا۔ وہ انبیاء صدیق شہداء اور صالحین ہیں۔) اس مفہوم کو واضح کرتا ہے لیکن صائم نعمت خوان جناب مجدد صاحب کی عبارت سے اپنے غلط مقصد کی تائید حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مجدد صاحب کا اس عبارت سے مقصد یہ کہ سالک اور صحابی پیغمبر کے تابع ہو کر جنت میں ان کمالات کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوگا۔ جو کمالات اسے دنیا میں تبعیت کی بدولت ملے۔ لیکن صائم نعمت فرمان کا مقصد یہ ہے۔ کہ وہ سالک اور صحابی کو انبیاء کرام کا ہم مرتبہ ثابت

کرے۔ اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی لایدری اولہم خیر الخ
 کے ذریعہ محض رائے اور قیاس سے استنباط و پیش کر رہا ہے۔ حالانکہ اس ارشاد
 میں رائے اور قیاس کو دخل ہی نہیں۔ اسی لیے آپ نے لایدری فرمایا لایدری
 کے الفاظ ارشاد نہ فرمائے۔ اور پھر آپ نے اپنے علم و معرفت سے اس کا فیصلہ بھی
 فرمادیا۔ کہ خیر القرون قرنی الخ۔ اسی کی تائید اسی مکتوب میں جناب مجدد نے یوں
 فرمائی۔ اما قرن اصحاب از جمیع وجوہ خیر است آنجا سخن کردن از فضولی است۔
 (بہر حال حضرات صحابہ کرام کا دور وہ تمام ادوار سے بہتر ہے۔ اس میں گفتگو کرنا
 فضول است) اس طرح یہ فیصلہ فرمادیا۔ کہ حضرات صحابہ کرام کے ساتھ کسی غیر صحابی
 کا موازنہ کرنا غلط ہے۔ مجدد صاحب تو اسے فضول فرمائیں۔ اور صائم نعت خوان
 موازنہ کرنے کے حق میں ہے۔ اور اس کے خلاف کو گمان غلط کہہ رہا ہے۔
 اور اس نظریے کے منکرین کو دیوانہ کہا جا رہا ہے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
 کا ذوق و شوق اور صائم نعت خوان کا ذوق و شوق دو مختلف چیزیں ہیں۔
 ایک صاحب ذوق ”مجدد الف ثانی“ اور دوسرا صاحب ذوق ”نگہ انسانی“
 ہے۔ اس کا خود بھی اقرار کر رہا ہے۔ ”ٹھو کریں دو چار دانستہ بھی کھالتا ہوں“
 یعنی بخوبی اسے علم ہے۔ کہ کا ملین امت کبھی بھی کسی پیغمبر سے افضل نہیں ہو
 سکتے۔ یہی مجدد صاحب کا عقیدہ ہے۔ لیکن دانستہ طور پر میں ٹھو کریں کھا رہا ہوں
 اور مجدد صاحب کی تعلیمات کی غلط تفسیر پیش کر کے لوگوں کو دھوکہ دے رہا
 ہوں۔ یہ بڑی بد بختی ہوگی۔ کہ جب کوئی ایسا غیر کسی کامل اور پیر مجدد الف ثانی
 جیسے مجدد سے ٹکڑے۔ یہ سب کچھ صائم نعت خوان نے رافضیوں کو خوش
 کرنے کے لیے پاٹر بیلے۔ جس طرح پہلے عنوانات میں جناب مجدد کی عبارات
 مکمل پیش نہ کی گئیں۔ ان میں سے اپنے مقصد کی عبارت لے کر لوگوں سے کو

دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اسی طرح اس مکتوب کی عبارت اگر پوری ذکر کر دی جاتی تو مسئلہ واضح ہو جاتا۔ اس لیے ہم اس مکتوب کی مکمل عبارت پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوباتِ امام ربانی:

بِسْمِ اللَّهِ الْبَاقِ سَارِ نِگپوری صدور یافتہ در بیان اصحابِ یسین اصحاب
شمال و سابقاں کہ یک قدم بر شمال و قدم دیگر بر یسین ہنوادہ اندوگوئے
سبقت بر میدانِ اصل بروہ اندو ما یناسب ذالک۔ بِسْمِ اللَّهِ
الرحمن الرحیم۔ الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین
اصطفیٰ۔ ہذا ارشادک اللہ تعالیٰ کہ اصحابِ شمال اصحابِ حجب
ظلمانی اندو اصحابِ یسین اربابِ حجب نورانی سابقاں آنکہ انہیں
حجب و از آں حجب برآمدہ اندو یک قدم بر شمال و قدم دیگر بر یسین
ہنوادہ گوئے سبقت بر میدانِ اصل بروہ اندو از ظلال لامکانی و ظلال و جوبی
بالا گزشتہ و از اسم و صفت و از شان و اعتبار جز ذاتِ نخواستہ تعالیٰ و تقدس
اصحابِ شمال اربابِ کفر و تنقاوت اندو اصحابِ یسین اہلِ اسلام
و اربابِ ولایت اندو سابقان بالاصالت انبیاء علیہم الصلوٰت
و التسلیمات و تبعیت ہر کرا بایں دولت مشرف سازند این دولت
بیشتر بتبعیت و را کرا اصحابِ انبیاء امت علیہم الصلوٰت و التسلیمات
و التہیات و بر سبیلِ قلت و ندرت و در غیر اصحابِ نیز متحقق
است و فی الحقیقہ۔ ای شخصی نیز از زمرہ اصحابِ است و ملحق بکمالات
انبیاء علیہم الصلوٰت و التہیات و در حق او مگر فرمود علیہ و علیٰ آلہ
الصلوة والسلام لا یدری او لہم خیر ام آخرہم ہر خیر

فرمودہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام خیر القرون قرنی این را باعتبار قرون گفته
و آن را باعتبار اشخاص و ائمه سبمانہ اعلم لیکن اجماع اہل سنت ست بر
افضلیت شیعین بعد از انبیاء علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات کسے نیست
کہ برابر بکر سبقت کردہ باشد اسبق سابقان این امت اوست و اقدم
پیشیناں این ملت اوست و حضرت فاروق تبارک و تعالیٰ اوست و افضلیت
مشرف گشتہ است و بتوسط او از دیگران بالا گشتہ از اینجا است کہ
فاروق را خلیفہ صدیقی می گفتند و در خطبہ خلیفہ رسول اللہ می خوانند
شہسوار این معاطہ حضرت صدیقی است و حضرت فاروق ردیف اوست
خوش ردیف کہ شہسوار موافقت نماید و با حضرات اوصاف او مشارکت
فرماید۔ بر سر اصل سخن رویم و گوئیم کہ سابقان از احکام ہمین و شمال ناج
اند و از معاطات علمانی و نورانی فوق کتاب ایشان و راد کتاب ہمین
و کتاب شمال است و محاسبہ شان و محاسبہ اصحاب ہمین و اصحاب
شمال کار و باب ایشان علیحدہ است و غنیج و دلالت بانیان جدا اصحاب
ہمین در رنگ اصحاب شمال از کمالات شان چه در یا بند و ارباب
ولایت و در رنگ عامہ مومنان از اسرار ایشان چه فرا گیرند
حروف مقطعات قرآنی آموز اسرار شان است و تشابہات فرقانی
کنوز مدارج وصول ایشان وصول باصل ایشان را از ظل فارغ ساختہ
است و ارباب ظلال را از حریم خاص ایشان دور داشتہ۔

و مکتوب امام ربانی و فردوس حصہ ششم مکتوب نمبر ۳۹ صفحہ نمبر ۹۸ و ۹۹۔

مطبوعہ رؤف اکیڈمی لاہور

ترجمہ: سید عبد الباقی رحیمپوری کی طرف، صادر فرمایا، اصحاب ہمین

اصحاب شمال اور سابقین کے بیان میں جنہوں نے ایک قدم شمال اور
دوسرا قدم میں رکھا ہوا ہے۔ اور سبقت کا گیند میدان اصل تک
لے گئے ہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ
مجھے رشد و ہدایت عطا کرے۔ جان کہ اصحاب شمال وہ لوگ ہیں
جو تاریک پردوں میں ہیں۔ اور اصحاب میں نورانی پردوں والے
سابقین وہ ہیں جو ان ظلمانی اور نورانی پردوں سے باہر نکلے ہوئے
ہیں۔ اور ایک قدم شمال پر اور دوسرا میں پر رکھ کر سبقت کا گیند میدان
اصل میں لے گئے ہیں۔ اور امکانی و جوبی ظلال سے اوپر گزر گئے ہیں
اور انہوں نے اسم و صفت اور شان و اعتبار سے سوائے ذات
تعالیٰ و تقدس کے کچھ نہیں چاہا۔ اصحاب شمال کفر و شقاوت والے
ہیں۔ اور اصحاب میں اہل اسلام اور ارباب ولایت ہیں۔ اور بالا
اصالہ سابقین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ہیں۔ تابع ہونے کے
اعتبار سے جسے بھی اس دولت سے مشرف کر دیں تبعیت کے
طور پر یہ دولت زیادہ تر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اکابر صحابہ
میں پائی جاتی ہے۔ اور قلت و ندرت کے طور پر غیر صحابہ میں بھی
متمحق ہے۔ اور فی الحقیقت یہ شخص گروہ انبیاء میں شامل اور کمالات
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات سے ملحق ہے۔ شاید ایسے ہی شخص
کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا یدری اولہم خیر
۱۴ آخر ہر نہیں معلوم کیا جاسکتا کہ ان کے اگلے بہتر ہیں یا پچھلے۔
اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ خیر القرون قرنی سب
زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ کیونکہ اپنے زمانے کو قرون کے

اعتبار سے بہتر فرمایا۔ اور آخری زمانے کو اشخاص کے لحاظ سے

واللہ اعلم۔

لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد افضلیت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ پر اہل سنت کا اجماع ہے۔ ایسا کوئی نہیں۔ جو ابو بکر پر سبقت لے گیا ہو۔ اس امت کے سابقین کے پیش رو وہ ہیں۔ اور اس امت کے پہلوں کے بھی پہلے آپ ہیں۔ اور حضرت فاروقؓ آپ کے توسل کی بدولت افضلیت سے مشرف ہوئے۔ اور خطبہ میں آپ کو رسول اللہ کے خلیفہ کا خلیفہ کہتے ہیں۔ اس معاملہ کے شاہسوار حضرت صدیقؓ ہیں۔ اور حضرت فاروقؓ ان کے روایت ہیں۔ کیا اچھا روایت ہے جو اپنے شاہسوار سے موافقت کرتا اور اس کے خصوصی اوصاف میں شرکت فرماتا ہے۔ ہم اہل بات کی طرف آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ سابقین میں شمال کے احکام سے خارج ہیں۔ اور ظلمانی و نورانی معاملات سے اوپر ہیں۔ ان کے اعمال نامے کتاب میں اور کتاب شمال سے جدا ہیں۔ ان کا محاسبہ اصحاب میں اور اصحاب شمال کے محاسبہ کے علاوہ ہے۔ ان کے ساتھ کاروبار علیحدہ اور ان کے ساتھ کرشمہ جدا ہے۔ اصحاب میں اصحاب شمال کی طرح ان کمالات سے کیا پاسکتے ہیں۔ اور ارباب ولایت، ان کے اسرار سے کیا حاصل کر سکتے ہیں۔ مقطعات قرآنی کے حروف ان کے اسرار و رموز اور مقاببات قرآنی ان کے مدارج کے وصول کے خزانے ہیں۔ اصل سے وصول نے انہیں ظل سے فارغ کر دیا۔ اور ارباب ظلال کو ان کے حریم خاص سے دور کر دیا ہے۔

خلاصہ کلام:

مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب درج بالا کے چند فوائد مندرجہ ذیل

ہیں۔

۱۔ اصحاب شمال یعنی تاریک پردوں والے کافر اور بد بخت لوگ ہیں۔

۲۔ اصحاب یمن نورانی پردوں والے مسلمان اور اولیاء کرام ہیں۔

۳۔ سالبقون داصل پیغمبر ہیں۔ اور ان کی اتباع میں یہ مقام اکابر صحابہ کرام کو بکثرت اور غیر صحابہ کو قلت ملتا ہے۔

۴۔ غیر صحابی کہ جس کو درجہ سالبقین عطا ہوتا ہے وہ بھی صحابہ کرام کے زمرہ میں اور انبیاء کرام کے کمالات سے ملحق ہے۔

۵۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ تمام انبیاء کرام کے بعد ابو بکر و عمر افضل ہیں۔ ان میں سے فاروق اعظم کی افضلیت ابو بکر کے توسل سے ہے۔

۶۔ سالبقون احکام میں اصحاب یمن و شمال سے جدا ہیں۔ تاریک پردوں اور نورانی پردوں سے کہیں اوپر ہیں۔ کہ ان کی کتاب اعمال ان سے علیحدہ ہے۔

۷۔ اصحاب یمن (مسلمان و اولیائے امت) سالبقون کے کمالات کو پانے سے اسی طرح قاصر ہیں جس طرح اصحاب شمال۔

۸۔ ارباب ظلال (اولیاء، اقطاب، ابدال) سالبقون کے حریم خاص سے بہت دور رہتے ہیں۔

ان امور کو مد نظر رکھ کر جناب مجدد کا نظریہ خود سمجھا جاتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک عام مسلمان ہو یا صاحب ولایت کہیں بھی صحابہ کرام کے کمالات نہیں پاسکتا۔ لہذا اس کی افضلیت قطعاً ناممکن۔ اسی طرح امت مسلمہ کا کوئی فرد سیدنا صدیق اکبر و عمر فاروق کے مرتبہ و کمال کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور یہی عقیدہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ جب ایک امتی کا اپنے نبی کے صحابی کے مقام کو پانا ناممکن ہو تو یہ کیوں ممکن کہ وہ خود نبی کے مقام کو حاصل کر سکے؟ ایک طرف

جناب مجدد صاحب کے ارشادات اور دوسری طرف صائم نعمت خوان کی ان کے
مکتوب میں خیانت کرنا اور پھر اس سے اپنا غلط مقصد پورا کر کے دکھانا کون سی
دیانت داری ہو سکتی ہے؟ جنہیں خود صائم علم کے دریا کہے اور ان کی مخالفت
سے ڈرائے۔ کیا یہ لوگوں کو دھمکانے کے لیے تھا۔ خود ان کے ارشادات کے
سامنے سر تسلیم خم کیوں نہ کیا۔ اور ان کی مخالفت سے خوف کیوں نہ آیا؟ اہل سنت
کا بقول مجدد الف ثانی اجماعی عقیدہ چھوڑ کر بمطابق فیصلہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم
(من شذ شذ فی النار) خود صائم صاحب نے اپنی آخرت کا معاملہ
سخت تر کر لیا۔ ————— فاعتبروا یا اولی الابصار۔

عنوان ہفتم = حضرت علی خلیفہ بلا فصلؓ

مشکل کشا

حضرت علی شیر خدا علیہ السلام کا رسول کا خلیفہ معظم اور جانشین اول جس صورت
میں ہم نے بیان کیا ہے قطعی طور پر درست ہے اور اس کے لیے ہم ہزاروں
مثالیں پیش کر سکتے ہیں۔ مگر امور سلطنت اسلامیہ اور حدود شرعیہ کے نفاذ کے
لیے جس مسئلہ خلافت پر حضرت ابو بکر متہم ہوئے اس میں یقیناً وہی خلیفہ اول
بلا فصل اور جانشین رسول ہیں۔

خلافت اس کو کہتے ہیں:

جناب حیدر کار رضی اللہ عنہ بلا شک و ریب روحانی طور پر تاجدار انبیاء
کے خلیفہ اول ہیں۔ اور اہل طریقت کے نزدیک یہ مسئلہ قطعی طور پر اجماعی ہے
اگر کوئی شخص بزم خویش تصور کرتا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر ہی روحانی طور پر

بھی آپ کے خلیفہ اول ہیں۔ تو یہ اس کا ذاتی فیصلہ ہوگا۔ اولیاء کرام کا کثیر گروہ اس امر پر متفق ہے۔ کہ ولایت و قطبیت کبریٰ اعلیٰ ترین مقام پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر مقدس ہستی کو ممکن فرمایا۔ وہ آپ کے اہل بیت کرام ہی ہیں۔ اور ان تمام ائمہ اہل بیت میں سے پہلا نمبر تاجدارِ اولیاء و امفیاء امیر المومنین سیدنا حیدر علیہ السلام کا اعلیٰ وراثت اور رومانی خلافت جناب شیر خدا سے پہلے کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا محض حقائق سے اعراض اور صداقت سے انحراف کے مترادف ہے رسول اللہ کے بعد اخی رسول زوجِ بتول سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سلطنت رومانیہ کے تاجدارِ اول ہیں۔ اور آپ کی اس اقلیت میں کوئی بھی آپ کا شریک و سیہم نہیں۔ (مشکل کشادہ ص ۲۷۱ تا ۲۷۵)

عنوان ہفتم کی تردید

”حضرت علی خلیفہ بلا فصل ہیں“ صائم نعت خوان نے اس عنوان میں خلافت بلا فصل کے لیے کوئی قید نہیں لگائی۔ یعنی مطلقاً خلافت بلا فصل کہہ کر تمام اعتبارات سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ”بلا فصل خلیفہ“ کہا ہے۔ عنوان میں خلافت رومانی یا خلافت سلطانی کسی کا تذکرہ نہیں۔ تقابلاً کلام آپ جانتے ہیں۔ کہ ہمارے اور اہل تشیع کے درمیان من جملہ اختلافی مسائل میں ایک ”خلافت بلا فصل“ کا مسئلہ بھی ہے۔ ہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے قائل و معتقد اور اہل تشیع علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے مثبت ہیں۔ صائم نعت خوان کا عنوان کو اطلاق پر چھوڑنا شیعہ لازمی نہیں اقرارِ افضیت نظر آتا ہے۔ اس اطلاق کی وجہ سے جب اس نے اپنا رافضی ہونا مان لیا۔ تو پھر یاد آیا۔ کہ میں تو سنی کہلاتا ہوں۔ اور عقیدہ شیعوں والا بیان کر رہا ہوں۔ اب اس نے

اہل تشیع کا ایسے مقام پر چلایا جانے والا عرب یعنی تقیہ کو بروئے کار لاتے ہوئے
 ”خلافت رومانی“ کا سہارا لیا۔ گویا ”لا دین لمن لا تقیۃ لہ“ کے ذریعہ اپنے دین
 کو بچانے کی کوشش کی ہے۔ اور اگر ایسا نہیں۔ تو ہر عنوان میں دھوکہ دینے سے کیا
 مطلب؟ صائم کے کلام میں تناقض موجود ہے۔ مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ کہ حضرت
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اعظم اور جانشین اول ہیں۔ آپ
 رومانی اعتبار سے قطعی اور اجماعی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول ہیں۔ ایک
 اور جگہ صائم نعمت خزان کی تحریر ملاحظہ ہو۔

الصدیق:

نبوت اور مداقت کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ اور جبرہم نے ذکر کیا صدیق
 کی اس تفسیر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ صدیق کا مرتبہ نبوت کے بعد علم و فضل کی وجہ سے
 نہیں بلکہ اس وصف کی وجہ سے ہے۔ جو صدیق انسان کے لیے بیان ہوا ہے
 اور ایسے ہی وہ دلیل ہے جو قرآن کے لفظ سے دلالت کرتی ہے۔ کہ نبی اور صدیق
 کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ اس کے دل میں خبر دینے والے رسول کی بات عامل
 ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات حقیقت الایمان میں رسول کے ساتھ اور اعلیٰ اثبات
 کے لیے قریب کی جہت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے تعلقات
 سے ہوتی ہے۔ اور یہ کہ نبوت اور مصلحتیت کے درمیان کوئی مقام مائل نہیں
 و دل تفسیر الصدیق بما ذکرنا علی انہ لا مرتبۃ
 بعد النبوة فی الفضل والعلم الا هذا الوصف
 وهو کون الانسان صديقا و كما دل الدلیل
 علیہ فقد دل لفظ القرآن علیہ فانه انما ذکر الصدیق
 والنبی لم یجعل بينهما واسطة یدخلها فی

قول المغیر الرسول و متعلقہ فی الحقیقۃ الایمان بالرسول
و یكون الایمان بالله علی جہۃ القربۃ و لیس بین النبوة
والصدیقۃ۔

(روح البیان جلد ۷ ص ۷۶)

والصدیق تصنیف صائم نعمت خوان فیصل آبادی ص ۲۰۳

مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد

مقام غور:

”والصدیق“ نامی تصنیف میں صائم نعمت خوان سے سیدنا صدیق اکبرؓ کے بارے میں روح البیان کے حوالے سے یہ ذکر کیا۔ کہ نبوت کے بعد اگر مرتبہ مقام ہے تو وہ صدیق اکبر کا ہے۔ لا مرتبۃ بعد النبوة فی الفضل والعلم الا هذا الوصف۔

اس عبارت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت ظاہری نہیں بلکہ بالطنی کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ یہ وہی روحانی خلافت ہے۔ کہ جس کے بارے میں ”مشکل کش“ میں صائم نے حضرت علی المرتضیٰ کے لیے باجماع صوفیاء اور اولیاء کرم اس کا قول کیا ہے۔ ان دونوں کتابوں کی عبارت میں تناقص موجود ہے۔ دراصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق شیعہ عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے روحانی اور ظاہری خلافت کا چکر چلایا۔ یہ اس کے ”دقیقہ“ کی کارستانی ہے۔ جہاں تک یہ لاف زنی کی گئی۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بلا فصل خلیفہ روحانیت میں ہونا تمام اہل طریقت کا اجماعی اور متفق علیہ ہے۔ لیکن صائم ہی اس کو جانتا ہے۔ کہ وہ کون سے اہل طریقت ہیں۔ جن کا یہ قول ہے۔ اگر

قطعی اور متفق علیہ ہے۔ تو اس کی دلیل صائم نعت خوان کو ضرور پیش کرنی چاہیے
تھی۔ جناب مجدد صاحب جواہل طریقت کے مشہور اور معروف فرد ہیں۔ جن کی علمیت و
روحانیت پر صائم کو بھی یقین ہے۔ اس بارے میں آپ کا ارشاد ہم پیش خدمت
کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوبات امام ربانی:

فوق مقام ولایت مقام شہادت است ونسبت ولایت بشہادت
نسبت تجلی صوری و تجلی ذات است بل بعد ما بینہما
اکثر من بعد ہذین التجلیتین کذا مَرَّ
وفوق مقام شہادت صدیقیت است وتفاوتیکہ میان ایں دو مقام
است۔ اجل من ان یعبر عنہ بعبارة واحظ من
ان یشار الیہ باشارة وفوق اُن مقامے نیست الا اللبوة علی
اہلہا الصلوات والتسلیمات ونشاید کہ میان صدیقیت ونبوۃ مقامے
بودہ باشد بلکہ محال است و ایں حکم بہ محالیت او بکشف مریح صحیح
معلوم گشتہ۔

(مکتوبات امام ربانی و فتراول حصہ اول مکتوب ۱۱ ص ۳۸ مطبوعہ
رؤف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: مقام ولایت سے اوپر مقام شہادت ہے۔ ولایت کی نسبت
شہادت کی نسبت کے سامنے اس طرح ہے جس طرح تجلی صوری
تجلی ذاتی کے سامنے بلکہ ان دو نسبتوں میں بعد اور فاصلہ ان دو تجلیوں
کے بعد اور فاصلہ سے گئی گناہ زیادہ ہے۔ اور شہادت کے مقام
کے بعد صدیقیت کا مقام ہے۔ اور وہ فرق و تفاوت جو ان

دو مقاموں کے درمیان ہے۔ وہ اس سے زیادہ ہے کہ اسے کسی عبارت سے تعبیر کیا جائے۔ اور اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی طرف اشارہ کیا جائے۔ اور اس مقام صدیقیت سے اوپر کوئی مقام نہیں مگر مقام نبوت ہے۔ صدیقیت اور نبوت کے درمیان اور کوئی مقام نہیں ہے۔ بلکہ کسی اور مقام کا ہونا محال ہے اور اس کے محال ہونے کا حکم کشف مریخ صحیح سے معلوم ہو چکا ہے۔

لمحہ فکریہ :

جناب مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے نبوت کے اور صدیقیت کے درمیان کسی درجے اور مقام کو تسلیم کرنا محال قرار دیا ہے۔ اور گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کے ساتھ بلا فصل اگر کسی کا مقام و مرتبہ ہے تو وہ صدیق اکبر ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ مجدد صاحب کا ارشاد مرتبہ روحانی کے بیان کے لیے ہے نہ کہ مرتبہ ظاہری کے لیے۔ جب روحانی طور پر صدیق اکبر کا مقام فاصلہ کا محتاج نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ روحانی طور پر خلافت بلا فصل بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حق ہے۔ اور انہیں ہی مسلم ہے۔ اسی پر اہل طریقت کا اتفاق ہے لہذا مائٹ نعت خزان کا عنوان ”علی خلیفہ بلا فصل“، اور پھر اس کی روحانی خلیفہ بلا فصل سے کوجیبہ پیش کرنا اہل سنت اور اہل طریقت سب کے نزدیک غلط اور باطل ٹھہری۔ صرف اس عنوان نے مائٹ کی شیعیت ثابت کر دی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عنوان ہشتم = علی کیوں افضل ہیں

مشکل کشا

جناب مجدد الوت ثانی کے مذکورہ بالا تصورات کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر اولیائے امت کے اس فرمان کی تکذیب کرنا پڑے گی جن کا دعویٰ ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ تمام تر سلاسل روحانیہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ حالانکہ اولیاء کبار کا یہ ارشاد قطعی طور پر درست ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ جناب حیدر کار پر منتہی ہونے کے ساتھ ساتھ جناب غوث اعظم سے منسوب ہے۔ اور غوث اعظم کے کمالات روحانیہ جو انہیں جناب شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کرم وجہہ الکریم اور دیگر ائمہ اہل بیت کی وساطت سے حاصل تھے ان کا عشر عشر بھی کسی ولی کو نصیب نہیں۔ غوث اعظم کا یہ فرمان شاہد عدل ہے۔ ہمارا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ اب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ اگر مجدد صاحب کی یہ دلیل درست ہے۔ کہ وہی روحانی سلسلہ افضل و اعلیٰ ہے جو امت کے افضل ترین شخص پر منتہی ہوتا ہے۔ تو پھر کسی اضطراب و اضطراب کے ساتھ تسلیم کرنا ہو گا۔ کہ جناب شیر خدا سیدنا علی کرم وجہہ الکریم تمام امت محمدیہ علی صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ کیونکہ جناب شیر خدا پر منتہی ہونے والا سلسلہ عالیہ قادریہ اولیاء کبار کے فرائض کے مطابق تمام تر سلاسل روحانیہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجدد مائتہ حاضرہ شاہ احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفضیل حیدر کار کو رفض قرار نہیں دیا۔ (مشکل کشا ص ۲۸۴ - ۲۸۵)

عنوان ہشتم کی تردید

جس طرح گذشتہ عنوانات کو مجدد الف ثانی کے نام سے صائم لغت خوان نے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور ہم نے اس کی تعلیمی کھول کر رکھ دی۔ اب اسی طرح عنوان ہشتم کو بھی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس میں مجدد صاحب کے ارشادات بالکل مخالفت میں ہیں۔ اس لیے یہاں صائم کا رویہ بہت تبدیل ہو گیا۔ یہی مجدد صاحب ہیں۔ کہ جن کے بارے میں اس نے شروع کتاب میں لکھا: ”مجدد صاحب کے مقام ارفع و اعلیٰ اور جلالت علمی کے سامنے ان لوگوں کی کیا حیثیت ہے جو مجدد صاحب کی مخالفت کرتے ہیں“ اس کے بعد مزید لکھا کہ در کس بد نصیب کو مجال دم زردنی ہے کہ اس مقبول بارگاہ اور صاحب استقامت بزرگ کے ارشادات عالیہ سے اختلاف کر کے ناقابل معافی جرم کا مرتکب ہونے کی جرات کر سکے“ اور اب چونکہ ”علی کیوں افضل نہیں“ کے عنوان کی تائید مجدد الف ثانی کے ارشادات سے نہ مل سکی۔ تو ان کی مخالفت پر اتر آیا۔ اس مخالفت میں نہ اسے ان کا مقام ارفع و اعلیٰ نظر آیا۔ نہ جلالت علمی کا پاس رہا۔ اور نہ ہی اپنے نصیب پر رحم کھایا۔ اور ناقابل معافی جرم کا بڑی ڈھٹائی سے ارتکاب کیا۔ گویا اپنے بال میں خود پھنس گیا۔ یہ صرف اسی عنوان میں ہی نہیں۔ بلکہ تمام گذشتہ عنوانات میں اس نے مجدد صاحب سے اختلاف ہی کیا ہے۔ لیکن وہاں دھوکہ دہی کے طور پر ان کو اپنا مامی ظاہر کیا۔ اور اس عنوان میں بالکل کھل کر سامنے آ گیا۔

چوں خدا خواہ کہ پردہ کس ورد

میلش اندر طعنے پا کاں زرد

عنوان ہشتم سے مائٹم کا مقصد یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام افراد امت سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ ان کی الفضلیت ابو بکر صدیق و عمر فاروق اور عثمان غنی پر بھی ہے۔ گویا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل ترین امت نہیں بلکہ علی المرتضیٰ ہیں۔ مجدد و الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بلکہ اہل سنت کا اجماعی اتفاقی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں سے افضل ترین شخصیت ابو بکر صدیق ہیں۔ اسی عقیدہ کی ترجمانی ہر سنی خطیب دوران خطبہ کرتا ہے۔ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے۔

جناب مجدد و صاحب چونکہ نقشبندی ہونے کے واسطے سے اپنا سلسلہ روحانی ابو بکر صدیق سے رکھتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنے سلسلہ کی بڑائی کے لیے ایک دلیل پیش فرمائی۔ وہ یہ کہ اس سلسلہ کی الفضلیت کی یہ دلیل ہے کہ اس کی انتہاء اس شخصیت پر ہوتی ہے۔ جو انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل ہے۔ اور وہ ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ یہ ان کی ذاتی دلیل ہے۔ اسی طرح دوسرے سلاسل کے متوسلین اپنے اپنے سلسلہ کے اعلیٰ و ارفع ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں اس پر کوئی جرح یا اعتراض نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ جو شخص جس سلسلہ سے منسلک ہے۔ وہ اسے محبوب سمجھتا ہے۔ اور اس کی الفضلیت جانتا ہے۔ ہر ماں اپنے بیٹے کو "چاند" کہتی ہے۔ اور اس جیسا کسی کو نہیں سمجھتی۔ ہر بیٹا اپنے باپ کو اعلیٰ و ارفع سمجھتا ہے۔ اس پر اعتراض کرنا بے وقوفی ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ قطع نظر کسی سلسلہ سے وابستگی کے امت میں سے کون سا شخص افضل ترین ہے۔ جو لوگ سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک نہیں وہ بھی اسی بات کے محال ہیں۔ کہ وہ شخصیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کی تائید میں ایک نہیں ہزاروں اقوال پیش کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن ہم یاد دہانی کے لیے صرف امام اہل سنت مجدد و دائرہ حاضر

دسمنان ایبر کا درجہ ۱۰۰ کا ہے
جین کا ذکر خود صائم نے اس عنوان میں بھی کیا ہے (مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ
کا قول پیش کرتے ہیں جن کے بارے میں کہا گیا کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی
رضی اللہ عنہ کو افضل ترین کہنے والے پر فرض کا فتوے نہیں لگاتے۔
فتاویٰ افریقہ؛

سوال میں چاروں صحابہ رضی اللہ عنہم کا مرتبہ برابر کہا۔ یہ خلاف عقیدہ
اہل سنت ہے۔ اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا
مرتبہ سب سے زائد ہے۔ پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر مذہب
منصور میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین جو چاروں
کو برابر جانے وہ سنی نہیں۔

اس فتوے کی رو سے صائم نعمت خوان ”سنی“ نہ رہا۔ کیونکہ وہ علی المرتضیٰ کی
افضلیت کا قائل اور مبلغ ہے۔ اور یہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے۔ بلکہ اعلیٰ
حضرت کے نزدیک تو چاروں کو برابر مرتبہ و مقام دینے والا بھی ”سنی“ نہیں ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ایک مشہور اعتراض :

میں ہی صدیق اکبر ہوں جو میرے بعد کسی کو صدیق اکبر کہے وہ کذاب ہے

(علی رضی اللہ عنہ)

ابن ماجہ شریف :

حدثنا محمد بن اسماعیل روی حدثنا عبد اللہ

بن موسیٰ ابنا العلاء بن صالح عن المنہال عن

عباد بن عبد اللہ قال قال علیؑ انا عبد اللہ

و اخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انا

الصّدیقُ الاکبرُ لا یقولہا بعدی الا کذابٌ

صلّیت قبل الناس سبع سنین۔

(ابن ماجہ شریف ص ۱۲ ذکر فضل علی بن ابی طالب

مطبوعہ فور محمد آرام باغ کراچی)

ترجمہ : عبادہ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے

فرمایا۔ میں اللہ کا بندہ اور رسول خدا کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں۔

میرے بعد ان باتوں میں وہی کہے گا۔ جو کذاب ہوگا۔ میں دوسرے

لوگوں سے سات برس پہلے نمازیں پڑھیں۔

روایت مذکورہ میں ”و صدیق اکبر“ کا لقب خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے

لیے ذکر فرمایا۔ اور پھر اس شخص کو کذاب بھی فرمایا۔ جو اسے کسی اور کے لیے استعمال کرے۔

لہذا اہل سنت و جماعت اس لقب کو ”ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ“ کے لیے استعمال

کر کے کذاب ہوئے۔ ان کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدود

بغض کا اظہار اس سے ہوتا ہے۔

جواب: روایت مذکورہ کے دو حصے ہیں۔ **حصہ اول:** ظالم مرتفع
رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ میں صدیق اکبر ہوں جو میرے بعد کسی کو صدیق اکبر کہے وہ کذاب ہے۔

حصہ دوم:

آپ نے سب سے پہلے سات سال نمازیں پڑھیں۔ روایات
میں کچھ ایسی بھی ہیں۔ جن میں ان دونوں کو یکجا اور بعض میں علیحدہ علیحدہ ذکر کیا گیا ہے
بہر حال ہم دونوں کا بالترتیب جواب لکھتے ہیں۔

جواب حصہ اول

اس روایت میں چار راوی یا توشیعہ ہیں یا کذاب

مجروح

ابن ماجہ شریف میں روایت مذکورہ میں دونوں سکتے موجود ہیں۔ اور ابن کی پوری
سند بھی دی گئی ہے۔ اس کی سند میں عبید اللہ بن موسیٰ، علاء بن صالح منہال اور عباد
بن عبد اللہ چاروں پر محدثین کرام نے سخت جرح کی ہے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

عبد اللہ بن موسیٰ: تہذیب التہذیب؛

وَ كَانَ يَشْتَبِعُ وَيَرْوِي أَحَادِيثَ فِي الشَّيْعِ
مَنْكَرَةً وَ ضَعِيفَةً بِذَلِكَ عِنْدَ كَثِيرٍ مِنَ النَّاسِ
..... وَ قَالَ يَعْقُوبُ بْنُ سَفْيَانَ شَيْعِيٌّ وَ إِنْ
قَالَ قَاتِلٌ رَافِضِيٌّ لَمْ أُنْكِرْ عَلَيْهِ وَ هُوَ
مَنْكَرُ الْحَدِيثِ وَ قَالَ الْحَبْرُ بْنُ جَابِيٍّ وَ عُبَيْدُ اللَّهِ
بْنُ مُوسَى أَثَلَى وَ اسْتَوَامَ ذَهَبًا وَ أَرْوَى لِلْعَجَائِبِ

وَقَالَ الْحَاكِمُ سَمِعْتُ قَاسِمَ بْنَ قَاسِمٍ الْيَاسَرِيَّ
 سَمِعْتُ أَبَا مُسْلِمٍ الْبَغْدَادِيَّ الْحَافِظَ يَقُولُ
 عَبِيدُ اللَّهِ بْنِ مُوسَى مِنَ الْمَنُتَرِ وَكَانَ تَرْكُهُ
 أَحْمَدَ لِشَيْخِهِ..... وَكَانَ يَفْرَطُ فِي الشَّيْخِ
 وَقَالَ أَحْمَدُ رَوَى مُنَاكِيرٌ وَقَدْ رَأَيْتُهُ
 بِمَكَّةَ فَأَعْرَضْتُ عَنْهُ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۵۳ حرف العین بیروت)
 ترجمہ: اس میں تشیع پایا جاتا تھا۔ اور تشیع کے بارے میں منکر
 احادیث کی روایت کیا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے کثیر محدثین نے اسے
 ضعیف قرار دیا ہے۔ یعقوب بن سفیان نے اسے شیعہ کہا۔ اور اگر
 اسے کوئی رافضی کہتا۔ تو اس سے کوئی انکار نہ تھا۔ یہ منکر الحدیث
 ہے۔ ابن جوز جانی کے بقول عبید اللہ بن موسیٰ طور پر بہت غالی
 اور برا آدمی تھا۔ عجائبات کی روایت کرنے میں سب سے بڑھ کر
 ہے۔ حاکم نے کہا کہ میں نے قاسم بن قاسم سے انہوں نے ابو
 مسلم حافظ بغدادی سے یہ سنا کہ عبید اللہ بن موسیٰ متروک راویوں
 میں شامل ہے۔ امام احمد نے اسے تشیع کی وجہ سے چھوڑ دیا۔.....
 تشیع میں غلو کرتا تھا۔ امام احمد نے اس کی منکرین الحدیث میں شمار
 کیا۔ میں نے اسے مکہ مکرمہ میں دیکھا۔ لیکن اس سے منہ پھیر
 لیا تھا۔

میزان الاعتدال؛

وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ كَانَ شَيْعِيًّا مَنَحَرِفًا

وَرَوَى الْيُمُورِيُّ عَنْ أَحْمَدَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ
صَاحِبَ تَخْلِيْطِ حَدَّثَ بِأَحَادِيثَ سَوِيٍّ
وَ أَخْرَجَ تِلْكَ الْبَلَايَا وَ قَدْ رَأَيْتُهُ بِمَكَّةَ
فَأَعْرَضْتُ عَنْهُ۔

رمیزان الاعتدال جلد ۲ ص ۷۰ احرف العین۔

ترجمہ: عبید اللہ بن موسیٰ کو ابو داؤد نے شیعہ اور منحرف شیعہ قرار دیا
ہے۔ امام احمد سے مروی کہ یہ عبید اللہ، احادیث کو گڈ بڈ کر لیتا تھا۔
اس نے بڑی احادیث روایت کیں۔ اور یہ مصیبتیں اسی کی کھڑی ہوئی
ہیں۔ میں نے اسے مکہ معظمہ میں جب دیکھا تو اس سے منہ ہٹا لیا۔

علاء بن صالح: میزان الاعتدال،

وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ كَانَ مِنْ عَتَقِ الشَّيْعَةِ
وَقَالَ ابْنُ الْمَدِينِ رَوَى أَحَادِيثَ مَنَاجِيرَ
..... عد ثنا عبید اللہ بن موسیٰ حد ثنا
العلاء بن صالح عن منہال بن عمرو عن
عبادہ بن عبد اللہ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ
أَتَا عَبْدُ اللَّهِ وَ أَخُو رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا الصَّغِيرُ الْكَبِيرُ لَا يَقُولُهَا
بَعْدَ إِلَّا كَذَابٌ صَلَيْتُ قَبْلَ النَّاسِ سَبْعَ
سِنِينَ۔

رمیزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۲۰ احرف العین مطبوعہ مصر قديم

ترجمہ: علامہ ابن صالح کو ابو حاتم نے شیعوں کا سردار کہا ہے۔ ابن مدنی کے بقول یہ منکر انا و میثار وایت کرتا ہے۔ جیسا یہ حدیث کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اس کے رسول کا بھائی اور مدنی اکبر ہوں۔ میرے بعد یہ القاب وہی اپنے لیے استعمال کرے گا۔ جو کذاب ہوگا۔ میں نے لوگوں سے قبل سات برس نمازیں پڑھیں۔

منہال بن خلیفہ: تہذیب التہذیب،

عَنْ شُعْبَةَ أَتَيْتُ مَنْزِلَ الْمِنْهَالِ فَسَمِعْتُ مِنْهُ صَوْتَ الطَّبَنُورِ فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَسْأَلُ وَقَالَ ابْنُ الْمَدِينِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَتَى شُعْبَةُ الْمِنْهَالِ بْنَ عُمَرَ وَفَسَمِعَ صَوْرًا فَتَرَكَهُ وَقَالَ الْجَوْزْجَانِيُّ سَمِعْتُ الْمَذْهَبِ قَالَ وَقَفْتُ الْمَغِيرَةَ صَاحِبُ ابْرَاهِيمَ عَلَى يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ فَقَالَ لَا تَعْجَبْ مِنْ هَذَا الْأَحْمَقِ إِنِّي نَهَيْتُهُ عَنْ أَنْ يَرَوِيَ عَنْ الْمِنْهَالِ بْنِ عُمَرَ وَعَنْ عُبَايَةَ فَقَارَقَنِي عَلَا أَنْ لَا يَفْعَلَ شَرُّهُوَ سِرُّوِي عَنْهَا خَشِدْتُكَ يَا اللَّهُ تَعَالَى مَا كَانَتْ تَحْفُوزُ شَهَادَةً الْمِنْهَالِ عَلَى دُرِّهِمَيْنِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى -

(تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۳۲۰ حرف المیم)

ترجمہ: شعبہ کہتا ہے کہ منہال کے گھر گیا۔ تو اندر سے طبنور بکنے کی آواز سن کر میں واپس آگیا۔ اور میں نے منہال سے کچھ بھی نہ پوچھا ابی مدنی جناب یحییٰ بن سعید سے بیان کرتے ہیں کہ جناب شعبہ ایک مرتبہ منہال کے گھر آئے۔ تو انہوں نے ایک آواز سنی۔ فوراً واپس آگئے۔ جو زبانی نے اسے بد مذہب کہا۔ شعبہ براہیم کا ساتھی یزید ابن ابی زیاد کے پاس کھڑا تھا۔ تو کہا۔ کیا تو اس اندھے بے وقوف سے تعجب نہیں کرتے۔ میں نے اسے منہال سے روایت کرنے سے منع کر دیا تھا۔ تو اس نے اسی عہد پر مجھ سے چلے جانے کا ارادہ کیا۔ پھر اس کے باوجود ان دونوں سے روایتیں کرتا ہے۔ میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا منہال کی دو درہم کے مقابلہ میں بھی گواہی تسلیم ہے۔ کہا۔ بخدا! نہیں۔

عبادہ بن اسدی: تہذیب التہذیب؛

عبادہ بن عبد اللہ الاسدی الکوفی رَوَى عَنْ عَلِيٍّ وَعَنْهُ الْمَنْهَالُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ الْبُخَارِيُّ فِيهِ نَظَرٌ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِ ضَعِيفٌ الْحَدِيثُ قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ ضَرَبَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَلَى حَدِيثِهِمْ عَنْ عَلِيٍّ أَنَا الْقَيْدُ الْكَبِيرُ وَقَالَ هُوَ مُتَكَبِّرٌ۔ (تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۹۸)

ترجمہ: عبادہ بن عبد اللہ اسدی، علی سے اور علی سے منہال بن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ بخاری نے کہا اس میں نظر ہے۔ علی بن عیسیٰ

نے اسے ضعیف الحدیث کہا ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے۔ جناب احمد بن حنبل نے اس کی حدیث کو علی المرتضیٰ نے اپنے آپ کو مصدقِ کبر فرمایا ہے۔ کہ یہ نامقبول ہے۔ اور مشکوٰۃ بھی ہے۔ یاد رہے اس حدیث کو مستدرک نے بھی نقل کیا ہے تو اس کے ذیل میں علامہ ذہبی نے یوں جرح کی ہے۔

المستدرک،

قُلْتُ كَذًا قَالَ وَهُوَ عَلَى شَرْطٍ وَاحِدٍ مِنْهُمَا
بَلْ حَدِيثٌ بَاطِلٌ فَتَدْبِرُهُ وَعِيَادُ قَالَ ابْنُ
الْمَدِينَةِ ضَعِيفٌ۔

(التلخیص ذیل مستدرک جلد سوم ص ۱۱۲ کتاب معرفة الصحابة
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

میں کہتا ہوں۔ کہ یہ بخاری اور مسلم میں سے کسی ایک کی شرط
پر جمع کی گئی۔ تو درکنار یہ تو حدیث باطل ہے۔ یہ حدیث صحیح نہیں
بلکہ باطل ہے۔ اس میں غور کر۔ عباد کو ابنِ مدینی نے ضعیف
کہا ہے۔

لمحہ فکر یہاں:

مذکورہ حوالہ جات سے روایت مذکور کے تین راویوں کا مالِ لکپنے
ملاحظہ کیا۔ عبید اللہ بن موسیٰ شیعہ رافضی ہے۔ اس سے کیا توقع کہ وہ تقیہ

اس کی اجادیت کو چھوڑ دیا ہے۔ اسی طرح علاء بن صالح بھی سردارانِ شیعہ میں سے ہے
منکر الحدیث مشہور ہے۔ تیسرا منہال نامی راوی عیش و عشرت کا دلدادہ ہے۔ اور چوتھا
بقول احمد بن حنبل ضعیف الحدیث ہے۔ ان چار راویوں پر جرح اپنے مقام پر لیکن
امام ذہبی نے اس حدیث کو باطل قرار دے کر تمام راہیں بند کر دیں۔ اس
موضوع حدیث کے ذریعہ اداس کے بہار سے اہل سنت پر اعتراض کرنا کہ وہ
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر کا لقب
دے کر کذاب بن گئے۔ کسی طرح بھی قابل استدلال نہیں۔ اور اگر یہی بات
ہے۔ تو پھر کتب شیعہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے یہ لقب موجود
نہ کر رہے۔ واقعہ ہجرت کے ضمن تفسیر قمی نے اسے لکھا۔ اسی طرح کشف الغمہ
فی معروفة الاثر میں تلوار پر سونا چڑھانے کا مسئلہ جب امام باقر سے پوچھا گیا
تو انہوں نے اس کے جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تلوار کا حوالہ دیا۔ جب
سائل نے امام باقر سے ابو بکر کو صدیق کہنے کی بابت کچھ حیرانی میں پوچھا۔ تو
اُپ نے فرمایا۔ نعم الصدیق، نعم الصدیق الخ لہذا حدیث موضوع کا ہمارے کر
ابو بکر سے لقب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جدا کرنا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے
ثابت کرنا قطعاً باطل اور اجماع امت کے خلاف بلکہ "رجل استکبر" کے خلاف ہے۔

جواب حصہ دوم، المستدرک،

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ عَبَدْتُ اللَّهَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ سِنِينَ قَبْلَ أَنْ يُعْبَدَ
أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ رَقَلْتُ فَقَدْ أَبْطَلُ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِ مَا
 أَوْحِيَ إِلَيْهِ مِنْ بَيْتٍ خَدَّيْجَهُ وَأَبُو بَكْرٍ
 وَبِلَالٌ وَزَيْدٌ مَعَ عَلِيٍّ قَبْلَهُ بِسَاعَاتٍ أَوْ بَعْدَهُ
 بِسَاعَاتٍ وَحَبَدٌ وَاللَّهُ مَعَ نَبِيِّهِ فَأَيُّ السَّبْعِ
 سِنِينَ وَلَعَلَّ السَّمْعَ أَخْطَاءً فَيَكُونُ ۱۔ میرالمومنین
 قَالَ عِبَدْتُ اللَّهَ وَلِي سَبْعَ سِنِينَ وَلَمْ يَضْبُطْ الرَّاوِي
 مَا سَمِعَ ثُمَّ حَبَبَةٌ شَيْعِي جَبَلٌ۔ (المستدرک
 جلد سوم ص ۱۱۲ ذکر معرفۃ الصحابة مطبوعہ

بیروت جدید)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ میں نے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت
 کی۔ کہ اس عمر میں امت کا کوئی ایک فرد بھی اللہ کی عبادت کرنے والا
 نہ تھا۔ میں صاحب مستدرک کہتا ہوں۔ کہ یہ باطل ہے۔ کیونکہ نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداء وحی کے وقت ایمان لانے والے حضرت خلیفہ
 ابوبکر، بلال اور زید ہیں۔ ان کے اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایمان
 قبول کرنے کے درمیان چند ساعتوں کی تقدیم و تاخیر ہے۔ ان سب
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ لہذا وہ سات
 سال (جو علی المرتضیٰ کے تنہا عبادت کرنے کے تھے) کہاں گئے۔ ہو سکتا
 ہے کہ راوی کو روایت کے سنتے وقت کچھ غلطی لگی ہو۔ علی المرتضیٰ
 نے یوں فرمایا جو کہ ایمان لانے کے وقت میری عمر سات برس تھی
 اور راوی نے اسے عدم ضبط کی بنا پر دوسرا رنگ دے دیا ہو۔ (جوڑ کر)

پھر اسی روایت کا ایک راوی جس کا نام جبہ ہے۔ وہ کثیر اور بہت بڑا
شیعہ ہے۔

توضیح : ابن ماجہ میں روایت مذکورہ کے دونوں حصے تھے۔ ہم نے
ان دونوں میں سے پہلے حصہ کی تردید بذریعہ سند کی۔ یہی تردید ابن ماجہ کی روایت کی بناء
پر دونوں حصوں کی مشترکہ بھی بن سکتی ہے۔ جب دونوں باتوں کے راوی ایک ہی
ہیں تو پوری روایت پر ان کی جرح کا اثر پڑتا ہے۔ اس لیے جواب اول میں دونوں
امور غلط اور موضوع ثابت ہوئے۔ علاوہ ازیں علامہ ذہبی نے صرف دوسرے حصہ کو
لے کر اس پر دو طرح جرح کی۔ اول یہ کہ راوی کو سننے کے بعد ضبط میں خلل واقع ہونے کی
بناء پر سات سال عبادت کرنے کا معاملہ بیان ہوا۔ حالانکہ چند ساعتوں کی تقدیم و تاخیر
سے علی المرتضیٰ کے ساتھ اور بھی صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اللہ تعالیٰ کی
عبادت کرتے رہے۔ لہذا اتنا طویل عرصہ تنہا علی المرتضیٰ کا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے
والا ہونا در باطل ہے۔ دوسرا یہ کہ اس روایت کا ایک راوی جبہ نامی کثیر شیعہ ہے۔
تو اس نے اپنے نظریات کے پیش نظر امتیاز جملہ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہو۔ اس
طرح کی ایک باطل اور موضوع حدیث کے ذریعہ ابو بکر کو صدیقی اکبر کے لقب سے
یاد کرنے پر اعتراض اور اس لقب کو علی المرتضیٰ کے لیے مخصوص کرنے کی سعی
و دامن ایک شیعہ چال ہے۔ جو حقیقت پر مبنی نہ ہوتے ہوئے۔ امام باقر اور
امام جعفر صادق کی تعلیمات و ارشادات کے خلاف ہے۔ حسد و بغض کی عینک
اتار کر معرفت حق کی آنکھ سے اکبر دیکھا جائے۔ تو صیح اور غلط میں امتیاز کرنا کوئی
مشکل نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فاعتبروا یا اولی الابصار

مَنْظُومِ

پنجابی میں

نقبتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ از مصنف کتاب

ڈنگ کھانداں میا دکھ اٹھانداں میا سینے لاکے نبی نوں سولانداں میا
 موڑھے چاکے نبی نوں اٹھانداں گیا پیرو نوں دے ہکتی وج دیکھا واندیا گیا
 رب ذوالجلال داسم آیا جدوں ثانی اثنین والقب پا وندا گیا
 اذ یقول لصاحبِ محکم آیا جدوں ان اللہ معنا دی شان پا وندا گیا
 قیدی بدر دے سب اوہ چھوڑ واندیا گیا پھر قیدیاں نوں صحابی بت وندا گیا
 مال و دولت نثار کر کے سبھی اشر رسول نوں ہی اوہ منا وندا گیا
 مروا با بحر داسم پاکے صدیقؐ سب صحابہ نوں نمازاں پڑھا وندا گیا
 عمر و عثمان رضی علیہما عنہ سب صحابہ نبیؐ امام سب دا ہی اوہ کہلا وندا گیا
 صدیق اکبر دی شانیں نوں جانے کوئی ولاد بنیا ہے جس دا رسولِ خدائی
 خلافت بلا فصل اس نے ہے پائی خلیفہ بلا فصل ہی اوہ کہلا وندا گیا
 قرض محبوب دے سب ادا کر دیا وی بن کے نبی دا دکھا وندا گیا
 بعد نبیاں دے شان جس نوں ملی دین و دنیا دی دولت ہے اس نوں ملی
 صداقت دی پا در بھی اس نوں ملی ! حقیق صدیق ہی اوہ کہلا وندا گیا
 اَوْصِلِ الْحَبِیْبَ اِلَیَّ الْحَبِیْبِ دی آنند ڈیرہ نال نبی دے لگا وندا گیا
 طعن چنے روافض نے کیتے سبھی غلام صدیق داسب اوڑاندا گیا
 محمد علی نے دفعت کیتا جدوں شفاعت صدیق دی اوہ پا وندا گیا

تمام صحابہ کرام میں سے یسین کا مقام منفرد ہے۔

اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور سے

جنت بھرا ہوا ہے۔

مکتوبات امام ربانی؛

روزے شیعے نقل کردہ کہ نوشتہ اند کہ نام حضرت امیر برادر بہشت ثبت
 کردہ اندو خاطر رسید کہ حضرات شیعین از خصائص آلِ مومن چہ باشند۔ بعد از توجہ
 تمام ظاہر شد کہ دخول ای امت در بہشت با استصواب و تجویز ای دوا کا۔ بر
 خواہد بود گویا حضرت صدیق برادر بہشت ایستادہ اند و تجویز دخول مردم
 می فرماید و حضرت فاروق دست گرفته بدروں می برند و مشہور میگردد کہ گویا تمام
 بہشت بنور حضرت صدیق مملو است و در نظر ای حقیر حضرات شیعین را
 در میان جمیع صحابہ شان علیحدہ است و درجہ منفردہ گویا۔ بیجا احد سے
 مشارکت ندارند حضرت صدیق با حضرت پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوٰات
 و التسلیمات گویا ہم فائدہ است اگر تفاوت است بعلو و سفلی است
 و حضرت فاروق بطغیل حضرت صدیق نیز بایں دولت مشرف اند۔
 و سائر صحابہ کرام بآنسور علیہ و علیہم الصلوٰات و التسلیمات نسبت ہمسرانی
 دارند یا ہمشہری با ویلادامت خود چہ رسد۔۔۔ از حضرت صدیق چہ گوید
 کہ جمیع حسنات حضرت عمر یک حسنہ او است۔ چنانچہ مخبر صادق الان

خبر داده و محسوس میگردد ان خطاطی که حضرت فاروق را از حضرت صدیق است
 زیاده از آن انخطاط است که حضرت صدیق را از حضرت پیغمبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ
 والتسلیمات پس قیاس کن کہ انخطاط دیگران از حضرت صدیق
 چه قدر خواهد بود و شیخین بعد از موت نیز از حضرت پیغمبر جدا شدند
 و حشر نیز در میان ایشان خواهد بود چنانچه فرموده پس افضلیت بواسطه
 اقربیت ایشان را بود این حقیر قلیل البضاعت از کمالات ایشان چه
 گوید و از فضائل ایشان چه بیان نماید زره را چه یار که سخن از آفتاب
 گوید و قطره را چه جمال که حدیث بحرمان بر زبان آورد اولیاء که برائے
 دعوت خلق مرجع اند و از هر دو طرف ولایت و دعوت بهره تام دارند
 و علماء مجتهدین از تابعین و تبع تابعین بنور کشف صحیح و فراست صادق
 و اخبار متتابعه فی الجملة کمالات شیخین را دریافته اند و شمه از فضائل ایشان
 شناخته ناچار حکم با فضلیت شان نموده اند و برای معنی اجماع فرموده
 اند و کشفی که بر خلاف این اجماع ظاهر شده بر عدم صحت حمل نموده اعتبار
 نموده اند کیفیت و قد صح فی الصدرا الاول افضلیتہما
 کما روی البخاری عن ابن عمر رضی اللہ عنہما
 قال کنا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تعدل
 بابی بکراحد اثم عمر ثم عثمان ثم نترک
 اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا فاضل
 بینہم۔

در مکتوبات امام ربانی دفتری اول حصہ چہام

ترجمہ ۱:

ایک دن کسی شخص نے بیان کیا کہ لکھا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا نام بہشت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ دل میں گزرا کہ میں رضی اللہ عنہا کے لیے اس مقام کی خصوصیتیں ہوں گی۔ توجہ تمام کے بعد ظاہر ہوا کہ بہشت میں اس امت کا داخل ہونا ان دو بزرگواروں کی رائے اور تجویز سے ہوگا۔ گویا حضرت صدیق بہشت کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ اور لوگوں کے داخل ہونے کی تجویز فرماتے ہیں۔ اور حضرت فاروق باہق پیکر اندر لے جاتے ہیں۔ اور ایسا مشہود ہوتا ہے۔ کہ گویا تمام بہشت حضرت صدیق کے نور سے بھرا ہوا ہے۔ اس حقیر کی نظر میں حضرات شیعین کے لیے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان علیہ السلام اور الگ درجہ ہے۔ گویا یہ دونوں کسی کے ساتھ مشارکت نہیں رکھتے۔ حضرت صدیق حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گویا ہم خانہ ہیں اگر فرق ہے تو صرف بلندی اور لہجہ کا ہے۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیق کی طفیل اس دولت سے مشرف ہیں۔ اور تمام صحابہ کرام تو آنحضرت کے ساتھ ہم سرائے یا ہم شہر ہونے کی نسبت رکھتے ہیں۔ پھر اولیاء امت کا وہاں کیا دخل ہے..... حضرت صدیق کی نسبت کیا بیان کیا جائے۔ جبکہ حضرت عمر کی تمام نیکیاں ان کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ جیسے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔ اور وہ انخطاط یعنی کمی جو حضرت فاروق کو حضرت صدیق سے ہے۔ اس انخطاط کی سے زیادہ ہے۔ جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

سے ہے۔ پھر قیاس کرنا چاہیے کہ دوسروں کا حضرت صدیق سے
 انحطاط کس قدر ہوگا۔ اور حضراتِ شیعین موت کے بعد بھی پیغمبر صلی اللہ
 علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے اور ان کا حشر بھی یکجا ہوگا۔ جیسے کہ فرمایا
 ہے۔ پس ان کی فضیلت قرینت کے باعث ہوگی یہ قلیل البضاعت
 بے سرو سامان ان کے کمالات کو کیا بیان کرے۔ اور ان کے فضائل
 کیا ظاہر کرے۔ ذرہ کی کیا طاقت کہ آسمان کی نسبت گفتگو کرے۔
 اور قطرہ کی کیا مجال کہ بحرِ عمان کی بات بیان کرے زبان پر لائے
 ان اولیاء نے جو دعوتِ خلی کی طرف راجع ہیں۔ اور ولایتِ دعوت
 کی دونوں طرفوں سے حصہ رکھتے ہیں۔ اور تابعین۔ تبع تابعین میں
 سب علماء مجتہدین نے کشفِ میح کے نور اور اخبارِ صادقہ اور آثار
 متتابعہ سے شیعین رضی اللہ عنہما کے کمالات کو دریافت کیا ہے۔ اور
 ان کے فضائل کو پہچان کر ان کے افضل ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور اس
 پر اجماع کیا ہے۔ اور اس کشف کو جو اس اجماع کے برخلاف ظاہر ہو
 غلط خیال کر کے اس کا کچھ اعتبار نہیں کیا۔ اور کس طرح ایسے کشف کا
 اعتبار کیا جائے جب صدراول میں ان کی فضیلتِ میح ہو چکی ہے
 چنانچہ امام بخاری نے ابن عمر سے روایت کی ہے۔ ابن عمر نے فرمایا
 ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی کو ابو بکر پیر عمر پیر عثمان
 کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ پھر دیگر اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے
 میں ایک دوسرے کی فضیلت کا قول نہیں کرتے تھے۔

اس امت کے معزز ترین اور مکرم ترین عند اللہ ابو بکر صدیقؓ نہیں
مکتوبات امام ربانی:

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بحکم نص قرآنی اتقائے ایں امت است
زیرا کہ اجماع مفسرین است چہ این عباس رضی اللہ عنہ وچہ غیر اں
بری کریمہ و مَسِيْبَجَنَّبَهَا الْاَحْقَى۔ در خان حضرت صدیق
نازل است رضی اللہ عنہ۔ و مراد از اتقائے اوست رضی اللہ عنہ
پس شخصے را کہ حضرت حق سبحانہ اتقائے ایں امت خیر الامم می فرماید
خیال باید کرد کہ مکفر و تفسیق و تضلیل و تا چہ سر مد شاعت بود۔
امام فخر الدین ملازی بایں کریمہ استدلال بر افضلیت حضرت صدیق
رضی اللہ عنہ نموده است۔ زیرا کہ بحکم کریمہ «اِنَّ اَكْرَمَكُمْ»
عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ» گرامی ترین ایں امت کہ مخاطب است نزد
خدا جل و علا اتقائے ایں امت است و چوں حضرت صدیق بحکم
نص اتقائے امت است باید کہ گرامی ترین ایں امت نیز نزد حق
جل و علا بحکم نص لاحق او باشد رضی اللہ عنہ۔

مکتوبات امام ربانی جلد ہشتم و فرسوم مکتوب ۱۲ ص ۱۷ تا ۱۸
ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیقؓ قرآنی نص کے فیصلے کے مطابق اس امت
کے سب سے زیادہ پرہیزگار آدمی ہیں۔ کیونکہ تمام مفسرین کرام کا
اجماع ہے۔ کیا عبد اللہ بن عباس کیا دوسرے مفسرین۔ یہ آیت
کریمہ «و مَسِيْبَجَنَّبَهَا الْاَحْقَى» (جہنم سے الگ رہے گا۔
جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو گا۔) حضرت ابو بکر صدیقؓ کی شان میں
نازل ہوئی ہے۔ اور اُلْحَقی سے مراد ابو بکر صدیقؓ ہی ہیں۔ لہذا
جس شخص کو اللہ تعالیٰ اس امت کا سب سے زیادہ پرہیزگار بتائے

خیال کرنا چاہیے کہ اس کو کافر، فاسق یا گمراہ کہنا کتنی بُری بات ہے
امام فخر الدین رازی نے اس آیت کریمہ سے حضرت صدیق کے
افضلیت پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ حکمِ آیت کریمہ **إِنَّ أَكْرَمَكُمْ**
عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوَمُ (اس کے نزدیک تم میں سب سے افضل
وہ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مطہرین
میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار آدمی
ہے۔ تو جب نفعِ قرآنی نے ابو بکر صدیق کو اس امت کا سب سے
زیادہ پرہیزگار آدمی قرار دیا ہے اس لیے وہی امت کے سب سے
زیادہ عزت والے اور افضل ترین آدمی ہو سکتے ہیں۔

ملحہ فکریہ :

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے کشف میں منفرد مقام عطا
فرمایا۔ جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان ملاحظہ فرمائی۔ تو شیخین کی علوم مرتبت
کے کشف کا خیال آیا۔ تو کشفِ صحیح کے ذریعہ معلوم ہوا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ فرق صرف علوم و فضل کا ہے
اس مقام میں بہت پہلے درجہ میں فاروق اعظم ہیں۔ گویا فاروق اعظم کو اس
جگہ میں حضرت صدیق اکبر کے توسط سے جانا نصیب ہوا۔ کیونکہ ان کی ساری
نیکیاں صدیق کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ باوجود ایک مکان میں ہونے کے دونوں کے
درمیان بہت زیادہ اونچ نیچ ہے۔ ان دو حضرات کے علاوہ کوئی تیسرا صحابی اس
مکان میں نہیں۔ بلکہ اس مکان کے شہر یا سرائے کے دیگر گروں میں رونقِ افریقہ میں
افضلیت صدیق اکبر پر نفعِ قرآنی موجود ہے۔ اور اسی عقیدہ پر تمام امت کا
اجماع ہے۔

خلافت ظاہری کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے خلیفہ بلا فضل ہونے پر ”صائم“ کی ایک لالچینی دلیل

ہشکل کشاء،

ہاشمی خلیفہ۔ ان حقائق کے اظہار کے بعد ہم قارئین کی توجہ پھر مضمون سابقہ کی طرف مبذول کراتے ہیں۔ زیر بحث روایت میں صاف طور پر اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعوت میں خاص طور پر خان و ان عبدالمطلب کے افراد کو مدعو کیا تھا۔ اور اس میں سوائے آپ کے اپنے افراد خانہ کے کوئی ایک شخص بھی کسی دوسرے قبیلہ کا موجود نہیں تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے قبیلہ والوں کو یہ ارشاد فرمایا۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اس وقت اشاعتِ دین کے معاملہ میں میری معاونت کرے تو میں تم میں سے اسے اپنا خلیفہ اپنا وصی اور اپنا بھائی اور اپنا وارث بناؤں۔ اور پھر یہ اعزازات جناب علی کرم اللہ وجہہ نے حاصل کر لیے۔ چنانچہ ظاہری طور پر بھی خلافت علی منہاج النبوۃ میں خاندان عبدالمطلب سے سوائے حضرت علی کے کوئی شخص خلیفہ رسول نہیں ہوا۔ جیسا کہ قارئین کرام جناب شیر خدا حضرت علی کی والدہ مکومہ سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے حالات میں پڑھ چکے ہیں۔ کہ آپ ہی وہ پہلی مرتبہ ہاشمیہ دعوت ہیں جنہوں نے ہاشمی خلیفہ کو جنم دیا۔ (مشکل کشاء ص ۲۷۰)

جواب:

ماتم نعت خوان نے ”د علی خلیفہ بلا فضل“ کا عنوان باندھتے وقت شاید یہ

اندازہ نہ لگایا تھا۔ کہ اسے ثابت کرنا ناممکن ہے۔ اور اس عقیدہ کی وجہ سے میرا
 ”اہل سنت“ میں رہنا اور کہلانا کوئی تسلیم نہیں کرے گا۔ تو اس انجام سے
 ڈر کر تفتیہ کا دامن تھام کر پہلی تاویل یہ کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت
 بلا فصل ”و خلافت روحانی“ کے طور پر ہے۔ اس کا ہم نے مفصل جواب دیا۔
 ”اب ڈوبتے کو تنکے کا سہارا“ کے مصداق سلطنت یا خلافت ظاہری کا بلا فصل
 ہونا بھی بطور استدلال پیش کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس کا اثبات عجیب انوکھا انداز
 سے ہے۔ وہ یہ کہ قبیلہ بنی ہاشم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سوائے علی المرتضیٰ
 کے کوئی اور خلیفہ نہیں ہوا۔ اس لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور علی المرتضیٰ
 کے درمیان ہاشمی خاندان کے ہونے کے اعتبار سے کوئی فاصلہ نہیں۔ تو علی المرتضیٰ
 اس اعتبار سے آپ کے خلیفہ بلا فصل ہوئے۔ اس میں جھگڑا کس چیز کا ہے۔ کیا
 اہل تشیع اور اہل سنت کے مابین دو خلیفہ بلا فصل، کا ان دو مفہوموں میں سے
 کوئی مفہوم ہے۔؟ اگر ایسی دو راہ کار تاویلات کا سہارا لیا جائے۔ تو پھر علی المرتضیٰ
 کی طرح اپنے اپنے خاندان کے کیا فاروقِ اعظم اور عثمان غنی اول خلیفہ نہ تھے؟
 حقیقت یہ ہے کہ ایسی باتیں ثابت تو کچھ نہ کر سکیں۔ ہاں ان سے صائم نعت خوان
 کا رافضی ہونا ضرور آشکارا ہو گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عنوان نہم = غیر نبی کی نبی پر فضیلت

مشکل کشا،

۱
۳

ایک دفعہ جناب مجددِ ملت ثانی ایک ایسے رنگین مقام پر تشریف لے گئے۔ جو حضرت صدیق اکبر سے بھی بلند تر تھا۔ پھر آپ نے اپنے بیان کے خلاف شکوک و شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا۔ علمائے کرام نے اس کا ایک حل بھی تجویز کیا ہے کہ جزئیات میں غیر نبی کو اگر نبی پر فضیلت لازم آجائے۔ تو کچھ حرج نہیں۔ مکتوبات ۱۹۲، اور پھر اس مکتوب شریف کے آخر پر فرمایا۔ تو جب غیر نبی کو نبی پر جزئی فضیلت جائز ہے۔ تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ فضیلت جزئی ثابت ہو سکتی ہے۔ لہذا ہمارے اس کلام میں بالکل کوئی اشکال نہیں۔ قارئین کرام کو مندرجہ بالا روایت پر دعوت غور و فکر دیتے ہوئے ہم پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔ ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئیک ہم خیر البریۃ۔ (ترجمہ) بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق سے بہتر ہیں روایت میں فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت کریمہ (ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئیک ہم خیر البریۃ) نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ارشاد فرمایا۔ کہ علی تو اور ترجمہ سے محبت کرنے والے قیامت کے دن خوش و خرم اور شاد باد ہوں گے۔ یہی روایت خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے میرے لیے فرمایا۔ کیا تم نے اپنے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ کا یا ارشاد نہیں سنا۔ (ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات الغ) اس سے

مراد تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ اور یہ ہماری اور تمہاری وعدہ کی گئی جگہ حوض کوثر پر آئیں گے۔ اور جب امتیں حساب کے لیے آئیں گی۔ تو یہ روشن پیشانی والوں کے نام سے پکارے جائیں گے۔ (مشکل کشادہ ص ۲۸۷-۲۸۹)

عنوان نہم کی تردید

صائم نعمت خواں شفیق اس سے پہلے تمام تر عنوانات دراصل اس عنوان کا پیش خیمہ تھے۔ اور ان سے جو ثابت کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس عنوان کا عقیدہ ہے۔ جب غیر نبی کی نبی پر فضیلت ثابت ہو گئی۔ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خیر البریہ ٹھہرے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل بلکہ انبیائے کرام سے بھی فضیلت پر متمکن ہیں۔ یہی وہ عقیدہ ہے۔ کہ جس کے قائل کو امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور مجدد الف ثانی وغیرہ نے افضلی شیعہ کہا۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتوے صادر فرمایا۔ اس مقام پر ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ صائم نے مجدد الف ثانی کے مکتوب سے غلط انداز میں جو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اسے واضح کریں۔ اور پھر مجدد صاحب کے مکتوب سے خود ان کا مقصد و مطلب بیان کریں۔ تاکہ صائم کے قائم کردہ عنوان (جو کہ مجدد صاحب کے مکتوب کی طرف منسوب کیا گیا ہے) اور مجدد صاحب کی تعلیمات کا موازنہ ہو سکے۔ لہذا اولاً مکتوب امام ربانی پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوبات شریف:

شیخ بدیع الدین بہار نپوری صدور یافتہ۔ وجاب استفسار کہ نمودہ
بروند۔ اخوی اعزیز ارشدی شیخ بدیع الدین استفسار نمودہ بروند کہ در
عرضداشت یازدہم کہ بحضرت خواجہ قدس سرہ نوشتہ واقع شدہ است کہ

بقامی رنگین گشت کہ بلند تر از مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ - معنی این
کلام یہ باشد۔ ہذاں ارشاد ک اللہ تعالیٰ۔ لانسلم کہ این عبارت مستلزم
تفصیل است با آنکہ لفظ ہم نیز واقع شدہ است۔ وَ تَوْ سَلِعُوْکُمْ
کہ این سخن و سخنان دیگر کہ در آن عرصہ داشت واقع شدہ است از جملہ
واقعات است کہ یہ پیر خود نوشتہ۔ و مقرر این طائفہ است کہ ہرچہ
از وقائع رو میدہد صحیح باشد یا سقیم بے تحاشی بہ پیر خود اظہار می نماید
چہ در غیر صحیح نیز احتمال تاویل و تعبیر است۔ پس از اظہار آن چاہہ بود
و در انحن فیہ بملاحظہ این معنی ہیچ منظور لازم نمی آید و علی دیگر آنکہ تجویز
نمودہ اند کہ اگر در جزئی از جزئیات غیر نبی را بر نبی فضل متحقق شود با کہ
نیست بلکہ واقع است چنانچہ در مادہ شہد از یاد تہیا واقع شدہ است
کہ در انبیاء نیست علیہم الصلوٰت والتسلیمات۔ با آنکہ فضل کلی مر
نبی راست علیہ و علی آلہ الصلوٰت والتہیات۔ بریں تقدیر اگر سیر غیر
نبی در کمالات آن جزئی واقع شود و خود را در آن مقام بلند تر یا بد
ہم مجوز باشد ہر چند حصول آن مقام او را بواسطہ متابعت نبی است
و بی نیز از آن مقام بحکم حدیث مَنْ سَنَّ سُنَّةَ حَسَنَةٍ
فَلَهُ أَجْرُهَا وَ أَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا نَصِيبُهَا است
پس ہر گاہ فضل جزئی غیر نبی را بر نبی مجوز گشت بر غیر نبی بطریق اولی
مجوز خواہد بود۔ فلا اشکال اصلاً۔ والسلام۔

(مکتوبات شریف دفتر اول حصہ سوم مکتوب ۱۹۲ ص ۹، مطبوعہ

رؤف اکیڈمی لاہور۔)

ترجمہ: فتح مدین الدین سہارنپوری کی طرف صادر فرمایا۔ میرے

عزیز اور رشد و ہدایت والے بھائی نے استفسار کیا تھا کہ گیارہویں
 عرضداشت میں جو حضرت بانی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھی گئی تھی واقع
 ہوا ہے کہ ایک رنگین مقام پر اس فقیر کا گزرا جو حضرت صدیق اکبر کے
 مقام سے بلند تر تھا۔ اس کلام کے کیا معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھے رشد و
 ہدایت عطا کرے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ عبارت حضرت
 صدیق اکبر پر فضیلت کو مستلزم نہیں ہے۔ خاص کر لفظ وہم بھی
 موجود ہے جس کے معنی ”بھی“ کے ہیں جس کے ایک طرف سے
 شرکت ظاہر ہوتی ہے اور اگر تسلیم بھی کر لیں کہ یہ عبارت فضیلت
 کو مستلزم ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ کلمات اور اس طرح کے دوسرے
 کلمات جو اس عرضداشت میں واقع ہوئے ہیں۔ ان واقعات میں
 ہیں جو اپنے پیرومرشد کی طرف تحریر کیے گئے ہیں اور اس گروہ
 صوفیاء میں یہ بات طے شدہ ہے کہ واقعات میں سے جو کچھ صحیح یا
 غلط پیش آئے اُسے بے تکلف اپنے پیر کے سامنے ظاہر کرتے
 ہیں۔ کیونکہ غیر صحیح میں ہی تاویل و تعبیر کا احتمال ہے۔ لہذا ان کے
 اظہار سے چارہ نہیں۔ اور جس بات کو ہم بیان کر رہے ہیں۔ اس
 میں اپنے معنی کے لحاظ سے کچھ خرابی نہیں۔ علمائے کرام نے اس کا
 ایک حل بھی تجویز کیا ہے کہ جزئیات میں سے ایک جزئی میں غیر
 نبی کی اگر نبی پر فضیلت لازم آجائے تو کچھ حرج نہیں۔ بلکہ ایسی فضیلت
 کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔ جیسا کہ شہداء کے بارے میں وہ فضیلت کی
 باتیں وارد ہو چکی ہیں۔ جو انبیائے کرام کے متعلق وارد نہیں ہوئیں
 اس کے باوجود فضل کلی نبی کی ذات کے لیے ہے۔ لہذا ایسی صورت

میں غیر نبی کو اس جزئی کے کلمات میں سیر واقع ہوا۔ اور اپنے آپ کو اس مقام بلند پر پائے تو اس کی گنجائش ہے۔ اگرچہ وہ مقام بھی اسے نبی کی متابعت سے ہی نصیب ہوا ہے۔ اور نبی کے لیے بھی مطابق حدیث "جو شخص نیکی کا طریقہ جاری کرے تو اس کے باری کرنے اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے۔ سب کا ثواب اسے ملے گا" مکمل حصہ ملتا ہے۔ تو جب غیر نبی کو نبی پر فضیلت جزئی جائز ہے۔ تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ فضیلت جزئی ثابت ہو سکتی ہے۔ لہذا اس کلام میں کوئی اشکال نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

توضیح :

جناب مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ جناب خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی ایک روحانی سیر کا تذکرہ کیا۔ تاکہ اس کے بارے میں کچھ ارشاد ہو کیونکہ مرید کو اپنے اچھے بُرے حالات سے اپنے شیخ کو آگاہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ وہاں سے اس کے مناسب ہدایات عطا ہوں۔ مکتوب مذکور میں بھی آپ کی ایک سیر کا حوالہ شیخ بدر الدین نے دیا۔ اور اس کی وضاحت چاہی جناب مجدد نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

۱۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں، ابو بکر صدیق سے افضل ہو گیا۔ کیونکہ لفظ "ہم" بتاتا ہے۔ کہ یہاں مشارکت کسی ایک جزئی میں ہے۔ جس سے یہ لازم ہرگز نہیں آتا۔ کہ ایسے دونوں اشخاص میں مکمل مساوات ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ اور آپ کے بھائی جناب عقیل باعتبار ایک باپ کی اولاد ہونے کے دونوں شریک ہیں۔ لیکن اس جزئی مشارکت سے دونوں کو درجات و کمالات میں مساوی ہرگز نہ کہا جائے گا۔ لہذا میں (مجدد صاحب) اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرگز مساوی الفضیلت

نہیں ہیں۔

ب۔ یہ ایک سیر و معانی ہے۔ اس کے اچھے یا بُرے ہونے کی دفاعت کے لیے میں نے اپنے شیخ کے ہاں اسے گوش گزار کیا ہے۔ کیونکہ مرید کے لیے اپنے حالات سے اپنے شیخ کو آگاہ رکھنا ضروری ہوتا ہے اس درجہ میں اس روحانی سیر کو صحیح سمجھ کر ابو بکر صدیقؓ پر میری افضلیت ثابت کرنا درست نہیں ہے۔

ج۔ اگر اس سیر کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی فضیلت جزئی سے زیادہ کیا ثابت ہو سکتا ہے۔ علماء نے اس انداز کی فضیلت کو تسلیم کیا بلکہ بالفعل موجود مانا ہے۔ ان علماء کرام کا نظریہ ہے کہ کسی ایک جزئی میں غیر نبیؐ نبیؐ سے بڑھ سکتا ہے۔ جیسا کہ شہادت من جملہ درجات عالیہ کے ایک درجہ ہے۔ یہ کسی غیر نبیؐ کو مل جائے۔ لیکن نبیؐ کو یہ درجہ بظاہر نہ ملے۔ تو ایسا ہوتا رہا ہے لیکن اس جزئی فضیلت کی بنا پر اس غیر نبیؐ کو نبیؐ پر کلی فضیلت دے دینا بوقوتی ہے۔ لہذا اگر اتفاق علماء غیر نبیؐ، نبیؐ سے کسی جزئی فضیلت میں بڑھ سکتا ہے تو پھر غیر نبیؐ کا غیر نبیؐ سے ایک جزئی میں بڑھ جانا کیوں کر ناممکن ہو گیا۔

لمحہ فکریہ:

جناب مجدد الع ثانی کے مذکورہ مکتوب اور اس کے مندرجات کو آپ نے بنظر فائز دیکھا۔ یہاں گفتگو ایک مخصوص جزئی میں تھی۔ اور صائم نعمت خواں نے اس جزئی فضیلت اولے مکتوب سے جو عنوان قائم کیا۔ وہ ”غیر نبیؐ کو نبیؐ پر فضیلت“ ہے اور اس میں مجدد صاحب کے مکتوب کو جزئی فضیلت سے ہٹا کر کلی فضیلت پر لایا گیا۔ کیونکہ عنوان میں جبکہ فضیلت کو علی الاطلاق ذکر کیا گیا۔ تو اس سے فضیلت مطلقہ ہی مفہوم ہوگی۔ اور اگر صائم نعمت خواں جناب مجدد کے مکتوب کے

مضمون کے مطابق صحیح عنوان دیتا۔ تو پھر کچھ اس طرح لکھتا: ”غیر نبی کو نبی پر جزئی
 فضیلت لیکن اس طرح اس کا اپنا مدعا ہرگز ثابت نہ ہو سکتا تھا جناب مجدد نے اس
 جزئی فضیلت پر اٹھائے گئے نکات کا تین مختلف طریقوں سے جواب دیا ہے
 یہی کہ جو فضیلت کلی کے ضمن میں اویس قرنی ایسے بزرگ کو وحشی ایسے صحابی (جو اسلام
 سے قبل حضرت حمزہ کے قاتل ہوئے) پر فضیلت دینے کی اجازت نہیں دیتے۔
 (جناب مجدد خود اویسی بھی ہیں) تو کیونکر متوقع ہو کہ وہ اپنے آپ کو صدیق اکبرؓ سے
 افضل کہیں۔ پھر جبکہ جناب صدیق اکبرؓ کی فضیلت قطعی اور اجتماعی ثابت کر چکے۔
 گویا غیر نبی تو مجدد صاحب کے نظریہ کے مطابق جناب صدیق اکبرؓ کی فضیلت
 نہیں پاسکتا۔ اگرچہ وہ عمر بن الخطاب ایسا مرادِ رسولِ خدا ہی کیوں نہ ہو۔ تو غیر نبی
 کو نبی کے مساوی یا اس سے افضل سمجھنا قطعاً درست نہیں۔ صائم نعمت خواں نے
 اگرچہ ”غیر نبی کو نبی پر فضیلت“ کا عنوان مجدد صاحب کے مکتوب کے حوالہ سے
 باندھا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے اس نظریہ کو اپنایا۔ (اگرچہ مجدد صاحب کا
 نہ یہ نظریہ ہے۔ اور نہ ہی ان کے کسی مکتوب سے اس کی شہادت دستیاب)
 اس لیے اگر صائم کی مراد یہی مراد ہے کہ غیر نبی کو نبی پر فضیلت مطلقہ حاصل ہو سکتی ہے
 جیسا کہ آیت کریمہ **اولئک هم خیر البریۃ** کو استدلالاً پیش کرنے سے ظاہر
 ہوتا ہے۔ تو وہ مرتد ہو چکا۔ اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل چکی ہے
 چنانچہ صائم نے جو اپنا مقصد ظاہر کیا۔ وہ یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چونکہ ”خیر البریۃ“
 ہیں۔ اور ”البریۃ“ کا معنی تمام مخلوق ہے۔ جس میں مسلمان غیر مسلمان، صحابی غیر صحابی
 نبی غیر نبی سبھی شامل ہیں۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ کی فضیلت تمام مسلمانوں، صحابیوں
 اور پیغمبروں پر ثابت ہو گئی۔ اور اسے ثابت کرنے کے لیے جناب مجدد صاحب
 کے مکتوب کا سہارا لیا جب مجدد صاحب غیر نبی کو نبی پر فضیلت کے قائل ہیں تو غیر نبی (علی المرتضیٰ)
 کیوں نبیوں سے افضل نہ ہوں گے۔ مکتوب کے علاوہ صائم نے اپنے اس مدعا کو آیت کریمہ

”إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ“
 سے بحوالہ تفسیر درمنثور ثابت کیا۔ مجدد صاحب کے مکتوب کی حقیقت کے بعد
 اب ہم آیت کریمہ مذکورہ کے بارے میں تفسیری حوالہ پیش کر کے اس کا مفہوم
 واضح کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

روح المعانی:

ثُمَّ الظَّاهِرُ أَنَّ الْمُرَادَ بِالَّذِينَ آمَنُوا الْخِمْ مَقَابِلُ
 الَّذِينَ كَفَرُوا وَالْأَقْوَمُ مِنَ الَّذِينَ أَنْصَفُوا بِمَا
 فِي حَيْزِ الصَّلَاةِ بِخَصُوصِهِمْ وَزَعَمَ بَعْضُ أَتَّهَمُ
 مَخْصُوصُونَ فَقَدْ أَخْرَجَ ابْنُ مَرْدُودٍ عَنْ
 عَلِيِّ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ
 آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ
 هُمْ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ وَمَوْعِدِي وَمَوْعِدُكُمْ الْحَوْضُ
 إِذَا جِيئَتْ الْأَمْسَرُ لِلْحِسَابِ يَدْخُمُونَ غَرًّا مَعْجُولِينَ
 وَرَفِي نَحْوَهُ الْإِمَامُ مِيثَةُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ شَرَحْبِيلِ الْأَنْصَارِيِّ
 كَاتِبِ الْأَمِيرِ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ وَفِيهِ أَنَّهُ عَلَيْهِ
 الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ ذَاكَ لَكَ عِنْدَ الْوَقَاةِ وَرَأْسُهُ
 الشَّرِيفُ عَلَى صَدْرِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَخْرَجَ ابْنُ
 مَرْدُودٍ بِهِ أَيْضًا عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ
 الْآيَةُ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا الْخِمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ هُوَ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَاضِينَ مَرْضِينَ وَذَلِكَ ظَاهِرٌ
 فِي التَّخْصِصِ وَكَذَلِكَ مَا ذَكَرَهُ الظُّبَيْرِيُّ الْإِمَامِيُّ
 فِي مَجْمَعِ الْبَيَانِ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ الضَّمَاكِ
 عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ فِي الْآيَةِ نَزَلَتْ فِي عَلِيٍّ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَهَذَا إِنْ سَلِمَتْ
 صِحَّتُهُ لَا مَعْدُودَ فِيهِ إِذْ لَا يَسْتَدْرِي التَّخْصِصُ
 بِإِلْدَ خَوْلٍ فِي الْعُمُومِ وَهَرَبِلَا شَبَهَةً دَاخِلُونَ
 فِيهِ دُخُولًا أَوْ لِيًّا وَآمَنًا تَقْدَمَ فَلَا تُسَلِّمُ صِحَّتُهُ
 فَإِنَّهُ يَلْزَمُ عَلَيْهِ أَنْ يَكُونَ عَلَى كَرَمِ اللَّهِ تَعَالَى وَجْهَهُ
 خَيْرٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْإِمَامِيَّةُ
 وَإِنْ قَالُوا إِنَّهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَيْرٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ
 حَتَّى أُولِي الْعِزِّ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَمِنْ
 الْمَلَائِكَةِ حَتَّى الْمُقَرَّبِينَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لَا يَقُولُونَ
 بِخَيْرِيَّتِهِمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَإِنْ قَالُوا بَانَ الْبَرِيَّةُ عَلَى ذَلِكَ مَخْصُوصَةٌ
 مِمَّنْ عَدَاهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلدَّلِيلِ
 الدَّالِّ عَلَى أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ مِنْهُ
 كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ قِيلَ إِنَّهَا مَخْصُوصَةٌ أَيْضًا بِمَنْ عَدَا الْأَنْبِيَاءَ وَالْمَلَائِكَةَ
 وَمَنْ قَالَ أَهْلُ السَّنَةِ بِخَيْرِيَّتِهِ لِدَلِيلِ الدَّالِّ عَلَى خَيْرِيَّتِهِمْ
 وَبِالْجُمْلَةِ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُرْتَابَ فِي عَدَمِ تَخْصِصِ الَّذِينَ آمَنُوا
 وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْإِمَامِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ وَشَيْعَتِهِ
 وَلَا يَهْمُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَهْلُ بَيْتِهِ وَإِنْ دُونَ

اثبات صیحة تلك الاخبار خَرُطَقَتَا - والله
تعالیٰ اعلم۔

ترتیب روح المعانی پارہ نمبر ۳ سورۃ البینہ
جلد ۳ ص ۲۰۷

ترجمہ: پھر بظاہر اس آیت الذین امنوا الخ سے مراد وہ لوگ
مسلمان ہیں۔ جو کفار کے مقابل میں ہیں۔ یہ نہیں کہ اس سے مراد مخصوص
صاحب ایمان و اعمال صالحہ حضرات مراد ہیں۔ بعض کا یہ زعم ہے کہ
اس سے مراد مخصوص حضرات ہیں۔ ابن مردودیہ نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
سے بیان کیا ہے۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے
علی! کیا تو نے ان الذین امنوا الخ اللہ تعالیٰ قول نہیں سنا؟ وہ تم
اور تمہارے شیعہ ہیں۔ میرا اور تمہارا کٹھے ہونے کا مقام حوض ہے
جب امتوں کو بلایا جائے گا۔ تو تم چمکتی پیشانی والوں کے ساتھ
آؤ گے۔ اسی طرح کی ایک روایت امامیہ نے یزید بن شراحیل سے جو
کہ علی المرتضیٰ کے کاتب تھے۔ اُن سے بیان کی ہے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
کو فرمایا۔ جبکہ وفات شریف کی صبح کے وقت آپ کا سر انور علی المرتضیٰ
کی گود میں تھا۔ ابن مردودیہ نے ابن عباس سے ذکر کیا۔ کہ جب آیت
نازل ہوئی۔ تو حضور نے فرمایا۔ اے علی! تو اور تیرے شیعہ قیامت
کے دن راضی اور مرضی ہوں گے۔ ان روایات سے آیت میں تفصیل
ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح طبرسی شیعہ نے مجمع البیان میں ذکر کیا ہے
وہ ابن عباس سے ذکر کرتا ہے کہ ابن عباس نے فرمایا یہ آیت کریمہ

علی المرتضیٰ اور ان کے گھروالوں کے بارے میں اترمی یہ روایات اگر ان کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو بھی کوئی اعتراض نہیں آتا۔ کیونکہ عموم آیت میں مخصوص حضرات کا داخل ہونا کوئی انوکھی بات نہیں۔ مذکورہ حضرات بلاشبہ آیت میں داخل ہیں۔ اور ان کا داخل بھی اولاً ہے۔ لیکن جو پہلے گزر چکا ہے۔ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بہتر ہوں۔ امامیہ اگرچہ علی المرتضیٰ کی اولوالعزم انبیاء کرام اور مقرب فرشتوں پر افضلیت کے قائل ہیں۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ کی حضور کی ذات کرامی پر افضلیت کے قائل نہیں۔ اگر اس موقع پر امانیہ وغیرہ یہ کہیں۔ کہ آیت مذکورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر پھر مخصوص ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کی الگ دلیل موجود ہے۔ لہذا اس سے مراد علی المرتضیٰ اور ان کے شیعہ ہی ہیں۔ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا۔ کہ پھر الذین امنوا الخ کے بارے میں یہ بات کیا بلا ریب ہوگی۔ کہ اس آیت سے مراد خاص کر علی المرتضیٰ اور ان کے شیعہ یا صرف علی المرتضیٰ اور ان کے گھروالے ہی ہیں؟ اس کی تائید میں ذکر کی گئی روایات کا ثبوت و صحت بھی تو در دوسرے کم نہیں ہے۔

توضیح:

صاحب روح المعانی کی تفسیر کے بموجب الذین امنوا الخ اپنے عموم پر ہے۔ اس لیے اس سے مراد عام مسلمان ہوں گے۔ جو کفار کے مقابل میں ہوتے ہیں۔ اس تعلیم میں ابو بکر صدیق۔ عمر فاروق ابو ہریرہ علی المرتضیٰ وغیرہ سبھی شامل ہیں کچھ لوگوں کا خیال ہے۔ کہ اس سے مراد مخصوص مومن ہیں۔ اور یہی شیعوں کا مسلک

بھی ہے۔ ان قائلین کی روایات اول تو صحت کے درجہ تک پہنچنا مشکل ہیں۔ دوسرے
عموم پر رکھتے ہوئے آیت میں وہ مخصوص حضرات خود بخود آجاتے ہیں۔ لیکن اگر تفصیل
ایسی لی جائے کہ جس میں ان مخصوص حضرات کے علاوہ تمام خارج ہوں۔ تو یہ امامی
عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی علی المرتضیٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے شیعوں یا گمراہوں کا افضل ہونا ثابت ہوگا۔ حالانکہ
یہ درست نہیں۔

لمحہ فکریہ:

صائم نعمت خوان نے اپنے شیعہ نظریات کو ثابت کرنے کے لیے ہر حربہ
استعمال کیا۔ اگر جناب مجدد و صاحب کے ارشادات کا غلط مطلب بیان کرنے سے
کام بنتا نظر آیا۔ تو اسے غلط مطلب پہنا دیا۔ اور اگر کسی حدیث کے ٹکڑے سے
مقصد برآری دکھائی دی۔ تو اس کے سیاق و سباق کو قطعاً سامنے نہ لایا گیا۔ اور
اگر کسی آیت سے اشتہاد پیش کرنا چاہا۔ تو اس کے بارے معقول و منقول دیکھنے کی
کوشش نہ کی۔ اور اپنے مقصد کے مطابق تعبیر و تفسیر کو ڈالی۔ اور اس حد تک اگے بڑھ گیا۔
کہ کفریہ عنوانات قائم کر کے ان پر بحث کی۔ اور انہیں ثابت کرنے کی کوشش کی۔
اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ (فلاعتبروا یا اولی الابصار)

نوٹ:

ہم آخر میں قارئین کرام کی توجہ ایک اہم بات کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں۔ وہ
یہ کہ صائم نعمت خواں نے اپنی تصانیف میں اپنے نظریات کے ثبوت میں جن کتب
کا حوالہ یا عبارت درج کی۔ اولاً وہ ایسے کٹر شیعہ معنفین کی ہیں کہ جن کے شیعہ ہونے میں
کوئی شک نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اکثر فضائل صائم نے انہی کتابوں
سے لیے ہیں۔ حالانکہ اہل سنت کہلانے کے نام سے اسے اپنے ہم مسلک ملار

کی تصانیف سے حوالہ جات دینے چاہیئے تھے۔ مسعودی کی کتاب مروج الذهب اسی طرح ینابیع المودۃ، کشف الغمہ، اعیان الشیعہ اور اشرف التنبیہ ایسی کتابیں ہیں جو کثرت رافضی شیعوں کی تصانیف ہیں۔ ان سے فضائل علی ذکر کیے گئے۔ اور کچھ ایسے لوگوں کی تصنیفات سے بھی حوالہ جات دیئے ہیں۔ جو ”اہل سنت“ مشہور تو ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ تشیع سے موصوف ہیں۔ ان مصنفین کی کتب کے حوالہ جات اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتے۔ ہم نے اپنی تصنیف میزان المکتب میں اس قسم کی تقریباً تیس کتابوں پر بحث کی ہے۔ تفصیل وہاں سے ملاحظہ فرمائیں۔

ان کتابوں میں سے ایک کا نام ینابیع المودۃ ہے۔ جسے حافظ سلیمان بن ابراہیم نے لکھا۔ اس سے اکثر اقتباسات صائم نعمت خوان نے لیے۔ اور انہیں عنوان تک اہمیت دی۔ حالانکہ شخص مذکورہ تقیہ باز شیعہ ہے۔ اور بطور تقیہ دو حنفی، تک کہلاتا ہے۔

بارہ ائمہ کی عصمت کا قائل ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کہ جس میں بارہ خلفاء کا ذکر ہے۔ ان سے مراد بارہ امام لیتا رہا ہے۔

ینابیع المودۃ؛

عن ابن عباس قال سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَنَا وَ عَلِيٌّ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ وَ قِسْعَةٌ مِنْ وَلَدِ الْحُسَيْنِ مَطْمَرُونَ مَغْصُومُونَ۔

ینابیع المودۃ

دینا بیع المودۃ ص ۲۲۵ مطبوعہ تہران جدید

ترجمہ: ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) علی، حسن، حسین اور حسین کی اولاد میں

سے نو آدمی پاک اور معصوم ہیں۔

ینابیع المودة:

عَلِمَ أَنَّ مَرَادَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ حَدِيثِهِ هَذِهِ الْأَيُّمَةُ الْإِثْنَا عَشْرَةَ مِنْ أَهْلِ
بَيْتِهِ وَوَحْشَتِهِ إِذْ لَا يُمْكِنُ أَنْ يَحْمَلَ هَذَا الْحَدِيثَ
عَلَى الْخُلَفَاءِ بَعْدَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ لِقِلَّتِهِمْ مَعَهُ
إِثْنَا عَشَرَ وَلَا يُمْكِنُ أَنْ يَحْمَلَ عَلَى الْمُلُوكِ
الْمُؤَيَّةِ لِيَرَادَ بِهِمْ عَلَى إِثْنَا عَشَرَ وَلِظُلْمِهِمُ
الْفَاحِشِ إِلَّا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ -

(ینابیع المودة ص ۴۲۶) الباب السابع والسبعون

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
بارہ سے مراد آپ کی اہل بیت اور عترت سے بارہ آدمی ہیں۔
کیونکہ اس سے مراد خلفاء راشدین اس لیے نہیں ہو سکتے کہ وہ
تعداد میں بارہ سے کم ہیں۔ اور اموی خاندان کے بادشاہ بھی نہیں
ہو سکتے۔ کیونکہ ایک تو وہ بارہ سے زیادہ ہیں۔ اور دوسرا ان میں
ماسواہ بن عبد العزیز کے ظالم ہوئے ہیں۔

ملحہ فکریہ:

مندرجہ بالا حدیث کا مصداق جب بارہ ائمہ اہل بیت کو بنایا گیا۔ اور
خلفاء راشدہ کا صاف صاف ذکر کر کے انہیں حدیث پاک کے مصداق
سے خارج کیا ہے۔ اس حدیث میں بارہ خلفاء کا تذکرہ ہے۔ لہذا جب
خلفاء میں سب سے پہلے خلیفہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوئے۔ تو

خلافت برافضل بھی ثابت ہو گئی۔ اور خلفائے خلافت کا خاصبِ خلافت ہونا بھی ثابت ہوا۔ اپنی شیعہ لوگوں کا مسلک ہے۔ جب صاحبِ ینابیع المودۃ بھی دے لفظوں میں یہی کہہ رہا ہے۔ تو پھر اس کے شیعہ ہونے میں کون سی روکاوت رہ گئی۔ اب اس کی تصنیف کو مائٹ نعمت خوان نے اپنی کتاب کی رونق بنا کر اپنا شیعہ ہونا خود ثابت کر دیا ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے مسلک کی کتب کے حوالہ جات دیتا ہے ان سے اقتباسات پیش کرتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے القابات جو مائٹ نے ذکر کیے ان تمام کا مؤخذ ہی کتاب ہے۔ اگر انہیں حقیقی معنوں پر محمول کریں۔ تو اللہ تعالیٰ کے بعد بزرگ ترین شخصیت حضرت علی المرتضیٰ ہی۔ تمام انبیاء حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان اوصاف سے محروم ہیں (معاذ اللہ) اسی طرح التنبیہ والاشراف اور مروج الذہب جو سعودی کی تصانیف ہیں ان سے القاب کیا گیا۔ سعودی کا شیعہ ہونا مسلم ہے۔ اس سلسلہ میں الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، الکفی والالقاب اور اعیان الشیعہ میں ان مصنفین کے حالات و عقائد دیکھ لیں یہ تین کتابیں شیعہ مصنفین کی فہرست ہیں۔ اور ان کے مختصر کوائف و حالات ان میں درج ہیں۔ کسی غیر شیعہ کو ان میں درج ہی نہیں کیا گیا۔

مائٹ نعمت خوان سے اسی سعودی کو ”مورخ جلیل علامہ سعودی“ کہہ کر مشکل کشا نامی کتاب ص ۷۸ پر لکھا ہے۔ مختصر یہ کہ دھوکہ دینے اور بھولے بھالے اہل سنت کو من گھڑت سنیوں کی کتابوں کے حوالہ جات دے کر بہکانے کی کوشش کی گئی۔ اور ہم نے بفضلہ تعالیٰ مائٹ نعمت خوان کے عزائم سے آگاہ ہو کر امت مسلمہ اور خاص کر اہل سنت کو غیبیہ کر دی ہے۔ امید ہے۔ کہ ہماری یہ کوشش حقیقت کی پہچان میں مدد و معاون ثابت ہوگی۔ اور نام نہاد سنیوں کے پوسٹ مارٹم کا کام دے گی۔

آخری گزارش:

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریفہ سے قطع و برید کر کے صائم
نعت خواں نے جس طرح اپنی مرضی منشاء کے مطابق اپنے ہی پسندیدہ عنوانات
کے تحت ان کی تفسیر و تشریح کی۔ جس کا خود مجدد صاحب کے مقصود و مراد
سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ اس کی مکاری کو واضح کرنے کے لیے ہم نے
تردید می قلم اٹھایا۔ ہمارے پیش نظر تردید برائے تردید نہیں ہے۔ بلکہ احقاق حق
اور ابطال باطل ہے۔ اس لیے ہم نے مکتوبات شریفہ کی مکمل عبارت درج کر کے پھر
پھر مجدد صاحب کے مکتوبات سے ہی آپ کی مراد و مقصود کو واضح کرنے کے لیے
کئی دوسرے مکتوبات سے عبارات نقل کیں۔ تاکہ بات واضح ہو جائے
ان اصل عبارات اور تائیدی عبارات کو دیکھ کر صائم نعت خواں کی دھوکہ دہی
اور کذب بیانی کھل کر سامنے آگئی ہے۔ حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد
ہم صائم صاحب کو دعوت دیتے ہیں کہ اگر ان میں رائی برابر بھی ایمان کی برق
ہے تو اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کر کے اپنے سابقہ موقف سے رجوع
کر لے۔

چیلنج: اور اگر ہماری پیش کردہ عبارات مکتوبات کو وہ مجدد صاحب کے
مقصود کے خلاف قرار دیتے ہوں۔ تو میں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس کی تردید اور وہ
بھی حضرت مجدد صاحب کے ارشادات سے ہی پیش کر دیں۔ تو میں انہیں مبلغ
بیس ہزار روپے نقد انعام دوں گا۔ بلکہ وہ اس بارے میں اپنے تمام سنی منافقین
ساتھیوں سے بھی تباہ و نال حاصل کر لیں۔ تو بھی اس کی کھلی اجازت ہے۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ
فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي لَا يَـٰ

فَاعْتَبِرُوا بِهَا أَلَمْ تَكُونُوا أَبْصَارًا